

مشاہیر اسلام

ترجمہ

وَفِيكَ الْكَعْبَانِ وَأَنْبَاءُ أُنْبَاءِ الزَّمَانِ وَمَا ثَبَتَ بِالنَّقْلِ وَالسَّمْعِ
أَوْ أُثْبِتَهُ الْعَيَانُ لِلْعَلَّامَةِ الْقَاضِي أَحْمَدَ ابْنَ خَلَّكَانَ

جس میں تقریباً نصف اول صدی ہجری سے نصف ساتویں صدی تک کے علماء فقہاء قضاة فقہاء متکلمین لغویین نحویین اطباء منجین جندیین مؤرخین محدثین زہاد عباد امراء فقہاء سلاطین حکماء مجتہدین صنائع معنی اہل سنت جمیعہ فوائج نیدیہ عیسائی صابانی ہر قسم کے دو تین ہزار سے زیادہ اکابر و اہل کمال کا ذکر ہے

اور جس کا

مولوی عبد الغفور خاں صاحب رامپوری

مترجم و تالیف الکامل للعلامة ابن الاثير
ومروغ الذہب و مصادن الجواہر للامام المسعودی و ازاد صغری
و مترجمہ سیاحت بیوزیر و سیاحت ہینو و نظام الکبریٰ از انگریزی
و مصنف لکھنؤ حساب و گردانت بھاشا و تاریخ دکن وغیرہ وغیرہ

باضافہ حاشیہ کثیرہ جن میں تاریخی خبرانی لغوی فقہی وغیرہ مشکلات کے حل کرنے میں حتی الوسع کوشش و توفیق فرموداشت نہیں کیا ہے اور جس سے کتاب کی عربی و دہلا ہو گئی ہے

ایام قیام حیدر آباد دکن
اصل عربی کے اردوئے سلیس میں

ترجمہ کیا
جلد اول

مطبع منیف عام گرو میں یا تمام محققان و علما صوفی جمعی

۱۳۲۵ھ

| | | | | | | |
|----|----|---------------------------|-----|---|---|---|
| ۳ | ۳ | عالم بر قمی القمی | ۲۶۳ | ۰ | ۰ | تابعی و فقیہ تھا۔ |
| ۴ | ۲ | ابو ثناء بابا بہیم الکلبی | ۲۴۶ | ۰ | ۰ | مستقی پر حیز نگار و شافعی فقیہ تھا۔ |
| ۵ | ۳ | ابو اسحاق آلہ قزی | ۳۳۰ | ۰ | ۰ | شافعی فقیہ، بغداد میں شافعیوں کا سر تھا۔ |
| ۶ | ۴ | ابو اسحاق سفرائی | ۳۱۰ | ۰ | ۰ | شافعی فقیہ، تکلم اصولی اور مجتہد تھا۔ اسکے شاگرد بڑے بڑے نامی گرامی ہوئے ہیں۔ |
| ۷ | ۵ | بزرگ اسماعیلی | ۳۲۰ | ۰ | ۰ | شافعی فقیہ محدث اور صاحبان کثیر تھا۔ |
| ۸ | ۶ | ابو محمد علی بن سبزی | ۳۳۰ | ۰ | ۰ | ابو علی بن سبزی اور محمد شافعی بہت بڑے اور تبارک تھا۔ |
| ۹ | ۷ | ابو سنی شیریازی | ۳۴۰ | ۰ | ۰ | بغداد اور شہر مدور، نظامیہ کا سرکار۔ |
| ۱۰ | ۸ | ابن النجار | ۳۵۰ | ۰ | ۰ | مستوفی تھا اسماعیلیہ بہت اور نہایت مفید بہت بزرگ عالم اور محقق تھا۔ تاریخ بغداد کا سرکار۔ |
| ۱۱ | ۹ | ابو عبد اللہ البیضاوی | ۳۶۰ | ۰ | ۰ | جلدیں ہیں: ذیل لکھا ہے۔ |
| ۱۲ | ۱۰ | فصل الدین ابوالخیر بیضاوی | ۳۷۰ | ۰ | ۰ | بغداد بڑا عالم تھا۔ |
| ۱۳ | ۱۱ | عبد الوہاب بن ابی | ۳۸۰ | ۰ | ۰ | تفسیر بیضاوی کا مصنف ہے۔ |
| ۱۴ | ۱۲ | خطیب ابواسحاق العزقی | ۳۹۰ | ۰ | ۰ | فقدار اصول فقہ خویہ تھا، دار کی کاش کرد تھا۔ |
| ۱۵ | ۱۳ | عبد الحکم بن حوائی | ۴۰۰ | ۰ | ۰ | بڑا فاضل فقیہ اور جامع سپہر کا خطیب تھا۔ |
| ۱۶ | ۱۴ | علاء بن جریر الخی علم | ۴۱۰ | ۰ | ۰ | خطیب جامع مصر اور بڑا فاضل شاعر تھا۔ |
| ۱۷ | ۱۵ | ابو محمد بن محمد بن ابی | ۴۲۰ | ۰ | ۰ | بڑا فاضل اور مصر کا داران بیت المال تھا۔ |
| ۱۸ | ۱۶ | ابو اسحاق شہر الدین | ۴۳۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۱۹ | ۱۷ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۴۰ | ۰ | ۰ | سلاویہ کا قاضی بڑا فاضل اور شہر الدین تھا۔ |
| ۲۰ | ۱۸ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۵۰ | ۰ | ۰ | در و شہن کے خاندان سرور و نوجوان تھا۔ |
| ۲۱ | ۱۹ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۶۰ | ۰ | ۰ | خلیفہ مومن فی علی بن موسیٰ الرضا کو جو عباسیوں کا سرکار تھا۔ |
| ۲۲ | ۲۰ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۷۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۳ | ۲۱ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۸۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۴ | ۲۲ | ابو ہریر بن المہدی | ۴۹۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۵ | ۲۳ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۰۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۶ | ۲۴ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۱۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۷ | ۲۵ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۲۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۸ | ۲۶ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۳۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۲۹ | ۲۷ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۴۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۰ | ۲۸ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۵۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۱ | ۲۹ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۶۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۲ | ۳۰ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۷۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۳ | ۳۱ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۸۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۴ | ۳۲ | ابو ہریر بن المہدی | ۵۹۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۵ | ۳۳ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۰۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۶ | ۳۴ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۱۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۷ | ۳۵ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۲۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۸ | ۳۶ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۳۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۳۹ | ۳۷ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۴۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۰ | ۳۸ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۵۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۱ | ۳۹ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۶۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۲ | ۴۰ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۷۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۳ | ۴۱ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۸۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۴ | ۴۲ | ابو ہریر بن المہدی | ۶۹۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۵ | ۴۳ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۰۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۶ | ۴۴ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۱۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۷ | ۴۵ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۲۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۸ | ۴۶ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۳۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۴۹ | ۴۷ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۴۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |
| ۵۰ | ۴۸ | ابو ہریر بن المہدی | ۷۵۰ | ۰ | ۰ | بہت بڑا فقیہ اور امام تھا۔ |

| | | | | | | | |
|------|----|---------------------------|-----|-----|-------|---------------|--|
| نوشہ | ۲۰ | عبدالرحمن بن احمد | . | . | . | . | اس پر جس نے بکر اس پر کہ خلیفہ بنایا بکر کا ہونے کا شک نہ کر کہہ دیا گیا۔ گانا سبنا خوب بانٹا تھا۔ |
| نوشہ | ۲۱ | احمد بن ابی خالد الاحول | . | ۲۱۰ | . | . | خلیفہ مامون سے بن مین اس نے بناوت کی تھی اور امام رضا کے نام سے دعوت دیتا تھا۔ |
| ۹ | ۲۲ | ابراہیم الذہیر موصلی | ۱۲۵ | ۱۸۸ | کوفہ | بغداد | عربی کا بڑا منشی اور خلیفہ مامون کا وزیر تھا بہت بڑا منشی تھا۔ |
| نوشہ | ۲۳ | سلم الخراسانی | . | ۸۶ | بصرہ | بغداد | اچھا شاعر تھا مگر عیاضہ زنگانی میں مقہور تھا۔ |
| نوشہ | ۲۴ | جمہری صاحب صحاح | . | ۳۹۲ | . | نیشاپور | اسکی اُخت کی کتاب نہایت مشہور اور مستبر ہے۔ |
| ۱۰ | ۲۵ | ابراہیم النخعی | . | ۲۴۴ | صل | حسین ملای | بہت بڑا شاعر منشی آذوق اور مقہور تیس تھا۔ دینا ارضیاع والنفقات کا حاکم تھا۔ |
| | ۲۶ | محول | . | ۱۱۲ | جرجان | محمداق کی کتب | جرجان کا حاکم اور وزیر بن الہلب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا اسی کے ساتھ مارا گیا۔ |
| | ۲۷ | محمد بن مصل | . | . | . | . | عباسیوں کا بہت بڑا مالاک تھا مقل بنی کی بناوت بن عبداللہ بن علی العباسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ |
| نوشہ | ۲۸ | مسلم بن الولید بن العزانی | . | . | . | . | خلیفہ اردن اور مامون کے نہایت محمد شہزادے سے تھا فضل بن ہبل وزیر ملے جرجان میں اسے ایک بڑا عہدہ دیدیا تھا۔ |
| نوشہ | ۲۹ | حافظ محمد بن یوسف | . | ۲۶ | . | . | تایخ جرجان وغیرہ کا مصنف ہے۔ |
| نوشہ | ۳۰ | ابن الجوزی | . | ۲۶۶ | . | . | بہت بڑا عالم اور خوشنویس اور عبداللہ بن خلیفہ المستنصر کا وزیر تھا۔ |
| ۱۱ | ۳۱ | نقطویہ نسوی | ۲۳۳ | ۳۳۳ | واسط | بغداد | بہت بڑا خوشی اور عالم فاضل آداب میں تھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ |

| | | | | | | |
|------|----|----------------------|------|-------------|------|---|
| نوشہ | ۴۳ | افریقش بن ابی بکرؓ | | | | بین کا بادشاہ اور حضرت پیش کا معمر تھا ملک مغرب پہ چڑھ کر گیا تھا۔ اسی کے نام پر اردکان یہ نام افریقیہ رکھا گیا ہے۔ |
| ۱۶ | ۴۵ | ابن خفاجہ اندلسی | ۵۰۰ھ | ۶۰۰ھ | ۶۰۰ھ | اچھا شاعر اور بلا دان دلس کا باشندہ تھا۔ |
| ۱۷ | ۴۶ | ابو اسحاق کلبی قرطبی | ۵۲۲ھ | ۵۲۲ھ | ۵۲۲ھ | اچھا اور شہسپور شاعر تھا۔ |
| | ۴۷ | ابو الطیمان | | ایام جاہلیت | | جاہلیت کا شاعر ہے۔ اس کے اشعار اور اس کا نسب خاصہ میں لکھا ہے۔ |
| | ۴۸ | ہاشم بن النبی مسلم | | | غزوہ | حضرت اسماعیل کی نسل اور قبیلہ مضر کے بطن قریش کے سردار تھے تجارت کیلئے شام کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ عین عالم جوانی میں غزوہ کے مقام پر انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں قریش میں سفر سوائی اور گرمائی کا دستور انہیں سے نکلا ہے |
| | ۴۹ | بی بی ہاجرہ | | تقیہ بن زید | ۵۰۰ھ | ملک معمر ایک خوب آدمی عرب رہنے والی اور حضرت اسماعیل ابو العرب کی ماں تھیں۔ |
| نوشہ | ۵۰ | مضر المقدسی | | ۵۰۰ھ | | بیت المقدس بہت بڑا عالم اور متوجہ تھا۔ کتنی ہی کتابیں اس کی تصنیف کے ہیں۔ |
| ۱۸ | ۵۱ | ابن قسہ قول | ۵۰۰ھ | ۵۰۰ھ | ۵۰۰ھ | کتاب مطالع الاذکار کا مصنف ہے۔ |
| ۱۹ | ۵۲ | امام احمد بن حنبل | ۵۰۰ھ | ۵۰۰ھ | ۵۰۰ھ | امام المحدثین اور صاحب فہرست میں خلق قرآن کی منکر تھی۔ سند لکھی بڑی عمدہ کتاب ہے۔ بخاری اور مسلم کے استاد اور امام شافعی کے شاگرد تھے ان کے جنازہ کے ساتھ آٹھ لاکھ مودا اور ساٹھ ہزار عین تحمیں اور وفات کے دن میں ہزار بیسویں نفر آئے اور مجوسی مسلمان ہو گئے تھے۔ |

| | | | | | |
|----|--------------------------|------|---------|-------|---|
| ۷۷ | ابوبکر خوارزمی | ۳۰۳ھ | ۰ | ۰ | ہمسفر خلیفہ میں سفیر تاج بغداد کا استاذ تھا۔ بہت بڑا عالم و فنی فرقہ کا مفتی تھا۔ لوگوں کی بہت بڑی حوت کرتے تھے۔ |
| ۷۸ | ثعلبی یا ثعالبی | ۳۲۶ھ | نیشاپور | ۰ | اس نے قرآن شریف کی ایک بہت بڑی اور اچھی تفسیر لکھی ہے۔ کتاب العرائس بھی اسی کی ہے صحیح النقل اور موثوق بہ تھا۔ |
| ۷۹ | ابو ابن دواد | ۱۶۰ھ | ۳۲۳ھ | بصرہ | بغداد |
| ۸۰ | محمد بن احمد بن ابی دواد | ۰ | ۱۳۹ھ | بغداد | بغداد |
| | | | | | نقیہ و تسلیم اور خلفاء عباسیہ کا قاضی القضاۃ اور معتزلی مذہب تھا۔ مامون بمقتضیٰ اور واثق اس کی بڑی خاطر کرتے تھے۔ مزاج اس کا بہت ہی بامروت اور اہل علم و شعور کا بڑا قدر و دل تھا۔ متوکل نے اس کو اور اس کے بیٹے کو اخیر وقت میں خراب و تباہ کر دیا تھا۔ یہ بھی باپ کی جگہ قاضی ہو گیا تھا۔ |





۷۷۸
۷۷۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا

کون سے چھ اپنی قوم کے جاہ و جلال عزت و حرمت کی قدر نہ کرتا۔ اور اگر اوس میں کچھ نقص لگیا ہو تو اسکی
 عکافی باور بحالت مجبوری اوس کی حالت موجودہ کے قیام و دوام کا خواہان نہ ہو۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ایسے
 کتنے ہیں جو حصول مقاصد مذکورہ کے اصول کو جانتے اور ادا میں ساعی حمیدہ بذول کر کے قوم کی شکر گزاری
 کے مستحق اور ثواب اخروی کے سزاوار بنتے ہیں۔ قومیت کے قائم رکھنے کا بظاہر ہر ب سے استوار حصہ ر
 سلطنت ہے۔ اس سے نہ صرف فاتح قوم کے تمام فطرتی حقوق محفوظ و مستون رہتے ہیں بلکہ منفعہ اقوام کے
 حقوق بھی اپنے قبضہ قدرت میں آجاتی ہیں۔ مگر حکومت کو مجبوریت و لنوا ہے لیکن منکوم ہو کر کسی کا ساتھ نہیں
 دیتی۔ آج اس کے آغوش میں ہے توکل دوسرے کے۔ اور ایسی طوطا چشم ہے کہ صبح ایک کے گھر کی
 غلام ہے تو شام کو اوس طرف رشت کر کے بھی نظر نہیں اٹھاتی۔ گونون حکمرانی و کشور کشائی میں آجکل بڑی
 ترقی ہو چکی ہے۔ اس قدر فوری انقلاب کا ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ تاہم اسکی دیر پائی ایک خیال خام سے
 زیادہ نہیں بلکہ آپ سُن کر تعجب کریں گے کہ وہ جس قدر سریع الزوال ہے اوس قدر نہ تو اوس کا خندان ہی قوم
 کی ہلاکت کا باعث ہے۔ نہ اوس کے پلٹ کر آنے ہی کے لئے دیر کی ضرورت ہے۔ حکومت جانتے

رہے پر بھی قوم صدیوں تک رہتی اور اجماعی طسوح رہتی ہے جب تک کسی قوم کی زبان مذہب ذرائع اکتساب دولت اور دوسرے قومی شعائر موجود رہتے ہیں وہ قوم دنیا کے کسی نہیں مٹتی۔ پچھلی قومیں جہت قدر دینا سے نیست و نابود ہوئیں وہ حکومت کے زوال سے ٹھیک بلکہ انہیں چپ نہون کی بربادی سے ہوئیں جس وقت کسی قوم کی زبان مذہب اور قومی شعائر جاتے رہیں تو قوم ایسی مرنے سے کہ بچر بھی زندہ نہیں ہوتی۔

اس واسطے اسلام کی حکومت جاتی رہی۔ مگر ہم کو اپنی بقا کے لئے اپنے یقینہ حصاروں کی نگہداشت لازم ہے۔ ہماری مذہبی زبان عربی ہے جس میں ہمارا مذہب ہمارے سلف صالح کے کارنامہ اور وہ علوم کہ جو ہماری جہانی و روحانی ضرورتوں کی محافظ ہیں اچھے طرح محفوظ چلے آتے ہیں۔ عربی کی تین نوجوان پیشیاں فارسی اردو ترکی میں جو اپنے اپنے ممالک میں اسلام کی خدمت کرتی ہیں۔ اردو ہندوستان میں ہماری تجارتی اور معاشرتی زبان ہے جس کا دائرہ مغرب میں ریگستان سندھ سے مشرق میں رنگون کا بازاروں تک اور شمال میں کشمیر کے برفستانی پہاڑوں سے جنوب میں مدراس کے ساحلون تک پھیلا ہوا ہے وہ اس وسیع براعظم میں کم از کم پندرہ کروڑی آدم کی روزانہ کارروائی کی انگلی ہے۔ یہ ہماری زبان کہلاتی ہے اور ہم اس کے۔ وہ ہماری قومی شعاردین سے اور ہمارے حصول دولت کا ذریعہ ہے۔ پس اس کی مخالفت گویا اپنی مخالفت اور اس کی ترقی گویا اپنی ترقی ہے۔ جب تک یہ دونوں زبانیں زندہ و قائم ہیں۔ ہماری قوم ہندوستان میں زندہ ہے۔ جب یہ مرجائے گی تو ہماری قوم بھی مرجائے گی۔ اور ایسی مے گی کہ بچر بھی زندہ نہ ہوگی۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ انکی بقا و ترقی میں جو کچھ ہو سکے اس میں کسی طرح دریغ روا نہ رکھے۔

میں نے ان زبانوں کی تائید اور ترقی کے واسطے اپنے لئے یہ بہترین طریق تجویز کیا ہے کہ عربی سے اردو میں تاریخوں کے ترجمے کروں۔ اس سے نہ صرف اردو اور عربی زبانوں کی تائید ہوگی۔ بلکہ ہماری مذہب کی بھی۔ عربی میں ہمارے بزرگان دین کے اخلاق اور مذہب کے وہ نمونے ہیں جن سے ناظرین کے روحانی جذبات میں کمال تحریک کی امید ہے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہماری قوم کے افراد میں جن کے اندر دل ہے ان کو ایک مرتبہ تو یہ کتاب ضرور ہی حرکت دیدے گی۔

پہلے میں نے تاریخ کامل علامہ ابن الاثیر الجزیری کا ترجمہ کیا تھا۔ اور اس کے کوئی دو ہزار صفحے آٹھ جلدوں میں ہمارے تھے۔ لیکن بعض اوقات یہ پیش آگئے کہ جس سے اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے

بعد میں نے وفیات الاغیاء و انباء الزمان مصنف علامہ قاضی احمد بن عثمان کا اصل عربی سے ترجمہ کیا یہ تاریخ کامل کی طبع مسلسل تاریخ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں صحابہ اور تابعین کے بعد اسلام میں جو نامور لوگ گذرے ہیں ان کے جدا جدا تذکرے ہیں۔ اور ان کے ناموں کو حروف تہجی کی ترتیب کے موافق ترتیب دیکر کتاب میں درج کر دیا ہے۔ میں نے ان تذکروں پر بیڑ ڈال دیئے ہیں۔ جن کی تعداد ۲۷۰ تک پہنچ گئی ہے ان کے سوا اثنا بیہ بیان میں اور بھی بہت لوگوں کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں جن کی تعداد تین ہزار سے کم نہ ہوگی۔ ان میں عالم فاضل مجتہد مستطعم لغوی نحوی شاعر طیب مہندس نجومی فقرا۔ امرا بادشاہ غریب اہل اللہ وغیرہ ہر قسم کے نامور اور اہل کمال شامل ہیں۔ اور اس وجہ سے ایسی کتاب ہے کہ مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا نہ ہونا چاہئے جہاں پڑھ لکھے ہوں اور یہ کتاب نہ ہو۔

اس کا ترجمہ چار جلدوں میں ایک فرانسیسی موسیو ڈی اسلین صاحب نے انگریزی زبان میں ہی کیا ہے۔ اور بڑی لیاقت کے ساتھ کیا ہے۔ کتاب میں جہاں جہاں حواشی کی ضرورت تھی قریب قریب سب جگہ حواشی دیئے ہیں جس سے اصل کتاب کی قیمت دو بالا ہو گئی ہے۔ اس ترجمہ سے مجھ کو بہت بڑا فائدہ ہوا۔ ترجمہ کی دقیق جہاں پیش آئیں اس سے بڑی مدد ملی۔ اور جس قدر اس نے نوٹ اپنی کتاب میں دیئے تھے ان سب کا میں نے انگریزی سے ترجمہ کر کے اپنے اس اردو ترجمہ میں زیادہ کر دیا۔ اس نے اپنے ترجمہ انگریزی کی جلد اول دوم اور چارم میں تین دیباچے بھی لکھے ہیں۔ اور اس کتاب کے متعلق جو کچھ بالاعلیٰ تھا اس سے اچھی طرح اون میں بحث کی ہے۔ اس لئے مجھے کوئی دیباچہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین کتاب کے پڑھنے سے پیشتر جن امور کو معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ سب ان میں موجود ہیں۔ میں ان کا ترجمہ آئندہ لکھتا ہوں۔

اب یہاں مجھے جو کچھ اور لکھنا ہے وہ صرف اتنا ہی ہے کہ ابن عثمان کی یہی کتاب کا اردو میں ترجمہ آسان کام نہیں۔ بڑے بڑے عالم فاضل اس کی جرات نہیں کر سکتے مگر میں تو بیچارہ بہت ہی قلیل استعداد کا شخص ہوں۔ مجھ سے تو اس کا ہونا تو یہ محالات سے تھا۔ مگر میں نے اس اندیشہ کو بالاعمال طاق رکھ دیا۔ کہ مجھ سے یہ کام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بلکہ خیال کیا کہ جہاں تک ہوسکے کچھ کرنا چاہئے چنانچہ میں نے اپنے بھائی مسلمانوں کی خدمت کے لئے ترجمہ شروع کیا۔ اور بہت بڑا حصہ کر بیٹھا۔ اور کمال امید ہے کہ موقوف حقیقی اور خیر کے لئے لکھا۔ اگر مجھ سے کہیں غلطی ہوئی ہو۔ اور غور غلطیاں ہوئی ہوں۔ اور غلطیاں بھی کسی نہ صرف ہونیا

سے بلکہ کم استعدادی سے ہماری قوم میں فساد بہت ہیں۔ مگر میں نے یہ کام ضرور کی حیثیت سے کیا ہے
 زعفر و مسابہات کی خاطر اصحاب کرم سے امید ہے کہ میری غلطیوں کو چشم کر یا نہ سے دیکھیں اور غایت
 بزرگانہ سے معاف فرمائیں۔ اور اگر ممکن ہو تو اصلاح کر دیں۔ میں نہایت ممنون ہو گا اور طبع ثانی میں
 اس سے فائدہ اٹھاؤ گا۔

میں نے سال گذشتہ میں اس کتاب کو دو دو صفحوں کی جلدیں کر کے چھپوانا شروع کیا تھا۔ اور دو جلدیں
 چھپ کر قریب الختم ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھا کہ بھی جو اور لکھا گیا چھپ گیا تھا۔ چھپے ہوئے کاغذات کو موڑ کر کتابوں کی
 صورت میں تلے اوپر انبار لگا کر مکان میں رکھا تھا کہ حیدر آباد میں ایک حادثہ عظیم ہوا۔ یکم رمضان ۱۳۳۷ھ
 (۲۶ ستمبر ۱۹۱۸ء) روز و شب کو رو دو موسیٰ میں جو شمع جدر آباد کی فیصل کے نیچے ہٹا ہو غیر معمولی
 طبعیانی ہوئی۔ اور اس قدر پانی ٹپکا۔ کہ دو دن کے پتھر گئی تک شمع میں پانی آگیا۔ کئی ہزار جانیں تلف
 ہونے کے سوا کوئی ایک لاکھ سے زیادہ آدمی بے خانان ہو گئے۔ میرا مکان جو میں مدی کے
 کنارہ تھا اور تمام مال اسباب اور بہت بڑا طبعی ذخیرہ برباد ہو گیا۔ سب سے بڑی بے بہا چیز جو برباد ہوئی وہ
 دکن کی تاریخ کا مسودہ تھا۔ جو میں نے بیس سال کے عرصہ میں سخت محنت و جفاکشی سے تیار کی تھی یہ تاریخ
 آٹھ ہزار صفحوں کی تھی دو ہزار صفحوں ابتدائی اسکے تین جلدوں میں سرکار نظام کی طرف سے شائع ہو چکے تھے
 تو محفوظ رہ گئے۔ باقی چند ہزار صفحوں کا مسودہ برباد ہو گیا۔ اب جو کچھ اس کا وجود باقی ہے وہ صرف میرے
 ذہن میں ہے اور بس۔ اگر خدا کو منظور ہے تو اسے پھر لو کر دوں گا۔

خاکسار

عبد الغفور خان رامپوری

یکم جنوری ۱۳۳۷ھ

رجسہ دیباچہ انگریزی تاریخ ابن خلکان

مندرجہ جلد اول

(۱) اہل اسلام کی تاریخ معاشرتی و ملی کی وقعت کے واسطے کتاب و قیاتِ الاقیان مصنفہ علامہ ابن خلکان کو ہمیشہ سے اہل علم بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں۔ جس روز سے اس جوہر نے یہاں منصفہ شہود پر قدم رکھا ہے آج کی تاریخ ملک اوس کی قدر و قیمت برابر کیساں چلی آئی ہے۔ جو کہ مصنف کے اہل ملک نے اوس کی قدر دانی کی ہے اوسے ہمارے ملک یورپ کی جمیع علماء علوم مشرق و مغرب نے بلا استثناء امداد سے یک قلم تسلیم کر لیا ہے۔ اگر ایک طرف مورخین متاخرین عرب نے اوس کے صفات اور وسیع چشمہ سے خلاصہ لے کر اپنی کتابوں کے صفحات کو زینت بخشی ہے۔ اور شعرا و سخنین اور قصیدہ نویسوں نے اوس کے لہجے لہجہ فقرات اپنے کلام کی تزئین اور قواعد کی تائید کے لئے منتخب کر لئے ہیں۔ اور علمائے اوس کی نگین کے لئے ضمیر اور ذیل لکھے اور اوس کی اشاعت اور فائدہ کو زیادہ تر کرنے کے لئے خلاصہ لکھے ہیں۔ تو دوسری طرف ہم اوس کی خوبی کے اپنے ملک والوں میں بھی پوکا ک شلٹس۔ ریسک۔ اور ٹوی ساسی سے نامی گرامی عالمان کو بھی اوس طرح کی زبردست شہادت دینا چاہئے۔

وطلب اللسان پستہ ہیں۔
(۲) جو لوگ تاریخ اسلام اور علوم عرب کے شائق ہیں انہیں اس کتاب پر نوچ کر کرنے کے لئے بھی کافی تھا کہ وہ مختلف معاملات اور اذراع و اقسام کے مضامین پر مشتمل ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ دوسری

نجیان بھی اوس میں مل گئیں جو مصنف کی تیرہویں عمر و فضل اور لیاقت و قابلیت کو ثابت کرتی ہیں تو پھر
بے شک و شبہ وہ اس لائق ہو جاتی ہے۔ کہ علی العموم ہر طبقہ کے لوگ اوس کو قدر و قیمت کی نگاہ سے
(م) اگر ابن خلکان کی کتاب کا ترجمہ ناظرین کے روبرو نہ ہوتا تو جن جن کتابوں سے اُس نے مدد لی اور
جو طرزِ تخریر کتاب میں اختیار کیا تھا اوس کی تشریح کی ہم کو ضرورت پڑتی۔ مگر آئندہ ترجمہ موجود ہے
دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ کہ مصنف اپنا سہیل اپنے آپ بتاتا ہے اور جن جن مصنفین سے اوس نے
مدد لی ہے اُن کا حال یا تو وہ خود لکھتا ہے یا ہم نے اُن کا تقریباً ہر موقع محل پر ذکر کر دیا ہے۔ اس میں
مصنف نے فطرتی سیلان کا طرز اختیار کیا ہے۔ صرف اُنہیں لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ جو اہل اسلام میں
مسندِ عزت و امتیاز پر جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب وہ اُن اعیان و صنادیدِ اسلام کا ذکر کرتا
ہے جنہوں نے تاریخ میں نمایاں درجہ حاصل کیا ہے۔ تو صرف ایسے ہی قصہ کہانیوں اور تذکروں کو منتخب
کرتا ہے جن سے اُن کو ذاتی فوہل و رد وہ باتیں مل آتی ہیں جو اُنہیں اور دوسروں میں مابہ الامتیز
ہیں۔ لیکن وہ اپنے کم و کچھ فرض اُن کے سوانحِ عمریوں کا خاکہ کینچنے کو قلم انداز کرتا ہے۔ مگر
اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ ایک عظیم الشان تاریخ جس کا نام تاریخِ کامل ہی اوس کے دوست اور استاد
ابن الاثیر الجوزی کی بنائی ہوئی اس قسم کے تمام ضروری معلومات سے لبریز اور اوس زمانہ میں علی العموم
مخلوق میں شہور و موج تھی۔ ابن خلکان نے اس امر کو مناسب خیال نہ کیا کہ اس کی کتاب کے مضامین کو
خلاصہ کر کے اپنی کتاب میں دوہرائے جو زیادہ تفصیل کے ساتھ ایک ایسی کتاب میں بیج ہو چکے تھے
جو اپنے واقعی اوصاف کے لحاظ سے قبولیت عامہ حاصل کر چکی تھی۔ اور ابن خلکان کے نزدیک
اوس کے اپنی کتاب کی خوبی اوس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ کہہ دینا بھی ہم مناسب
سمجھتے ہیں۔ کہ یہی کہانیاں جو اُس نے اپنے تذکرات میں دی ہیں اور جن سے کسی شخص کی سوانحِ عمری
کو دوسرے سے امتیاز حاصل ہوتا ہے اہل یورپ کی نظروں میں مسلسل واقعات کے کامل بیانات
سے زیادہ قیمتی ہیں۔ کیونکہ یہ متفرق کہانیاں مخلوق کے خاص خاص طبقات کے اندرونی حالات کا
آئینہ ہوتی ہیں۔ اور مسلمانوں کے نظامِ معاشرتی پر کچھ زیادہ مفید اشارات اُن سے نکلتے ہیں۔ حالانکہ
یہ باتیں اُن بیانات سے ایسے صاف طور پر نہیں مل سکتیں جو شخص سوانحِ عمری کے طرز پر لکھی جاتی ہیں
یہی کہہ دینا ضرور ہے کہ اس قسم کی کتاب کی جانچ پڑتال کرتے وقت جہاں یورپ والے غلط فہمی کو دیکھ

وہاں سلمان اوس چرسن بیان اور خبر بی نظم و نثر وغیرہ کا دعویٰ جمائیں گے اور جسے یورپ والے
 یہ بتائیں گے اوسے سلمان ناکارہ خیال کرینگے۔ ابن خلکان نے صرف انہیں لوگوں کے علاوہ
 جن کی تاریخ وفات اوسے معلوم تھی یا کثرت سے اشعار اپنی کتاب میں بھر دیئے اور ایسے اشعار لکھے
 جن کے سننے سے دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ بار بار فقہا ہی فقہا کے حالات بیان کئے۔ موزعین شعر اور
 دیگر اہل علم کے تذکرے بہت ہی کم درج کئے۔ تو اسے اہل یورپ ناپسند کرین گے۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ ایک
 شخص حلب کے رہنے والے شیخ نور الدین حسن بن حبیب متوفی ۷۵۷ھ (۱۳۵۶ء) نے ابن خلکان
 کی کتاب میں سے دو سو تیس اشخاص کے حالات اور ادون کی کتابوں سے عبارات لیکر ایک
 کتاب بنائی۔ اور اوس کا نام رکھا معانی اہل الکلیان برن و قیات ابن خلکان۔ اس سے صاف و صریح
 ثابت ہوتا ہے کہ ابن خلکان نے جو مضامین و عبارات نقل کی ہیں اوس ملک میں اوسے براہین
 سمجھتے تھے جان اس کتاب کی زبان بولی اور شعر کی تیجہ برین پڑھی اور سمجھ جاتی تھیں۔ اسی
 ابن حبیب نے مصر کی ایک تاریخ سنہ ۷۵۷ھ سے سلاطین تک لکھی ہے۔ اوس کا نام ذرۃ الانسلاک
 فی ذلک الانسلاک رکھا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ لیڈن میں ہے۔ اور ایک کتب خانہ ڈی راسے
 میں۔ اب آپ حاجی خلیفہ کا بیان سنئے وہ کہتا ہے بعض مسلمان موزعین ابن خلکان کو برا کہتے ہیں کہ
 جو اکابر و اعیان فقہاتھے اون کی سوانح و حیران اوس نے بہت ہی اجمال کے ساتھ لکھی ہیں۔ یہاں تک
 کہ بعض مقامات پر تو اوس نے چند سطروں ہی میں ادون کے حالات کا خلاصہ کر دیا ہے۔ حالانکہ جب وہ
 کسی شاعر یا ادیب کا ذکر کرتا ہے تو صفحہ کے صفحہ لکھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کتنی ہی جگہ دیکھا گیا ہے کہ جن کے
 بیانات اوس نے حسب طول طویل قلمبند کئے ہیں وہ وہی ہیں جو اپنے مذہبی عقاید میں بدنام تھے۔ پھر
 بھی وہ ادون کا جب ذکر کرتا تو تالیف کے ساتھ یاد کرتا ہے اور ادون کے نظم و شعر کثرت سے
 نقل کرتا ہے۔ شاید ہم اس اعتراض کے جواب میں یہ عرض کر سکتے ہیں کہ فقہاء اور اہل علم کے حالات
 تو بایں خون میں پھلے ہی مذون اور خوب شہور تھے۔ اور ادون کے لمعات محاسن و مناقب اقاب
 عالمتاب کی طرح ہر گوشہ و کنار میں اپنی روشنی پہنچا رہی تھی۔ اس لئے ادون کے حالات کی تفصیل
 تحصیل حاصل تھی۔ برخلاف اس کے شعرا کے شہرت عوام میں ہرگز نہ تھی۔ ادون کے حالات ضرور
 تشریح کے محتاج تھے۔ غرض کہہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور گو کسی طرح کے نقصان اوس میں نہ ہی کیوں نہ گئے ہوں

یہ تو ہم ضرور کہیں گے کہ اس قسم کی کتاب عربی کے اس سچ ادب میں اس سے پیشتر کہیں نہ لکھی گئی تھی۔
اوس سے پیشتر کسی بشر کو خیال بھی نہ گذرا تھا کہ ایک کتاب میں بترتیب معروف صحابی شاہراہ سلام کی سوانح
عمران گو وہ کسی درجہ اور طبقہ کے ہی کیوں نہ ہوں قلمبند کرے۔ ہاں یہ تو صحیح ہے کہ سوانح عمریوں کی
کتاب میں تو بہت کثرت ہے اوس کے زمانہ سے قبل کی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ بلکہ بعض تو بہت ہی قسبل
قدیم زمانہ میں لکھی گئی تھیں۔ لیکن وہ خاص قسم کی کتابیں تھیں۔ اور اون کے مضامین بھی محدود تھے
بعض میں تو صرف بڑے بڑے فقہاء کے حالات تھے۔ اون میں اور کسی فن کے لوگوں کا مطلق ذکر
بھی نہ تھا۔ بعض میں اون ملکا کا ذکر تھا جو کسی خاص شعبہ کے باشندے اور وہاں پڑھتے پڑھاتے
رہے تھے۔ پہلے بعض مصنفین نے اون لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کا ذکر سنن و احادیث میں آیا ہے۔
اس کتاب کے مضامین کو ابن خلکان کی کتاب سے بہت کچھ مشابہت ہو سکتی تھی وہ صرف فہرست
تھی۔ جو جو تھی صدی بھری میں مرتب کی گئی تھی۔ لیکن اس عجیب و غریب کتاب میں جس میں سوانح عمریان
اور کتابوں کے تواریخ کی حالات لکھے گئے ہیں مجہ باب ہیں۔ اور ہر ایک میں ایک خاص قسم کے اشخاص کے
تذکرات ہیں۔ لیکن اوس میں نہ تو معروف صحابی کے مطابق ترتیب ہے اور نہ تاریخ کے رو سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔
۱۴۴۰ سال لائے درانہ سے ابن خلکان کی کتاب کی طرف میل خیال تھا اس غرض سے کہ علوم عربیہ کے
آغاز اور ترقی کا نہایت صحیح اور صاف صاف اندازہ مہیا اس سے ہو سکتا ہے اور کسی کتاب سے نہیں ہو سکتا۔
اوس میں بہت باتیں ایسی ہیں جو اور کسی کتاب میں نظر نہیں آتیں۔ اور جن سے تاریخ عامہ کے لئے
بہت بڑا مفید مواد حاصل ہو سکتا ہے۔ اب یہ ایک فطرتی بات تھی کہ تصنیف کو دیکھ کر مصنف کا
خیال پیدا ہو۔ کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ صحیح کرنے کے لئے مجھے ضرور ہوا۔ کہ مصنف
کے حالات زمانہ گانی اور نیز اوس کے زمانہ کی حالت کو بھی دریافت کروں چنانچہ میں نے اپنا کام
شروع کیا اور مختلف ذرائع سے خاص مصنف کے اور اوس کے اساتذہ و تلامذہ اور اوس کے
دوست و احباب کے حالات فراہم کئے۔ اوس نے خود بھی اپنی کتاب میں کہیں کہیں اشارات کئے
ہیں۔ اون کی مدد سے میں اوس کی زندگانی کے واقعات عظیمہ کی صحیح صحیح تاریخیں جمع کر رہا ہوں۔ لیکن
ایسے واقعات کہ جن سے جوانی میں اوس کے اخلاق و عادات پر اثر ہوا۔ اور حکام سلطنت اور
اوس کے درمیان وقتاً فوقتاً جو تعلقات قائم رہے۔ یا اون میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ اور بڑے طبقے

انکی انقلابات جو دنیا میں اوس کے عہد میں واقع ہوئے۔ اور جنکی طرف ہمیشہ اوس کی توجہ مبذول رہی۔
یہ ایسے مضامین تھے کہ ان کی تحقیق لغتیں کے لئے کتابوں کے مطالعہ اور وسعت نظر پیدا کرنے کے واسطے ایک
عرصہ دراز دور کا تھا جو معلومات اور نتائج مجھے اسوقت تک حاصل ہو چکے ہیں اور نے توقع ہوتی ہے کہ آئندہ اور بھی
بہت کچھ اور نہیں قی ممکن ہے۔ اسلئے میں نے ابن خلکان کی سوانح عمری اور اسکے زمانہ کی کیفیت کا بیان اور قوت
لکھنے کی واسطے رکھ چھوڑا ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ کا آخری حصہ پریس کو روانہ کر لوں جو مواد میں نے اب تک
تراجم کر لیا ہے وہ اسوقت بہت اچھی صورت میں مرتب ہو سکے گا۔ اور جو مضمون اسوقت میں لکھ سکتا ہوں
اوس سے بدرجہا بہتر اور مکمل صورت میں اوسے لکھ سکوں گا۔ لیکن چونکہ بعض ناظرین کو اس قدر شوق ہو گا کہ ان
سے قبل ہی مصنف کے حال سے کچھ اور حقیقت حاصل کرنا چاہتے ہوں گے میں ایک نامی گرامی مورخ
ابوالمحسن کی کچھ عبارتیں مع ترجمہ نقل کرتا ہوں جو اوس نے ابن خلکان کے حالات میں لکھی ہے۔ یہ عبارت
میں نے اوس کی کتاب الفہرست الصغریٰ کی جلد اول سے جس کا کسی قدر حال آئندہ اپنے مقام پر دیا جائے گا
لی ہے۔ اسبطح ایک اور شخص نے جس کا نام خدین معلوم عربی میں اور یونانی میں نے لاطینی زبان کی اپنی
کتاب کنسپکٹس اپریس ابن خلکان میں اسی مصنف کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور اسی مضمون پر ویسوکو اٹریمر نے اپنے
ترجمہ تاریخ سلاطین ملوک کی جلد اول حصہ دوم صفحہ ۱۸۷ مصنفہ مقریزی میں ایک نوٹ دیا ہے۔

ترجمہ عبارت ابوالمحسن

(۵) علامہ ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی یکر بن خلکان بن باوک (بفتح واو) بن
شاکل (بفتح کاف) بن حسین بن مالک بن جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک بنی الاصل اربلی المولود شافعی لکھ
دمشق کا قاضی القضاۃ تھا۔ اسی جگہ اوس نے سکونت اختیار کر لی۔ اور یحییٰ بن مرا۔ اور اسی خہر کا بہت
بڑا عالم اور مورخ سمجھا جاتا تھا۔ اربل میں بروز پنجشنبہ ۱۱۰۰۔ ربیع الآخر سنہ ۳۷۰ ہجری (۳۷۰ شمیر ۹۸۱ م) کو
پیدا ہوا تھا۔ ان اوس کی خلف بن ایوب شاگرد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھی۔ امام طفولیت
تو اس کے اربل میں گذرے۔ یوصل میں آکر فقہ پڑھی۔ عنفوان شباب میں دمشق آکر کچھ مدت
قیام کیا۔ پھر دیار مصر کو چلا گیا۔ وہاں بھی علمی اشتغال میں مصروف رہا۔ علم کے ہر شعبہ سے حظ وافر اٹھایا۔
فقہ اصول اور جبریت وغیرہ میں کامل ہو گیا۔ فتوے دیتا۔ طلبہ کو پڑھاتا اور نظم و شعر خوب لکھنے لکھتا۔
پھر دمشق کا قاضی مقرر ہو کر ۲۰۰ ذی الحجہ ۳۷۰ م کو روانہ ہوا۔ ۳۰ محرم ۳۷۱ م کو دمشق میں پہنچا۔ اس تک

برابر قضا کا کام انجام دیتا رہا۔ ابتدا میں تو وہ منفرداً تمام دمشق کا قاضی تھا۔ مگر کچھ مدت بعد خبر آئی کہ ملک غاہر کی طرف فرمان فرمایا گیا ہے کہ دمشق میں چار قاضی رہا کریں۔ شمس الدین عبدالعزیز بن محمد بن جصاصی زین الدین عبدالسلام روادی ملکی شمس الدین عبدالرحمن صلی کے واسطے تین حکم صادر ہوئے کہ یہ بھی وہاں کام کریں۔ اس سے قبل یہ لوگ شافعی قاضی کے نائب کے طور پر کام انجام دیا کرتے تھے۔ اب مستقل قاضی ہو گئے شیخ شہاب الدین ابوسامہ کہتا ہے کہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ دمشق میں اس وقت تین قاضی جمع ہو گئے تھے جن میں سے ہر ایک کا لقب شمس الدین تھا۔ کسی اور نے اسکی نسبت کہا کہ
 بِدَمِشْقَ آيَتْ قَدْ تَطْمَعَتْ لِلنَّاسِ تَمَامًا
 دمشق میں لوگوں کو ایک کال معجزہ دکھائی دیا ہے۔

كَلَّمَا اَزْدَادُوا شُمُوسًا زَادَتْ الدُّنْيَا ظِلَامًا
 کہ جس قدر شمس (آفتاب وہاں) زیادہ ہوئے ہیں اسی قدر دنیا میں ظلمت زیادہ ہو گئی

ایک اور شخص کہتا ہے۔

اَهْلُ دَمِشْقَ اسْتَرَابُوا مِنْ كَثْرَةِ اَلْاَحْكَامِ
 دمشق والے کثرت احکام (اور فقہی فیصلجات) سے ہوشیار ہو گئے ہیں

اِذْ هُمْ جَمِيعًا شُمُوسٌ وَحَالَتُ سَمِ فِي ظِلَامِ
 مگر وہ (قاضی) جبکہ اب شمس و آفتاب ہیں لیکن ان (اہل دمشق) کا حال یہ ہے کہ تاریکی میں چلے ہوئے ہیں

پھر یہ قاضی القضاۃ شمس الدین بن خلکان قضاۃ دمشق سے علیحدہ ہو گیا۔ قاہرہ میں آکر کوئی سات سال قیام پذیر رہا۔ اس درمیان میں قاضی القضاۃ بدر الدین بنجاہی کی نیابت کا کام انجام دیتا رہا مگر اپنے علمی اشغال کو بھی نہ چھوڑا۔ قاہرہ میں پڑھاتا بھی تھا۔ مفتی کا کام بھی کیا کرتا تھا۔ اور تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہتا تھا۔ اسکے بعد قاضی عزالدین بن الصالح کے پیچھے دمشق کا قاضی مقرر ہو کر وہاں کو روانہ ہوا۔ جب تریب پہنچا۔ تو دمشق کا حاکم غریز الدین ابیہر تمام امرا اور ارباب غایف کو ٹرے جلوس و اعتشام کے ساتھ لیکر اوس کے استقبال کو شہر سے نکلا۔ دیگر روسایہ و دمشق تو پہلے ہی کئی کئی منزل آگے آکر اوس سے مل چکے تھے۔ شاعرانے قصاید پر قصاید تہنیت مبارکباد میں لکھ لکھ کر پیش کئے۔ ان میں شیخ رشید الدین عمر بن اسمعیل الفارسی کے بھی یہ شعر تھے۔

أَنْتَ فِي الْكَلَامِ مِثْلُ مُوسَى فِي مِصْرٍ وَعِنْدِي أَنَّ الْكَلِمَةَ جَسَّاسٌ
 زمانہ کی رفتار کے میلان میں تو اس طرح ہے جیسے مصر میں حضرت یوسف تھے۔ میرے نزدیک بعد کلام میں وہ ایک ایسی چیز
 کُلُّ سَنَعٍ شِدَادٌ وَبَعْدَ الشَّيْخِ عَامٌ قَيْسٍ يَكْنَى النَّاسُ
 اودن میں سے ہر ایک کے لئے سات سال سخت ہیں۔ اور اودن سات کے بعد ایک سال ایسا آتا ہے کہ اودن میں لگ بھگ پڑھو
 دھرمی اور افراط و تفریط کی کامیابیہ برتا ہے

اس قول میں اوس مدت کی طرف اشارہ ہے جس میں ابن خلکان دمشق سے (مصر کو) چلا آیا۔ اوپر
 لوٹ کر وہاں گیا تھانور الدین بن مصعب بھی اوس کی نسبت کہتا ہے۔

رَأَيْتُ أَهْلَ الشَّامِ طَرًّا مَا يَفْتَحِمُ قَطْعَ غَيْرِ رَاضٍ
 میں نے شام کے آدمیوں کو دیکھا۔ اودن میں کوئی بھی ناراض نصین ہے۔
 أَمَّا هُمْ أَخْيَرُ بَعْدَ شَرِّ فَالْوَقْتُ بَسْطُ بِلَا اتِّقَابِضٍ
 برائی کے دن تو اودن سے گزر گئے خیر و خوبی کے دن آئے ہیں۔ یہ وقت بساط و خوشی کا ہے۔ انقباض و کبیدہ کا زمانہ
 وَعَوَّضُوا قِسْرَ بَحْشَرِنِ قَدْ أَنْصَفَ الدَّهْرُ فِي التَّقَاضِي

رج و غم کے عوض رفع غم کا سامان اودن کو دیا گیا۔ خیر و برکت میں زمانہ نے بے شک انصاف کیا۔
 وَسَرُّهُمْ بَعْدَ طَوِيلِ غُشْمٍ قَدْ دُومَ قَاضٍ وَعَزَلَ قَاضٍ
 او طویل غم کے بعد ایک قاضی کے آئے اور دوسرے قاضی کے ریزہ ریزہ ہونے نے انہیں خوش کیا
 فَكَلَّمَهُمْ شَاكِرًا وَشَاكٍ بِحَالِ مُسْتَقْبَلٍ وَمَاضٍ
 اودن میں سے ہر ایک زمانہ مستقبل کا شاکر ہے۔ اور زمانہ ماضی کی سختیبت کرتا ہے۔

ابن خلکان اس وقت سنہ ۶۰۰ تک برابر قضاے دمشق کا کام انجام دیتا رہا پھر اپنی خدمت سے
 علیحدہ ہو کر اخیر عمر تک خانہ نشینی اختیار کر لی۔ بروز شنبہ ۲۶ یا ۱۷ رجب ۶۰۰ کو بغداد میں
 مدبرہ بنجیدہ دمشق میں وفات پائی۔ اور کوہ قاسیون میں دفن ہوا۔ اپنے زمانہ کا امام اور بہت بڑا عالم
 و فاضل طرح طرح کے علوم سے واقف تھا۔ اوس کے فضائل بہت کثرت سے ہیں۔ ادیب بھی تھا۔
 اور شاعر بھی۔ اور تاریخ میں اول درجہ کا جامع موجد تھا۔ اوس کی تاریخ و قیامت الایمان بہت مشہور
 اور نہایت اچھی کتاب ہے۔ وادود شمس میں بھی اچھا تھا۔ لوگ اوس کی بڑی تعریف کرتے تھے شعرا و ادیب

جمع میں اپنے چھ قضاہ لکھتے۔ یہ انہیں ٹبر سے ٹبر انعامات دیتا تھا۔ اسی کے ساتھ عقل و خود میں بھی
 بختہ بہت بلا شغل المزاج کسی کے غمی جو بکسی نظر نہ کرتا تھا جب مصر میں مغول پڑا تھا تو بیخ کی طرف سے
 نہایت تنگ ہو گیا۔ امیر بدالدین خازندار نے سن کر اسے ایک بہت بڑی مفتہ ارز نقد کی اور
 سوار دُب گندم دینے کے لئے حکم دیا۔ مگر اس نذرانہ کو ابن خلکان نے منظور نہ کیا۔ حافظ قطب الدین نے
 بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا۔ اور لکھا ہے کہ وہ بہت بڑا امام اور ادیب تھا قضا کا کام نہایت مداح
 انصاف سے کرتا اور بہت ہی اچھا مونی تھا۔ حافظ ابو محمد برزالی اپنے معجم میں اس کا ذکر کرتے ہوئے
 لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے زمانہ کا ایک شہور عالم اور نامور ادیب تھا۔ انواع و اقسام کے علوم سے واقف
 فقہ عربیت تاریخ لغت وغیرہ ہر جز خوب جانتا تھا۔ ایک نہایت نفیس تاریخ لکھی ہے۔ جس میں اس نے
 ہجرت کے صرف مشاہیر کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ مدت تک شاخصی قاضی رہا۔ درس بھی دیتا اور فتویٰ
 بھی لکھا کرتا تھا۔ حدیث ابن الکرم صوفی سے اہل میں اور اس نے ابوالوقت سے پڑھے تھے۔ ابن خلکان
 نے تاوی اور ابن الجبیزی سے بھی حدیث پڑھی تھی۔ مؤید طوسی ابوروح ابن الصغار حسین بن احمد
 قشیری اسمعیل بن محمد بن علی بن عبداللہ سید حسینی وغیرہ نیشاپور والوں نے تعلیم حدیث کی اسے
 اجازت دی تھی۔ پھر اس کے نزدیک ذکر کر کے حافظ قطب الدین کہتا ہے علم لغت میں اسے یرطوبی
 حاصل تھا۔ اس کے زمانہ میں دیوان شہنشاہی کا جاننے والا کوئی بھی اس کے برابر نہ تھا۔ اس کی مجلس شرفیاد
 تھی۔ مدقّق و محقق اور علمی بحثوں کے سوا وہاں اور کسی بات کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ شہاب الدین محمود انہی تاریخ
 میں کہتا ہے کہ جب وہ دوسری مرتبہ قاضی ہو کر آیا تو میں اس کے پاس قناس فوائد کے لئے اکثر
 جایا کرتا تھا۔ رحمان اللہ تعالیٰ اسے سچ سے اور بہت لوگوں نے بھی اس کی ثنا و صفت کی ہے۔ مگر چونکہ
 بیان بڑا طویل ہو گیا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہاں اس کے اشعار کا بھی
 کچھ ذکر کر دین۔ یہ اسی کا قول ہے۔

تَشْكُمُ لِي وَالْبَلَاءُ بَعِيدٌ ۞ فَيَحْتَلُّ لِي أَنَّ الْفَوَادَ لَكُمْ مُعْتَا

میں نے تم پر غم کیا ہے۔ مالا کہ جان تم رہتے ہو وہ غم بہت دور ہے۔ اسے مجھے خیال ہیاموں کا کیوں تھا میرے ہمارے کاموں ہے
 وَنَا جَا لَمْ يَتَلَبَّ عَلَى الْبُعْدِ وَالنَّوْءِ ۞ فَأَتَيْتُكُمْ لِقَظًا وَأَوْشَقُكُمْ مَعْنَى
 (۱) ۱۲۸۸ھ تک ایک اردب برہنہ ہو سکتا ہے اگر بڑی میر سے ایک سو لاکھ من ہوئے۔

يَا جَارَہُ اَنْحِلْ مِنْ جُودِہِ فَنَسْ وَہُ یَفِیْقُ مِنْ سِکْرَاتِ الْوَحْدِہِ مَحْمُودِہِ
 اولیٰ بی نور ہمارے قید کے پڑوس میں نہی ہے کہ ہر دھار کی کیا جہم کلا سرف ذرا عاشق جواب بدوش کو خیرین جو وہ ہمارے ہوش میں آیا
 اِذَا طَفَرْتُ مِنْ الدُّنْیَا لِقَرِّہِمْ ۞ فَمَنْ ذَنْبُ جَنَاحِہِ الْحُبِّ سَتَغْفُورُ ۞
 اگر دنیا میں مجھے ہمارے قربت کی طرح حاصل ہو جاؤں جو ایک ہی میری آنکھ میں تو جہنم گناہت کے گڑھ میں وہ سب ماف اور دنیا خیا ہو جا
 یَا رَبِّ اِنَّ الْعَبْدَہُ لَخَفِیْ عَیْبَہُ ۞ فَاسْتَرْحَلْکَ مَا بَدَا مِنْ قَیْبَہِ
 اے پروردگار بندہ اپنے عیب کو چھپا کر لے۔ تو زہلی پہنچو برو بارے اسکا کوئی عیب اگر ظاہر ہو جائے تو چھپا دے
 وَلَقَدْ اَنَاکَ وَ مَا کَہُ مِنْ شَاخِجِ ۞ لَئِنْ کُوْنِہُ فَاَقْبَلْ شَفَاعَتَہُ شَنِیْبِہِ
 وہ جسے پہلے یاہر۔ اور اوس کے گناہوں کے لئے کوئی ایسا دوس نہیں جو شفاعت کرے۔ تو تو اس کے بڑا پار کے خیر بادوں کی شفاعت قبول فرما۔

انتہا کلام الی المحاسن

(۶) م خبری مضامین اور لطف عبارات سے اس کتاب کو جلد ناموری حاصل ہوئی۔ اور صحت بیانات اور
 فقدان کذب مبالغہ سے جو مخلوق اس کی نہایت قدر کرنے لگے تو علمائے وقت کو خیال پیدا ہوا کہ اوسین
 بعض بعض اعیان و اکابر کے نام رہ گئے ہیں اور نہیں بھی بڑا دین۔ اور اپنے اپنے عہد تک اوسکو پورا کر دین
 اس واسطے بھٹ کتاب میں اوس کے طرز پر اور نیز اوس کے تتمہ اور ذیل کے طور پر لکھی گئیں۔ جن کے
 نام حاجی خلیفہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں دئے ہیں۔ اور ان میں سے جہاں تک جھکا پڑتا ملا ہے اور ان کو
 یحسان دین کرنا ہوں۔ تاج الدین عبدالباقی بن عبدالحمد مخزومی مالکی نے نیس آدمیوں کو حالات لکھ کر
 اوسین زیادہ کئے۔ اس شخص نے سلسلہ (سلسلہ سلام) میں وفات پائی ہے۔ مگر اس تاج الدین نے
 ابن ٹمکان کی عبارت کو برابر اتلایا اور رکھا ہوا کہ اسکے مقابل میں ابن الاثیر الحزری کی عبارت بہت پاکیزہ اور خستہ ہے۔
 لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ابن الاثیر سے وہ شخص مراد نہیں ہے جس نے تاریخ کامل لکھی ہے۔ کیونکہ اس تاریخ
 کی عبارت تو بہت ہی صاف و سلیس ہے۔ بہتین بہائی ہے اور تینوں اس نام سے مشہور تھے۔ انکے نمبر کو
 ابن ٹمکان نے اپنی کتاب میں دئے ہیں۔ تلج الدین جس ابن الاثیر کے طرف اشارہ کیا ہے وہ اس تاریخ
 کامل والے کے دوسرے دو بہائیوں میں سے کوئی ایک مراد ہے۔ اوس شخص کوئی کتاب ایسی عمدہ اور پاکیزہ عبارت
 میں لکھی ہوئی ہے جسے عرب پسند کرتے ہیں۔ اور انکے نزدیک کوئی کتاب دوسری قدر ہی خیال کی جاتی ہے جس قدر
 اوس کی عبارت معمولی استعداد والے کی سمجھ سے بڑھ کر اور مخلق ہوتی ہے۔ اسکی ذہنیت بہت سنگین ہے۔

کہ اکثر عربی مصنفین اپنی کتاب کے مطالبہ معافی اپنے طلبہ کو خود ہی پڑھایا کرتے تھے اور وہ شاگرد اپنے شاگردوں کو سمجھاتے تھے۔ لیکن جب اس تفسیری روایت کا سلسلہ جلد بائیں قطع ہو جاتا تو ایک قدرتی بات ہے تو پھر ادون کی مشکل کتابوں پر جن کی تفہیم کی امید نہیں ہوتی تھی کوئی ہاتھ بھی نہ کرتا تھا۔ اور وہ بے بہا پاکیزہ کلام طاقون میں رہے کہ آخر کار زمانہ کے دست برد کا شکار ہو جاتا تھا۔ ابن خلکان کی کتاب کا ایک ذیل حسین بن یاسک نے جس کا سنہ وفات معلوم نہیں لکھا ہے۔ مگر میرے نزدیک جی خلیفہ نے نہ تو اس کتاب کو دیکھا اور نہ اس کے مصنف کا کچھ حال اسے معلوم تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ابن یاسک نے ابن خلکان کی کتاب کا ذیل لکھا ہے۔ مگر اس کا زمانہ اس سے بہت بعد کا ہے۔ اس ذیل میں بن الدین عبدالرحمن بن الحسین العراقی نے تیس تذکرہ لکھ کر اور لگائے ہیں۔ یہ بن الدین سنہ ۶۸۷ میں مرے۔ ابن خلکان کا ایک اور ذیل عشوۃ النحان رباعات کے ہوں گے کے بارے میں نام سے ہے۔ اس میں ادون لوگوں میں سے بعض تذکرہ ہیں جن کا ذکر اٹھائے کلام میں ابن خلکان نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ یہ شیخ بدر الدین زکریا متوفی سنہ ۷۸۷ میں نے لکھا ہے۔ صلاح الدین محمد بن شاگرد نے بھی ایک کتاب لکھی جو حکام فرائد الوفیات ہے۔ و فیات الاغیان و انبا ابنا الزمان ابن خلکان کی کتاب کا نام ہے۔ ابن شاگرد سنہ ۷۸۷ میں مرے۔ یہ کتاب لکھا گیا وہ معلوم ہوتی ہے جس کا سری نے اپنی بیچ کتب عربی ہسپانیہ میں نمبر ۷۷ پر ذکر کیا ہے۔ ایک اور ذیل جس کا جی خلیفہ کچھ ذکر نہیں کیا ہے اور حکام نامہ تالی کتاب و فیات الاغیان ہے موقوف فضل المدین ابی فخر الصغائی کا لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک مختصر کتاب بترجیمہ عربی لکھی گئی ہے اس میں ایک ضمیمہ بھی لگا دیا ہے جو سنہ ۷۸۷ میں تک بترجیمہ عربی مرتب کیا گیا ہو۔ تالی کا ایک نسخہ کتب خانہ دورائے میں نمبر ۷۲ پر موجود ہے اس نسخہ کے شروع صفحہ پر کچھ عبارت لکھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ایک وقت صلاح الدین خلل ابن ابی الصغدی کے قبضہ میں رہی جو دانی الوفیات کا مصنف تھا۔ یہ صلاح الدین سنہ ۷۸۷ میں مرے۔ اس کتاب میں اس نے تمام نامور اور اعیان اسلام کے تذکرہ بھر دیے ہیں۔ اکابر اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم و تابعین کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔ ان کے ساتھ ہمداران ملک امر قضاۃ و الیان قرا محدثین فقہا شیوخ متقین اولیاء اللہ و خرمین ادیب و علماء شاعر حکما مبتدعین مصنفین و غیرہ کی تذکرات بھی درج کئے ہیں۔ ابی خلیفہ صاف صاف یہ بیان نہیں

کہ یہ کتاب بھی ابن خلکان کے ذیل کے طور پر لکھی گئی تھی۔ مگر اس کے نام سے کافی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ یقیناً اور کا ذیل ہے۔ اور ذیل بھی کیسا چھوٹا ٹیڑی بڑی ضخیم جلدوں میں۔ مگر اس پر گردش زمانہ نے وہی اثر کیا جو بڑی بڑی کتابوں کا ہوا کرتا ہے۔ شاید ہی کبھی اس کی کسی نے نقل کی ہو۔ ورنہ ہمیشہ زاویہ معمول میں ہی چلا رہا۔ اس کی گیارہ غیر مسلسل جلدیں کتب خانہ باطین میں موجود ہیں۔ ایک اور جلد اہم ڈیوٹی میر کے پاس ہے۔ اور حال میں میں نے سنا ہے کہ ایک جلد ایم کی اے کے بھی ہاتھ لگ گئی ہے مگر اس عظیم الشان ذیل کی نسبت مصر کا ایک بہت بڑا عالم مورخ رائے دیتا ہے کہ اس کی تصنیف ہی کامل نہیں ہوئی تھی۔ امیر جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی دیا تنگڑی دیو نے ۷۶۹ھ (۱۳۶۹ء) میں وفات پائی ہے اس ذیل کا بھی ایک ذیل میں جلدوں میں لکھا ہے۔ اور اس کا نام المنہل الصافی والمنشئ فی بغداد انانی رکھا ہے۔ اس میں نامی گرامی اشخاص کے تذکرے بترتیب حروف تہجی دئے ہیں۔ اس کی نقل جو کتب خانہ دورائے میں ہے پانچ جلدوں میں ہے اور اس میں بھی بعض حروف باقی ہیں۔ اسی عالم نے مصر کی ایک تاریخ بھی لکھی ہے جس میں واقعات سن وارد کئے ہیں۔ اور اس کا نام نجوم الزاہرہ رکھا ہے۔ یہ بھی اگرچہ بہت بڑی کتاب آٹھ بڑی قطع کی جلدوں میں ہے۔ مگر پھر بھی ابھی تک ضائع ہونے سے بچ رہی ہے۔ لیکن اس کی ایک اور کتاب محلہ الزاہرہ (سین اسلام) کی ایسی ہی قسمت نہ تھی۔ اسکی صرف ایک پانچویں جلد کتب خانہ دورائی میں دکھائی دی گئی جس میں صرف کچھ حصہ عہد خلافت حضرت عثمان اور حضرت علی و معاویہ اور چند سال زید کے ابتدائی عہد کے پچھلے قضاۃ تالیس سال کے حالات ہیں۔ اس پر بھی یہ بڑی قطع کی ایک بہت بڑی ضخیم جلد ہے۔ اگر اس نے اس طرح پراپنوزماتہ تک یہ تاریخ لکھی ہوگی تو کم از کم اسے جس جلد میں ایسی ہی لکھنا پڑی ہوگی۔

اب ہم ابن خلکان کے کتاب کے غلاصوں کا حال لکھتے ہیں۔ ایک خلاصہ الجمان کا نام شیخ شمس الدین بن احمد ترکمانی نے لکھا ہے جس نے ۷۶۹ھ (۱۳۶۹ء) کے کچھ دنوں بعد وفات پائی تھی۔ اور خلاصہ ملک الفضل عباس بن ملک الفضل مجاہد علی بادشاہ میں نے لکھا ہے جس نے ۷۶۹ھ (۱۳۶۹ء) میں وفات پائی (دیکھو جو ہانس کی تاریخ میں زبان فرانسیسی میں ایک اور خلاصہ شہاب الدین بن احمد بن عبد اللہ شافعی متوطن غزوہ کا بنایا ہوا جو ۷۶۹ھ (۱۳۶۹ء) میں مر رہا ہے۔ جو تھا خلاصہ حاجی غلیف کی کتاب کے بعد بنا ہے۔ اس کی نسخہ میں کتب خانہ دورائی میں ہے یہ عبارت بھی لکھی ہو۔ ابن خلکان کی اصل کتاب

کہ ایک خلاصہ براہیم بن مصلطیٰ الفرضی نے بھی بنایا تھا جس نے سلسلہ سلسلہ امین میں وفات پائی۔ اس کا نام مولف نے التجرید رکھا ہے۔

(۸) حاجی خلیفہ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابن خلکان کی کتاب کا ایک شخص علیہ الدین لاریبی نے فارسی میں بھی ترجمہ کیا تھا جس نے قاہرہ میں سلسلہ سلسلہ امین میں وفات پائی ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ قرین بن اؤئیس بن محمد نے جو صاحبزادہ کے لقب سے زیادہ مشہور ہے اور جس نے سلسلہ امین میں وفات پائی ہے ایک فارسی رسالہ لکھا ہے۔ اس میں میں نے دیکھا ہے کہ سلطان سلیم خان اول بن بایزید جو سلسلہ امین میں تخت نشین ہوا اور سلسلہ امین میں مرے تاریخ کی کتابوں کی بڑی جستجو کیا کرتا تھا اور ابن خلکان کی کتاب پر اس کی خاص توجہ تھی۔ اس سے اردبیلی کو اس کے فارسی ترجمہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر ابھی نصف ترجمہ کرنے پایا تھا کہ سلطان کا انتقال ہو گیا۔ غالباً یہ شخص ہی پیر الدین ہے جس کا اوپر ابھی ذکر ہوا ہے۔

(۹) یہ واقعات اور رائیں جو ہم نے ابھی پیش کیں براہ راست ابن خلکان یا اس کی کتاب کے متعلق ہیں لیکن کچھ باتیں ابھی اور لکھنا ہیں کہ چند اشارات جو عربی علم ادب کے لکھنوی خاص ہیں اور جو اس کتاب میں باہر واقع ہوئے ہیں صاف صاف سمجھ میں آجائیں۔ جن امور کی نسبت ہمارا تشریح کرنا ارادہ ہوا ان میں ایک وہ صورت ہے کہ جس کے موافق اسلام کے سب سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم ہوا۔ پھر ان علوم میں فرق دکھانا ہے جس کی اشاعت و ترقی میں اسلام نے خود زور دیا۔ اور جن میں خود زور نہ دیا۔ بلکہ ان کے اجرا میں اس نے کچھ مزاہمت نہ کی۔ صرف اپنے اختیار پر چھوڑ دیا۔ یہ بھی بیان کرینگے کہ مسلمانوں کے مدرسوں اور بہت العلوم میں مابہ الامتاز کیا تھا۔ اور جو علوم انہیں سے ہر ایک جگہ میں برابر پھیلے جاتے تھے اور ان میں کوئی خاص صورت کیا ہوتی تھی۔ عربی شعور و سخن کی حالت اور قصیدہ کی اصیلت کیا تھی۔ عربی علم ادب کے تاریخ پر اگر عربی زبان میں کوئی باقاعدہ کتاب ہوتی تو یہ کیفیتیں اس قدر مدت تک نامعلوم نہ رہتیں۔ لیکن چونکہ عربی مصنفین ان باتوں کو کسی مقام پر اتفاقیہ طور پر بیان کر جاتے ہیں وہ معمولی باتوں کی سطح نظر سے گزرجاتی ہیں۔ اور جس نے جس کے دستخط ہیں ان پر نہیں کیجاتی۔ مگر عربوں کے علمی تاریخ جاننے کے لئے یہ امور بہت ہی اہم ہیں۔ میں نے ان کی تحقیقات کو اپنا فرض سمجھا۔ لہذا گوکہ ان پر گندہ امور کو جمع کرنے اور مرتب کرنا میں مجھے انتہا درجہ کی دقت پڑی۔ مگر بعض بعض جگہ بکثرت مواد جمع ہونے کی بنا پر

میری محنت کا معاوضہ مل گیا۔ اب تک جو نتائج مجھے حاصل ہوئے ہیں انھیں بن ذیل میں درج کرتا ہوں ان کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی آرا اور خیالات ہیں جن سے اگرچہ علومِ مشرقیہ کے عالم بخوبی واقف ہیں مگر وہ بھی دوسرے ناظرین کے لئے کچھ کم ضروری نہیں۔ اس پر بھی یہ اعتراض کرنا ضروری ہے کہ ابھی اس معاملہ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ صرف دنیا کا پتھر رکھا گیا ہے غارت کا تمام کرنا بہت دور ہے۔ امید ہے کہ پورے مہینے میں محققین کا شوق ذوق اور علم اسے جلدی یا بدیر ضرور انجام کو پہنچائے گا۔

(۱۰) عربی زبان کی سب سے پورانی عبارتیں جو ابھی تک ہمارے پاس موجود ہیں وہ وہی ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت (باسعادت) سے قبل ایک صدی کے اندر تصنیف ہوئی ہیں۔ ان میں

۱۔ عربی علم ادب کے آثار قدیمہ کی یادداشت میں ستر و سی سائے ابراہن شلٹن کی اوس رائے کا اچھی طرح بطلان کر دیا ہے جس میں اوس نے عربی ادب کی قدامت میں نہایت مبالغہ کیا تھا۔ وہ مشہور و معروف نظم جو ابو ایشہ یا اودینہ کے طرف منسوب ہے اور نوشتون میں سے ہے جو ستر و سی ساسی کی رائے میں واقعی پورانی نظم ہے۔ اور اوس کے قول کے رو سے شلٹن کے قریب کی بنا ہوئی ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اوس کی زبان اور طرز بیان اوس سے بہت بعد کا ہے۔ اور البتہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے سنہ ہجری کی دوسری صدی میں جس زبان میں کہ اس قسم کے عالمانہ جملے سا بیان بہت کچھ ہو اگر کی تہیں بنایا ہو۔ اس کا اصلی مصنف غالباً خلف الاول ہو گا جو قدیم ہی وضع کی عربی اپنے دل سے جاننا کر شائع کرنے میں مشہور و معروف تیار دیکھو تذکرہ ۲۴۹، نقطۃ نظر اقصیٰ کی نظم جس کا صحیح حفظ امر اقصیٰ ہے ایسی ہے کہ جس کی قدامت میں کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ یقیناً کم از کم پچاس سال قبل ولادت جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بنائی گئی ہیں۔ چنانچہ اس کا ذکر میں نے اوس کے دیوان کے دیباچہ میں کر دیا ہے۔ یہ میری رائے ذیل کے بیان سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جو علامہ کمال الدین عمر بن عبدیم مصنف تاریخ حلب نے اپنے کتاب بُیَئَاتُ الطَّلَبِ فی تاریخِ حَلَب میں لکھا ہے۔ جن میں اورن شامیر اور اکابر کا ذکر کیا ہے جو حلب میں رہتے یا وہاں کبھی نہ کبھی آئے تھے۔ وہ کہتا ہے حافظ ابو عمر عثمان بن بکر کے قیاس میں امر اقصیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈیڑھ سو دو سو برس قبل ہوا ہے۔ مگر وزیر خسرو کہتا ہے کہ از روئے قیاس و تخمینہ کے یہ رائے مسلم ٹھہر گئی ہے کہ امر اقصیٰ کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے عید میں بدست

پچاس یا پچھن برس کا فرق ہے۔ اور میں۔

انظم کے وہی چھوٹے چھوٹے قطعات ہیں جو عین موقع پر زبان سے نکل جایا کرتے تھے۔ یا لون جنگلی کارروایوں کے بیان میں جو قبائل عرب کے درمیان ہوا کرتی تھیں یا نثر کی مسجع عبارتیں اور تصدیق یعنی مرثیہ میں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ میں ایک زبان ایسی موجود تھی جو صورت الفاظ اور اطلاق معانی کے لحاظ سے اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی اور ان تصورات کے اظہار کے واسطے ایک بھیر بکری جیسا والی قوم کے ذہن میں انواع و اقسام کے قدرتی عجائبات کے دیکھنے سے پیدا ہوا کرتے ہیں ایک عجیب و غریب قابلیت اوس میں پیدا ہو گئی تھی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ سفاکانہ جوشون کی بھی تصویر کشی کر دکھا سکتی تھی تعریف اور اشتقاق صیغ کی کثرت نحو کے قواعد عامہ کے چنگی ضوابط عروض کی ہم آہنگی بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ بلکہ وہ خود اس امر کے ثبوت ہیں کہ قوم عرب کی زبان قدیم زمانہ میں ہی اس

۱) یہ نظم قریب قریب ہمیشہ جزمین ہوا کرتی ہیں جو عربی نظم میں نہایت ہی سادہ اور بہت ہی قدیم زمانہ کی زبان آرامی کا طریق ہے عرب کے لغویین و نحویین ان پرانے جزدون کو اپنے شوق و ذوق کے پڑھنے کے چیزوں میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا خیال کرتے تھے۔ ان کے الفاظ و بیانات و نثرات الفاظ بہت ہی عجیب و غریب طرز کی ہوتی تھی۔ جو شخص عرب کو مسلمان بننے کی تحریک کر پڑھا یا پڑھا تو اس کو یہ جاہلیت کے عربوں کی عبارتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا وہ کسی اور زبان کے نوشتہ ہیں۔ اکثر ہوتا ہے کہ اگر کوئی پانچ چھ سطر کی عبارت جو اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس کے وہ ہی حقیقی عربی الفاظ کے اور سے معلوم میں بلکہ اوس کے معانی ہی دوسرے اور محاورہ ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔ و عرب کی اودن بولہوں کے بغیر میں جو کسی زمانہ میں جزیرہ نمائی عرب میں یا اودن میدانون میں جوشام اور جزیرہ فرات کے درمیان واقع ہیں اوس زمانہ سے پیشتر جاتی تھیں جس کے بعد قرآن نے جز زبان قریش کی ایک عظیم الشان یادگار ہے عربی زبان کی ایک خاص صورت معرکہ دہی ہے۔ ۲) جب بدویان عرب اپنے خیالات کو اچھی عبارتوں میں ظاہر کرنا چاہتے تھے تو وہ الفاظ کی ترتیب امان کے لحاظ سے اختیار کرتے۔ مسجع انداز کی عبارتیں لکھتے تھے جو اچھی عربی نثر کا ایک خاصہ ہو گیا ہے۔ یہ اسلوب اودن تمام عبارتوں میں دکھائی دیتا ہے جو بدویان عرب کے محاورات کے نمونہ کے ملحد پر ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم کو کامل یقین ہے کہ یہ بجا و مسلمان نصیحت کی ہرگز نہیں ہے۔ خاص کتاب الآفانی و امالی ابو علی الفارابی میں اس قسم کی عبارتیں بہت کثرت سے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نثر میں مسجع نویسی کا فن نہ صرف جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود تھا بلکہ اوس زمانہ میں علیٰ عموم اس کا سلیقہ تھا اور شہسکی میں اپنے کمال کو پہنچ چکا تھا۔

سے بھی پیشتر ہی تسنگی کا اعلیٰ درجہ حاصل کر چکی تھی۔ یہ قدیمی عربی ایسی اچھی تھی کہ خود عرب لوگ ہمیشہ اس کی قدر کرتے اور اوس کی خوبی کو مانگتے آئے۔ اوس میں شعر و سخن کے لئے نہ صرف الفاظ ہی عمدہ اور قابل تقلید تھے بلکہ خیالات کا بھی مولویت موجود تھا۔ چنانچہ متاخرین نے اوس کی تقلید کی اور اوس کا اثر آج تک برابر عربی قصائد میں نمایاں چلا آتا ہے جس میں وہ ہی پورا لئے خیالات و اشارات قدیمی حشمت و شوکت کو ساتھ جیسی رفتار سے کھٹتے چلے آتے ہیں۔

(۱۱) اس کے بعد جب قرآن کی اشاعت ہوئی تو عرب کے علم ادب میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا اور اوس میں ایک نئی روح چھوٹ گئی۔ یہ کتاب بھی صدق و کذب کی ایک عجیب و غریب معجون مرکب ہے ورنہ بائبل جس نے فکر، زبان اور قزاقوں کو ملا جلا کر ایک قوم بنادیا۔ اور دنیا کی فتح کے واسطے عرب سے انھیں باہر نکال لایا۔ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں جو قدیم سے تھا مخلوق نہیں ہوا بہشت کی زبان میں بنی فریخ بشر عزرائیلؑ اور اپنی حجارت کی معجز بیانی کے باعث ادبی معجزہ ہے مسلمانوں کے دل میں عقیقہ ایسا جا ہوا ہے کہ اوس کے اسلوب پر کسی کتاب کے بنانے کی بہت ہی کم بھی کوشش کی گئی ہے۔ یہ لکنا اپنے مفروضہ خوبی کے سبب سے لاثانی خیال کی جاتی ہے۔ مگر اوس کے مضامین اور نیز اون احادیث کی تعلیم و تعلم کی وجہ سے جن سے اوس کے مصنف کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ علوم عربیہ کے تقویٰ تمام شعبہ ایجاد ہوئے ہیں۔ اب اوس صورت کا اجمالاً بیان کرتے ہیں کہ یہ علوم قرآن سے کیونکر نکلے۔ مگر اس کی تشریح سے قبل ضرور ہے کہ احادیث کا کچھ بیان کر دیں۔

(۱۲) آگے آتے ہیں کہ کھانا کو میلون ہر سال شروع ہوا کرتے تھے اوس سے اس زبان کو یہ درجہ حاصل ہوا لیکن جب امر القیس کی فتنوں کو دیکھا جاتا ہے جو ان میلون میں کبھی بھی شریک نہ ہوا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ اوس کی خوبی قواعد و ضوابط اور قابلیت اور اسے مطالب کا کوئی اور ہی سبب ہو گا۔ اوس کی زبان تو عبری عربی تھی۔ قومی گمان ہوتا ہے کہ اوس کے آباؤ اجداد کے دیار میں جو قبیلہ کندہ کے بادشاہ تھے یہ تہذیب اور تسنگی حاصل ہوئی ہوگی۔

(۱۳) ابن المقفع قنبر ابو العلاء انصاری وغیرہ جن کے عقائد ویناری کی طرف بہت کچھ باطل نہ تھی یہی تصنیفات میں ایسی عبارتیں ملی ہیں جو قرآن کی جگہ پر بھی لکھی گئی ہیں جو کتب مقدسہ بات ہو کہ کوئی اس قسم کی کوششیں نہ کرے لیکن کسی لڑاکی جبار کو جو اچھا نہ سمجھا اگر یہ فصاحت بلاغت اور فصاحت قنبر کو لکھتا تو اس کے عقائد میں جو اسلامی دین میں نمایاں ہیں تو کھلا لائی تھی کہ وہ پر مجبور آنا نہ چاہتا تھا کہ قرآن کو الفاظ و معانی عربی میں لکھا کہ اس نے کچھ کوئی کتاب لکھی ہو گا نہیں کھا سکتی کیونکہ مسلمانوں نے فصاحت بلاغت کو قواعد میں قرآن سے سیکھا ہے۔

جانب ثالث کہ اقوال کی نسبت اون کو تعین کا عقیدہ ہو کہ جو کچھ اون کا پیغمبر کہتا ہو وہ سب اہام ربانی کو موافق بیان کرتا
 اسی لئے جیسے وہ قرآن کی سورتوں کو حفظ کیا کرتے تھے اسی طرح احتیاط و خبرداری کے ساتھ اونھوں نے
 پیغمبر کے اقوال کو بھی اپنے حافظہ کے خزانوں میں جمع رکھا۔ خاص خاص سورتوں میں اپنے پیغمبر کے
 طریق عمل کو اور اون کے روزانہ کاموں کو بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ باتوں کو بھی لکھ لیا۔ اور اپنی آئندہ کی نسلوں کو
 اونھیں بتلادیا کہ ہر ایک مسلمان کے چال چلن کی درستی کے لئے وہ باتیں قاعدہ ہو جائیں۔ یہ بہت اچھی طرح
 قیاس میں آسکتا ہے کہ جب ان احادیث کے فراہم کرنے کی طرف ابتداء تو جہ کی گئی تھی تو کس قدر جلد ان کی
 کثرت ہو گئی ہوگی ایک ہی واقعہ کے مختلف روایات ایک ہی مضمون کے متضاد بیانات اور نیز جھوٹی ہونے والی
 احادیث کو ایک ہی سے شوق و ذوق کے ساتھ پیروان اسلام نے جمع کیا جس سے بہت جلد ان کا اتنا بڑا
 انبار ہو گیا کہ ایک آدمی کا حافظہ اون کا تحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ اونھیں قلمبند کیا جائے
 اس قسم کی جو پہلی کتاب لکھی گئی وہ ابن شہاب الزہری کی تھی جو اس نے عمر بن عبدالعزیز اموی کے عہد
 لکھی تھی پھر نو اسلامی علماء اسی کے اکثر شہروں میں اور اہل علم نے مسلسلہ اور مسلسلہ کے درمیان مضامین
 کے لحاظ سے احادیث کے عنوان مقرر کئے جن سے کہ اون کے معانی کی توضیح ہو گئی۔ اس کے بعد
 تیسری صدی ہجری کے آغاز میں محمد بن اسماعیل بخاری نے اس بے شمار مجموعہ کو اس طرح کم کیا کہ صرف وہی
 احادیث ایک مجلہ فراہم کر کے لکھ لیں جن کے اسناد اہل درجہ کی تھیں۔ اس جہان بین میں کہ کون سی حدیث صحیح
 اور کون سی جھوٹی ہے اسے اون نے روایات کے چال چلن پر نظر کرنا پڑی جس کے واسطے سے حدیث پہونچی تھی
 بخاری نے اون احادیث کے سوا جن کے روایات کا سلسلہ غیر منقطع ہوا اون میں سب کے سب ایسے لوگ
 ہوں جن کی صداقت پر کوئی الزام نہ لگا ہو اور اون کے زہر و تقویٰ کو سب مانتے ہوں سب کو رد کر دیا
 باب میں دوسرے اہل علم نے بھی اوس کی تقلید کی۔ اور صحاح کے چھ کتابیں بن گئیں جس کے مضامین
 مل جل کر اس وقت تک شرع اسلامیہ کے (قرآن حدیث اجماع امت قیاس) چار ارکان میں سے ایک کن

۱) حدیث (قول) اور سنت (فعل) میں ملانے فقہ اسلامیہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں سندیں برابر ہیں۔

۲) صاحب مآخذ الادا اہل سبیل سے اس روایت کو نقل کرتا ہے۔ غالباً اوائل سے اوس نے لیا ہو گا جو اوس کے
 متعدد تصانیف میں سے ایک رسالہ ہے۔

۳) اسکا فکر آئندہ اور آجیگا۔

مانے جاتے ہیں۔ ابن احویث میں اور مسائل کا بیان ہے جن کا قرآن شریف میں کامل طور پر صاف صاف ذکر نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے قرآن شریف کا وہ ایک لازمی تتمہ سمجھی جاتی ہیں اور کھٹا طرزیان مجمل اور ایسا کہ جس میں مقدمات بہت ہیں۔ مگر صاف صاف اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ۔ اور میں وہ محاورات بہت کثرت سے ملتے ہیں جو عرب کے بدویوں میں مروج تھے۔ اور جو بغیر شروح اور تفاسیر کے اچھی طرح سمجھیں نہیں آتے۔ ان کے مطالعہ سے آدمی کو بہت ہی بڑی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ یورپ کے علما جو ان پر پڑھتے ہیں انہیں نہ صرف خالص عربی میں ہی کمال حاصل ہو جاتا ہے بلکہ ہر ایک مسلمان کی طرز و انداز اور چال چلن کی حقیقت کا احتما معلوم ہو جاتی ہے۔

(۱۳) مسلمانوں کو جب حدیث کی صحت اور غیر صحت کی تصدیق کی ضرورت ہوئی تو اس سے علم کے بعض جدید شعبوں کی بنیاد پڑی کسی راوی کے امتیاز کا صحیح صحیح اندازہ صرف اس کے اخلاق اور چال چلن کے معلوم ہونے پر منحصر تھا۔ اور یہ اخلاق اور چال چلن اور ان کی سوانح عمری کو دیکھنے کے بعد نہایت عمدہ طرح سے کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے بیشمار کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں تاریخ واربڑے بڑے رواۃ احادیث علما و مجتہدین مختصر حالات لکھے گئے۔ ہر ایک کی استاد اور شاگردوں سے بحث کی گئی اور کچھ وطن اور سکونت اور ان کی قوم و قبیلہ اور سند و نسل کا حال لکھا گیا اس سے نفاذ ان اسلام کو علم و نسب اور جغرافیہ کا جانتا بھی ضرور ہو گیا۔

(۱۴) عرب میں اشاعت اسلام سے پہلے ہی طریقہ تحریر کا رواج ہو گیا تھا۔ لیکن صرف و نحو کو علم کی طرح کوئی بھی نہ جانتا تھا جس وقت قرآن کے پڑھنے میں دقتیں پیدا ہوئیں تو حضرت علیؑ کو اس علم کی طرف توجہ کرنا پڑی۔ اور ابوالاسود الدؤلیؓ کو ہدایت کی کہ مسلمانوں کی مقدس کتاب کے صحیح پڑھنے کے واسطے اور نیز ان کی زبان کے بولنے میں بیہودہ غلطیوں سے بچنے کے لئے کچھ قواعد صرف و نحو کے بنائے۔

(۱۵) اکثر مقامات پر قرآن کے معانی سمجھنے میں بھی دقتیں ہوا کرتی تھیں۔ اس کے دو سبب تھے۔ اول اس کے معانی میں اور وہ واقعی بھی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ قرآن میں بعض واقعات کی طرف مجمل اشارہ تھے۔ اور اس لئے کہ عربی میں سمجھ اور ان کی تشریح نہ تھی۔ دوسرے بعض الفاظ اور فقرات اس کی عبارت میں استعمال کئے گئے تھے کہ جو عرب کے بدویوں کے محاورات سے لئے گئے تھے۔ اول قسم کے اشارات کی تشریح تو صاحب سوال و جواب

علیہ السلام نے کوئی شے جو آج تک روایت کے ذریعہ سے چلی آئی اور قرآن کی تفاسیر میں لکھی ہوئی موجود ہے لیکن یہاں تک متعلق کے معانی صرف اسی وقت سمجھ میں آ سکتے تھے۔ کہ جن جبارتوں میں وہ متعلق ہوئے۔ ان کا مقابلہ عربی زبان کی اون قدیمی جبارتوں سے کیا جائے جو ہم تک محفوظ چلی آئی ہیں۔ اسی طرح کے فقرات اون میں واقع ہوئے ہیں یہی اصل وجہ تھی کہ حضرت ابن عباس نے رسول مقبولؐ اپنی بچاؤ دیا کی وفات کے بعد فوراً عربی نظم کے شغل کی طرف توجہ ظاہر کی۔ اور پڑھنے پڑھانے کا رواج دیا۔ چنانچہ نبوت سے اس کا پڑھنا تحصیل علم میں ایک ضروری امر قرار دیا گیا ہے۔ لیکن قدیمی عربیوں کے شعرو سخن (مجلد) کے سے نہ تھے۔ بلکہ اکثر کسی خاص واقعہ کے بیان میں ہو کر تے تھے۔ ان کے ایسی طرح سمجھنے کیلئے یہ جانتا ضرور تھا۔ کہ شاعر نے جو یہ شعر کہے ان اشعار کے کہنے کے اسباب کیا واقع ہوئے تھے۔ اور چونکہ علی العموم ایسا ہوتا تھا۔ کہ یہ شاعر فقط شاعر ہی نہ ہوتا تھا بلکہ ایک سیاسی بھی ہوتا تھا اور شعروں میں ان اثراتیوں کے طرف اشارہ ہوتے تھے جن میں وہ خود موجود اور شریک ہوتا تھا۔ اس سے مسلمان علما کو یہ لازم پڑا کہ قدیمی عربی قبائل کی تاریخ کا بھی علم حاصل کریں۔ یہاں پر پھر علم انساب کی ضرورت پڑی۔ یہ ممکن تھا کہ علم انساب بغیر تاریخی واقعات سمجھ میں آسکیں۔

(۱۶) مسلمانوں پر حج بھی فرض تھا۔ اس سے اونھیں جغرافیہ کی طرف توجہ ہوئی۔ جو مسلمان دور و دراز ملکوں میں رہتے تھے کہ پہنچنے کے لئے اونھیں جاننا ضرور تھا کہ راستہ میں کس کس شہر اور ملک میں اون کا گزرتا ہوگا۔ اس واسطے اونھوں نے شہروں کی راستوں کی اور ملک کی فہرستیں بنائیں اور یہی وجہ ہے کہ اونھوں نے علم جغرافیہ کے متعلق جس قدر کتابیں بنائیں اون کا لقب علی العموم عالم ملک و الممالک رکھ دیا تھا۔ اسلامی ملکوں میں جہاں جہاں مسلمان بنائے گئے تھے اور ان کا رخ کہہ کے طرف ہو اور اس لئے اس کے بانی پر فرض تھا کہ بنانے سے قبل اس مقام کا جہاں وہ مسجد بنانا ہے عرض بلد و طول بلد دریافت کرے۔ اس کیلئے کسی قدر ہنسیا کا علم کا جانا چاہئے تھا۔ جو غیر ملک کا یا بلوہ ہے مگر جہاں اسلام ہی سے مسلمانوں کو اس کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اوقات نماز کے متعین کرنے کے لئے اور کا جائزہ ضروری تھا۔ وہ صرف ارتقاع آفتاب کے ہی ذریعہ سے متعین ہو سکتے تھے۔ اس کے سوا اون کے تعین کا اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔ طریق الشمس کے تبدیل سے جو ساعتوں میں روزانہ فسخ ہوتا رہتا ہے وہ کہہ کے عرض بلد میں استقامت کہ ہے کہ تمام سال میں اوقات نماز میں بہت ہی کم فسخ محسوس ہوتا ہے

برخلاف ادون مقامات کے جہان عرض بلد زائد ہے۔ وہاں یہ فرق بہت اچھی طرح محسوس ہوتا ہے۔ اور صرف نقشوں اور یہ چون ہی سے موزن اوقات نماز ٹھیک ٹھیک معلوم کر سکتے اور ٹھیک وقت پر اذان دے سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا ماہ صیام ماہ رمضان میں رویت ہلال سے شروع ہوتا ہے۔ حکماء سنت کے یہاں روزہ شروع کرنے کے لئے ضرور ہے کہ پہلے چاند کو دیکھ لیں مصر کے فاطمین کی یہاں اور جہان جہان شیعہ مذہب کا رواج ہے وہاں رویت ہلال سے قبل ہی حساب کے ذریعہ سے اوکی ٹھیک مقرر کر لی جاتی تھیں جن کے واسطے قمری یہ چون کا ہونا ضرور تھا۔ ان یہ چون کی روشنی میں علماء نے کئی نئے کوشش اور توجہ کو کہے رفتہ رفتہ بہت کچھ ترقی کی اور سرکار کی سرپرستی سے ان پر محنت کر دیا لوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہی۔

(۱) ابتدائین تو عربوں نے حروف تہجی کے بعض حروف کے تعین مقرر کر لی تھیں۔ اور انہیں حساب کتاب کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں انھوں نے ہندوؤں سے ہندسہ سیکھ لئے۔ علم حساب میں کسور کے قواعد انھیں بہت ہی پہلے سے معلوم تھے قرآن نے اس بنا پر کہ وراثت کے حصے معین کرنا میں اس کی ضرورت ہوتی تھی نزدیک و رشتہ داروں کو لعید کے رشتہ داروں سے ترکہ زیادہ دیا جاتا تھا اس کے جاننے کو لازمی کر دیا تھا۔ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ جبر و مقابلہ کے ابتدائی قواعد مسلمانوں کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں ہی معلوم تھے۔

مذہب کا بونہ و نونہ کے اوقات صحیح معلوم ہوتے تھے اور ان کے مصنفین کو موقوف سے طلب کرتے تھے کہی کہی مسجد کے موزن ہی وقت ہو کرتے تھے وہ اپنے علم ہیئت کی کتابوں میں مقادیر و نون طریق سے لکھا کرتے ہیں مگر فقرتوں میں علی العموم وہ حروف کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کے ذریعہ سے ہر ایک مقدار جو دو ہزار سے کم ہے لکھ سکتے ہیں دس کسور حسابیہ کے قواعد نیز بن ٹیگت کرتے تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے رسول خدا کے اشارے سے وراثت کی تقسیم میں ان قواعد سے ہی کام لیتے تھے امام شافعی نے اپنے حاد میں دیوبن ثابت کے اصول کو اب بھی ترقی دی۔ پھر مصنف سر اسب نے امام شافعی کے اصول کو لیا اور اسی پر اپنی کتاب کی بنیاد قائم کی۔ وہ اگرچہ جو مطالب کی تاریخ کو براہ راست منجھ سے یہاں کوئی تعلق نہیں ہے لیکن عربی مصنفین کی تحریر میں میں نے بعض غائبین اس کے متعلق ایسی دیکھیں جس سے میری توجہ اس طرف مبذول ہوئی مابعد اسے قائم ہوئی جو میں نے یہاں بیان کی۔ گو میرے دعوے کا ثبوت کیلئے ایسی حدیث بڑی تحقیقات کا ضرور ہے۔

(۱۸) علم تاریخ کو ابتدائیں مسلمان ایسا علم نہیں سمجھتے تھے جو شریعت اسلامیہ کے نزدیک جائز و مباح ہو بلکہ بہت سہو عالم تو ذہنی نوہات کی وجہ سے اوس کے پڑھنے کو ہی لہاتے تھے لیکن اہل علم کی تاریخ یعنی فقہا شافعی، مالکی، حنفی، شافعی، وغیرہ کے حالات کا علم ایک حد تک مقبول ہو گیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کی تصانیف اوں فروع سے تعلق رکھتے تھے جن کی بنا قرآن اور حدیث کی وجہ سے قائم ہوئی تھی۔ تمام بڑے بڑے شہروں کے اہل علم کی تاریخیں بن گئی تھیں چونکہ مصنفین کو جب الوطنی کے باعث اپنے شہر و دیار کی عظمت و شان دکھانے کی فکر ہوتی تھی وہ کہیں بھی بڑے سرداروں سپہ سالاروں و وزراء اور دوسرے سرکاری عہدہ داروں کے حالات بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ پھر جب دیندار مسلمانوں کو یقین ہوا کہ دنیاوی تاریخ بھی فوائد دینیہ کے لئے کارآمد اور مفید چیز ہے۔ اوس سے بھی انسان کو خدا کے راستوں کی طرف تہنونی ہوتی ہے تو اس قسم کے تحریرات کو بھی آخر کار اہمیت آمیز قبولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

(۱۹) جو روایات کہ مسلمانوں کی تاریخ کے متعلق تھیں ہجرت کے ابتدائی صدیوں میں تو ایک حافظ سے دوسرے حافظ کی زبانی نقل ہوتی چلی آتی تھیں۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا کہ روایتوں میں ذرہ بھی تغیر و تبدل نہ کریں جب طرح کوئی بیان سنائے اسی طرح بعینہ نقل کر دیں۔ یہ روایتیں جو اس طرح نسلاً بعد نسل نقل ہوتی آئی تھیں انہی ابتدائی المومنین لوگوں سے شروع ہوتی تھی جنہوں نے واقعات کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس سبب سے یہ روایتیں نہ صرف اسلامی تاریخ کے ہی واسطے بڑی اہم اور مفید ہیں بلکہ عربی زبان دانوں کے لئے بھی بہت ہی کارآمد ہیں۔ جس وقت ایک حافظ اس قسم کی روایت کو اپنے شاگرد کے سامنے بیان کرتا تو وہ اوں لوگوں کے نام سلسلہ وار پہلے ضرور بیان کر دیتا تھا جس کے واسطے سے وہ روایت اوس تک پہنچی تھی۔ اس سلسلہ رواہ کو جو اپنے قول کی تصدیق کے لئے وہ بیان کرتا تھا عربی زبان میں اسناد کہتے ہیں۔ یہ اوس روایت کے اعتبار کی تقیسی

روایات ہیں کہ بعض تاریخین اپنی تصانیف اور جدولوں سمیت تو ایسی بڑی بڑی تحفین کیا کرتے کہ انہیں جلدوں سے لیکر سوار جلدوں تک کیا قیمت پر بیچ دیتے تھے چنانچہ اہل علم کی بعض کتابیں یورپ کے کتب خانوں میں اس وقت تک بھی باقی ہیں کہ غنائے دربار میں ایک بڑی قطع کی گنجائش کی ہو ایک جلد ہے جس میں تاریخ بغداد و مدینہ خطیب کا ایک نہایت ہی تہذیب و احاطہ یعنی حرف میں کا ایک جزو ایک اور بڑی جلد تاریخ حلب کی ہے جس میں صرف ایک قلیل حصہ الف بے تے پہلے حرف کا ہے ان مجموعوں کی مناسبت کا اندازہ بھی طرح طرحی حریف کے اوس بیان سے ہو سکتا ہے جو اوس نے اپنی کتاب فرست کتاب میں دیا ہے دیکھو فرات متعلق تاریخ بغداد۔ تاریخ حلب۔ تاریخ دمشق وغیرہ۔

دلیل ہوتی ہے۔ جو اس کے آگے بیان کی جاتی تھی۔ جب ان روایات کی روز روز زیادتی ہوتی گئی تو آخر کار اس قدر کثرت ہو گئی کہ اچھے سے اچھے حافظ کو بھی اون کا یاد رکھنا دشوار ہو گیا۔ اس لئے اب ضرور ہو گیا۔ کہ جو بہت پورانی روایتیں ہیں انھیں قلم بند کر لیا جائے تاکہ وہ فراموش نہ ہو کہ ہمیں ضائع نہ ہو جائیں۔ ان میں سب سے پہلا اور نہایت مفید مجموعہ وہ ہے جو ابن اسحاق نے معاذی اسلام کے مسلمانوں کے لڑائیوں کی تاریخ میں بنایا ہے۔ اس کتاب کا ایک بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہمارے ہاں مرف و مول مقبول کی سیت کا باقی رہ گیا ہے جسے ابن ہشام نے اپنی طرف سے کچھ حواشی اور روایتیں اضافہ کر کے تلمیذ کیا ہے۔ یہ کتاب بہت ہی معتبر سمجھی جاتی ہے اور واقعی وہ ہے بھی ہی لائق۔ لیکن نہیں کہ وہ بہت ہی کم دستیاب ہوتی ہے۔

اسلامی تاریخ جو محمد بن جریر، ابوریٰ نے بنائی ہے وہ بھی اسی طرح بنائی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی صرف متفرق روایات کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک روایت کی اسناد اس سے قبل اس میں لکھی ہوئی ہے۔ بہت روایتیں ایسی ہیں کہ اون میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے اور گویا ہم مقابلہ کرنے سے اس قدیم زمانہ کے واقعات کا پورا پورا نقشہ ذہن میں اچھی طرح جم جاتا ہے۔ ان اہم الکتاب کے بعد اور مورخ ابن اسحاق اور ابن الاثیر وغیرہ سے پیدا ہوئے۔ انھوں نے ان کتابوں کو دیکھا۔ تو ان سے واقعات لے کر اپنی اپنی جدا کتابیں اور مرتب کیں۔ اب یہاں ہم ایک عام قاعدہ ٹھیکر سکتے ہیں۔ کہ اسلامی تاریخ کی کتابیں جو ابتدائیں بنائی گئیں وہ چند مختلف روایات کا ایک مجموعہ تھیں۔ جن میں کی ہر روایت کے ساتھ ثبوت صحت کی تائید میں اسناد ضرور ہوتی تھی۔ پھر ان کے بعد جو مصنف ہوئے انھوں نے اسناد اور مکرر روایات کو چھوڑ کر ان کو مسلسل بیان میں مرتب کر دیا۔ پھر مختصر نویس آئے۔ جنھوں نے اپنے متقدمین کی کتابوں کو چھوٹا کر دیا اور قلیل خرچ میں اسی مضمون کی کتاب ناظرین کے روبرو پیش کر دی۔ جس سے وہ بڑی بڑی کتابیں کہیں سرکاری کتب خانوں میں پڑ پڑے سرکاریں۔ جب اس طرح کم قیمت میں خلاصہ ملنے لگے تو کسی نے بھی پروا نہ کی کہ جانے اور ان کو نقل کرانے کا خیر کثیر گوارا کر کے انھیں اپنے کام میں لائے۔ اس طرح ہر اصل کتابیں پڑے پڑے اور افسوس ہے کہ بے بہانہ غریزی مترجم سے اتفاق نہیں۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایتیں روایت اور احادیث دونوں کے لحاظ سے اکثر صحت سے عاری ہیں۔

آج کا راستہ اور زمانہ دیکھ اور لڑائیوں کے بربادی کا شکار ہو گئیں۔ ابراہیم اور سیوطی نے ابن الاثیر اور طبری کو وہ ہی نقصان پہنچایا۔ جو جہنم اور فلوس نے لیوی اور سیش کو پہنچایا ہے۔

(۲۰) مسلمان مالک کے تمام شہروں میں دن علوم کا جنین اسلام سے تعلق بہر بہت شوق تھا۔ ہر جگہ علمی ترقی ہو رہی تھی۔ مگر بعد ازاں کو فہ او س ابتدائی زمانہ میں تمام دوسرے مقامات سے گویے سبقت لے گئے تھے۔ ان دونوں شہروں کے علمائین ایک دوسرا بھی چاہتا تھا کہ مجھی کو فخر حاصل رہے۔ مگر درس تدریس کے طریق میں جو بڑے سے بڑا فرق اس وقت نظر آتا ہے وہ کچھ بڑا حقیقی فرق نہیں ہے۔ ہر ایک انہیں پورے شہر کی کتابوں کو کچھ اختلاف کو ساتھ بڑھا کر لے کر آتا تھا اور ہر ایک ان کے مشکلات اور مسائل خاص طریق پر شرح کیا کرتا تھا اور ہر ایک کا نسخی و حنفی وقتوں کے حل کرینکا اپنا ایک خاص طرز تھا۔ صرف غزوہ وخت کا علم ان تمام میں بہت کمال کہ پہنچ گیا تھا اور انکی وساطت سے عرب و بکا قدیمی ادب زبانی درس و تدریس سے آئندہ نسلوں کو پہنچایا اور اس محنت کو ساتھ جس طرح کہ حدیث اور قرآن کو محدثین اور حفاظ نے نقل کیا تھا۔ اسکے تعلیم و تعلیم میں جس بہت پر ہزار درو یا جاتا تھا وہ وہ محاورات تھے جنہیں عرب کے بدوی اپنی بول چال میں استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کی محنتوں سے ان کا بہت بڑا ذخیرہ آج تک موجود چلا آتا۔ اور فراموش ہونے سے بچ گیا ہے۔ جو جو نظم و شان کو جدا جدا قبائل عرب سے حاصل ہوئیں اور انہیں ان لوگوں نے کتابوں کی صورت میں مدون کیا ان کی مقدار اس قدر کثرت سے بتائی جاتی ہے۔ کہ اگر عرب کو چکر لکھنے والے ملا تفاق اوس کی شہادت نہ دیتے تو کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ ان نسخی مجموعوں میں جو جو مسائل لکھے گئے تھے ان کے سرسری طور پر مختلف عنوان مقرر ہو گئے تھے۔ اور ہر عنوان پر الگ الگ رسالہ بنائے گئے تھے۔ کسی میں انٹون کا بیان تھا۔ کسی میں گھوڑوں کا کسی میں نباتات خیموں ہتھیاروں شکار کھیلنے اور مہانداری وغیرہ کا۔ عرض ہر ایک ایسے مضمون کا بیان تھا جو خانہ بدوش زندگی اور بدوئی معاشرت میں ہونا چاہئے۔ یہی تصانیف آئندہ جگہ جگہ لغت کی اصل و بنیاد قرار پا گئیں۔ غالباً انہیں رسائل سے فیروز آبادی صاحب قاموس نے خلاصوں کی انتہی ہر بقدر لپی تھی کہ جس سے اوس کے پہلے عربی لغت اللامی کی ضخامت ساٹھ جلدوں کی ہو گئی تھی۔

(۲۱) ایک مدت دراز تک مسلمانوں کے جس قدر علوم تھے وہ روایتوں کے ذریعہ سے پڑھائے جاتے
 نہیں نہیں بلکہ کتابوں کے لکھ کر پڑھانے کو یہاں تک ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ فقہاء
 اسلام بھی اپنی کتابیں بیاتے اور طالب علموں کو بغیر لکھے زبان ہی پڑھایا کرتے تھے۔ مذہبی توہمات
 ایک عرصہ دراز تک اوتھیں کاغذ پر لکھنے سے روکے رہے۔ وہ کہتے تھے۔ اور جب ہم ان کے لکھنے کے
 حروف اور طرز تحریر پر غور کریں تو سچ بھی ہے۔ کہ جو کچھ کاغذ پر لکھا جاتا ہے وہ بغیر اس کے صحیح صحیح پڑھا
 نہیں جاسکتا۔ علاوہ برین و دماغ بھی کہتے تھے۔ کہ کاغذی نوشتوں میں تغیر و تبدل ہو جانے کا زیادہ اندیشہ
 ہے۔ لیکن جب طالب علم کے ذہن میں بٹھا دیا جائے تو اس کا اس قدر خطرہ نہیں رہتا۔ جب انواع و اقسام
 کے علوم اسی طرح روز بروز زیادہ ہوتے گئے۔ تو آخر کار ان کو کچھ نہ کچھ ترتیب دینا اور کاغذ و
 قلم سے مدد لینا پڑا۔ ذہنی کہتا ہے کہ علماء میں علمائے اسلام نے حدیث فقہ اور قرآن کی تفسیر میں
 کرنا شروع کی۔ ابن حجر مکی نے اپنی کتابیں مکہ میں بنا کیں۔ سعید بن ابی عروہؒ نے مکه میں تھکرو نے بصرہ
 میں مرتب کیں۔ ابو حنیفہ اور ربیعہ الرائے نے فتنہ میں اپنی کتابوں کو کوفہ میں اور اوزاعی نے

در شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قالاوا اللہ ہی شافعی فقیر شوق میں ماہ جب ۲۹۵ ر ۲۹۵ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے
 آباؤ اجداد ترکمان نسل سے تھے اور دنیا فانیوں میں رہے تھے۔ وہ شام کا بہت بڑا عاقل اور قاری تھا ابتدائی کتابیں تو اس نے خود لکھیں ہی ہیں پھر
 تحصیل گلوبکہ کو نقل کیا مصر قاہرہ نابلس حلب کہ مدینہ تونس اور طرابلس میں بھی گیا۔ اور بڑے بڑے نامی گرامی عالموں سے جو
 محلات میں رہے تھے وہاں جا کر علم حاصل کیا تھا۔ آخر عمر میں دمشق میں اگر مشائخ و علماء میں ذات پائی کی کتابیں بہت ہیں جن میں کچھ
 تاریخات و اور خلاصہ ہیں اور کچھ تصنیفات ہیں۔ ابوالنعمان نے کوئی سرشت کتابوں کے نام دی ہیں۔ اور کہتا ہے کہ میں ان کو تمام تھا
 کر نام نہیں لکھ سکتا ہوں میں میں ہی وہی کتابیں ہیں۔ اسلامی تاریخ جس کا کہ ایک نو ماہر صاحب کتب خانہ دو اسکے میں یہی کتاب کہیں
 جلدوں میں تھی ایک اور نامی گرامی معزز لوگوں کو تاریخ کا خلاصہ تھا اس کی بھی کئی جلدیں تھیں۔ ایک اور مالک اسلامی کی مختصر تاریخ تھی
 ایک اور کتاب محمد بن ابوزہرہ کے حالات میں تھی۔ ایک کتاب طبقات الفقہاء میں تھی۔ اس کی دو جلدیں تھیں۔ طبقات الفقہاء میں بھی
 ایک کتاب تھی جس کا ایک نسخہ کتب خانہ دورائے میں خطیب کی تاریخ بغداد اور معانی کی کتاب کا بھی ایک خلاصہ کیا تھا تاریخ دمشق
 بھی دو جلدوں میں خلاصہ لکھا تھا اس کی تاریخ نشانہ بھی مختصر کیا تھا تاریخ حلب اور خلاصہ جزائریہ و غیرہ بھی اس نے لکھی تھی
 اور شمس الدین ابوالنعمان نے ایک کتاب لکھی جو عرب و ایران میں لکھی تھی اور یہی تاریخ تھی جس میں ایک اور کتاب
 پڑھی تھی۔ اس میں ایک ایسی کتاب درج ہے جس کا قول کر دے کہ اس نے دمشق میں وفات پائی اور وہ طبقات الفقہاء میں

سپانیہ میں تدوین کی۔ امام مالک نے مؤطا مدینہ میں بنائی۔ ابن اسحاق نے اپنے معاری مدون کی تھی۔
 یسین میں اپنی کتاب بنائی۔ سفیان الثوری نے اپنے جامع لکھی۔ اس کے متوڑے ہی عرصہ کے بعد شیخ
 یسٹ بن سحر اور عبد اللہ بن یسٹ نے اپنی کتابیں مرتب کیں۔ ان کے بعد ابن المبارک اور قاضی
 ابو یوسف ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس میں علم کے درجہ مقرر ہونا اور کتابوں کا لکھنا بڑے ذور شور سے شروع
 ہو گیا تھا۔ اور صرف نسخہ اور زبان وانی میں رسالہ مدون ہوئے۔ اور اسی کے ساتھ تاریخ اور عرب کے
 بدویوں کے حالات بھی جمع کئے گئے۔ اس سے پیشتر تمام اہل علم اپنی یاد سے پڑھاتے تھے۔ اور جو کچھ اپنی
 طالب علموں کو سکھاتے تھے اس میں کوئی ترتیب نہ تھی۔ لیکن اس زمانہ سے علم کا پڑھنا پڑھانا آسان
 ہو گیا۔ اور حافظہ پر بار ڈالنا اور اسی سے درس و تدریس میں کام بخانا روز بروز کم ہوتا چلا گیا۔

(۲۲) مسلمانوں نے قانون سازی میں جو ترقی کی اس کا حال یورپ میں قلم کو دریافت کرنا نہایت دشوار
 کام ہے۔ ساہا سال کی محنت بھی اس کے انجام دینے کے لئے مشکل سے کافی ہو سکتی ہے۔ اس لئے
 جو رائے میں آئندہ دیتا ہوں وہ ایک بہت ہی نا کامل خاکہ سمجھنا چاہئے۔ ابتدائے اشاعت اسلام میں
 تو قرآن اور وہ فیصلہ ہی جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صادر فرمایا تھی مسلمان
 فقہاء کے ہدایت کے لئے کافی تھی۔ انھیں سے وہ اور مختلف مسائل کو حل کر لیا کرتے تھے جو مسلمان
 میں مذہبی حکومت کے طرز معاشرت سے پیدا ہوا کرتے تھے۔ مگر ان کے مقنن (جناب رسالت مآب
 صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد بہت جلد ان عرب لوگوں کی حالت میں ایک انقلاب عظیم ہو گیا۔
 ان قائد بدو و ش قوموں کے بہت بڑے حصہ نے اپنا پہلا طرز معیشت چھوڑ دیا۔ دوسرے ملکوں کی

(۱) ابو عمرو معمر بن ابی عمرو راشد بنی ازد کا مولیٰ اور بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مکرمین میں آ رہا اور حدیث نہ تھی سے چرچی
 تھی۔ اس کے اپنے شاگرد مدین میں کوثری ابن یسٹ اور ابن مبارک تھے۔ ۱۱۰ رمضان ۱۱۰ھ (ستمبر ۷۲۸ء) میں یادو کا
 رعایت کے بموجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی (از طبقات الحدیثین)

(۲) ابن خلکان اور مصنف خبرت کے تحریرات کو دیکھنے سے بہت مقام پر ایسا خیال گذرنا ہے کہ جہاں کہیں یہ لوگ
 کتب کا لفظ بولتے ہیں تو بغیر کسی ہوائی کتاب میں مراد ہوتی ہیں اور جہاں کہیں کتب مصنف کہتی ہیں تو لکھی ہوئی کتابیں مراد
 ہوتی ہیں لیکن جو رائے کہی تھی قیاس طلب ہے۔ ممکن ہے کہ کتب سے تالیفات اور کتب مصنف سے اصلی تصنیفات مراد ہوں۔
 ۱۱۰ھ میں انجم ابو الحسن ۱۱۰ھ سے لیا ہے۔

فتح کیا اور وہاں اگر آباد ہو گئے۔ جب توت بڑھی دولت آتا آئی تو نئی آسائشیں اور جدید خیالات پیدا ہو گئے۔ نئے نئے طرز اختیار کئے۔ زندگی کے بالکل ایک نئے دائرہ میں داخل ہو گئے۔ انہیں ضرورت ہوئی کہ قواعد و ضوابط اور انتظام کا کوئی جدید طرز اختیار کریں جو ان کے مذہبی رسوم کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور جس سے ان کے قوانین رسول کے اصول کا دائرہ وسیع تر ہو جائے۔ اس طرح پروان کے قلم کا مجموعہ جس کے بڑے بڑے اصول پہلے ہی سے معین ہو چکے تھے مخلوق کی ترقی تہذیب و شایستگی کے ساتھ ساتھ منصفہ و پر جلوہ افزوڑ ہوا۔

(۲۳) قانون اسلام کے چار اصول ہیں۔ قرآن۔ حدیث و سنن اور اجماع امت یعنی ائمہ متقدمین کا اتفاق قیاس یعنی وہ اصول جو ان تینوں اصول کے مقابلہ باہم و دگر سے مستنبط ہوں۔ قانونی احکام جو قرآن میں مذکور ہیں۔ ان کے ناکامل ہونے کے سبب سے دہرین بلکہ عدم ہمت اور اجمال کے سبب جب پہلے مسلمانوں کو کسی معاملہ میں وقت پڑتی اور نصوص قرآنیہ سے کافی طلب نہ نکلتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔ اور آپ کے ارشاد کے موہو تعمیل کرتے۔ اور فیصلوں کو بے حجت تسلیم کر لیتے تھے۔ ائمہ سابقین یعنی اول و دوم و سوم صدی ہجری کے اول درجہ کے فقہاء یعنی مجتہدین کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ اپنے عام ہر تاو کے بنیاد اپنے متقدمین کے طریق عمل پر رکھتے تھے۔ رجوا و نھوں نے کیا تھا انہیں کے قدم بقدم چلتے تھے، مگر بعض ایسے بھی تھے۔ کہ اگر کوئی نئے طرز کے معاملات آپڑتے جن کی مثال پہلے کبھی نہ گذری تھی تو اول کے تین اصول قوانین کی نظیر نہ دیکھتے اور ان کی بنا پر اپنے قیاس سے مسائل حل کیا کرتے تھے۔ ایسے ائمہ کو مجتہد کہتے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے ذہن پر سخت بار ڈالتے۔ اور جو مسائل کہ ان کے روبرو پیش کئے جاتے ان کے صحیح صحیح حل کو نہ بین تہات جد و جد عمل میں لاتے تھے۔ ان میں ابو حنیفہ مالک شافعی اور ابن جہل نہ صرف اپنے ذاتی فضل و کمال کے

(۱) ابن کوزی کی تصحیح سے ان تابعین کبار کے نام معلوم ہو سکتے ہیں جو ان مقامات پر ہا کرتے تھے طائف بن یامہ بن کوفہ بصرو مائین غلستان واسط بغداد شام دقاہ و جبلہ و فزات ثغور شام مصر۔

(۲) مجتہد کا لفظ جہد و ہمت سے مشتق ہے۔ اہل سنت میں تو یہ لقب مدت سے مسود ہو گیا ہے۔ لیکن خاص کر مالک میں ہر ایک صاحب کے بڑے فقیہ کا یہی لقب ہوتا ہے۔ بعض قدیمی سیاح بس افغان کو ذرا واقفیت کی وجہ سے مستفید کہتے ہیں اور مجتہد سے مشتق ہوتے ہیں۔ جو صدقات کی شہادت دینے کے معنی میں آتا ہے۔

سبب سے اوروں سے متاثر تھے۔ بلکہ ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے کچھ مسائل ایسی کثرت سے حل کر دیے تھے جن کا ایک مجموعہ عربین کو معلوم دینیہ کا ایک ضمیمہ ہو گیا تھا۔ ان چاروں میں بتماضائے فطرت بعض مسائل میں اختلاف آ رہا بھی تھا۔ لیکن چونکہ تمام قوانین اور فقہ کے بڑے بڑے اصول پہلے ہی معترف ہو چکے تھے۔ اور ان میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا تھا ان کے فائدے انھیں مسائل کے متعلق ہونے سے جو اہمیت میں صرف دوسرے درجہ کے تصور کئے جاتے تھے ان کے اجتہاد کا بڑا حصہ ٹھیک ٹھیک منسوخ ہو گیا۔ اور ان کے بموجب ہوتا تھا اور بس۔ آج کل جو ان کے مقلدین میں کچھ عملی فرق نظر آتا ہے۔ وہ کچھ عبادت کے عام صورت کے بعض خاص خاص طریقوں میں ہے اور کچھ قانونی مسائل کے حل کرنے میں جو اکثر ملکیت کے سبب ہو کر کرتے ہیں دکھائی دیتا ہے۔ باقی اور کوئی فرق نہیں ہے۔ ان چاروں مذہبوں میں حنبلی اور مالکی تو بہت سخت پابند مذہب سمجھے جاتے ہیں۔ شافعی تھیں اسلام سے بہت ہی ملتے جلتے ہیں۔ یہ حنفی یہ ان سب میں متحمل المزاج ہوتے اور ان کی ہر ایک بات نہایت ہی فلسفیانہ ہوتی ہے۔ دو اور امام ابو داؤد و انطاہری اور سفیان الثوری بھی ہوئے ہیں۔ جو بڑے پابندان مذہب فریقوں کے پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے مقلدین بہت نہ تھے۔ کچھ عرصہ چل کر ان کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔ ابن جریر الطبری نے بھی اہل یورپ مورخ کی حیثیت سے خوب جانتے ہیں ایک خاص مذہب کی بنیاد قائم کی تھی۔ لیکن یہ بھی اوس کی وفات کے بعد ناپید ہو گیا۔

(ص ۲) شیعہوں کے بدعتی مذہب سے جو رافضی یا اسماعیلی کے لقب سے بہت مشہور ہیں اور اسلامی تاریخ

دا یہ ذیل کا مضمون ابن خلدون کے مقدمہ سے لیا گیا ہے جس کا بہانہ نقل کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ فقہ دو طریق پر تقسیم ہو گیا ہے ایک تو طریق اہل الرائے والقیاس کا تھا۔ اور دوسرا طریق اہل الحدیث کا۔ پہلا طریق عراق والوں میں متعارف تھا۔ اور دوسرا طریق عراق والوں میں۔ عراق والوں میں حدیث کا حکم کم تھا۔ اس لئے انھیں قیاس اڑانا پڑتا تھا۔ اسی سے انہیں اس میں حمارت بھی ہو گئی تھی جس سے انہیں اہل الرائے کہنے لگے تھے امام ابو حنیفہ جو اس جماعت میں سب سے مقدم تھے اور جو اس طریق کو کامل طور پر جانتے تھے انہوں نے اپنی شاگردوں کو یہ طریق سکھایا تھا سجاد والوں کے امام پہلے تو مالک بن انس تھے اور پھر حنفی ہو گئے تھے چند مدت کے بعد کچھ عالم ایسے ہوئے کہ انہوں نے قیاس کو انکار کیا۔ اور اس طریق پر چل کر کونے کو باطل قرار دیا۔ یہ ظاہری کہلاتے تھے۔ اور ابو داؤد و سلیمان کے مقلد تھے انہوں نے اپنا اصول بتا دیا تھا۔ کہ جو مسائل ہیں وہ صرف معصوم ذرات قرآنی اور احادیث نبوی سے اور اجماع دینیہ کے مقتضی میں استکراعات سے لئے جائیں۔ اور بس۔

میں جنہیں بڑی شہرت حاصل ہے عربی علم ادب پر بہت کم اثر ہوا ہے۔ البتہ علم کلام نے جو معترفہ ذوق کی ایک زبان میں ایک فلسفیانہ طرزِ بحث کے ساتھ اداسے مطالب کی قابلیت پیدا کر دی۔ پھر جب ارسطو وغیرہ یونانی فلاسفوں کی کتابوں کے ترجمہ ادس میں شائع ہوئے تو اس زبان میں ادس وقت اور بھی چلا بڑھ گئی۔ فن طب عربوں نے دوسری قوموں سے لیا ہے۔ اول اول اونٹن کے یہاں کے طبیب بنے پھر اُنہیں سے چھاپنے یا جگزار اقوام میں سے ہونے لگے تھے۔ الکنڈی ادون میں سے پہلا مسلمان ہے جس نے اس فن کو سیکھا ہے۔ اسی وجہ سے تحریراتِ طبیہ کا علم ادب پر بہت ہی کم اثر ہوا۔ کیمیاگری کے فن کا جڑ نہایت قدیم زمانہ سے مروج چلا آتا تھا مسلمانوں کو بڑا شوق تھا۔ اسی دھن میں ادنھوں نے کتنی ہی نئی نئی باتیں دریافت کیں جس سے آئندہ علم کیمیا کی (جسے آج کل کیمسٹری کے لقب سے نام کر رہے ہیں) بنیاد قائم ہوئی۔ علم نجوم بھی کیمیاگری کی طرح بنی نوح انسان کے نہایت قدیمی دہل بمجلاؤ اور توہمات میں سے چلا آتا ہے۔ اور اگرچہ احادیث و سنت میں اس کی ممانعت ہے۔ تاہم مسلمانوں ہر ایک ملک میں ہمیشہ سے اس کا رواج رہا۔ لیکن اس کی شاخ علم ہیات جسے وہ اس کا طفیلی اور ذلہ رہا سمجھتے تھے ایک مدت سے پڑھ رہے ہو کر خشک ہو گئی ہے۔

(۲۵) عربی مؤرخین نے علی العموم لکھا ہے کہ سب سے اول مدرسہ بمقام بغداد ۳۵۹ ہجری ۹۷۰ء میں ایک نامی گرامی شخص نظام الملک نے قائم کیا تھا۔ اس سے بعض یورپین مصنفین کو خیال پیدا ہوا کہ سب سے اول عربی بیت العلوم یا کالج کی بنیاد اس وزیر نے قائم کی تھی۔ اس عبارت سے جو مطلب ادنھوں نے لگایا ہے وہ صاف صاف سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ بیت العلوم یا کالج ایک ایسی چیز ہے جہاں طالب علموں کو سندین حاصل کرنے کے لئے آنا ضرور ہے تو ابین کو

۱) انگری کو اہل یورپ نے ایک مرتبہ یہودی فرض کر لیا تھا۔ مگر اب جو ثابت ہو گیا ہے کہ یہ محض غلط ہے۔ وہ عرب کے ایک بڑے معزز قبیلہ بنی کنندہ سے تھا۔ ادس کے باپ دادے مسلمان تھے۔ اور ادس کا پرداد اجنبی و ملت تاب صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی ہادسہ کہ ادس نے اسلام کے بعد یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا مگر اس کا کیا جواب ہے کہ شرع اسلام کے بموجب ادسی مسلمانوں نے مرتد ہونے پر قتل کیوں نہیں کہا الا۔ اور جب یہودی ہو گیا تو ادسے مسلمانوں کے حکیم ہونے کا لقب کیوں دیا گیا۔ ترجمہ تاریخ جمہلہ لطیف میں مسٹر جی۔ جی۔ ساسی نے اس کی بحث کی ہے اور اس خیال کو باطل قرار دیا ہے۔

یلت کے فرض کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کہ مدرسوں کا قیام اس قسم کے چیزوں میں سب سے اول چیز تھی اور اگر وہ ان معنی کو وسعت دیں اور کہیں کہ بیت العلوم وہ مقامات ہیں جن کی بنیاد سرکار نے قائم کی رہے اور مدد معاش کے لئے کچھ جاگیریں مقرر کر دی تھیں اور طالب علموں کے رہنے کے واسطے اس میں کچھ اور حجرہ بنادیئے تھے۔ تب بھی اون کو اس میں غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ اچھے معتبر ذریعہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ابواسحاق اسفرائینی کے لئے نیشاپور میں ایک مدرسہ قائم ہوا تھا۔ جو ایک بڑا نامی گرامی شاہی عالم اور مدرس تھا۔ اور جس نے شاہ جہری میں وفات پائی ہے۔ یہ بات ایسی نہیں تھی۔ کہ علامہ ذہبی کی نظر سے جو ایک مشہور و معروف مورخ اور تذکرہ نویس ہے چھک جاتی۔ اس نے بھی اس معاملہ میں اپنی رائے لکھی ہے اسی بھی ہم یہاں لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اسلامی تاریخ میں کہتا ہے۔ جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ نظام الملک بانیان مدارس میں سب سے اول شخص تھا اون کا یہ قول محض غلط ہے۔

اس کی ولادت سے قبل ہی نیشاپور میں مدرسہ بہیقیہ اور نیز مدرسہ سعیدیہ موجود تھا۔ جسے امیر نقر بن بکتگین برادر سلطان محمود نے اس وقت بنایا تھا۔ جب کہ وہ وہاں کا امیر تھا۔ تیسرا ایک اور مدرسہ اسی مقام پر صفوی واعظ ابوسعدا اسماعیل بن علی بن المثنیٰ استرآبادی استاذ خطیب البعندادی نے قائم کیا تھا۔ اسی شہر میں ایک چوتھا مدرسہ اور تھا جو علامہ ابواسحاق کے لئے بنایا گیا تھا۔ سیوطی نے جس نے عبارت مذکور اپنی کتاب *کُنُزُ الحُمَازِ* میں نقل کی ہے بعض اور کتابوں سے بھی غلامہ لے کر اضافہ کئے ہیں اور ان میں یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ حاکم استاذ ابواسحاق کے متکو میں کہتا ہے۔ اس مدرسہ سے پیشتر نیشاپور میں اور کوئی ایسا اچھا مدرسہ نہ تھا۔ اس سے صحاح ثابت ہوتا ہے کہ اس سے قبل بھی وہاں اور مدرسہ موجود تھے۔ تاج الدین السبکی اپنی کتاب *طبقات السبکی*

(۱) اس کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے۔ (۲) اخوان حسن المحاضرہ مصنفہ سیوطی۔ (۳) سیوطی نے *الطحاوی* (۵۰۰) میں وفات پائی (۴) یہ وہ نامی گرامی شخص ہے جس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن البیہی ہے۔ اس کا تذکرہ ابن خلکان نے کہا ہے دیکھو تذکرہ نمبر ۵۸-۵۵) ابو نصر عبد الوہاب بن تقی الدین علی بن ضیاء الدین عبد الحکام فی شافعی عالم اور دمشق کا قاضی القضاۃ اور قبیلہ بنی خزیم کے انصار سے تھا۔ اسے تاج الدین السبکی کہتے تھے۔ سبک مصر میں ایک گاؤں کا نام ہے یہ نامی گرامی نام بہت بڑا فقہی متکلم مدرس تھا شمس الدین الذہبی جو ایک مشہور و معروف مورخ ہے اس کے ساتھ وہاں سے تھا۔ چنانچہ دمشق کا قاضی مقرر ہوا۔ ایک مرتبہ جامع مسجد بنی امیہ میں خطیب کا قایم مقام بھی رہا تھا + دیکھو غفرام کاؤٹ

خلیفہ کے ایک اور مدرسہ کو بتا سکتے ہیں۔ جسے مسلمانوں میں طلبہ مذہب مالکی کے لئے قائم کیا تھا۔ اسلئے
 یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ نظام الملک اودن لوگوں میں پہلا شخص نہ تھا جنہوں نے مدرسہ یا کالجوں کی بنیاد
 قیام کی تھی اور یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ اوس سے سالہا سال پیشتر مدارس موجود تھے۔ اور یہ مدرسہ ہمد
 میں ہوا کرتے تھے۔ جیسے کہ آج تک بھی مصر، افغانستان، بخارا، قیروان اور فیض شہروں میں دستور چلا آتا ہے
 مصر کے عربی مورخ لکھتے ہیں۔ کہ عربیہ بن نزار خلیفہ کے عہد میں قاہرہ قدیم کی مسجد ہر میں علوم کے مختلف
 شعبوں پر درس دیئے جاتے تھے۔ اور مدرسین کو تنخواہ سہ کار سے ملا کرتی تھی۔ اس سے بھی پیشتر ابوہریرہ
 بن ہشام مخزومی نے انتظام کر دیا تھا۔ کہ دمشق کی جامع مسجد میں قاعدہ کے طور پر تعلیم دی جایا کرے۔
 بلال بن ابی بزرہ کے زمانہ میں جس نے مسلمانوں میں وفات پائی ہے عموماً اس جہد میں صرف و نحو پڑھائی
 جاتی تھی۔ اور ابو عبد الرحمن الساجی متوفی ۳۷۰ھ مسجد کوفہ میں قرآن پڑھایا کرتا تھا۔ یہ بھی صحیح اسناد سے
 ہم تک پہنچا ہے۔ کہ جس شخص نے مسجد میں سب سے اول پڑھایا ہے اور حلقہ بنا کر طلبہ کو قرآن کی تعلیم
 وہی ہے وہ ابو الذرؤ تھا۔ جس نے مسلمانوں میں وفات پائی ہے۔ علاوہ برین یہ بھی ہم کو معلوم ہوا ہے
 کہ علوم عربیہ کا پہلا مدرسہ ابن عباس نے جاری کیا تھا۔ اور وہ خود مکہ کے پاس ایک وادی میں طلبہ کو کثرت
 جمع کرتے اور قاعدہ کے طور پر سبق پڑھایا کرتے تھے۔ اگر ضرورت ہو تو اسی قسم کی اور بھی بکثرت
 مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ کہ تابعین کے زمانہ سے اعلیٰ درجہ کے مدارس قاعدہ کے طور پر مساجد میں
 جاری تھے۔ اور وہ علوم اودن میں پڑھائے جاتے تھے جن کا تعلق قرآن و حدیث کے ہوتا تھا۔
 اودن بڑے بڑے علماء کے نام جو اسلامی حکومت کے مختلف شہروں میں پڑھایا کرتے تھے آج تک ہم
 معلوم ہیں۔ طبقات الفقہاء سے ہی صرف ایک فہرست تاریخوار ایسی بن سکتی ہے جس میں تابعین
 کے زمانہ سے حال کے زمانہ تک کے استادوں کے نام درج ہوں۔ ریاضی، طبیعیات، طب، الہیات
 معمولی خواندگی کی فہرست میں داخل نہ تھے۔ یہاں تک کہ ادنیٰ مدارس میں بھی نہیں پڑھائی جاتی تھی
 ابوہریرہ بن ہشام مخزومی ہشام بن عبد الملک کو طرف کسی صوبہ کا والی تھا۔ یہ خلیفہ راشد ۱۲ھ میں رہے۔ ۲۰، دیکھو یافعی کے
 مراۃ الجنان۔ ۳۵، دیکھو دیباچہ مصنف نوٹ ۱۴۱، اسلام کو ابتدائی صدیوں میں استادوں کی تنخواہ جو اس کے اور کچھ نہ ہوتی تھی سکھاتا
 جب کوئی کتاب ختم کرتے۔ اور کتاب نئی شروع کرتے تو دستور کے طور پر کچھ نذرانہ اساد کو دیا کرتے تھے۔ وہ قاعدہ ہی جو مدارس میں
 تھو این میں محبوب تک صرف ایک ہی مدرسہ والا حکمہ دریافت ہوا ہے جسے خلیفہ حاکم مصر نے جاری کیا تھا۔

اگر کوئی پڑھنا چاہتا تو خاکلی استادوں سے پڑھ سکتا تھا۔ چنانچہ یہ طریق اب تک بہت ہی مقبوضی مدت ہوئی کہ جاری تھا۔ بیانات مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ نظام الملک نہ تو کسی اول مدرسہ کا بانی تھا اور نہ کسی اول بیت العلوم کا۔ جو مدرسہ نظامیہ اوس کے نام سے مشہور تھا۔ صرف ابتدائی زمانہ کے مدارس میں ایک مدرسہ تھا۔ جو سرکاری طور پر اشاعت علم کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ ہاں اس قدر صحیح ہے کہ اوس کے استادوں کی لمعات لیاقت نے اوس کی چمک دمک ایک عالم میں بھیلادی تھی۔ لیکن باوجود اس کے بھی باتا عدد بیت العلم قانوناً صرف وہی مانے جاتے تھے جو مساجد میں جاری تھے۔

(۲۶) مختلف کتب طبقات کے بہت فقہوں سے اور نیز ابن خلکان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی نوخیز طالب علم پڑھنا شروع کرتا تو پہلے قرآن حفظ کرتا اور جس قدر حدیث کا علم اوس کے وطن میں ممکن ہوتا وہ بھی پڑھتا اور اوس کے ساتھ ابتدائی صرف و نحو اور علم عروض سے بھی کچھ واقفیت پیدا کرتا تھا۔ جب اوس کی عمر چودہ برس سے سولہ برس تک کی ہو جاتی تو اپنے وطن سے سفر کو نکلتا بڑے بڑے شہروں میں جاتا حدیث پڑھ کر اول درجہ کے نامی گرامی محدثین سے اجازت (اسناد و نفیلت) حاصل کرتا تھا۔ اس کے بعد استادوں کے زبانی گفتگو میں جو مساجد یا مدارس میں ہوا کرتے تھیں مختلف مضامین پر سنا کرتا یا بعض حالتوں میں کسی عالم سے کچھ تعلق پیدا کر کے اوس کے ساتھ ساتھ رہا کرتا تھا۔ یہ رفاقت صرف شاگردانہ نہیں ہوتی تھی بلکہ ایسی ہوتی تھی جیسے ایک ادنیٰ درجہ کا خدمت گار ہوتا ہے۔ اس حالت میں وہ مذہبی اصول کی وہ کتابیں زبانی حفظ کر لیتا جو قبولیت عامہ کا اعزاز حاصل کر چکی تھیں۔ اور اپنے استاد سے مضامین مشککہ کو حل کر کے انھیں کتابوں کی شرحوں کو مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ قرآن کی مختلف قراتوں کا صحیح صحیح علم اور اپنے مذہبی اصول کے موافق قرآن کے ترجمہ کی واقفیت پیدا کرتا تھا۔ اسی وقت وہ زمانہ حیات کے نظم لغت صرف و نحو علم معانی بیان کا بھی مطالعہ جاری رکھتا تھا۔ تاکہ قرآن مجید کے معجزات و اسرار

اور آرائے مذکورہ کو اس عجیب و غریب بیان کا سبب بخوبی مجاہدین آجایگا جو مغرب سے اپنے تاریخ پسین میں لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ لاکٹر ایہین کا شنوہ کو علم کا بڑا شوق تھا۔ لاکٹر شاعت علم کیلئے ان کے یہاں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ بلکہ تمام علوم مساجد میں ہی اجرت پر پڑھنا جاتے تھے۔ عجیب و غریب فقرہ ستر لاکٹر نے اپنی ترجمہ میں جو مذہبی اور علمی خصوصیات مذکور کا خلاصہ کے طور پر لکھا ہے۔

کی خوبی اور قدر و قیمت جانچنے کی ادس مین کامل قدرت حاصل ہو جائے۔ اسکے بعد فروعیات کی طرف رجوع کرتا۔ اپنے خاص مذہب کے معنی جس امام کا وہ پیرو ہوتا تھا اس کے فخر کی تعلیم کا خصوصیت کے ساتھ علم حاصل کرتا۔ اور آخر کو منطق کی واقفیت ادب کی تکمیل ادس کے تحصیل علم کا خاتمہ کر دیتی تھی جب اپنے استادوں سے سند فضیلت اور جن کتابوں میں ادس نے کمال حاصل کیا تھا ادس کے پرکھنے کی اجازت مل جاتی تو پھر ادس کے رستہ صاف ہو جاتے تھے۔ چاہے وہ خطیب (یعنی واعظ) بن جاتا یا امام قاضی مفتی مدرس ہو جاتا تھا۔ تحصیل علم کی یہ ایک معمولی صورت تھی۔ اس سے جوڑ ادس کے دماغ اور چال چلن پر پڑتا تھا ادس کے فوائد میں کسی طرح شک نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲۷) یہ بتانا تو اب بھی مشکل بات ہے۔ کہ جو لوگ سرکاری ملازمت چاہتے تھے انہیں کس قسم کی علمی لیاقت حاصل کرنا ہوتی تھی۔ کتاب کے معنی لکھنے والے کے ہیں۔ مگر جو کتاب ہوتے ادس کیلئے یہ ہی ضرور تھا کہ وہ صرف اچھے خوش نویس ہوں۔ بلکہ انہیں لازم تھا کہ عربی زبان کے کمال استاد ہوں۔ اور ادس کی لطافت و نقاست کو خوب جانتے ہوں۔ صرف و نحو اور شعرا کے کلام کو خوب سمجھتے ہوں۔ حساب کتاب میں چست و چالاک اور سرانجام امور دنیوی میں خدا واد قابلیت رکھتے ہوں۔ بعض کتاب اس لئے مقرر ہوتے تھے کہ شاہی کاغذات لکھیں۔ بعض سرکاری حساب کتاب اور جسرٹوں کی ترتیب کیا کرتے۔ یا عشر اور سرکاری مالگداری وصول کرتے تھے صوبہ کے ہر والی کے پاس اپنا ایک کتاب ہوتا تھا جس کی خدمت یہ ہوتی تھی۔ کہ وہ دفاتر اعلیٰ و ادنیٰ سے مراسلت کرتا ضلع کے محاصل اور سرکاری مالگداری وغیرہ وصول کیا کرتا تھا۔ اس روپیہ میں سے ایک مقدار تھی کہ سالانہ خلیفہ کو بھیجی جاتی تھی۔ باقی کو والی اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ ادس سے اپنا خرچ اور فوج کا خرچ چلاتا۔ اسی سے قضاۃ فقہا بڑے بڑے مساجد کے اماموں اور سرکاری دفاتر کے اہلکاروں کی تنخواہیں وغیرہ دیتا تھا۔ اسی میں سے کچھ روپیہ عمارت و رفاہ عام میں لگایا جاتا اور اسی سے والی کی کچہری اور عدالت کا خرچ چلتا تھا۔ اس کے علاوہ والی کا یہ بھی فرض تھا۔ کہ سواروں کی ڈاک بھی رکھے۔ مگر ڈاک کا افسر جس کا کام یہ بھی تھا کہ والی کے نیک و بد

(۱) یہاں بھی کہہ دینا مناسب ہے کہ تمام مسلمان مصنفین جن کی کتابوں سے ہم واقف ہیں یا تو فقہاتہ یا ادہبوں نے وہ کتابیں لکھی ہیں جن کا فقہ پر ہونے کے واسطے پڑنا ضروری تھا (۲) کتاب کبھی کبھی ادس شخص کو بھی لکھا کرتے تھے جو قرآن شریف لکھا کرتے

حرکات کی خلیفہ وقت کو اطلاع دیتا رہے خود خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوا کرتا تھا۔

(۲۸) ابن خلکان جو اپنی کتاب میں نظم کے انبار کے انبار نقل کرتا چلا جاتا ہے۔ اوس کی نسبت مترجم کو کچھ کہنا ضرور ہے۔ عربی نظم کو جو زوال عروج بنی عباس سے لیکر حکومت ایوب تک ہوتا چلا گیا اوس کا پتہ ہر آسانی دریافت ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ میں کئی صدی تک متواتر علم ادب کے منزل وہ لوگ ہو گئے تھے۔ جو عربی نثر اذیت تھے۔ اہل تصنیف کو جو اون کے نوازشوں کے امیدوار تھے مجبوراً اپنی عقل و تخیل کو اون لوگوں کے خیالات کے سانچہ میں ڈالنا پڑا تھا جو عموماً عالمانہ تصانیف کی سچی خوبیوں کی قدر و قیمت سمجھنے کی یاقوت نہ رکھتے تھے۔ اب جن کتابوں کی تصنیف پر کسی امیر اور بادشاہ کی طرف سے انعام و اکرام ملایا لیکن نہ تھا کہ دوسرے شعر کی نظر سے بچ جائیں۔ وہ انھیں اپنی تصنیف کا نمونہ بناتے اور کوشش کرتے کہ اسی انداز میں اون کی تصنیف ایسی ہو کہ نمونہ سے سبقت لیجائے۔ پھر مدارس میں یہ رائے قرار پا گئی تھی۔ کہ قدیمی قصائد علم انشا کے بے نظیر نمونہ ہیں۔ اس رائے نے اچھے مذاق کا اور بھی سینا ناس مارا۔ اون کے طرز و انداز اون کے خیالات انھوں کی طرح سے اپنے نظم میں باندھے اور اب بڑی قابلیت بجز اس کے اور کچھ نہ رہی کہ طرز بیان اور حسن ادا میں مصنفین اپنے جوہر یاقوت کو دکھلا سکیں اور بس الفاظی معما اشارات بعیدہ قدیمی مصنفین کے عاریتی خیالات جن میں اس قدر کھینچ تان کی گئی تھی کہ بہت ہی مشکل سے کوئی اون کے پامالی کی تیز کر کے یہی چیزیں باقی رہ گئی تھیں کہ جن میں کوشش کر کے وہ جدت کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ معانی کو الفاظ اور اسخان پر سے صدقہ کر کے پھینک دیتے تھے۔ ایسے الفاظ کی تکرار کا بیہودہ لطف حاصل کرنے کے لئے جن کا لفظ اور شکل ایک جی سی ہو اون خیالات کو عبارت میں ملا دیتے تھے جو بالکل نامربوط اور بے محل ہوتے تھے۔ شعرا جو کچھ کہتے وہ کان اور آنکھوں کے لئے ہوتا تھا۔ نہ دماغ اور عقل کے لئے۔ تاہم ان کی تصانیف کی جو بڑی قدر ہوتی تھی وہ اوس سے ثابت ہے۔ کہ ابن خلکان نے تکلف ادب کے اشعار اپنی کتاب میں نقل کرتا چلا جاتا ہے (ہرگز ان کی برائی اوس کے وہم کے بھی پاس ہو کر نہیں گزرتی) اوس کا وہی مذاق تھا جو اوس کے زمانہ کا تھا۔ ناظرین ان نقلوں سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ جنگ ہائے صلیبی کے زمانہ میں عربوں کے دماغ کی کیا حالت ہو رہی تھی۔ اب تک جو میں نے منصفانہ رائے لکھی ہے۔

اور علی العموم اسلامی شعرا کو سنت براتلا یا ہے یہی منصفانہ طبیعت مجھے مجبور کرتی ہے کہ اس کی کچھ منتیات بھی ظاہر کروں۔ منتی کے تعارض غضب کی آگ لگا دیتے ہیں۔ مروانہ و ارجدت چپکے پڑتی ہے۔ خیالات بھی ایسے ہی گہرے ہیں۔ اکثر مضامین بلند پروازی میں اوج کمال کو پہنچے ہوئے اور گویا کہیں اتفاقاً بھول چوک سے داغ و جبہ بھی نظر آتے ہیں تاہم اوس کا اسلوب بہت ہی نزاکت آمیز اور پاکیزہ ہے۔ عجیب سی لطافت اور نفاست میں مشہور ہے۔ ابوالغلا حلال اور شان و شوکت کا حاکم ہے۔ ابن الفریدان سب کا سرتاج ہے۔ اوس کے قطعات بلند خیالی و جوش اور شاعرانہ اداؤں سے لبریز ہیں۔ صوفیانہ خیالات میں عالم بالا تک اوڑتا چلا جاتا ہے۔ جو روحانی خوبون اور مسترون سے مالا مال ہے ناظرین کو کبھی بیان کے اور کبھی وہان کے دل فریب تماشوں سے جھونکے دیتا ہے۔ شاعر کی فکر سادہ و معانی پیدا کرتی ہے۔ کہ عقل رنگ رہ جاتی ہے اور خیالات و احمید کے صورتوں کو جو بار بار اوس کے بے نظیر اور معجزانہ اسلوب کو دھبہ لگاتے ہیں بہت ہی مشکل سے معلوم کر سکتی ہے۔

(۲۹) اب ہم جب کہ قصیدہ یعنی مرثیہ کا اثر (جو عربی علم ادب پر ہوا) بتلا چکے تو یہاں اوس صورت کے خاکہ کا اوتارنا بھی بجا نہ ہوگا جو علی العموم اس قسم کی تصانیف میں مروج تھا۔ جب کہ کوئی شاعر کچھ بیان شروع کرتا تو اوس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دو دوست اوس کے ساتھ رفیق راہ میں سیانہ میں بڑے دور و دراز سفر کر کے اوس مقام پہنچا ہے۔ جہاں اوس نے سال گذشتہ میں اپنے معشوقہ کو دیکھا تھا اور جہاں اوسے امید تھی۔ کہ پھر دیدار میسر ہو جائے گا۔ قائل کی درخواست پر اوس کے دوست اونٹوں کو جن پر وہ سوار ہیں معشوقہ کے مسکن کو لیجاتے ہیں۔ مگر وہاں وہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ بدوی جھونپڑوں کے اوچے گھنڈر پڑے ہیں۔ گھاس کھلائی ہوئی ہے جنگل کے جھاڑی و ختون کی شاخیں جن سے وہ جھونپڑیاں بنائی گئیں اور معشوقہ کے قبیلہ نے موسم گرما بسر کیا تھا چو لہے کے پتھر دھوئیں سے سیاہ۔ دانہ دھکا چنے کے واسطے اکیلے سنان میدان میں کودنا سنڈالانا۔ غرض جس چیز پر وہ نگاہ کرتا ہے اور نظر دوڑاتا ہے زبان حال سے یہی کھر رہی ہے۔ کہ اوس کے معشوقہ اور معشوقہ کی قوم یہاں سے جنگل کے کسی اور سمت میں کوچ کر گئی ہے جس سے اوس سخت صدمہ ہوتا ہے اوس کے دوست اوسے تسلی دیتے اور استقلال سورتے کہتے ہیں لیکن اوسے کچھ تسلی

نہیں دیتا کچھ حصہ تک خاموش حسرت زدہ پڑا رہتا ہے۔ آخر کار گریہ وزاری نالہ و فریاد سے اپنے دل کو تسکین دیتا اور سر اوٹھا کر ایک دل سوز جلن گداز فی البدیہہ قصیدہ کہتا ہے۔ وہ پہلے اون مقامات کا بیان کرتا ہے جہاں کہی پہلے وہ اس امید پر آیا تھا کہ اس کی محبوبہ وہاں مل جائے گی۔ اور اپنے دل کو اون خطرات کی یاد دلاتا ہے جو اسے اس مینا بانی سفر میں پیش آئے تھے۔ اپنے اونٹ کا بیان کرتا ہے۔ جو باوجود ماندگی سفر جو ش میں بھرا بیا بانوں کے دشوار گزار مقامات تک اسے لے گیا تھا۔ پھر اپنی ہمت و داناوی کا اظہار کرتا اور اپنے قبیلہ و قوم کے فخر کا بیان کرتا ہے۔ شب گذشتہ میں جو کوئی حسرت انگیز سندھ اسے موا ہے وہ بھی یاد آ جاتا ہے۔ کہیں کسی بلند پہاڑی پر آگ جلتی ہوتی ہے۔ یہ اسے دیکھ کر اودھر کو چلتے۔ اور کسی مہمان نواز عرب کے ڈیرے میں جا پہنچتے وہاں صاحب خانہ انھیں سایہ میں بٹھاتا اور مہمان نوازی سے پیش آتا ہے۔ پھر وہ اپنی محبوبہ کے حسن و جمال کا وصف کرتا اور صدقات و عشق و جدائی کا رونا روتا ہے۔ اسی اثنا میں اس کے رفیق اسے بے گائے باتے میں یہ اس مقام کو جہاں محبوبہ رہتی تھی لوٹ لوٹ کر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا اور افسوس کرتا جاتا ہے۔ یکایک ایک کالی گھٹا اٹھتی کچھ کچھ ترشح کرتی۔ سبیل چمکتی تمام آسمان چھپا جاتی ہے۔ اس قدرت کے تماشے سے اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ اور امید ہوتی ہے کہ کثرت سے بارش ہو کر جلی بھری زمین میں نئی جان پڑ جائے گی۔ اور اس طرح گلون کے واسطے چراگاہ پھر خوب سرسبز ہو جائے گی۔ معشوقہ کا قبیلہ جلد لوٹ کر پھر اپنی پہلی بستی میں آکر رہنے لگے گا۔

(۳۰) یہ جو اوپر مذکور ہوا برومی گلد بانوں کے قصیدہ کا ایک خاکہ ہے۔ ان تصانیف میں قریب قریب ہمیشہ یہی خیالات اور ایک ہی قسم کے الفاظ ان مضامین کے لئے بار بار لائے جلتے ہیں۔ مدحیہ قصیدہ کے بھی جس میں کسی بڑے آدمی کی تعریف کی جاتی ہے یہی صورت ہوتی ہے صرف اسی قدر فرق ہو جاتا ہے کہ بجائے محبوبہ و لنوا کے کسی سخی و فیاض کا نام لیا جاتا ہے جس کے پاس شاعر ملاقات کی غرض سے جاتا ہے یا یہ کہ اپنے معشوق کی تعریف کر کے وہ اپنے مدوح کی خوبیاں اور اخلاقیات جس کی مدح سرائی کرتا ہے جو ہمیشہ بے انتہا فیاضی و داد و مدح کے لئے تیار رہتا اور عشاق مصیبت زدہ کو تسلی دیتا ہے۔

(۳۱) اس سے صریحاً قیاس میں آسکتا ہے کہ قصیدہ کی تصنیف میں جو اسلوب اختیار کیا جاتا ہے

اگر کوئی شخص اس سے سبزی واقفیت رکھتا ہو تو کسی شعر کے ایک لفظ کو دیکھتے ہی شاعر کے میلان کو
 تازہ جائے گا اور بہت کچھ خود بخود ادنیٰ خیالات کو دریافت کر لے گا جو آئندہ بیان ہونے والے ہیں
 اسی طرح ہر ادب سے یہ بھی ملکہ ہو جاتا ہے کہ عربی کے کاتب جو نظم کو کہتے وقت عموماً مسخ کر ڈالا کرتے ہیں
 اور غلطیوں کے ڈمیر لگ جاتے ہیں ان کے صحیح الفاظ معلوم کر لے۔ کیونکہ اسے معلوم رہتا ہے
 کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے۔ اسے اس امر کے پناہ لگانے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی کہ عبارت کی غلط
 تحریر میں مصنف کے اصلی الفاظ کیا تھے۔ یہی خصوصیت اکثر نظموں میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔
 جن کے اشعار بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ ان میں بھی عموماً وہی خیالات دہرائے جاتے ہیں جو
 قصیدہ میں ہو کرتے ہیں۔ اور اسی لئے عربی زبان کے کہنے والے انہیں قطعات (کلمہ و ن)
 کے لقب سے جو پکارا کرتے ہیں ان کا کہنا بالکل صحیح ہے۔

(۳۴) بعض بعض تصانیف جدید طرز کے بھی ہیں جیسے دہستہ اور مولیا۔ جو دونوں اہل فارس سے
 لی ہوئی ہیں۔ اور موشحہ جسے اسپین میں ابن عبد ربہ نے ایجاد کیا ہے۔ اس قسم کی نظمیں اپنی انوکھی
 وضع اور نئے مضمون کے لحاظ سے چاروں طرف مقبول ہو گئیں۔ مولیا تو درویشوں میں مروج تھا۔
 موشحہ کو لوگوں نے بڑے شوق سے رواج دیا۔ اور اندلس میں اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا۔ جہاں سے
 اس نے مشرقی ملکوں میں بھی آکر جلوہ دکھایا ہے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شعرا
 افریقیہ باوجود لغوی خیالات و ناکارہ الفاظ کے فطرت کی خوبیوں کے سمجھنے اور خیالات کی نزاکت
 میں اپنے مشرقی بھائیوں سے کہیں بہتر تھے۔ یورپین لوگ جب ادب کی نظموں کو دیکھتے ہیں۔
 تو انہیں تعجب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہی تصورات و خیالات وہ ہی استعارات و کنایات اور نظم
 کا وہ ہی طرز و انداز دکھائی دیتا ہے جو ٹروئیڈ و راطالیہ کے قدیمی شعرا کی کتابوں میں
 نظر آتا ہے۔

(۳۵) ایک خیال جو شعرائے جاہلیت میں مروج تھا۔ اور مسلمانوں کے متاخرین شعرا نے اسے
 اپنے قصائد میں اکثر رواج دے رکھا ہے وہ طلیف ان خیال یا ہمزاد کا ہے۔ عاشق ایک بیابان میں
 را، تڑپتا ہوا اس طریق کے شاعر کہتے ہیں۔ جو سارنگی پر گانے کے لئے اپنے بے وزن نظم کو پڑھتا ہے اور گیارہویں
 باوجود تیرہویں صدی عیسوی میں فرانس کے جنوب اور اطالیہ کے شمال میں راکھتے تھے۔

جو کہ قافلہ کے ساتھ گزرتا ہے۔ کتنی ہی راتوں تک متواتر اپنے معشوق کی جدائی سے اوس سے فہم نہ ہونے لگتی
 لیکن جب ماندگی غالب آتی ہے تو مجبوراً آنکھ جھپک جاتی ہے۔ اوس وقت ایک صورت اوس کے
 سامنے آتی ہے۔ عاشق کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے کہ یہ صورت
 اوس کی محبوبہ کی ہے۔ اور اوس کے پاس ملاقات کو اور تسلی دینے کو آئی ہے۔ یہ خیالی صورت خود اس
 کی معشوقہ بنے بھی ہوتی ہے۔ یا خود معشوقہ ہی ایک روحانی صورت میں آتی ہے۔ جو خوفناک میا بانوں کو
 قطع کرتی بے انتہا تیزی سے اوس کے پلنگ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت معشوقہ بھی خواب
 میں ہوتی ہے۔ لیکن نہ آرام کرنے کے لئے۔ بلکہ صرف اس واسطے کہ جلے اور خواب میں اپنے
 عاشق کو دیکھ آئے۔ اس طرح عاشق و معشوق ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں۔ اور رقیب و غماز
 اُن کا کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ ایسے دشمن ہوتے ہیں جو ہمیشہ شاعر کے گرد رہتے۔ اور اگر اوس کے ہیں
 اپنے معشوق کے وصال کا موقع مل جائے تو یہ ہر طرح خلل انداز ہوتے ہیں اور ایسا رنگ و حسد
 رکھتے ہیں۔ کہ اوسے سونے بھی نہیں دیتے کہ شاید کہیں خواب میں وہ ملاقات نہ کر لے۔ یہ خواب کی
 جھپک عاشق کو صرف اوسی وقت نصیب ہوتی ہے جب کہ وہ اتفاق سے سو جاتے ہیں۔
 (۳۴) مسلمان شعرا کی رنگین عبارتیں اکثر بڑی مغلق ہوتی ہیں۔ سمجھنا دشوار ہوتا ہے و استعارات و منا
 بہت مروج ہیں اگر کسی معشوق کی آنکھ ہے۔ جب اس درخت کی نازک شاخ پھول کو نیچے کمزوری
 سے جھکتی ہے تو دل میں چشم بیاہ کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ درو گہر بھی اشک و چشم کو بتاتے ہیں کبھی
 دندان و محبوب کو۔ پھر انہیں دندان کو بیاہ اور تری کی وجہ سے کبھی کبھی زائاد سے بھی تعبیر
 کرتے ہیں۔ لب و محبوب، مرجان بھی ہوتے ہیں۔ اور لعل (لبے بہا) بھی۔ مسوڑے اوس کے
 انار کے پھول سے تشبیہ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے سیاہ برگ نازنینوں کے سیاہ بالوں کے یا
 عنوان شباب میں معشوقوں کے رخسارہ پر کے خط سبز کے مراد ہیں۔ اس خط سبز کو حذار یا لکام
 کی پوزی کہتے ہیں۔ حذار کا حرف لام اور فن کے مشابہ ہوتا ہے۔ کاکلون کے حلقہ رخسارہ یا گردن
 پر حرف واؤ کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ اونچین کرڈم بھی کہا جاتا ہے۔ یا تو اس سبب سے کہ اون کا
 رنگ سیاہ ہوتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ مضطربانہ حرکت کرتی رہتی ہیں۔ چشم معشوق شمشیر اور مرغان
 خنجر ہیں۔ رنگ کا گوراہن کا نوکھلاتا ہے۔ خال یا نقا ط حسن کو مشک بتاتے ہیں۔ جس سے سیاہ

بال بھی مراد ہوتے ہیں۔ خال کو کبھی کبھی ایک چیونٹی سے بھی تشبیہ دیتے ہیں جو خسارہ پر بھگتی ہوئی انگبین دھن کے واسطے جاتی ہے۔ چہرہ حسین بدر بھی ہوتا ہے اور روز روشن بھی مہر سے سیا شب و بھور کمر شاخ سرو یا نیزہ کہلاتی ہے۔ آپ روعزت و آبرو۔ شاعر اپنا آب رود آبرو ہیچا، اگر وہ بامید انعام و اکرام کسی ایسے امیر و دولت مند کی منج سرائی کرے۔ جس میں کوئی خوبی پائی نہ جاتی ہو۔

(۳۵) بعض اشعار جو ابن خلد کان نے نقل کئے ہیں اس قسم کے ہیں کہ ادن کا ترجمہ کرنا مناسب نہیں۔ اگر وہ کسی عورت کی طرف سے جو کسی نوجوان کے عشق میں سرشار ہوئی لکھی جاتی تو شاید اعتراض کے قابل نہ ہوتے۔ مگر صورت تو اس کے برخلاف ہے۔ اس لئے یوروپین ناظرین کی نگاہوں میں سخت نفرت انگیز ہیں۔ تہذیب کا تو تقاضا یہی تھا کہ اونچین خارج کر دیا جاتا۔ مگر چونکہ یہ بھی دکھانا منظور تھا کہ وہ اشعار کیسے ہیں بعض بعض کا ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ لیکن ایک نادر اشید و طرز میں لاطین زبان کا لباس پہنا کر۔ تاہم یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ اس قسم کی تصنیف ہمیشہ شہوات نفسانی کے جوش میں لکھی گئی ہیں۔ بار بار دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے بیانات صرف معمولی دوستی و محبت کے اظہار کے لئے ہو کر تھے ہیں۔ یا ادن سے فلاطونی لگاؤ (جسے صوفیانہ یا پاک محبت کہتے ہیں) دکھانا منظور ہوتا ہے جس کی تعلیم یونانی فلاسفوں کی کتابوں کے ترجمہ نے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو دی تھی۔ واقعی عشق و محبت دونوں الفاظ کے مفہوموں کو ادنوں نے ایسا مخلوط کر دیا ہے کہ ادن دونوں طرح کے جوہنوں کو ایک ہی لفظ سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور یہ امر کچھ کم مروج نہیں ہے کہ ایک سالخورہ عالم دوسرے اپنے ہی عمر والے کو مخلوط لکھتا ہے۔ اور ادن میں ایسے ہی گراگزی کے ساتھ خیالات درج ہو کر تھے ہیں لیکن وہ صرف دوستانہ اور محبتانہ ہی بیانات ہوتے ہیں اور بس (بدی کا تصور بھی دامن غیر ممکن ہوتا ہے) یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ کوئی شاعر جب اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے تو زمانہ روش میں نہیں بلکہ مردانہ لباس میں یاد کرتا ہے۔ تاکہ مشرقی طبیعتوں میں جو بلا عفت و عصمت کا خیال جاہل ہے اس کا ناراض مندی نہ پیدا ہو۔ اسلام میں چوتھی صدی ہجری سے مستورات کی طرف اشارہ کرنا خصوصاً شعر و سخن میں بہت ہی ناجائز فعل قرار دیا گیا ہے اور امین نے ایسے اشعار کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے تاکہ ادن کے اشاعت کا وہ فوجو ٹاڈی ظلم لوگوں میں محدود ہو جائے۔

یہ سختی بیان تک بڑھ گئی ہے۔ کہ قاہرہ میں کوئی مطرب و منفی حضار مجلس کے روبرو ایسے گیت نہیں گاسکتا جس میں معشوق کوئی عورت قرار دی گئی ہو۔ ان میں سے بعض اشعار و محالان رنگ بھی لئے ہوتے ہیں جس کی تشبیح کو شتر لاج دیوان حافظ و کلیات سعدی و شبہ سترسی لئے شتر لاج میں نظر انداز نہیں کیا ہے۔ جنرل ایٹامک ماہ فروری ۱۸۳۹ء میں اسی مضمون پر محرر اوراق کا ایک نوٹ دیکھینگے جس کی کجنگم کے سفر شام جلد اول صفحہ ۱۵۹ پر تائید کی گئی ہے۔ لیکن اس سے بھی انکار کرنا غیر ممکن ہے۔ کہ اس قسم کے نظم سے جو میلان ظاہر کئے جاتے تھے وہ ہمیشہ ہی پاک و بے لوث ہوتے تھے۔ کثرت از دواج اور رشک و حسد نے بعض مشرقی اقوام کے اخلاق کو نہایت ہی بری طرح بگاڑ دیا ہے۔

(۲۶) ابن خلکان نے اپنی کتاب ۶۵۴ (۲۵۶ھ) میں لکھی تھی۔ لیکن اس کے بعد جب تک وہ زندہ رہا اپنی کتاب کو درست اور صحیح کرتا اور اس میں اضافہ کرتا رہا۔ یہ تبدیلیاں جو اس نے کی ہیں اکثر معلوم ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ترجمہ میں بھی نظر آجاسکتے ہیں اور محققین متن میں اس کم تو جہی سے داخل کیا ہے۔ کہ بارہ اذن کی وجہ سے ابتدائی عبارتوں کا مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی باتوں کو اہل مشرق کچھ محبوب نہیں سمجھتے۔ اذن کا دستور ہے کہ حواشی اور تفسیحات جس قدر ہوتی ہیں کتاب کی عبارت ہی میں شامل کر دیا کرتے ہیں۔ مصنف نے اپنی کتاب مختلف زانوں میں شتہر کی تھی اس میں سے سب سے اخیر نمونہ محرر اوراق لئے لیا اور اس کے مطابق عربی نسخہ چھاپنے کے لئے تیار کیا اور اسی سے یہ ترجمہ کیا ہے۔

(۲۷) اس قسم کی کتاب کو ایک یورپ کی زبان میں ترجمہ کرتے وقت جو دشواریاں پیش آتے ہیں ان کا اندازہ وہ ہی شخص خوب کر سکتا ہے جس نے کہ کبھی اس قسم کا ترجمہ کیا ہو۔ راقم کا اول اول بار وہ تھا کہ اسے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرے۔ اور کسی قدر اس زبان میں ترجمہ بھی کر لیا تھا کہ اس میں میں نے اس کو ایڈیٹل ڈرافٹیشن کمیٹی کو پیش کیا۔ لیکن جب کمیٹی مذکورہ کی خواہش ہوئی کہ زبان انگریزی میں ترجمہ

۱۸) میں قرین سمجھا کہ کثرت از دواج یا ستون کے رشک و حسد سے اور اشعار میں فحش اور فحش مضامین کہنے سے کیا تعلق اور یہ عجیب اعتراض ہے کیا اور خلکان میں یہاں کثرت از دواج کا رد نامنع ہے اس قسم کے اشعار نہیں ہوتے یا ان کا راقم نے فحش اسلامی ملک میں کہہ ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو فحش نظموں اور اشعار کی فحش کثرت از دواج کا ترجمہ بنا کر پڑھ کر بھی ہو سکتا

کیا جائے تو میں نے از سر نو انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور حتی الامکان کوشش کی کہ غلطی عایت ملحوظ نہ رہے۔ صحیح ہے کہ عربی زبان کے خاص محاورات تعلیمی اور اصطلاحی الفاظ و مرکبات عالمانہ اشارات و کنایات اور نظم کے قطعات یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اونکا ترجمہ ممکن نہیں کہ ہمیشہ تحت لفظ ہو سکے۔ اس کا پورا پورا صاف صاف اور حرف بہ حرف ترجمہ کرنا اور پھر صحت معانی بھی قائم رکھنا قطعاً غیر ممکن تھا۔ اس مہم کی انجام دہی کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ اوس کی مزید فقرات سے تشریح کی جائے بعض مقامات پر جہاں متن میں تشریح کی ضرورت تھی اس مترجم نے ضرورت کے موافق نوٹ اور حواشی دیکر تشریح کر دی ہے۔ اور اپنا فرض یہ کر لیا ہے کہ جہاں کہیں کسی قسم کی کوئی دشواری آئے اوسے سلجھادیا جائے۔ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک اشتباہ کو صاف کر دیا جائے۔ ممکن ہے کہ ہمیشہ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی ہو۔ بلکہ بعض جگہ تو میں نے کھ دیا ہے۔ کہ میری سمجھ میں مطلب نہیں آیا اور شاید اور بہت جگہ میں نے غلطیاں بھی کی ہوں گی۔ لیکن جب کہ میں نے صحت کے لئے نہایت جدوجہد کی ہے تو امید ہے کہ علوم شرقیہ کے جاننے والے اگر کہیں میری غلطیاں پائیں گے تو ازراہ نوازش و مہربانی دست خردہ گیری و راز نہ کریں گے۔

(۳۸) جہاں کہیں ابن خلیکان کی کتاب میں کسی شخص کا نام تذکرہ آگیا ہے اوس کی سوانح عمری کے طور اہمات الکتاب اور معتبر ذرائع سے میں نے کچھ بیان لے کر نوٹوں میں دیدیا ہے۔ لیکن اس سب سے بہت نام ایسے ہیں کہ جن کی سوانح عمریاں لکھنے سے اس جلد میں رو گئے ہیں۔ اوس کے تین سبب ہیں اول تو یہ کہ اون کے تذکرہ خود مصنف نے ہی آئندہ چلکر کئے ہیں۔ وہ دوسری جلدوں میں آجاء دوسرے یہ کہ اس مترجم کو ہی اون کے حالات معلوم نہ ہوئے کہ وہ کون ہیں۔ تیسرے یہ کہ جو حالات معلوم ہوئے وہ اس قدر قلیل تھے کہ مرچ کرنے کے قابل نہ تھے۔ اونچیں اس امید پر رکھ چھوڑا کہ شاید آئندہ کی تحقیقات سے کسی موقع پر اون کا کچھ حال معلوم ہو جائے۔ اور پھر اور کسی جلد میں وہ درج کرنے کے قابل ہو جائیں۔

(۳۹) یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کی گئی ہے۔ لیکن جن کے تذکرہ اس میں مندرج ہیں ان میں علی العموم ایسے لوگ ہیں کہ وہ خاص کئی تون اور لقبون سے مشہور ہیں ان کی لمبی نہایت ضرورت تھا کہ ایسے لقبون کی ایک عام فہرست دیدی جاتی۔ کون شخص علمائے مشرقی کے سوا جا

سکتا ہے کہ ابوقام شاعر کے حالات سبب کے نام کے تحت میں ملین گے۔ اور منہی کے احمد کی اور طبری تاریخ کا محمد کے ذیل میں بیان پایا جائے گا۔ اس بات کے کہنے کی یہاں ضرورت نہیں کہ عربی نام کا تائید کنی لفظوں سے مرکب ہوا کرتا ہے۔ اول لفظ، تو لقب ہوتا ہے اب کیا تھا مرکب ہوا کر اولاد کی نسبت سے، جیسے ابو بکر (بکر کا باپ) پھر اصلی نام ہوتا ہے جیسے احمد۔ پھر آبائی نسب سے جیسے ابن جریر (جریر کا بیٹا) پھر قبیلہ اور ملک کی نسبت وغیرہ سے جیسے الازدی (قبیلہ ازد کا) المصری (مصر کا) اسی میں وہ القاب بھی شامل کرنا چاہئیں جو کسی خاص سبب سے دیئے جاتے ہیں۔ (۴۴) نسب نامہ بھی کبھی کبھی اس کتاب میں بڑے لمبے چوڑے دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصنف کا مطلب اس میں یہ ہے کہ وہاں تک نسب کو بصورت تمام پوچھا دیا جائے جہاں تک اوس کے خاندان میں اوپر کوئی نامی گرامی اور شہور و معروف شخص اجائے بعض اوقات یہ طول طویل فہرست نہایت مفید ہوتی ہے۔ اس سے عربی قبائل کے باہمی رشتہ ملتے جلتے بھی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اشخاص کے ناموں میں میں نے ناموس اور ذہبی کی تقلید کی ہے۔ اور مقامات کے ناموں میں سیوطی کی مرصدا و ابوالغدا کی تقویم البلدان سے مدد لی ہے۔ ابن خلکان کے اوس نسخہ سے بھی جو مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مجھ کو بہت مدد ملی ہے۔ جہاں کہیں تلفظ مشتبہ ہوتا ہے وہاں اوس نے خود اعراب لگا دیئے ہیں۔ لیکن اس جلد کا کچھ حصہ ترجمہ ہو کر چھپ چکا تھا اوس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ایسا قیمتی نسخہ بھی دنیا میں آج تک موجود ہے۔ جب یہ نسخہ مجھے اوس کے مالک ڈاکٹر کیورٹن سے مل گیا جس کی مہربانی کا میں نہایت ہی ممنون ہوں تو میں نے اپنے ترجمہ پر نظر ثانی کی اور جہاں جہاں کہیں میرے دل میں شک باقی تھا اوس کا مقابلہ کر لیا اور اوس کا جو نتیجہ ہوا وہ نوٹوں میں دے دیا۔ اوس کے بعد اس جلد باقی ترجمہ کرنے وقت اوسے سامنے کر لیا دوسری جلد میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔



ترجمہ

وساچہ انگریزی تاریخ ابن خلکان

مندرجہ جلد دوم انگریزی

اگرچہ شریعت اسلامیہ کا بانی ایک شخص عربی نژاد تھا اور قرآن شریف بھی جو انواع و اقسام کے علوم کا سرچشمہ ہے ایک عربی کتاب ہے۔ مگر یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ مسلمان علما میں کثرت سے وہی لوگ پائے جاتے ہیں جو عربی نسل سے نہیں بہت ہی کم عرب ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے علوم شریعت میں یا ان علوم میں ناموری حاصل کی ہو جن کی بنا عقل انسانی پر قائم ہوئی ہے۔ یہ بات ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھی ہے اور واقع میں یہی صحیح ہے۔ جن لوگوں کو ابن خلکان کی کتاب وفيات الاعیان کے دیکھنے کا اتفاق پڑا ہے وہ یقیناً اوس سے تسلیم کریں گے۔ کیونکہ جن جن کے اوس نے تذکرات لکھے ہیں اوس کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ اکثر اوس میں سے موالی ہیں موالی کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ عربی نسل کے نہ تھے جس کے صحیح معنی آئندہ بیان کئے جائیں گے۔ ابن خلدون نے جو وجہ اس امر کی لکھی ہے کہ اگرچہ کامل تشفی ناظرین کی اوس سے نہیں ہوتی لیکن اوس نے جس انداز سے لکھی ہے اور اوس بیان کو اپنی خاص حسن اور کاریز پر پہنچایا ہے اوس کا مطالعہ یوچین ناظرین کے لئے خالی از بچہ ہی و لطف نہ ہو گا۔ ہم اوس سے کچھ کہتے ہیں وہ کہتا ہے۔

یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ ملت اسلامیہ میں عالمان علم اکثر اہل عرب ہیں۔ عربوں میں سے نہ تو علوم شریعی ہیں کسی فنون

حاصل کی اور نہ علوم عقلیہ میں۔ اگر کہیں کوئی عرب کی نسل سے ہوئے بھی ہیں تو ادون کی زبان عجمی ہے۔ پر و کوشس
 جہان پائی وہ ملک عجم ہے۔ جن استادوں سے پڑھا اور علم حاصل کیا وہ عجمی ہیں حالانکہ ملت اسلام عربی الوطن اور
 صاحب شریعت عربی النسل سچاس کی وجہ یہ ہے کہ اول اول ملت اسلام میں نہ تو کوئی علم تھا اور نہ کوئی صنعت و ہنر
 جانتے تھے۔ سادگی اور بدادوت کا مقتضی ہی یہ تھا کہ وہ محض امی ہوں۔ احکام شریعتہ یعنی اوامر و نواہی ایزوی اور نہ
 قلوب میں محفوظ تھے۔ انھیں زبانی نقل کرتے آتے تھے۔ اور انھوں نے صاحب شریعتہ سے اور ادون کے اصحاب سے
 سیکھے تھے۔ اور انھیں ماخذ کتاب و سنت کو وہ جانتے تھے۔ اس وقت میں وہ سید ہے عرب جو تعلیم و تعلم و تالیف و تدوین
 سے مطلق آشنائے تھے۔ نہ تو انکو کسی کی طرف سے تحریک ہی ہوتی تھی۔ نہ انھیں کبھی اس کی حاجت ہی پڑی تھی۔ صحابہ
 اور تابعین کے زمانہ میں اسی طرح معاملات گذر گئے۔ جو لوگ کہ اس وقت اس علم کے حامل اور ناقل تھے وہ قرآن
 یعنی کتاب اللہ کے پڑھنے والے کہلاتے تھے۔ یہ لوگ امی نہ تھے۔ عرب ہونے کے سبب سے امیت صحابہ کی ایک
 عام صفت ہو گئی تھی۔ حاملان علم قرآن کو اس وقت جو قرآن کہتے تھے اوس میں اسی کی طرف اشارہ تھا۔ یہی لوگ کتاب اللہ
 اور سنتہ ماثورہ عن اللہ یعنی اوس سنت کے پڑھنے والے تھے جبکہ اصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ انھیں
 جو احکام معلوم تھے وہ اسی پیرایہ سے جو اکثر اوقات آیات قرآنہ کی شرح اور تفسیر میں معلوم ہوئے تھے چنانچہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَرَكْتُ فَيْكُمُ الْاَمْرَيْنِ لَنْ تَفْضَلُوْا مَا تَسْكُنُمُ بَيْنَهُمَا الْكِتَابُ وَاللَّهُ وَصَلْتِيْ بَيْنَهُ
 چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم اس سے تمسک کرو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے یہ دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی کتاب و سنت
 سنتہ میں۔ جب ملون الرشید کا زمانہ آیا اور وہ بھی گندہلا تو تفسیر قرآنہ کے بنائے اور حدیث کے ضائع ہو جانے کے خوف سے
 اوس کے ظلم بند کر لینے کی ضرورت پڑی اس پر اسانید صحیحہ اور غیر صحیحہ کی تیز سر کے واسطے معرفت اسانید اور تعدیل و تغلیظ کی
 حاجت ہوئی پیر جو (ممالک اسلامیہ میں امن و چین ہونے سے معاشرتی) واقعات گذرتے تھے کتاب و سنت سے اوس کے
 احکام نکلنے کی کفرت ہو گئی۔ اور ہر اسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی بگڑنے لگی جس سے قوانین نحوہ کا بنانا لا بدمعاز
 اب جس قدر علوم شریعتہ تھے ان میں استنباط و دفع من الاصول (استخراج احکام از کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و مسائل
 کے باہم) منظر و قیاس میں ملکہ درکار تھا۔ اس سے اور علوم کی بھی حاجت ہوئی جو ان علوم شریعتہ کے لئے وسائل تھے
 یعنی قوانین عربیت قوانین استنباط و قیاس کے جاننے کی بھی ضرورت لاحق ہو گئی۔ بدعت و اسناد کی بھی کفرت ہو گئی
 تھی۔ مآثر و براہین سے عقائد یا ناید کی بھی حمایت لازم تھی۔ یہ تمام علوم اس قسم کے تھے۔ کہ تعلیم کی ادون
 میں حاجت تھی۔ مہارت و ملکہ ادون میں چاہئے تھا۔ اس واسطے انکا سکھانا بھی اور پیشوں کی طرح پیشہ سیکھا

اور صنعت و حرفت کے تحت میں شمار ہونے لگا۔ یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ صنعت و حرفت حضرا و تمدن کی خصوصیات سے ہیں۔ لیکن عرب حضارۃ و تمدن میں تمام دنیا سے پیچھے ہیں۔ اس واسطے علوم نے اپنا کھیمہ تو حضارۃ میں ڈالا۔ اور عرب اوس سے اور اوس کے بازاروں سے دور رہ گئے۔ اس عہد میں غمی لوگ یا عرب کے موالی جو اون کی روش پر چلتے تھے یا استیون کے رہنے والے عرب جو غمی زندگی بسر کرتے اور انھیں کی سی صنعت و حرفت کو اپنا پیشہ کر رکھا تھا تمدن تھے۔ کیونکہ عجمیوں میں اون کی حکومت کے زمانہ سے تمدن اور کثافت خاصہ بن گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فن نحو کا بہت بڑا امام شیخؒ ہے۔ اور اوس کے بعد فارسی پھر اون دو دونوں کے بعد زجاجؒ۔ یہ سب کے سب فارسی نسل سے تھے۔ لیکن عرب کی جہان بولی جاتی تھی وہاں پرورش پائی تھی اور عربوں کی مخالفت رہی تھی عربی زبان اون کو آگئی تھی۔ اونھوں نے اوس کے لئے قوانین بنائے۔ اور اپنے بعد کے لوگوں کے واسطے اوسے ایک فن بنا کر چھوڑ گئے۔ ایسے ہی حاملین حدیث بھی جنھوں نے اوسے اہل اسلام سے سنا تھا اکثر غمی ہی تھے۔ یا زبان اور وطن کے لحاظ سے غمی بن گئے تھے۔ رہے اصول و فہم کے علمائے سب کے سب ہی غمی تھے یہی حال علم کلام والوں کے لئے متکلمین کا اور اکثر مفسرین کا ہے۔ وہ بھی غمی ہی تھے۔ علم کی حفظ و حمایت اور تدوین کے لئے سب عجمیوں کے اور کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔

اب عربوں کا حال سنئے جب وہ بدادۃ سے نکلے اور حضارۃ و تمدن میں گھر بنایا۔ تو دولت عباسیہ کے عہد میں اون کو ریاست کے شغل و اشتغال نے گھر لیا۔ اونھوں نے ملک داری کو چھوڑ کر علمی کاموں کی طرف توجہ نہ کی کیونکہ ایک تو وہ اہل دولت کے حامی اور صاحب ریاست تھے۔ دوسرے یہ کہ علمی کام صنعت و حرفت کے تحت میں داخل ہو گئے تھے ان سے اونھیں عاری بھی آتی تھی۔ روساؒ ہمیشہ صنعت و حرفت محنت و مزدوری وغیرہ سے شرم کیا کرتے ہیں۔ اونھوں نے اہل عجم اور مولدین کو اس کام کے لئے مجبور دیا۔ اونھیں کو اس کا حقدار و سزاوار جاننے لگے۔ کیونکہ یہ اون کا دین بھی تھا اور یہ علوم بھی اونھیں کے تھے اور اونھیں اہل علم ہونے کی حیثیت سے بالکل حقیر بھی نہ سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ عربوں سے یہ کلام بالکل نکل گیا اور اہل عجم اس کے ملک ہو گئے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ابتدائے انتہا تک جو اپنا ایک اصول مقرر کر لیا ہے اس کا پورا پورا اثر مضمون مذکور میں بخوبی نظر آتا ہے۔ اوس کا کلیہ بنا۔ نے کا ایک شوق یہ ہے کہ ایک

کلیہ کے تحت میں لاتا ہے۔ اور ہمیشہ تسلیم کیا کرتا ہے کہ ایک نتیجہ کے واسطے ایک ہی علت بالکل کافی ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ تو کسی طرح اوس کے خیال کے مطابق ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ معاملہ مذکور میں اس کا ضعف بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ یہ تو ایک تاریخی واقعہ ہے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ عرب امارت کے درجہ کو پہنچے اور حکمرانی کرنے لگے تو علم سے غفلت و بے پروائی کی۔ اور اوس کے کاموں غیر ملک والوں کے ہاتھ میں مجھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ایک فطرتی بات ہے کہ انھوں نے غرور کی وجہ سے اوس پر توجہ نہ کی۔ مگر اس وجہ سے کہ علم ایک پیشہ ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ہمیں اوس کی تحصیل سے اون کی جہالت و ناقابلیت میں بڑا دلچسپی جائے۔ تاہم اس امر کی تشریح مزور ہے کہ غیر قوم کے لوگوں نے شرع اسلامیہ اور علوم عربیہ پر کیوں توجہ کی۔ اور اسے بڑے شوق و ذوق سے کس واسطے سیکھا۔

اگرچہ ایک ایسے شخص کی رائے پر اعتراض کرنا خالی از گستاخی نہیں جو اسلام میں ابتدا سے لیکر آج تک شاید سب سے بڑا فلسفی ہوا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ بعض موقعوں پر اس قسم کی کوشش قرین انصاف ہو۔ اور غالباً یہ موقع انھیں مواقع میں سے ہو۔ اس سوال کے جواب میں ابن خلدون کے نظر جو چو گئی ہے وہ بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اقوام مفتوحہ کے لوگوں کے واسطے صرف علم ہی ایک ایسا ذریعہ تھا کہ فائزین کی نظر میں ادن کی عزت و حرمت پیدا کر سکتا تھا۔ تحصیل علم سے ہی اعظم کے ادن شعبوں کو جان سکتے ہیں جن سے شرع اسلام کی حقیقت کا انکشاف اور اصول شرعیہ کی جلا اور ترقی ہو سکتی تھی۔ انھوں نے دیکھا کہ قرآن و حدیث اور سنت خیر القرون میں جو قوانین پائے جاتے ہیں وہ ایسے غیر متعین اور بے ترتیب ہیں کہ حکومت عرب ان کو اون معاملات میں جاری کر کے کام نہیں چلا سکتی جو روزمرہ نئے نئے ادن کے چاروں طرف ہو رہی ہیں۔ عجمی تہذیب میں پڑھے ہوئے تھے ادن کے قوانین و ماضیہ اوس کام کی قابلیت حاصل کر چکی تھیں۔ انھیں معلوم ہو گیا کہ اگر احادیث کی جمع اور تحقیقات کا کام کریں اور عربی علماء و بیکہ قرآن کی مشکلات کو آسان اور یکساں کر دیتے تو ایک قاعدہ اور ترتیب میں منضبط کر دیں تو ہم اس کے واسطے زیادہ موزوں ہیں جیسا سچے انھوں نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پورا کر دیا۔ مخلوق میں عزت و حرمت کی غرض سے محنت گوارا کی۔ اور قوانین و تعلیم کو مطابق دیکر ایک باقاعدہ دستور العمل کی صورت میں مرتب کر دیا۔

اس طرح پر مالی کے ایسے اشغال سے جس میں امن چین اور سلامت روی دوسرے پیشوں سے بہت
بڑھ کر تھی عربی فتوحات کو استقلال و استحکام حاصل ہو گیا۔

لفظ مثنوی مصدر دلی (نزدیک شدن) سے مشتق ہے۔ ظرف مکان کا صیغہ ہے وہ جگہ بتلاتا
ہے جہاں وہ فعل واقع ہو جو اس کے مصدر سے نکلتا ہے یا وہ فاعل ظاہر کرتا ہے جس میں وہ حالت
پائی جاتی ہو جو اس کے مصدر سے منکشف ہوتی ہے۔ اس لئے لفظ مولیٰ کا مفہوم ہے وہ جگہ یا وہ شخص
جس میں قربت موجود ہو۔ مگر معمولی محاورہ میں اس کے معنی ہوتے ہیں۔ مالک یا غلام مثنیٰ آزاد
کرنے والا مثنیٰ آزاد کیا ہوا صاحب (ہمنشین) جار (ہم سایہ) حلیف (ہم سگند) قریب (مشتاق)
منعم و منعم علیہ وغیرہ۔ یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ ان مختلف مفہومات میں ایک عام
خیال یعنی قربت کا تصور روحانی ضرور پایا جاتا ہے۔ مصدر دلی کا ابتدائی مفہوم بھی اس کے مشتق
دلی (نزدیک) میں پایا جاتا ہے۔ جس کے معنی دوست اور دلی کے لئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ
دلی خدا کے نزدیک ہوتے ہیں۔

مثنیٰ اور مثنیٰ میں جو رشتہ ہے وہ لفظ دلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا مفہوم تناصر یعنی
مدد کرنا ہے۔ اس تناصر میں دو چیزیں ہو کر تھیں۔ ایک یہ کہ مولا کے اعلیٰ مثنیٰ دیت یعنی خون بہا
کرتا ہے اگر مولا نے اسلئے آزاد کیا ہو کسی کے قتل کا مرتکب ہو۔ دوسرے یہ کہ آزاد کرنے والا آزاد
کئے ہوئے کا وارث ہوتا ہے یا یوں کہو کہ آزاد کرنے والا اپنے آزاد کئے ہوئے کا قائلہ (خون بہا
دہندہ) اور وارث ہوتا ہے۔

ولاع حق اھما آزادی دینے سے بھی ہوتی ہے۔ اور قربت سے بھی۔ اسبوا سٹے اس کی دو قسمیں ہیں۔ آزادی دینے
کی دلا کو دلا و العتاقہ اور نیز دلا و التنا بھی کہتے ہیں۔ اور قربت کے دلا کو دلا و التنا بولتے ہیں۔
دلا و العتاقہ آزادی دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ آزاد کیا ہوا غلام اس شخص کا مولیٰ ہوتا ہے۔ جو اسے
آزاد کرتا ہے۔ اور اگر یہ مولیٰ مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ رہے تو اس کے مال کا وارث
اس کا آزاد کنندہ اور اس کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ دلا و العتاقہ اسی وقت موثر نہیں ہوتی جبکہ
وہ نون فریق مسلمان ہوں۔ بلکہ اس وقت بھی جاری ہوتی ہے جبکہ دو نون کا فرہون یا ایک مسلمان
اور ایک کافر ہو۔

طلاق الموالاة طرفین کی رضا مندی سے منقذ ہوتی ہے جب تک شخص کسی دوسرے شخص سے اقرا کرے اور کہے کہ تو میرا مولا اے اعلیٰ! یہ جو بے بین مروی عیادہ وارث ہو گا۔ اور جب مجھ پر کوئی دیت عائد ہو تو تو اس سے دیگا۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ یا میں تجھ سے ولایت (دیت) کرتا ہوں اس امر کے لئے ضروری شرائط یہ ہیں کہ جو شخص آئندہ مولا دے اسفل! ہو نہ والا ہے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو اور نہ وہ عرب ہو اور نہ کسی عرب کا مولیٰ ہو۔ اور نہ کسی اور شخص نے اس سے قبل اس کے عوض دیت دینے کا اقرار کر لیا ہو۔ اور جس وقت یہ عقد کیا جائے اس وقت زبان سے اقرار وراثت اور اسے دیت کا ذکر کیا جائے۔ کسی فریق واحد یا فریقین میں سے دونوں کے اسلام کی ضرورت نہیں۔ اگر فقہ کا مذہب ہے کہ ایک ذمی دوسرے ذمی سے یا دوسرے مسلمان سے اور کوئی مسلمان کسی ذمی سے عقد ولا کر سکتا ہے۔ اور ایسے ہی کوئی مرد کسی عورت سے اور کوئی عورت کسی مرد سے بھی کر سکتی ہے یہ بھی ضرور نہیں کہ یہ عقد اسلامی ممالک میں ہوا ہو۔ مولے کی اولاد (جو اس عقد کے بعد پیدا ہو جی ہو گی) نہ اس سے قبل تو ضرور ہے کہ اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ اس عقد سے متاثر ہونے اور فائدہ اٹھانے کی مستحق ہوتی ہے۔ ولا الموالاة سے غیر ملک والے نوادر کو وہ تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں جو کسی مسلمان کے ہونا چاہئیں اور اسی سے اسے اپنے عاقلہ کے منتخب کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے۔

شرع اسلامیہ میں ہر ایک شخص کا کوئی عاقلہ ہونا چاہئے۔ یعنی کوئی شخص یا کوئی جماعت ایسی ہونا چاہئے کہ اگر اس شخص پر دیت عائد ہو تو اس کے عوض دے۔ کسی شخص کے وہ سب لوگ عاقلہ ہوتے ہیں جن کے نام ایک ہی دیون میں اس کے نام کے ساتھ لکھے ہوں۔ بشرطیکہ وہ شخص فوجی ملازم ہو یا اسے خزانہ سرکاری سے وظیفہ ملتا ہو ورنہ اس کا قبیلہ اور خاندان اس کا عاقلہ ہو گا۔ اس کے بعد اس کے مولا اے اعلیٰ بھر اس کے مولا اے اسفل کا درجہ ہے۔ اور اگر اس کا کوئی عاقلہ نہیں تو سرکاری خزانہ پر ادا دیت لازم ہو گی۔ اگر وہ کسی غریب یا حوالے غریب میں رہتا ہو تو جس قدر باشندہ مندرجہ رجسٹر ہوں وہ سب اس کے عاقلہ ہوں گے۔ اور اگر وہ کوئی پیشہ کرتا ہو گا تو اس کے سب پیشہ والے اس کے عاقلہ گنے جائیں گے۔ ذمیعین کی ہر ایک جماعت اپنی جماعت کے ہر ایک آدمی کی عاقلہ ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے جو مولا ہو اس کا عاقلہ آزاد کرے والا

اور آواز کرنے والے کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اور اگر عقدِ ملاقات کی وجہ سے مولیٰ ہو تو اوس کا
مطالعہ اعلیٰ اور اوس کے رشتہ دار عاقلہ شمار کئے جاتے ہیں۔

تعلیم مسلمانان

اس کتاب کی جلد اول میں اوس طرزِ تعلیم کا جو اسلامی ممالک میں علی العموم جاری ہے اجمالاً ذکر
کر چکے ہیں۔ لیکن یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس امر میں ہمارے معلومات بہت ہی محدود
ہیں اور جس نظامِ تعلیم سے کسی مسلمان اچھے تعلیم یافتہ کے قوائے ذہنیہ کو ترقی ہوتی ہے وہ ابھی
تک ہمارے لئے بالکل ایک رازِ سرستہ کی طرح ہے۔ لیکن اون اسباب کی ماہیت کما حقہ دریافت کرنا
ضروری امر ہے جس سے ایک بہت بڑی اور مہذب قوم کا ایک خاص طرزِ وانداز پیدا ہو گیا تھا۔
اگر یہ ممکن ہو کہ اس امر سے ظلمت کا پردہ اٹھا دیا جائے تو مسلمانوں کے خیالات اور اسلامی تہذیب کا
شمعیک ٹھیک تصور میں حاصل ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی تحقیقات کے لئے عربی مصنفین کی کتابوں
پر بہت بڑی مدد کی توقع ہونا چاہئے تھی۔ لیکن بد قسمتی سے جو کتابیں ان مصنفین نے اس مضمون پر
لکھیں اور ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اون سے اس مقصد کے تمام بیڑے منکشف نہیں ہوئے۔ تاہم
اشارات بھی اپنی قدرِ قیمت سے خالی نہیں۔ اون سے اس نظام کے بعض حصے ہیں نظر آ جاتے ہیں
اور کل حصے کی طرف راستہ پالینے کے طرف ہمیں ہدایت کر دیتے ہیں۔ اون میں سے ایک بہت ہی
بڑا تعجب انگیز اشارہ وہ ہے جو ابنِ خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے
اطفال کو قرآن شریف کی تعلیم دینا ایک مذہبی قاعدہ ہو گیا ہے۔ مسلمان اپنے تمام شعروں میں بچوں کو قرآن
پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ اس فدیہ سے اون کے (دو خواستہ) طبیعتوں میں شجہ را بیان استحکام کے ساتھ بڑھتا
اور آیاتِ قرآنیہ اور بعض احادیث میں جو عقائد مندرج ہیں اوسکے ذہن میں بجا دیتا ہے اور اس طرح یہ
قرآن اور تعلیم کی اہل ہو جاتا ہے جس پر آئندہ جبل کر داعیِ ملکات کی بنا پڑتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچپن

تعلیم کا ذہن میں بڑا سوچ ہوتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے وہ دوسری تعلیم کی اہل ہو جاتی ہے۔ جو تعلیم اولیٰ دل میں اپنا نقش جاتی ہے وہ ملکات اور ذہنی قوائے کے ترقی کے لئے اساس کا کام دیتی ہے۔ اور اسی اساس اور اس کے سلوہن پر اون ملکات کا ہی حال ہوتا ہے۔ جو اسپر مینی اور تنصیر ہوئی تعلیم قرآن سے بچوں کے قوائے ذہنیہ میں مختلف قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس کے لحاظ سے انہوں نے اس کے مختلف طریقہ تعلیم مقرر کر لئے ہیں۔ اہل مغرب (یعنی الجور اور مرکز شس طالون) کا طریق یہ ہے کہ وہ بچوں کو فقط قرآن پڑھاتے ہیں اس طرح کہ طالب علم کو ایک مرتبہ ناظرہ پڑھاتے ہیں پھر اس کے قواعد کے بموجب جواون کے ملک میں جاری ہے اسے حفظ کرا دیتے ہیں اور اوس کے ساتھ اس کے پڑھاتے وقت قرآن کا رسم الخط بھی سکھاتے اور اس کی وجوہات بھی پوچھتے جاتے ہیں۔ اور جو قرأتون میں اختلاف ہے وہ بھی بتاتے جاتے ہیں۔ اس کے سوا حدیث فقہ شعر و سخن اور عربیت وغیرہ جو علوم اون کے یہاں مروج ہیں اس وقت کچھ بھی نہیں پڑھاتے وہ اوسی وقت سکھاتے ہیں۔ جب اس میں طالب علم کو خوب کمال ہو جاتا ہے۔ اس بعد وجہ میں مبتدی اوس کا بڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب چھوڑ دیتے ہیں تو اکثر تعلیم سے ہی بالکل دست بردار ہو جاتے ہیں۔ مغرب کے شہر والوں کا اور نیز جو بڑے بڑے قریات کے رہنے والے اور مغربی اقوام سے ہیں اون کا بھی طریقہ یہ ہے وہ اپنے بچوں کو حد بلوغ سے آگے جاتی تک اسی طرح تعلیم دیتے ہیں۔ اور جب کوئی بڑا ہو جائے اور اپنی عمر کا کچھ حصہ ہو کر پھر قرآن کا بڑھنا شروع کرنے تو وہ بھی یہی تیرہ اختیار کرتا ہے۔ اس سبب سے اہل مغرب قرآن کے لکھنے اور اس کے حفظ کرنے میں سب سے بہتر ہوتے ہیں۔ اور نصیبن اور کوئی نہیں پہنچتا۔

رہا انڈس سواون کے یہاں بھی قرآن کی تعلیم جاری ہے۔ مگر ایک کتاب کی حیثیت سے دینے اور اس کا رسم الخط جس طرح حقیقت ہو سکھاتے جاتے ہیں۔ اور تمام تعلیم میں اس بات کی ابھی طرح رعایت کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن تعلیم کی اہل دنیا وہ ہے۔ اور دین اسلام اور اس کے علوم کا منبع ہے اس لئے تعلیم کی بھی اصل اور مضمون نے قرار دیا ہے اس لئے وہ فقط قرآن پر اقتصار نہیں کرتے بلکہ اپنی اولاد کی تعلیم میں اس کے ساتھ اکثر شعر الکی کتابیں بھی پڑھاتے۔ عبارت نویسی و مضمون نگاری بھی سکھاتے ہیں۔ اور قوانین عربیت کی تعلیم بھی دیتے اور یاد کرتے ہیں۔ اور خوش نویسی و کتابت کا بڑا خیال کرتے ہیں۔ تعلیم میں ان چیزوں کو چھوڑ کر صرف قرآن پر ہی زور نہیں دیتے بلکہ اس میں سب سے زیادہ اون کی توجہ کتابت پر ہوتی ہے۔

یہاں تک کہ لڑکا مدبلوغ کو پہنچ کر جو انی میں قدم رکھتا ہے۔ اس وقت اس سے شرف و سخن اور عربیت میں ایک نئے دخل ہو جاتا اور وہ نہیں سمجھنے لگتا ہے۔ خط و کتابت میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور (تقریباً) تمام علوم سے اس کے متعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اوں کے یہاں تعلیم علوم کی سند کا طریقہ جاری ہو تا تو بہت ہی اچھا تھا کہ چونکہ پڑھائی علم کو ترقی ہوتی ہے۔ یہ طالب علم اور دن کو پڑھاتے تو ان کے علم میں بھی ترقی ہوتی، مگر چونکہ اوں کے ملک میں سند کا طریقہ جاری نہیں ہیں اوں کی تعلیم منقطع ہو جاتی ہے (اور وہ دوسروں کو نہیں پڑھاتے اس لئے جو کچھ انھیں حاصل ہو سکتا ہے وہ سب اسی ابتدا کی تعلیم سے ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر خدا کسی کو ہدایت دے تو یہی تعلیم اس کے لئے کافی ہے۔ اگر اوسے اور ترقی کرنا ہو تو اسی تعلیم سے اسے اور علم حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل افریقہ دینے تو نس والے جب اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں تو قرآن کے ساتھ اکثر حدیث بھی پڑھاتے ہیں۔ اور قوانین علوم کو سکھاتے اور اوں کے بعض مسائل کو حفظ کراتے ہیں۔ مگر چونکہ اوں کی خاص توجہ قرآن پر ہوتی ہے۔ اور اوس کے اختلاف روایات و قرأت کی واقفیت پر زیادہ نظر کرتے ہیں۔ خوشنویسی اوس کے نتائج ہوتی ہے (یعنی مقصود بالذات) اس لئے خوشنویسی میں انھیں کمال نہیں ہوتا۔ غرض اوں کا طریقہ قرآن کی تعلیم کا اہل اندلس کے طریقہ کے اقرب ہے۔ یہ طریق انھوں نے مشائخ اندلس سے حاصل کیا تھا۔ اندلس والے وہاں سے اس وقت چلے آئے تھے اور تونس میں سکونت اختیار کر لی تھی جب مشرقی اندلس پر نصاریٰ نے قبضہ کر لیا تو انھیں ہلاک کر کے اولاہستان کی اولاد نے اس کے بعد یہ طریق سیکھا تھا۔

اب رہے مشرق والے تو جہاں تک ہم کو معلوم ہوا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی.....
تعلیم میں قرآن کے ساتھ دوسری چیزوں کی تعلیم مخلوط کر دیتے ہیں۔ مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کس چیز پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ لیکن جو ہم نے سنا ہے وہ یہی ہے کہ وہ قرآن کے پڑھانے پر زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ اور غریبوں کو اور ان کے قوانین کو ایام شباب میں پڑھتے ہیں تعلیم خط کو اوس میں مخلوط نہیں کرتے بلکہ خوشخطی کے واسطے ان کے یہاں جدا خانہ ہے اور اس کے لئے معلم ہی جدا ہیں وہ اسی طرح سیکھی جاتی ہے جس طرح دوسرے کام سکھے جاتے ہیں بچوں کے مکاتب میں اوس کے مشق نہیں کراتے۔ اگر تفتیشیوں پر لکھا ہے بھی ہیں تو بہت خوشخطی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ خوشخطی سیکھا جاتا ہے اوس کے شوق و بہت پر موقوف ہے۔ وہ اوس کے بعد اس میں کمال حاصل کیا کرتا ہے۔

ابن دیکھنا چاہئے کہ افریقہ اور مغرب والے جو قرآن پر ہی اقتصار کرتے ہیں اوس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اوس میں زبان دانی کا ملکہ بالکل نہیں پیدا ہوتا کیونکہ قرآن شریف سے کسی قسم کا بلکہ اور ذہنی قوت پیدا نہیں ہو سکتی وجہ یہ ہے کہ انسان اوس کی طرح کی کوئی عبارت بنا نہیں سکتا۔ تو اوس کی اسلوب بہادر اور اوس کے مانند عبارت بنانے کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا اور قرآن کے اسلوب کے سوا اور کسی چیز میں اس سے ملکہ ہی نہیں ہوتا اس سے اسے زبان عربی میں کوئی ملکہ حاصل نہیں ہوتا۔ نہ تو عبارت کے لکھنے میں اس کو استعداد ہوتی ہی نہ کلام عرب میں کچھ تصرف ہی کر سکتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ افریقہ والے اہل مغرب سے اس میں کچھ بہتر ہوتا ہے وہ قرآن کے ساتھ کچھ علوم کی عبارتیں اور اوس کے قوانین بھی حسب مذکورہ بالا پڑھاتے ہیں اور ان میں عربی میں فی الجملہ تصرف کی قدرت ہو کر رہی ہے کچھ اپنا ٹوٹ چلا لیتے ہیں۔ مگر ان کو بلاغت کا مادہ نہیں ہوتا۔

رہے اہل اندلس جو تعلیم میں نفسن اختیار کرتے ہیں۔ اور کثرت سے شعرا و نظم کے دیوان پڑھا انشا پر داری اور ترشل سکھاتے اور ابتدائے عمر سے ہی تحصیل عربیت پر زور دیتے ہیں اور ان میں ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ عربی زبان میں سب سے زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔ مگر باقی علوم میں تعلیم قرآن و حدیث پر جو علوم کی اہل و اساس ہیں پوری پوری توجہ نہ کرنے کے باعث بہت قاصر ہوتے ہیں وہ اپنے بچپن کی تعلیم ختم کرنے کے بعد تعلیم ثانی میں جس قدر ترقی کرتے ہیں اوس کے لحاظ سے وہ علم صرف و نحو اور ادب میں درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر تعلیم ثانی نہ ہو تو کم استعداد رہ گئے اور اگر اچھی ہو گئی تو بڑے باکمال ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابو بکر بن العسکری نے اپنی کتاب الرجال میں ایک بہت ہی عجیب و غریب اور جدید طریقہ تعلیم کا لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ اطفال کو سب سے اول عربیہ اور اشعار کو پڑھانا چاہئے جیسے اہل اندلس کا طریقہ ہے۔ کیونکہ اشعار عرب کا دیوان ہیں (یعنی عرب کی زبان نظم اور اشعار میں منحصر ہے) زبان کے بگاڑ کی وجہ سے اوسکی اور عربیت یعنی نحو کی تعلیم سب سے اول ہونا چاہئے۔ پھر حساب کی طرف توجہ کرنا اور اوس میں اتنی مہارت حاصل کرنا چاہئے کہ اوس کے قاعدہ آجائیں اس کے بعد قرآن کو پڑھے اوس وقت وہ بہت آسان ہو جائے گا یہاں وہ کہتا ہے افسوس بابے ملک والے کیسے غافل ہیں بچوں کو کتاب اللہ ایسے وقت پڑھاتے ہیں کہ وہ اسے کچھ بھی نہیں سمجھتے اور جو چیز ضروری اور اہم نہیں ہے اسی میں مصروف ہو کر ضروری اور اہم کو چھوڑ دیتے ہیں پھر کہتا ہے اس کے بعد طالب علم کو اصول دین اور اس کے بعد اصول فقہ فقہ جہاں حدیث سے اپنے علوم متعلقہ کے بالترتیب پڑھانا چاہئے۔ مگر یہ یاد رہے

کہ ایک وقت میں دو علم نہ پڑاے جائیں۔ لیکن اگر طالب علم جودت طبع اور شوق کے لحاظ سے اس لائق
 ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ طریق تعلیم جو قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے واقعی نہایت ہی عمدہ ہے
 لیکن جو عادت پڑ گئی ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ چھوٹا مشکل ہے۔ لیکن یہ عادت جو بڑی عمدہ اس لئے
 ہے کہ قرآن کو تبرکاً اور ثواب کے لئے سب سے پہلے پڑھاتے ہیں اور یہ بھی اندیشہ کرتے ہیں کہ جو شخص
 جوانی میں سچوں کو آفات کا سامنا ہوا کرتا ہے علم چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ قرآن کا پڑھنا پھر کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ
 جب تک وہ آغوش میں لینے کے لائق اور چھوٹے ہوتے ہیں اون پر حکم عمل سکتا ہے۔ لیکن حد بلوغ
 سے تجاوز کر تی مٹی شتر بے مہار ہو جاتے ہیں جوانی کی ہوا لگی اور رغبات کے کنارہ اڑا کر جا ڈالا۔ سچین
 کے زمانہ میں قرآن کا پڑھنا دینا غنیمت ہے ایسا نہ ہو کہ محض بے بہرہ رہ جائیں۔ لیکن اگر یہ یقین ہو کہ روکا جائے
 ہو کہ علم کا شوق کرے گا اور تعلیم کو جاری رکھے گا تو جو کچھ قاضی نے لکھا ہے اس سے بہتر کوئی ذریعہ تعلیم
 کا نہیں۔ مغرب اور مشرق دونوں کے طریق سے بہتر جو۔ ولکن اللہ تبارک و تعالیٰ ما شاء لا معقب لحکمہ سبحانہ
 اب ابن خلدون کے اس بیان سے جو اس نے نہایت تشریح کے ساتھ لکھا ہے۔ ابتدائے تعلیم
 کا حال بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا حال دریافت
 کرنے کے واسطے کہیں اون تذکرات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جو ان مضمون کے مسلمان علماء کی تعلیم
 کی نسبت لکھتے ہیں۔ ابن سینا کی سوانح عمری دیکھنے سے ہمیں اس کی ابتدائے تعلیم کی کچھ حالات
 دریافت ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ توجہ کے قابل ہے۔ مگر عبداللطیف (مورخ مصر) کے خود اس کی
 لکھی ہوئی سوانح عمری میں اس سے زیادہ مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں اس نے
 بچا اپنے زمانہ کے بڑے بڑے نامی گرامی استادوں سے تعلیم حاصل کی تھی اس کا پورا پورا حال
 لکھا ہے۔ اگر یہ کتاب کچھ کم مشہور ہوتی تو میں اس کا خلاصہ یہاں لکھ دیتا اپنا فرض سمجھتا۔ لیکن چونکہ وہ
 دوسرے تہ جیب چکی ہے اور ہر کسی کو مل سکتی ہے۔ ایک تو عربی اولیٰ ثن زبان میں موسلی نے چھاپی ہے
 اور دوسری عربی اور فرانسیسی میں مسٹر ٹی ساسی نے طبع کرائی ہے۔ یہ دوسرا ترجمہ ایسا اچھا اور
 مفرح ہے۔ کہ اگر میں اس کا از سر نو انگریزی میں ترجمہ کرتا تو میں اس علوم شرقیہ کے نامی گرامی
 ماہر سے جو میرا بہت ہی بڑا معزز استاد تھا کہیں سے کہیں پیچھے رہ جاتا۔ ہرگز ہرگز اس تک نہ پہنچ سکتا
 اسی قسم کی ایک تحریر وہ بھی ہے جو ابن خلدون نے اپنی سوانح عمری میں لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کہ میں نے قرآن کو پڑھ کر اور اسے حفظ کر کے اسے پھر از سر نو پڑھنا شروع کیا اور قرأت سب سے کو
 سیکھا۔ اور اخیر مرتبہ ان سب قرأتوں کو پڑھا اس وقت میں نے سب اکیس مرتبہ قرآن پڑھا تھا بائیسویں
 مرتبہ سب قرأتیں تمام کر لی تھیں۔ اور ان دو قرأتوں پر اس تعلیم کو تمام کیا تھا جو یعقوبؒ پڑھایا کرتا تھا۔ اسی
 زمانہ میں دو اور کتابیں بھی اوس کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ایک لائبریری جو ابن فزیر الشاطبی کی نظم
 ہے اور جس میں قرآن شریف کی قرأتوں کا بیان ہے۔ اور دوسری رائیہ جو اسی مصنف کی نظم ہے
 اور قرآن مجید کے رسم الخط پر لکھی ہے اس کے بعد اوس نے فقہ کے جو ابن عبد البر نے احادیث موطا کے
 بیان میں تصنیف کی تھی۔ پھر شیخ مصنف ابن مالک اور ابن الحاجب کی مختصر الفقہ کی سی بہت کتابیں
 پڑھیں مگر ان کتابوں کو اوس نے حفظ یا نہ کیا۔ اسی زمانہ میں وہ اپنے باپ اور نیز اپنے چیلے استاد
 سے صرف و نحو بھی پڑھتا رہا۔ قصائد ستہ حماسہ دیوان بوٹام اور کچھ قصہ دیوان غنئی کا اور بعض حص
 کتاب الاغانی کی بھی پڑھی۔ شمس الدین الکسانی سے جو تونس کا بڑا محدث تھا صحیح مسلم پڑھی اور اجازت
 بھی حاصل کی۔ فقہ میں خامہ المدونہ پڑھا۔ جو ابوسعید البرنسائی کا بنایا ہوا اور فرقہ مالکیہ کی فقہ میں ہے
 علاوہ برین فقہ کی عام واقفیت بھی حاصل کی۔ امام مالک کی موطا بھی پڑھی۔ اور اوس کتاب کی اور نیز سیرۃ
 الرسول اور رسالہ ابن صلیح کی جو احادیث کے بیان میں ہے۔ اور نیز اور بہت کتابوں کے پڑھانے کی
 اجازتیں بھی لے لیں عبدالرحمن ابن المہینہ الحنفی کے کتب خانہ کو بھی جا کر دیکھا۔ جوہر کو کا ایک بہت
 بڑا محدث اور بخوبی تھا۔ اور شہ تہنس تک اوس کے شاہنشاہ ابو الحسن کے ساتھ وزیر ہو کر گیا تھا۔ اس
 کتب خانہ میں حدیث فقہ صرف نحو لغت غلامکاتہ اب او نظم کے تین ہزار کتابوں سے زیادہ تھیں
 اور ہر ایک نسخہ نہایت تحقیقات اور صحت سے لکھا گیا اور اوس کی تصدیق کیلئے بڑے بڑے علما کی دستخط اور ان پر
 موجود تھو۔ ایک اور استاد سے اوس نے منطق علم کلام فقہ وغیرہ علوم عقلی اور فلسفی حاصل کئے جس زمانہ میں
 ان علوم کو پڑھا کرتا تھا اسی وقت بڑے بڑے علما کی مجالس علمیہ میں جاتا آتا۔ اور ان کی صحبت سے فیض
 اٹھاتا تھا۔ اس تہ تحصیل کے بعد اوس نے تین سال تک ایک شیخ ابو عبد اللہ الہیالی سے بھی استفادہ کیا
 اس کے بعد وہ کہتا ہے مجھے معلوم ہوا کہ میں کچھ جانتا ہوں اس وقت اوس کی عمر کا بیسویں یا اکیسوا
 سال تھا۔ جو اوس نے اپنی تحصیل ختم کی تھی۔

(۱) دیکھو ترجمہ دیباچہ انگریزی جلد اول فقرہ نمبر ۱۹۔

(۲) دیکھو تذکرہ سیپوئہ نمبر ۳۳۳ متوفی ۱۸۰۳ء۔

(۳) دیکھو تذکرہ فارسی نمبر ۵۵۵ متوفی ۱۸۳۳ء۔

(۴) دیکھو تذکرہ زجاج نمبر ۲۲۲ متوفی ۱۸۳۱ء۔

(۵) مترجم انگریزی کا یہ قول تو براہتہ غلط ہے۔ کہ عربوں نے جاہل اور ناقابل رہنے کو عالم اور لائق ہونے سے بہتر سمجھا ہوا دایسے ہی یہ بھی یقیناً صحیح نہیں ہے۔ کہ انہوں نے عزور کی وجہ سے علم نہ پڑا ہو بلکہ صرف اتنے ہی بات ہے۔ کہ وہ عیش و عشرت میں پڑ گئے اور دولت کے مزے اڑانے لگے تھے جس کو من مانی ملزومین طہین کو کون ہے کہ وہ محنت کے کام کرے اور صفت میں آرام و آسائش پر لات مار کر صیبت میں پھنسے لیکن یہ جواب صرف طبقہ امرا کو عربوں کے طرف سے ہو سکتا ہے۔ یہ طبقہ اوسط و ادنیٰ اوس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی نے جب خلافت اپنے ہاتھ میں لی۔ تو بہت جلد مدینۃ النبی کو جسے حکم ربانی سے اوس کے رسول نے اپنا دارالصحبت بنایا تھا چھوڑنا پڑا اور ایک عرصہ کی نقل و حرکت کے بعد کوفہ میں اپنا صدر قائم کیا۔ اسکے بعد نبی اُمیہ کی خلافت قائم ہوئی تو چونکہ اون کے قوت کا مقام دمشق تھا وہ وہاں سے مدینہ نہ آ سکے اور جب ایک مرتبہ اون کا صدر وہاں قائم ہو گیا اوس کے تبدیل کی طرف کسی کو پوری پوری توجہ نہ ہوئی۔ اور دوسرے حضرت علی کی وجہ سے اون کے متبعین اور بنی امیہ کے مخالف عراق میں بلکہ اوس سے بھی مشرق کو خراسان میں ہی مجھے رہے اور اوسے قرب و جوار میں بنی عباس کی قوت پیدا اور قائم ہوئی اور انہوں نے اپنا صدر بغداد میں قائم کیا۔ اس وقت عرب اور غیر عرب سب عراق کی طرف جھک پڑے۔ اور ہر قسم کے ارباب کمال وہاں جمع ہو گئے۔ خلافت بنی عباس میں گولیفہ عربی نسل تھا۔ مگر مارے دولت عزائی و خراسانی یا تو عجمی النسل تھے یا موصلیہ اور ستم۔ بھرا و مصلحین کے ملک میں اوس کا صدر بنایا گیا اس لئے سلطنت سے جو فوائد حاصل ہو سکتے تھے وہ قربت کی وجہ سے اون کو ملنے حاصل ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ اہل عجم نے ملک کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عرب نجد کی وجہ سے اوس سے محروم ہو گئے اگر اسلامی قوت کا مرکز مدینۃ النبی میں ہوتا تو علوم اسلامیہ کو بانی عرب ہوتے۔ اور بہت سی اخلاقی خرابیاں جو علوم اسلامیہ میں پڑیں وہ نہ ہوتیں۔ دیکھو جب تک ہندوستان میں دہلی دارالسلطنت رہا۔ ہندوستان خاص کے باشندہ تمام علوم و فنون اور کمالات کے مالک رہے۔ جب انگریزی عہد میں کلکتہ دارالحکومت ہوا تو بنگالی انگریزی میں تمام ہندوستان مقدم و ممتاز ہو گئے۔ اس کی ہزاروں مثالیں تاریخ میں موجود ہیں نہ مدینۃ النبی سے کسی خلافت اوٹھائی جاتی نہ علوم و فنون عربوں سے کچھ غریبۃ النسبہ اور پر دیسی پیدا ہوتے عراق میں دارالخلافت کے ہونے سے عربی زبان و

جو کئی جس کے منہ تاریخ ابن خلکان میں بھرے پڑے ہیں۔ اچھی عربی کے واسطے روایت کا سلسلہ تاہم کرنا چاہیے جس سے اہل علم کے ذہن اس میں معروف ہو گئے۔ دوسرے علوم و فنون مفیدہ کی ایجاد اور ترقی کی گنجائش نہ رہی عربی زبان میں غیر عربوں نے جو کتابیں لکھیں اوس میں اپنی عربی یا قریباً قریباً کی خاطر مشکل عربی میں لکھیں جس سے جو علوم اُن میں بیان کئے گئے وہ گویا سات قفلوں کے اندر بند کر دئے گئے کسی انسان نے اُن کی طرف توجہ نہ کی۔ اور آخر دیکھنے لگا کہ دنیا سے اُنھیں معدوم کر دیا۔ اگر اُن نقصانات کی تفصیل کی جائے جو حجاز سے کمرسی خلافت کے اٹھ جانے سے اسلام میں پیدا ہوئی تو ایک متحمل کتاب بنانا پڑے گی۔

۶۷) یہ سچ ہے کہ اہل فارس نے اسلامی علوم کی خدمت کی اور عربوں کے ہاتھ سے یہ کام نہوا۔ مگر اس وجہ سے کہ عجمی تہذیب میں پڑے ہوئے تھے بلکہ اس وجہ سے بنی اُمیہ کے ہاتھ سے سلطنت نخل کرہ بنی عباس کے ہاتھ میں جانے کے یہ معنی تھے کہ عربوں سے سلطنت نخل کرہ اہل فارس کے ہاتھ میں چلی گئی۔ سلطنت بنی عباس سلطنت فارس تھی عرب اگر اس سلطنت میں تھے تو صرف فوج میں تھے۔ رسول کے کام سب اہل فارس کے ہاتھ میں تھے۔ اس سے اُنھوں نے فائدہ اٹھایا اور اسلامی علوم کو اپنا کر لیا۔ اگر صرف تہذیب ہی اس کا باعث ہوتی تو شام کے رومی اور مصر کے قبطی بھی جو تہذیب میں خصوصاً نصرانیہ سے متاثر ہونے کی باعث علوم دینیہ میں ایرانیوں سے بھی زیادہ تھے اسلام کے خادم بنے۔ ہم حضیں دیکھتے کہ شاذ و نادر کے کسی رومی یا قبطی نے اسلام کا کوئی کام کیا ہو۔ حالانکہ ان میں سے بھی بے انتہا اسلام لائے تھے۔

۶۸) دیت اوس مال کو کہتے ہیں جو کسی انسان کے قتل یا اوس کے کسی عضو کو ناقص کرنے کے سبب سے دیا جاتا ہے۔ دیت مغلطہ سوا وینٹیان قتل شہید محمد میں دے جاتی ہے دیت مخفف ہزار دینار رسول کے یا رسول کے درہم چاندی کے قتل خطایا جاری مجرے فحاش میں دی جاتی ہے۔ اور اگر مقتول عورت ہو یا کوئی نصرانی یہودی مجوسی مذہب کا آدمی ہو دیت نصف دی جاتی ہے۔ اگر کسی کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا دونوں آنکھیں منکوع کر دی جائیں تو پوری دیت دی جائیگی۔ ایک ہاتھ ایک پاؤں ایک آنکھ کے لئے نصف دینا پڑے گی تاکہ کان زبان عقل اور عضو تناسل کے نقصان سے پوری دیت دی جاتی ہے۔

۶۹) دیکھو ترجمہ دیباچہ انگریزی جلد اول فقلاکد۔

۷۰) دیکھو تذکرہ - ۵۹۸ -

۷۱) جلد علمائے شریع کی اصطلاح میں وہ فن ہے کہ جس میں اولاً وبراہین کا مقابلہ کر کے سوچ و مرجوح کو

دیکھا جاتا ہے۔

۱۱۱) بیان یعقوب سے مراد یعقوب بن اسحاق الحضرمی ہے۔ جو ایک بہت بڑا قاری گذرا ہے ابن خلکان نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دیکھئے تذکرہ ۷۹۶۔

(۱۲) دیکھو تذکرہ قاسم ابن فیروز الشاطبی نمبر ۱۰-۵۔ لامیہ سے ملے دیہان اوس کی کتاب حیرت الالامانی ہے۔
(۱۳) دیکھو تذکرہ ۸۰۸۔

(۱۳) دیکھو تذکرہ ۵۲۲ نوٹ ۱۲۔

۱۵۹ تھیل نحمدہ میں ابن مالک کی تصنیف سے ہے۔ جالینہ کا مصنف ہے۔ اور جس نے ۶۲۷ھ ۹۱۶ھ میں وفات پائی ہے۔

(۱۶) ویکیتو تذکرہ ۳۸۶-

(۱۶) چچ محمد شاعر عربیہ بین۔ امر القیس نابینہ علقمہ زمزمیز طرفہ عشرہ۔

(۱۷) و یکھو تذکرہ ۱۴۳-

(۱۹) وکیعت ذکرہ ۴۹ -

(۲۰) دیکھو تذکرہ ص ۱۳۴۔

(۷۱) دیکھو تذکرہ ۳۳۵۔

(۲۲) دیکھو تذکرہ ۳۵۳۔

تذکرہ

دیباچہ انگریزی تاریخ ابن خلکان

مندرجہ جلد چہارم انگریزی

حیات ابن خلکان

۱۔ دریات و جلد کے دست پچ پر صوبہ منوصل کے حصہ جنوبی کے مقابل ملک ایک وسیع خط واقع ہے جسکی شمال میں دریائے زاب الاکبر ہے مشرق میں کوہستان ہے جو بامین سلطنت عثمانیہ و حکومت فارس حد فاصل ہے۔ اوس کے جنوبی حد ایک مفروضہ ہے جو قریہ کفری ہے دریائے و جلد تک چلا گیا ہے۔ مغربی حد اوسکی دریائے و جلد ہے۔ دارالحکومت اسکا اربلہ ہے جو منوصل سے شمال و شمال مشرق کو بیس گھنٹہ یا بیس فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۲۔ ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ء) تک چالیس سال سے زیادہ سلطان صلاح الدین کا نسبتی بہائی دارالحکومت اربلہ میں حکومت کرتا رہا۔ اور اس حیلانقدر شاہنشاہ کو عہد میں خوب چین جان میں امان سے بسر کیا۔ اس حاکم کا نام کوٹوبائی تھا جو ایک ترکی لفظ غوکوبوری کا بگڑا ہوا ہے۔ اور جس کے چہنما فی محاورہ میں گرگ نیلگن کے معنی ہیں۔ اوس زمانہ کے دستور کے موافق جو بیس برس لقب ہوا کرتے تھے اس سوار کا لقب ملک معظم مظفر الدین تھا۔ اس کے باپ کا نام علم بن خلکان

اور قبط زین الدین کو چک تھا جو سلطان نور الدین کا باجگزار اور بڑا وفادار تھا۔ کو کو بوری سلطان صلاح الدین کے ساتھ جنگ صلیبی میں بڑی شجاعت سے اوس کا شریک رہا اور عربی مورخ کہتے ہیں کہ دشمن کے مقابلہ میں اسے ہمیشہ فتح ہی رہی سلطان صلاح الدین نے اسے شہر اربلہ اور اوس کے صوبہ کی حکومت دے رکھی تھی۔ لیکن یہ ایسی حکومت کرتا تھا جیسے کوئی خود مختار حکومت کرتا ہو۔ جو کچھ ملک کی آمدنی ہوتی اس سے مساجد بنواتا۔ مدارس اور شفا خانہ جاری کرتا۔ بیگانگان یتیم اور لاوارث اطفال وغیرہ کیلئے محتاج خانہ بناتا اور ان کی پرورش کرتا تھا۔ ابن خلکان نے اس کا حال بڑی تشریح سے اپنے کتاب میں لکھا ہے۔ اور مذہب اسلام کی محبت سے جو جو کام کو کو بوری نے رفاہ عام کے لئے کئے تھے ان کا حال نہایت دلچسپی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

فقہاء علماء اور طالب علم اوس کے پاس آتے اور انواع و اقسام کے افادات و ثنائف پاتے تھے۔ ابن خلکان مصنف کتاب وفیات الابرار کو بھی اپنے طالب علمی کے زمانہ میں اس سے بڑی مدد ملی تھی۔

۳۔ یہ بھی یہاں کہہ دینا مناسب ہے کہ صوبہ بنو صعل پر بھی جو دریا کے درجہ کے مقابل ہے تقریباً اسی زمانہ میں ایک اور سردار حکومت کرتا تھا جو عقل و دانش اور داد و دہش میں والی از بل کا ہم سہارا تھا۔ نولوا ملک الرحیم اوس کا نام اور قبط تھا۔ اور عز الدین ابن الاثیر کا بہت بڑا مرئی اور دوست تھا اسی کی مدد و اعانت سے اُس سرخ نے اپنی جلیل الشان کتاب الکامل تصنیف کی تھی۔

۴۔ خاندان بنی خلکان جعفر بن یحییٰ بن خالد برکی کی نسل سے تھا۔ اور شہر اربل میں بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ ہمارے مورخ کے پر دادا کے نام سے یہ خاندان خلکانی کہلاتا تھا۔ موسیٰ و موسیٰ ساسی ابنی کتاب کرنا میتھی عرب کی تیسری جلد طبع ثانی ص ۳۰۵ میں لکھتا ہے کہ خلکان کا نام اس کے نسب نامہ میں نہیں ہے۔ لیکن اوس فہرست میں جس کا وہ خود حوالہ دیتا ہے اور جو ٹڈ میں نے اپنی کتاب کا نسخہ پکٹس میں اور ایک فہرست میں جواب الحامس نے اپنی کتاب ٹڈ کے تذکرہ ابن خلکان میں دی ہے خلکان کا لفظ یقیناً موجود ہے علاوہ برین طبقات الفقہاء طبقات الشافعیین میں بھی ہمارے مصنف کے نسب نامہ میں یہ لفظ مندرج ہے۔

۵۔ لیکن اس امر میں بہت بڑا شبہ ہے کہ اس کا اصلی تلفظ کیا ہے۔ عربی میں خلکان لکھا ہوا ہے حرف ل پر نہ تو سکون ہے اور نہ تشدید لیکن ہم نے جوابی کتاب میں خلکان بڑا نام لکھا ہے یہاں

غالباً اوس کا صحیح تلفظ ہے۔

۶۔ ابن خلکان کا خاندانی نام پر مکی تھا۔ مگر حقیقت اس خاندان کی بنیاد صحیحی بن خالد سے ہوئی تھی جو ایک مشہور شخص اور بزرگ کا پر پوتا تھا۔ اس کے نسب نامہ کی محکومین جہاد القلین ملی ہیں۔ ایک تو ٹمہین نے اپنے کا نسب پکٹس میں کسی گنام مصنف سے لیکر لکھی ہے۔ دوسری ایک قلمی نسخہ سے ملی ہے جو کتب خانہ سینٹ جرمین میں منسوخ ہے۔ تیسری ابو الحسن کی کتاب المنہل سے لی گئی ہے جو ابن خلکان کے خاندان پر کوکو بوری اور اوس کا باپ ابن کبتگین بڑی مہربانی کرتے تھے۔

۷۔ ابن خلکان خود کہتا ہے کہ ”ہمارے“ خاندان پر مظفر الدین کوکو بوری کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہر چند ہم کو دشمنین کریں مگر اوس کے ایک ادنیٰ حصہ کا بھی شکر یہ لو انہیں کر سکتے۔ جو جو عنایتیں اوس نے ہم پر کی ہیں اور جو اوس کے آباؤ اجداد سے ہوئی آئی ہیں اونکی انتہا نہیں۔“ ایک اور مقام پر وہ کہتا ہے: ”اگر اوس کا باپ محمد بن ابراہیم اوس مدرسہ کا مدرس تھا جو اربل میں ملک معظم مظفر الدین یعنی کوکو بوری نے قائم کیا تھا اور اپنے اخیر دم تک وہاں پڑھا کرتا رہا تھا۔ ۲۱ شعبان ۶۱۷ھ (۵ جنوری ۱۲۲۰ء) میں اس نے وفات پائی۔ ابن خلکان اوس وقت دوسرے سال میں تھا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اربعہ انسانی ششہ در ۲۴ متنبہ ۱۲۷۰ھ کو میں اربل میں اوس مدرسہ میں پیدا ہوا تھا جس کی بنیاد کوکو بوری نے قائم کی تھی۔ اس کیاس چا صتا ہے کہ اوس کا باپ مدرسہ میں جو رہتا تھا یہ بھی غالباً والی اربل کی ایک خاص عنایت تھی۔ اوس کی ماں کا نام تو ہمیں نہیں معلوم۔ مگر وہ خلف ابن ایوب کی بیٹی تھی جو حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھی۔ اوس کے بھائی ضیاء الدین عینی کا حال ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ ۶۲۶ھ (۱۲۲۸ء) کو قریب وہ حلب کو بہار الدین بن شدا و مصنف حیات مصلح الدین کے پاس پڑھنے کے لئے گیا تھا۔ غالباً وہ بھائیوں میں بڑا تھا اور چارے ماہے میں اوس وقت سولہ برس کا ہو گا۔

۸۔ قبل اس کے کہ ابن خلکان دو برس کا پورا ہوا اوس نے اپنے باپ سے (ربانی) تعلیم کی کچھ ابتداء باتیں یاد کی تھیں۔ اسی زمانہ میں اوس نے ایک بہت بڑی عالمہ بی بی زینب بنت الفری سے جو ہنشمیری ہونامی گرامی شخص کو شاگردوں سے تھی اجازت پائی تھی۔ اس امر کی کہ جو جو چیزیں ملے اسے پڑھائی تھی وہ اس کو خوب آتی ہے۔ اون اتنا دون کے نام بیان لکھ دینا کچھ ضروری نہیں جن سے ابن خلکان نے اپنے ابتدائی زمانہ میں کچھ علم حاصل کیا تھا۔ تاہم ایک شخص کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس کا لقب شرف الدین اور خاندان بنو ہشک سے تھا جو بڑا نامور اور محترم خاندان تھا جس میں بہت لوگ عالم فاضل ہوئے تھے۔ ابن خلکان کہتا ہے جب میں سچا تھا تو اوس کے پاس سبق پڑھنے جاتا تھا وہ بہت ہی اچھا آدمی تھا۔ جب مجھے یاد ہوتا ہے تو اوس کے بغیر دنیا مجھے بالکل ناچیز معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ کسی برس تک وہ اربل میں قیام پذیر رہا۔ (۱۲۱۱ھ) میں وہ وہیں تھا جب کہ کسی نے ابن السنونی کے قتل کے لئے اوس پر حملہ کیا تھا جب اوسکی تیرہ برس کی عمر تھی تو اوس نے شیخ محمد بن حبیب اللہ الصوفی کے پاس صحیح بخاری کی سماعت کی تھی۔

۱۲۱۲ھ (۱۲۱۳ھ) میں اوس نے ابن عثیم کو اربل میں دیکھا تھا۔ یہ شاعر وہاں کسی معاملہ میں سفیر ہو کر گیا تھا۔ (۱۲۱۵ھ اور ۱۲۱۶ھ) کے درمیان اربل سے وہ موصل کو کوئی دس تہہ سے زیادہ گیا۔ جہاں ضیاء الدین بن اللہ مصنف تاریخ کامل کامیابی رہا تھا۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی کہ اوس سے ملوں اور کچھ علم حاصل کروں وہ میرے باپ کا بڑا گہرا دوست تھا۔ مگر مجھے اپنے منصوبہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ (۱۲۱۷ھ) میں اوس نے اس غرض سے کہ حلب میں جا کر تحصیل علم کرے اپنا وطن چھوڑ دیا۔

۱۰۔ اوس زمانہ میں شام کا شمالی ملک ایک جماعہ اعلیٰ تھی۔ جسکی دار الحکومت حلب تھی۔ وہاں کے حاکم الملک انطاہر نے جو صلاح الدین کے بیٹوں میں سے تھا قاضی ابوالحسن کو جس کا دوستانہ لقب ابن شداد تھا اور جو بہاء الدین کے نام سے تمام میں مشہور تھا اپنا وزیر اور خاص مشیر مقرر کر لیا تھا اس کے قبل یہ کارپرداز صلاح الدین کا وزیر اور کاتب رہ چکا تھا۔ اسی شخص نے بعد میں سلطان صلاح الدین کی تاریخ بھی لکھی تھی جس کا ترجمہ البرٹ شلمن نے فرنج زبان میں کیا ہے۔ بہاء الدین کے آنے سے قبل صلب میں اعلیٰ درجہ کے مدارس بھی بہت ہی کم تھے۔ اور اہل علم شاذ و نادر ہی رہتے تھے۔ ابوالحسن بہاء الدین نے اس لئے مدارس پر توجہ کی اور ان کا انتظام درست کر کے اچھے اچھے ذی علم استاد وہاں مقرر کئے۔ اس لئے اس کے ایام حیات میں ہی وہاں بڑے بڑے ائمہ ہی مدرسہ جاری ہو گئے اوس نے خود ہی اپنے ذاتی مصارف کے ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ اور ایک چھوٹا مدرسہ صرف اون احادیث کی تعلیم کیلئے قائم کیا تھا جو خاص سول مقبول و متعلق رکھتے ہیں خلکان کہتا ہے کہ جب حلب کی یہ حالت ہو گئی تو اطراف و کنات

۱۲ اہل علم وہاں آگئے تعلیم و تعلم کا بازار گرم ہو گیا اہل علم کا ایک۔

ایک مجمع کثیر وہاں نظر آنے لگا۔ میرے باپ سے اور اس قاضی ابوالمحسن بہار الدین سے اس زمانہ سے دوستی تھی۔ کہ یہ دونوں موصل میں ساتھ ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ میرے جانے سے کچھ روز قبل میرا بھائی وہاں گیا تھا کہ بہار الدین کی نگرانی میں پڑھے۔ ہمارے شہر کے والی (کو کو بوری) نے ایک خط او سے (یعنی بہار الدین کو) بڑے زبردست الفاظ میں اس کی سفارش میں لکھ دیا تھا اس خط میں اس نے لکھا تھا کہ آپ جانتے ہیں ان لڑکوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنے کی ضرورت ہے یہ اس شخص کے بیٹے ہیں جو میرے لئے میرے بھائی کی طرح تھا اور اسی طرح آپ کے لئے بھی بھائی سے کم نہ تھا۔ اس سے زیادہ میں اور کوئی سفارش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

۱۱۔ رمضان ۶۲۷ھ کے اخیرِ قریب ۲۔ اگست ۱۲۲۹ھ میں ابن خلکان اربل سے نکلا۔ موصل پہنچ کر اس نے کمال الدین بن مناس سے شرفِ خدمت حاصل کیا جو اپنے زمانہ کا اعلیٰ عالم اور نامی گرامی فقیہ صوفی اور ریاضی دان تھا۔ جس کا آئندہ چکر اس نے ایک تذکرہ بھی (اپنی کتاب میں) لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ اس کے پاس اکثر جایا کرتا تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ میرے والد مرحوم کا بڑا گہرا اور بے تکلف دوست تھا مگر میں اس سے علمی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ موصل میں میں نہ رہ سکا۔ اور مجھے شام کو جانا پڑا تھا۔ شوال ۶۲۷ھ کو غالباً ۶۔ اگست ۱۲۲۹ھ میں ابن خلکان اس صوبہ میں ہو کر گذرا جس کا اس زمانہ میں شرقیہ نام تھا۔ اور پھر حنّان سے ہو کر حلب کو روانہ ہوا جہاں وہ یکم ذی القعدہ ۶۲۷ھ (۲۱ ستمبر) سن ۱۲۲۹ء کو جا داخل ہوا۔

۱۲۔ ابوالمحسن بہت ہی بامروت شخص تھا۔ اس نے ہماری نہایت خاطر داری کی۔ اور حتی المقدور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اپنے مدرسہ میں رہنے کو مجھے دی۔ اون لڑکوں کی فہرست میں ہمارا نام درج کیا جن میں کھانا مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ اور اگرچہ ہم عمر بن کم اور مبتدی تھے مگر بڑے درجہ کے لڑکوں میں شامل کیا۔ اس طرح پیر میں اور میرا بھائی اس کے مرلے تک وہیں رہے۔ ۱۴۔ صفر ۶۳۲ھ (۸ نومبر ۱۲۳۴ء) کو اس نے وفات پائی تھی۔ اس زمانہ میں درس کا کوئی عام قاعدہ نہ تھا۔ کیونکہ ہمارے استاد ابوالمحسن کی عمر بہت ہو گئی تھی۔ اعضاء بن نہعت آگیا تھا۔ اٹھنا بیٹھنا و نشو و نما تھا۔ چہ جائیکہ وہ مضامین اپنے حافظہ میں جاتا اور اگر طلبہ کو درس دیتا۔ اس واسطے اس نے طالب علموں کو چار عالموں کے سپرد کر رکھا تھا۔ اور ان چاروں اساتذہ سے مدرسہ کے طالب علم سبق پڑھا کرتے تھے۔ میں اور بھائی شیخ جمال الدین

المامانی سے سبق لیتے تھے۔ وہ ہمارے ہی وطن کا آدمی تھا اور میرے باپ کا ہم سبق رہ چکا تھا۔ اس کے بعد میں شیخ نجم الدین بن النجاشی کے پاس مدرسہ سیفیہ کو جانے لگا۔ اور اوس سے امام غزالی کا رسالہ فقہ انوخیہ ابتداء سے لیکر باب اثبات تک پڑھا۔

۱۲۔ اوس زمانہ میں حلب میں طالبان علم اور اہل علم کا بڑا مجمع تھا۔ موفق الدین ابن الصانع نخوی علمائے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ کوئی اوسکو نہیں پہنچتا تھا۔ میں نے اوس سے بڑھنا شروع کیا۔ وہ جامع مسجد میں پڑھا تھا اور شمالی مقصورہ میں بیٹھتا تھا۔ لیکن بعد مغرب عشا تک رواجیہ مدرسہ میں بیٹھ دیتا تھا۔ میں نے اوس سے الکلیع مصنفہ ابن حبشی پڑھنا شروع کی تھی اور اوسکا بہت بڑا حصہ پڑھا ہے۔ علاوہ برین جو درس اور طلبا کو دیتا اوسکی بھی سماعت کرتا تھا۔ یہ واقعہ آخر ۶۲۷ھ (اکتوبر نومبر ۱۲۳۱ء) کا ہے۔ اس کے بعد ابن خلکان اس استاد کی بہت بڑی تعریف کرتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ جب حلب میں آیا تو علامہ ابن الاثیر جزری صاحب تاریخ کامل سے ملا۔ جو اوس زمانہ میں بطور ایک مہمان کے آتا تک (یعنی شاہزادہ کے اتالیق کے) یہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں اوس کے پاس اکثر جایا کرتا تھا۔ کیونکہ اوس سے اور میرے والد مرحوم سے نہایت ہی خلوص تھا اوس نے میری نہایت خاطر داری کی۔ جب تک وہ موصل کو نہ گیا میں ہمیشہ بلا ناغہ اوس کے پاس جاتا آتا رہا۔

۱۳۔ ابن خلکان نے جو اپنی ابتدا تعلیم کا حال لکھا ہے وہ صرف اسی قدر ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا جن کتابوں کا اوس نے ذکر کیا ہے وہ صرف امام غزالی کا ایک رسالہ فقہ میں ایک نخوی کتاب ابن حبشی کی اور حدیث میں صحیح بخاری ہے۔ لیکن ان کے علاوہ یقیناً اوس نے اوپر بہت سی کتابیں زبانی پڑھی ہونگی۔ علم کلام فقہ شافعیہ نحو لغت وغیرہ ضرور سیکھا ہوگا اور وہ کتابیں پڑھی ہونگی جو اوس زمانہ میں ان علوم میں پڑھائی جاتی تھیں۔

۱۴۔ آغاز ماہ شوال ۶۳۲ھ (جون ۱۲۳۵ء) کو بہاء الدین کے مرنے سے تقریباً سات مہینے بعد دمشق کو ابن الصلاح کے پاس گیا اور ایک سال تک وہاں رہ کر خوب محنت سے کتابیں پڑھتا رہا۔ ۶۳۵ھ میں بھی وہ اسی شہر میں تھا اور دو سال بعد بھی جب کے مہینے (اپریل ۱۲۳۸ء) میں بھی وہ دمشق کی بڑی مسجد میں مرجو تھا۔ جبکہ سلطان الملک الکامل کے مرنے کا حال عام لوگوں میں مشہور کیا گیا تھا۔

ملک شام میں دس سال رہنے کے بعد ۶۳۵ھ (۱۲۳۸ء) میں وہ مصر کو گیا اور اسی سال کے

پانچ مہینے اسکندریہ میں بسر کئے۔ دوسرے سال کے اخیر میں بھی ہم اوسے قاہرہ میں ہی قیام پذیر پاتے ہیں جہاں اوس نے بہار الدین الزہیری سے ملاقات کر لی تھی جو بہت بڑا نامی گرامی عالم اور سلطان الملک الصالح ایوب کا کاتب تھا۔

۱۷- اب ہم کو ایک عرصہ تک ابن خلکان کا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ۶۴۵ھ (۱۲۴۷ء) میں اوسے قاہرہ میں عدالت کی کرسی پر بٹھا ہوا دیکھتے ہیں اس وقت وہ قاضی سجن کے جو تمام مصر کا قضاۃ القضاۃ تھا نیابت کا کام کر رہا تھا۔ یہاں ہم اوس حکایت کی تکرار مناسب نہیں سمجھتے جو اوس نے اپنے ایک ہم وطن جمال الدین عجب کے بیان کی ہے اور جو ابو نواس کے تذکرہ میں لکھی گئی ہے۔ ابن خلکان کا ایک بہت ہی مختصر تذکرہ اوس کی کتاب کے ایک قلمی نسخہ نمبر ۵۸ کتب خانہ سنٹ جرن کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے اوس میں لکھا ہے کہ اس نیابت قضا سے وہ الملوک کا قاضی ہو گیا تھا غالباً یہ وظفہ کا محلہ ہو گا جو قاہرہ اور مدینا ط کے درمیان واقع ہے۔ ابن خلکان کمال الدین بن مناکر بیان میں کہتا ہے کہ زندگانی کے بہت سے فراز و نشیب کے بعد اوس کی شادی ہو گئی اور موسیٰ اوکا بڑا بیٹا صفر ۶۵۷ھ (اپریل ۱۲۵۹ء) میں بمقام قاہرہ پیدا ہوا۔ اس سے تین سال بعد اوس نے اپنی کتاب و نیات الاعیان کی پہلی کاپی ختم کی۔ مگر اسے اس نے پھر بھی دو دھرا یا ہے۔ ذی القعدہ ۶۵۹ھ (ستمبر ۱۲۶۱ء) میں تمام ملک شام کا قاضی القضاۃ مقرر ہو کر آیا۔ دمشق اوس کا دار المقر تھا جہاں کہ وہ ملوک سلطان عمیر بن البندکداری کے ساتھ جو ایک سال قبل مصر اور شام کے تخت کا مالک ہو گیا تھا آیا تھا۔ اسی سلطان نے اُسے شام کے قضا کا عہد و عنایت کیا تھا۔ اس واقعہ کے تین سال بعد فرقہ حنفیہ مالکیہ حنبلیہ کے لوگ اوس کے احاطہ اقتدار سے باہر نکل گئے۔ اسی سلطان نے ان فرقوں کے واسطے ان کے فرقہ والوں میں سے جدا جدا قاضی مقرر کروئے۔ اب صرف شافعی فرقہ والے ہی ابن خلکان کے ماتحت رہے۔

۱۸- دس سال تک ابن خلکان اس عہدہ کا کام کرتا رہا سب لوگ سچے سچے راضی و خوش ہو لیکن ۶۷۵ھ (۱۲۷۶ء) میں اوس کو بای بن الصالح بھیجا گیا۔ جب شام کی دار الحکومت میں اوس کو واپس یہودی باقی شری تو وہ مصر کو لوٹ گیا۔ اور وہاں فخر میں مدعی اختیار کر لی جو قاہرہ کے عام دار میں ہر ایک درجہ تعلیم یافتہ سالی سر کئے۔ ہن ماہ میں وہ بڑا نا بھی تھا لیکن اس وقت اوس کی آمدنی بہت کم تھی کہ بعد میں خزانہ دار شاہی نے اوس کو کمیت بڑی تم نقد کو لوٹ لیا۔

(غالباً سالانہ) دینے کے لئے حکم دیا تھا۔ مگر اوس نے یہ برا عطیہ منظور نہ کیا اس زمانہ میں معلوم ہوتا ہے
 کہ اوس کے وقت کا بڑا حصہ شعر و سخن کے پڑھنے اور لغوی تحقیقات میں صرف ہوتا تھا۔ دیوان کتبہ
 کا کوئی اوس سے بہتر جاننے والا نہ تھا۔ اور اگر ہم اوس مضمون کا اعتبار کریں جو ایک تاریخی تصنیف شیخ
 تاج الدین الفزاری سے لیا گیا اور فقہائے شافعیین کی فہرست میں ابن خلکان کی نسبت ایک اجمالی طور پر
 لکھا گیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دیوان اوال سے آخر تک اسے اچھی طرح جانی یا نہ جانتا تھا۔
 میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ایک دوست سے کسی مسئلہ پر بحث کر رہا ہے۔
 فرقہ والوں کا ملک شام میں پھر قاضی مقرر ہوا۔ اور دوسرے سال کے اول ہی مہینے یعنی می جون ۱۲۷۶ء
 میں وہ دمشق میں جا پہنچا۔ غزالدین ایدمر شام کا والی تمام اپنے ملک کے افسران فوج اور عہدہ دار
 سرکار کو لیکر بڑے جلوس کے ساتھ اوس کے استقبال کو گیا۔ بڑے بڑے رئیس اور شہر کے باشندے
 پیٹھے ہی اوس کی ملاقات کو کئی کئی منزل جا چکے تھے۔ مگر کئی سال حکومت کرنے کے بعد ابن خلکان گرفتار
 ہو کر قید خانہ میں ڈالا گیا اس پر اس فتوے کے لکھنے کا الزام لگایا گیا تھا کہ جیسے قلاوون کو حکومت مصر کا حق
 حاصل ہے اسی طرح سنقر الاشقر امیر وروالی شام کو سلطان شام ہونے کا حق ہے جب سنقر کی فوج کو
 شکست پہنچی اور مصری فوج نے دمشق پر قبضہ کر لیا تو اوس امیر کے کہتے ہی طغدار سلطان قلاوون کے
 حکم سے گرفتار کر لئے گئے۔ مگر بہت ہی جلد چند ایام کے بعد سلطان کی طرف سے ایک فرمان معافی دمشق کو آیا۔
 جس وقت فرمان پڑا گیا ہے تو ابن خلکان وہاں موجود تھا۔ امیر غلام الدین اعلیٰ نے اس کی سفارش کی اور کہا
 سلطان کا فرمان دمشق کو آیا ہو اور جنہوں نے اسے سنا ہے ان کے لئے وہ معافی کی دستاویز ہے۔ ابن خلکان
 نے بھی اسے خاص اپنے کانوں سے سنا ہے وہ ہرگز قتل کا مستوجب نہیں ہو سکتا۔ دمشق کی قضا سونپ
 خلیفہ ۲۱ صفر ۷۹۶ھ ۲۲ جون ۱۲۸۸ء کو عہدہ ہوا۔ اور پھر ہم کو بخیمیا خانقاہ میں مقید کیا گیا تھا لیکن ۹ جمادی الاول
 ۸۰۱ھ جولائی کو ایک فرمان سلطانی کی رو سے اسے چھوڑ دیا گیا۔ اوس وقت ابن سنی الذکر نے جو اوس کا جانشین
 ہوا تھا اوس کے خلاف بیکر باذھی اور حکم دیا کہ مدرسہ عالیہ سے فوراً چلا جائے۔ بروز چار شنبہ ۱۹ ماہ مذکور کو
 اس پر ایک پہرہ مقرر کر دیا اور نہایت سختی کی کہ کسی طرح وہاں سے نکل جائے۔ ابن خلکان نے اس کی اہانت
 کی اور اسی روز چار گھنٹہ کے بعد اپنی کتابیں اور اسباب وہاں سے اٹھانا شروع کر دیا۔ اسی میں ایک پوسٹ کا
 عہدہ ملا آیا۔ ابن خلکان نے سمجھا کہ اسے جلد چلا جانے کی تاکید کرنے کو آیا ہے اوس سے کہا کہ حتی الامکان

میں جلد جانا ہوں۔ اوس نے کہا کہ مصر سے تیز رفتار ڈاک پر ایک شاہی فرمان آیا ہے اور آپکو امیر بنایا گیا ہے ابن خلکان نے خیال کیا کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے فوراً امیر کے پاس گیا۔ امیر نے یہ مژدہ سنایا کہ سلطنت کا ایک فرمان آیا ہے جس میں سلطان سنہ سنہ الذولہ کا تقرر نامعلوم کیا ہے کیونکہ وہ بہرہ ہے اور فرمان میں یہ حکم ہے کہ ہم نے تمام اصغر و اکابر کو معافی بخشی۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ ہماری رعایا سے کوئی فرد ہمارے غصہ سے صدمہ اٹھائے لہذا تمس الدین کی لیاقت کا حال معلوم ہے پہلے ہمارے اور اس کے درمیان بڑا خلوص تھا اور وہ ہمارے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتا تھا۔ علاوہ وہ اون لوگوں میں سے ہے جو سلطان سابق الملک عبدین ہم کار و ہمین پر مقرر تھے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اسی کو پھر قضا کے عہدہ پر بحال کیا جائے۔ اس کے بعد امیر علم الدین غلبی کے حکم سے ابن خلکان کو ایک خلعت پہنا گیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر مدرسہ عادلہ کو روانہ ہوا جہاں دو پھر کے وقت پہونچ کر پھر اپنی قدیمی مسکن اختیار کی اور قضا کا کام کرنے لگا۔

۱۹۔ اس سے دس مہینے بعد ۲۲ محرم ۱۲۸۱ھ کو اسی سلطان قلاوون کے حکم پر قضا سے پھر علیحدہ کر دیا گیا اور دمشق میں مدرسہ بنیہ میں جا کر قیام پذیر ہوا۔ اور مکان کے دروازہ سے باہر کبھی نہ نکلا اسی جگہ اوس نے ۲۶ یا ۲۷ ربیع الثانی ۸۰۰ یا ۸۰۱ھ کو تہتر برس قمری کی عمر میں وفات پائی اور قبرستان صالحیہ میں جو ایک شہر مقام ہے اور کوہ قاسیون کے واصلہ پر دمشق سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شمال کو واقع ہے، خون ہوا۔

۲۰۔ عربی مورخین نے اوس کی ستائش میں بڑے بڑے مبالغہ کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ بڑا پاکیزہ و نیکو عالم مزاج کا بہت اچھا تھا۔ بات نہایت بنجیدہ اور مفید کہتا۔ اوس کے قول کے بموجب اوس میں وہ تمام لیاقتیں موجود تھیں جو ایک بڑے نامی گرامی فقیہ قاضی اور ادیب کے لئے چاہئے ہیں جو کوئی دیکھتا اوس کے ظاہر کو نہایت پسند کرتا۔ اور اس کا چہرہ ہنستا ہوا اور مزاج صحبت آمیز اور ملسا تھا۔ مگر ہم اوس کی کتاب کو مطالعہ سے جو اوس نے اپنی تمام عمر میں ایک ہی لکھی ہے اوس کے مزاج کا حال شاید اس سے بہتر بتا سکتے ہیں ہمیں اوس کے مزاج میں مردی و مروت کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ اوب کا مذاق اور شعر و سخن کا خصوصاً اور شاعری کا شوق ہے جو اہل اسلام کے نادر کی ہے۔ اوس کا خیال جو نہایت خوب رسالت تک سے قبل یعنی ایام جاہلیت کے تصنیف میں وہ کچھ پروا نہیں کرتا۔ کوئی اغمار جسد قریب کا نہانے کے اور موثر ہونے کو سہم

اونھیں پسند کرتا تھا۔ لغت دانی اور صرف و نحو میں اوس کے وسیع معلومات اوس کے کمال کی بنی ہوئی تھیں۔ تاریخائے وفات و حکایات کے جمع کرنے اور سوانح عمربون کے معلومات میں تو اوس کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ اوس کے متقدمین میں کوئی بھی اوس کو نہیں پہنچ سکا۔ کتب علیہ کو مطالعہ میں تو اوس کی نظر بہت ہی وسیع تھی۔ جو خلاصہ اوس نے لکھے ہیں وہ نتائج تاریخی بنانے کے واسطے نہایت ہی مفید ہیں۔ جو عبارتیں اوس نے بے انتہا ایسی کتابوں سے جو باوجود تاریخی اور علامہ معلومات سے مالا مال ہونے کے اب دنیا سے ناپید ہو گئیں انھیں اخذ کر کے لکھیں اور ہم تک پہنچا دیں ہم اوس کو از حد ممنون اور شاکر ہیں۔ وہ ایک دوستانہ مزاج کا اور معزز آدمی تھا۔ اپنے دوستوں سے خلوص محبت سے پیش آتا۔ اور انصاف کو بہت پسند کرتا تھا۔ قضاے شام کے عہد پر اوس کی بحالی اسرائیل دمشق کو جو خوشی حاصل ہوئی اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بڑا انصاف اور عادل تھا۔ قضا کر کام میں کسی کی طرفدار سی اور رعایت کو پسند نہ کرتا تھا۔ وہ اپنے معاصرین علما کی طرح شعر بھی کہتا تھا جن میں بعض ہم تک بھی پہنچے ہیں۔ وہ عمدگی کے لحاظ سے تو کچھ قدر کے لائق نہیں اور میں وہی قضا کی خیالات ہیں اور طرز ادا بھی کچھ اچھا نہیں ہے۔ علاوہ بریں ایک دو قطعات اور بن ہیں جو بھی رنگین رنگ ہوئے ہیں جو علی طور پر کہ مسلمانوں میں رائج ہے مگر اسلام کی مذہبی حیثیت سے بہت ہی نفرت انگیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسی نظم کی نسبت یہ غدر کیا جاتا ہے کہ شرم و حجاب کی وجہ سے اون کا یہ طرز اختیار کیا گیا ہے۔ مستورات کی طرف شعرو سخن میں اشارہ کرنا خلاف تہذیب ہے۔ ان اشعار کو لکھنا اور ان کا ترجمہ کرنا ہمارے نزدیک مناسب نہیں۔ تاہم لوگوں نے انھیں نقل کیا ہے جس سے مصنف کو کوئی فخر حاصل نہیں ہوتا۔

(۲۱) جن وجوہات سے کہ اوس نے اکابر و اعیان زمانہ کے حالات جمع کئے اور حرف تہجی کی ترتیب اپنی کتاب کے تذکرات کو مرتب کیا وہ تو اوس نے خود اپنے ویساچہ میں لکھ دی ہیں اور ان کی تکرار کی ضرورت نہیں۔ مگر میں یہ کہنا ضرور ہے کہ جو ترتیب اوس نے اختیار کی ہے وہ ناظرین کے لئے بہت ہی کم مفید ہو سکتی ہے۔ اوس سے کسی خاص شخص کا تذکرہ اوس میں سے نکالنا بہت مشکل ہے۔ کون شخص یہ خیال کریگا کہ ابو حنیفہ کو نعمان کی تحت میں اور الغزالی کو محمد بن میں اور ابو تمام کو مصیب کی قطع میں دیکھنا چاہئے۔ یہ نقص اور تمام تذکرات کی کتابوں میں موجود ہے جو مسلمانوں نے بنائی ہیں

اور بہت دشوار تھا کہ کوئی اوستہ رفع کر سکتا۔ اون لوگوں کو اندکس بنانے کا بہت ہی کم خیال تھا۔ اور فی الواقع اگر پیدا ہوتا بھی تو صرف ایک ہی قلمی نسخہ میں جو انھوں نے تصنیف کیا تھا کام آسکتا تھا۔ اگرچہ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ حالات موجودہ میں مصنف اپنی کتاب میں اس سے بہتر طریق کوئی اور اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم یہ امر کھٹے بنیر رہ نہیں سکتے کہ اوس نے یہ کام بہت ہی برا کیا کہ جن لوگوں کی تاریخ وفات صحیح معلوم نہ ہو سکی۔ انہیں اپنی کتاب میں درج نہ کیا جس سے بہت بڑے نامی گرامی لوگوں کی سوانح عمریوں لکھنے سے یہ گنہگار بن گئے۔ یہ تو سچ ہے کہ اوس نے اپنی کتاب کو ایک وفات نامہ بنایا تھا۔ لیکن اور بھی غور کرتا تو یہ سمجھ جاتا کہ اگر وہ اون لوگوں کے تذکرات بھی لکھ دیتا تو اسکی کتاب اور بھی کسی مفید ہوجاتی۔ اس مترجم نے کوشش کی کہ جہان ابن خلکان کی سکوت اختیار کیا ہے وہاں نوٹ دیکر ضروری باتیں لکھ دی ہیں مگر افسوس ہے کہ سب واقعات بد مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔

(۲۲) ابن خلدون اپنی کتاب کے دیباچہ میں کہتا ہے کہ ۶۵۷ھ (۱۲۵۹ء) میں جب کہ وہ قاہرہ میں تھا اوس نے اپنی کتاب کو ترتیب دیا تھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں دوسرے مشاغل میں مصروف تھا اور معاملات ایسے دور پہنچے تھے کہ ایسے کام انجام پانا بہت دشوار تھا پہلی مرتبہ جو اوس نے اپنی کتاب ختم کی ہے تو یہ بحلی بن خالد برکنی پر ختم کی تھی اور کچھ تذکرات ایک اور کتاب میں درج کر کے لکھے رکھے تھے جو اس سے بہت بڑی ہوتی۔ اس کتاب میں جس کا اوس نے ارادہ کیا تھا۔ اس موجودہ کتاب سے کوئی دس گنا سوا رہا ہوتا۔ اور جن واقعات کی طرف اس میں اجماع اشارات کئے گئے ہیں اوس میں بڑی تفصیل سے انھیں لکھتا مگر بعد میں اوستے معلوم ہو گیا کہ اس منصوبہ کا پورا کرنا اوس کیلئے غیر ممکن ہے۔ شام کے ملک میں جانا اور وہاں کے قضا کا عہدہ اوستے قبول کرنا پڑا اور اس قدر کثرت سے کام کا بار اوس کے ذمہ آ پڑا کہ سر اوٹھانے کو فرصت نہ رہی۔ یہ بڑا کام کیونکر ہو سکتا تھا جو دس سال بعد قاہرہ کو پہنچا واپس آیا۔ اور جب اسکی کتاب میں اپنے مطلب کی تلگین تو اوس نے یہی ارادہ کر لیا کہ اپنی پہلی کتاب کو پورا کر دے اور جو تعلق با بچا اس سے تعلق کرے شاید دوسری ضخیم کتاب کی تیاری کے واسطے رکھ چھوڑے تھے وہ اسی میں بڑا دینے۔ چہ تذکرہ سب کے سب حرف می کے ہیں جو عربی الف بے کا آخری حرف ہے۔ اس حرف کے مضامین جو اوس نے اپنی کتاب کے پہلے ہی کاپی میں لکھے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اہلی تکمیل کے درجہ پہنچا دینی گئی تھی اس غرض سے کہ یہ اسکی بڑی کتاب میں جس کے بنانے کی اوستہ ہمیشہ امید لگتی رہی تھی۔

تھی بیچ ہونے کے لائق ہو جائیں۔

(۲۳) دیباچہ اول (کے فقرہ ۴) میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ ابن خلکان کی کچھدی تاریخ بیان کرینگے اوس کے مطابق اگر ہم اس تذکرہ نویس کے زمانہ کے واقعات کا پتہ لگائیں اور اسلامی سلطنت میں علی الانصال انقلابات اوس وقت جو ہوئے تھے اور ان سے حکومت کی جو حالت ہو رہی تھی اوسکی کیفیت صحیح کرین تو ہم کو جنگبائے صلیبی کی اور خاندان صلح الدین کے عروج اور زوال کی کل تاریخ لکھنا پڑے گی۔ مگر ایک ایسا مضمون ہو گا اپنے مقصد سے بہت دور لجا بیگا۔ اور فقط ایک دیباچہ میں کتاب کے بہت کثرت سے صفحہ گھر جائینگے تاہم ہمارا ارادہ ہے کہ اس مضمون کو ہم دوسری جگہ لکھیں گے۔

(۱۴) جس عربی نسخہ کا ان چار جلدوں میں ترجمہ کیا گیا ہے اوس کا آدھا حصہ تو پہلی جلد میں چھپ گیا ہے اور باقی حصہ ابھی نہیں چھپا ہے۔ اس نسخہ کو ہم نے چند قلمی کتابوں سے درست کیا ہے جن میں سے اکثر میثقل لائبریری کے ہیں۔ باقی نصف میں ہم نے اوس نسخہ کا متبع کیا ہے جو ٹائپ کے حرفوں میں بولاق میں اور پھر کے چھاپہ میں گوٹنگن میں ڈاکٹر ویسٹن فیلڈ کی نگرانی میں طبع ہوا ہے۔ ان دو نسخوں کو ہم نے ان قلمی کتابوں سے مقابلہ کر لیا ہے جن کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ ان میں بولاق کا نسخہ ہی سبقتور کام دیکھتا ہے جس میں یا تو کمبڈیز کی یا سمح کی بے توجہی سے فقرہ کے فقرہ سنئے ہوئے ہیں اور آدھوں اور مقامات کے نام اکثر ٹھیک نہیں ہیں۔ اوس کا ڈیڑ جغرافیہ تاریخ نہایت کم بلکہ بالکل ہی نہیں جانتا تھا۔ مگر کتاب کا وہ حصہ جو ادبیت سے تعلق رکھتا ہے اوس سے بہتر ہے۔ اور ڈیڑ نظر انجیری کی ایک حد تک لیاقت اور عربی دانی میں اوس کے کمال کا شاہد ہے۔ مگر وہ تو یہ ڈیڑ اور نہ مسلمانوں میں یہ جکل کوئی اور ہی ایسا عالم ہے جو تاریخ کی کتاب کو خوب باریک بینی اور ذرا دیکھ کر سکے۔ گوٹنگن کے نسخہ میں بہت غلطیاں ہیں اور جگہ جگہ عبارتیں رہ گئی ہیں کیونکہ وہ قلمی نسخہ جس سے اس کی نقل چھاپنے کے لئے تیار کی تھی غلط تھا۔ جہاں کہیں کہیں ان دو نسخوں میں صحیح عبارتیں نہ مل سکیں وہاں ہم نے اپنے قلمی نسخوں سے مدد لی اور خطوط قوسی میں اپنے تصحیحات کو اپنے ترجمہ میں لکھ دیے۔

(۲۵) جلد سوم کا نصف اول ۱۸۴۷ء یا اوس کے قریب میں طبع ہوا تھا۔ مگر ترجمہ کو جب گورنمنٹ فرانس نے کتب خانہ ہائے قسطنطنیہ کے حالات دریافت کرنے کے واسطے بھیجا تو اس کے طبع کا کام معرض التوا میں پڑ گیا۔ پھر میں وہاں آٹھ مہینے رہنے کے بعد فوج افریقہ کا صدر ترجمہ ہو گیا

اور اپنی خدمت پر مجھے جانا پڑا۔ بارہ سال کی مدت دراز کے بعد پیرس میں مجھے آنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اپنے مرحوم دوست ڈاکٹر کرٹن ڈین ویسٹ منشر کی درخواست پر جلد سوم کے اول حصہ کو بھی از سر نو چھاپنا شروع کیا۔ جو بعض حوادث زمانہ سے تلف ہو گیا تھا۔ اور اسی کے ساتھ باقی کتاب کا ترجمہ اور اس کو چھاپنا کا بندوبست کیا۔ اگرچہ بہت دیر ہوئی مگر آخر کار یہ کام پورا ہو گیا۔ محقق ناظرین ان جلدوں میں بہت غلطیاں پلٹینگے کچھ تو ایسی ہونگی جو مطبع سے متعلق ہیں اور بہت ایسی ہونگی جو اس مترجم سے سرزد ہوئی ہونگی۔ مگر جب انگریزی میں ایسی کتاب کے ترجمہ کے وقتوں پر غور کریں گے جس کے مضامین انواع و اقسام کے ہیں اور جہاز میں رنگارنگ کی۔ پھر بعض جگہوں میں بے ترتیب اور بعض مواقع پر سخت مغلق تو مجھے امید ہے کہ میری ایما ڈار انڈ کوششوں پر وہ عنایت کی نظر سے دیکھیں گے جس نے ایک یورپین زبان میں ابن خلکان کی سی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔

(۱) دیکھو تذکرہ - ۵۲۰

(۲) پلٹینگین ترکی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں دلاور سردار۔

(۳) ابن خلکان کا یہ حال دیباچہ اول کے فقرہ ۵ میں دیا ہے وہاں دیکھنا چاہئے۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۵۲۰

(۵) دیکھو تذکرہ ۴۴

(۶) دیکھو تذکرہ ۲۳۷

(۷) یہ بات ابوالمحاسن نے اپنی کتاب النہل میں لکھی ہے۔ دیکھو دیباچہ جلد اول فقرہ ۵۔ بعض حوالہ جو میں نے یہاں دیا آئندہ دے میں اون نوٹوں سے لیکر دئے ہیں جو میں نے چند سال پہلے جمع کئے تھے۔ شاید وہ صحیح نہ ہوں اس وقت میں اس میں اون کی تصحیح غیر ممکن ہے۔ کیونکہ وہ جن کتابوں سے لئے گئے تھے پیرس کی بدعلی کی وجہ سے (جو فرائس اور جرمن کی لڑائی سے اس وقت ہو رہی تھی) ایسے محفوظ مقامات پر سمجھ دی گئی ہیں کہ جب تک اس میں چین نہ ہو جائے وہاں سے اون کا آنا غیر ممکن ہے۔

(۸) دیکھو تذکرہ ۴۹۱ الحاجری اور دیکھو تذکرہ ۸۱۳ بہار الدین بن شداد کا جو نہایت ہی اچھا مضمون ہے مگر ابن خلکان نے اپنے دستور کے موافق بری طرح سے ترمیم دیا ہے۔

(۹) دیکھو تذکرہ ۲۳۷

(۱۰) دیکھو تذکرہ ۸۲۶

(۱۱) دیکھو تذکرہ ۴۴

(۱۲) تذکرہ ۵۲۶

(۱۳) دیکھو تذکرہ ۳۷۶

(۱۴) دیکھو تذکرہ ۶۵۶

(۱۵) دیکھو تذکرہ ۷۳۳

(۱۶) دیکھو تذکرہ ۸۱۳

(۱۷) دیکھو تذکرہ ۸۱۳

(۱۸) دیکھو تذکرہ ۷۱۸

(۱۹) بعض مقامات پر ہم نے غلطی سے لفظ شرقیہ کا ترجمہ عراق اور دواۓہ و جلد و فزات کیا ہے۔

لیکن اس کا صحیح مفہوم شمالی دواۓہ و جلد فزات اور دیار بکر ہے۔

(۲۰) دیکھو تذکرہ ۶۶۶ و تذکرہ ۷۲۰

(۲۱) دیکھو تذکرہ یاقوت الحموی ۷۱ و تذکرہ ابن الصانع ۸۰۴

(۲۲) دیکھو تذکرہ ۸۱۳

(۲۳) دیکھو تذکرہ ۸۰۴

(۲۴) دیکھو تذکرہ ۴۳۳

(۲۵) دیکھو تذکرہ ۴۳۳

(۲۶) دیکھو تذکرہ ۶۱۹ و تذکرہ ۸۲۲ و تذکرہ ۶۶۶

(۲۷) دیکھو تذکرہ ۶۶۶

(۲۸) دیکھو تذکرہ ۷۱۸۔ ترجمہ میں جو تلمیح لکھی ہے وہ غلط ہے۔ ۶ کو ۲ پڑھ لیا ہے۔

(۲۹) دیکھو تذکرہ ۶۰۸

(۳۰) دیکھو تذکرہ بہار الدین ۲۳۳

(۳۱) دیکھو تذکرہ ابو نواس ۱۶۲

(۳۲) دیکھو تذکرہ ابن مطروح ۷۸۲

(۳۳) دیکھو تذکرہ ۷۱۸

(۳۴) دیکھو دیباچہ مصنف فقرہ ۶ و دیباچہ ہذا فقرہ ۲۲

(۳۵) بنیرس بفتح با صحیح ہے۔ مقریزی کی کتاب السلوک میں جا بجا فتح لگا ہوا ہے۔ بنی بنیرس کے معنی ہیں خداوند یا بے پیتا۔

(۳۶) کتاب السلوک مقریزی

(۳۷) دیکھو کنسپکٹس مصنف ٹڈمین

(۳۸) دیباچہ انگریزی جلد اول فقرہ ۵

(۳۹) دیکھو کتاب المنہل۔

(۴۰) دیکھو تذکرہ یحییٰ بن زرارہ نمبر ۷۸

(۴۱) دیکھو دیباچہ انگریزی جلد اول فقرہ ۵ و کتاب السلوک

(۴۲) دیکھو کتاب السلوک

(۴۳) دیباچہ جلد اول انگریزی فقرہ ۵

(۴۴) ایضاً

(۴۵) دیباچہ جلد اول انگریزی فقرہ ۵

(۴۶) کنسپکٹس مصنف ٹڈمین

(۴۷) دیکھو دیباچہ مصنف فقرہ ۲

(۴۸) طبقات الشافعیین اس سے مستثنیٰ ہے۔ جس میں شافعی فرقہ کے علما کے حالات بترتیب تاریخ کو آئے

اس میں چار فہرستیں ہیں۔ ایک میں نام ہیں۔ دوسرے میں ابو کے ساتھ کنیتیں ہیں۔ تیسرے میں نابین کے کنیتیں ہیں چوتھے میں قبائل وغیرہ کے ساتھ نسبیت نام ہیں۔

(۴۹) دیکھو تذکرہ یحییٰ بن برکی نمبر ۷۷۷

(۵۰) دیکھو تذکرہ یعقوب بن لیث الصغار ۷۹۹

آغاز کتاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۔ فقیر الی رحمۃ اللہ تعالیٰ شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی جبرائیل خلکان الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ حمد و ثنا ہوا اللہ تعالیٰ کی چوبچائے (دوام) کی صفت میں متغیر اور اکیلا ہے جس نے اپنے بندوں پر موت اور فنا کا حکم جاری کر رکھا ہے۔ ہر نفس کیلئے ایک مدت لکھی ہے۔ کہ اس کے گزرنے پر کوئی آگے تجاوز نہیں کر سکتا۔ جس نے اس امر میں سب شریف و مشرف قویٰ ضعیف کو یا ہم پر یا بر کر دیا ہے۔ میں اس کی نعمت ہائے موفورہ اور بخشش ہائے بے پایاں پر حمد کرتا ہوں ایسی حمد جس کی نسبت معترف ہوں کہ مراتب ثنا سے ایک اقل درجہ بھی او انہیں ہو سکتا۔ میں اس امر کی کہ اللہ کے سوا اور کوئی محبوب و نہیں وہ اکیلا اور لاشریک ہے شہادت دیتا ہوں۔ ایسے بندہ کی ہی شہادت کہ جس کا دل جمیع اوقات میں مکرور یا سے پاک و صاف ہو۔ اور صبح و صبا اس سے اپنے پروردگار کی رحمت کی امید لگی رہتی ہو۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول اور تمام انبیاء افضل اور سادے برگزیدوں سے اکرم ہیں۔ انھیں نے مخلوق کو راہ روشن پر چلنے کی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے آل و سید و نجیب پر ایسی رحمت بھیجے کہ جو زمین و آسمان کے باقی رہنے

تک ہمیشہ باقی رہے۔ اور اللہ تعالیٰ اون کے ازواج (مطہرات) اور اون کے اصحاب نیکو کار اور خدا ترس سے راضی اور خوش رہے۔

(۲) یہ علم تاریخ میں ایک مختصر کتاب ہے جس کی تدوین کا سبب اس طرح ہوا ہے۔ کہ مجھے ناموران متقدمین کے حالات معلوم کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اور اس کے جاننے کی بڑی آرزو رہتی تھی۔ کہ اون کی تواریخ وفات و ولادت کیا ہیں۔ اور اون میں سے کون کون ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں جس سے میرے پاس کچھ مواد جمع ہو گیا۔ اور یہ رغبت پیدا ہوئی کہ اس میں اور بھی اضافہ کیا جائے اور تحقیقات جو تجربہ میں خوب دل لگایا جائے۔ چنانچہ میں نے اون کتابوں کے مطالعہ کی طرف توجہ کی جو خاص اس فن میں لکھی گئی تھیں۔ اور جو باتیں کتابوں میں نہ ملیں انھیں اس فن کے ائمہ متقدمین و کاملین سے دریافت کر لیا۔ جب برابر کچھ عرصہ تک اسی میں لگا رہا۔ تو میرے پاس چند سال میں کثرت سے مواد جمع ہو گئے۔ اور اس کے سوا کچھ مضامین میرے دل میں بھی محفوظ تھے۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ کہ ان میں سے اگر مجھے کسی شے کی جانب معاودت کی حاجت پڑتی تو اس مواد کے غیر مرتب ہونے کے سبب سے مجھے وہ اوس وقت ملنے کہ جب اون کے نکالنے میں بہت محنت کرنا پڑتی۔ مجبوراً مجھ کو اون کی ترتیب کرنا پڑی۔ میں نے دیکھا کہ سال وار ترتیب دینے سے حروف تہجی کے موافق ترتیب دینا بہتر ہے۔ اس میں زیادہ تر آسانی ہے۔ چنانچہ میں نے اوسے چھوڑ کر اسی کو اختیار کیا۔ اور یہاں لکھا کہ لیا کہ اوس کو مقدم کروں جس شخص کے نام میں اول حرف ہمزہ ہو۔ پھر اوس کو جس کے نام کلاویرا حرف بھی ہمزہ ہو یا اگر ہمزہ نہ ہو تو اوس سے اقرب ہو۔ اس واسطے ابراہیم کو احمد پر مقدم کیا۔ کیونکہ ہمزہ حرف بابت نسبت حروف کے اقرب ہے۔ اور اسی طرح آخر تک (تقدیم و تاخیر کا) لحاظ رکھا۔ تاکہ نام نکالنے میں زیادہ تر سہولت رہے۔ اگرچہ اس ترتیب میں یہ تو ہو گا کہ زائد کے لحاظ سے ایک شخص مقدم متاخر اور متاخر مقدم ہو جائیگا۔ اور دو متجانس کے درمیان ایک غیر متجانس آئے گا لیکن جو مصلحت کہ یہاں مطلوب تھی اوس میں اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔

(۳) میں نے اس مختصر میں صحابہ رسول کریم، رضوان اللہ علیہم و آلہم و تابعین رضی اللہ عنہم کا حال نہیں لکھا۔ چند بزرگوں کے جن کے احوال معلوم کرنے کی اکثر لوگوں کو ضرورت ہو کر رہی ہے۔ اور ایسے ہی خلفائے

بھی کسی کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس باب میں بہت کتابیں موجود ہیں۔ مجھے اون کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن میں نے یہاں انھیں افاضل کا ذکر کیا جنہیں میں نے دیکھا اور جن سے میں نے حالات اس کتاب میں نقل کئے۔ یا جو لوگ میرے زمانہ میں تھے گو میں نے انھیں بخشیم خود نہیں دیکھا۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ آئندہ میرے بعد ہوں وہ اون کے حالات سے مطلع اور واقف ہو جائیں۔

(۴) پھر میں نے اپنی اس مختصر کو کسی خاص طائفہ مثلاً علما ملوک امرا وزرا شعرا کے بیان پر مقصور و محدود نہ کیا۔ بلکہ جس کسی کو مخلوق میں شہور پایا اور دیکھا کہ لوگ اس کے حالات دریافت کرتے ہیں یا ذکر کر دیا۔ اور میں نے اون کے احوال جن سے کہ میں واقف تھا اس کا اختصار کے ساتھ بیان کئے تاکہ کتاب کو طول نہ ہو جائے۔ حتیٰ المقدور وفات و ولادت کی تاریخوں کو خوب چھان بین کر کے اس میں بھی جہاں تک مل سکا اوپر سے اوپر تک پہنچا دیا۔ جن الفاظ کی تصحیف کا اندیشہ تھا کہ آئندہ جمل کر چکر کچھ پڑھے جائیگے) اون کو مفید کر دیا۔ ہر شخص کے محاسن اور خوبیوں کا میں نے ذکر کر دیا۔ جن کے اوس کے خواص ذاتی اچھی طرح معلوم ہو جائیں۔ اگر کوئی صاحبِ کرم تھا تو اس کی کرمات اور عجیب کاموں کا اگر کسی میں کوئی نادربات تھی تو اس کی نادرباتوں کا بیان کر دیا۔ جو کوئی شاعر تھا تو اس کی شعر اور جو کوئی فنی تھا تو اس کے رسالہ نقل کر دئے۔ تاکہ پڑھنے والے میری کتاب کو پڑھ کر خوش ہوں۔ اور ایک ہی اسلوب پر مقصور ہونے سے انھیں ملال نہ پیدا ہو۔ کتاب کو درجہ روانی کی قیمتی ضرورت میں اسی وقت پیدا ہو کرتی ہیں جب کہ اس میں رنگ برنگ کے مضامین قلم بند کئے گئے ہوں۔

(۵) غرض جب یہ سب کچھ ہو لیا تو تبرکاً اس کے آغاز میں ایک مختصر سا خط بھی لکھ دیا۔ اب یہ سب مجموعہ ملکہ ایک کتاب ہو گئی جو میرے بعد دنیا میں میری ایک یادگار رہے گی۔ اُس کا نام میں نے کتاب وَفَاةُ الْأَحْيَاءِ وَأَنْبَاءُ أَوْلَادِ النَّاسِ بِالْفُتُوحِ وَالْإِسْلَامِ وَأَوَّابَةُ الْعِيَانِ رکھ دیا تاکہ جو عنوان کے دیکھنے سے کتاب کا مضمون معلوم ہو جائے۔ اگر کوئی شخص ان مضامین سے واقف ہو اور اس سے اس میں کوئی خلل نظر آئے تو چاہئے کہ ثواب سمجھ کر اس کے تصدیق کر دینے کے بعد اوس میں اصلاح کر دے۔ میں نے کوشش کا کوئی دقیقہ فرگذاشت نہیں کیا ہو۔ انھیں کتابوں سے مضامین لئے ہیں جن کی صحت کا قریبی گمان تھا اور جن کا اعتبار نہ تھا اون سے بے پرواہی کے ساتھ نقل نہیں کیا۔ بلکہ حتیٰ المقدور صحت کا نہایت خیال رکھا ہے۔

(۶) میں نے اپنی اس کتاب کو بمقام قاہرہ محدث ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۷ء) میں ترتیب دیا ہے حالانکہ دوسرے شواغل میں میں چھپنا ہوا تھا۔ اور ایسے احوال گذر رہے تھے۔ کہ اس قسم کے کام انجام دینا بہت مشکل تھا۔ اس واسطے پڑھنے والے مجھے معذور فرمائیں اور یاد رکھیں کہ جو ضرورت میں نے بیان کی اسی مجھے اس کے بنانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ لغو آرزوؤں نے میرے دل میں مٹولفین میں منتظم ہونے کا خیال محال پیدا کیا ہو۔ عربوں میں مثل مشہور ہے کہ ہر کام کے لئے (خاص خاص) لوگ ہوا کرتے ہیں (ہر کاری دہر دے) مجہ میں یہ بات کہان۔ میری بضاعت تو اس علم میں بہت ہی قلیل ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے میں ایسی قابلیت بتائے جو اسے (خدا کی طرف سے) ندادی گئی ہو وہ بعینہ اوس شخص کی طرح ہے جس نے کمزور یا کالباس بننا ہو۔ اللہ تعالیٰ عطایت و دھوکے کے گڑھوں میں گرنے سے ہمیں محفوظ و مصون رکھے۔ اور اپنی منت و کرم سے سب سے بڑا سچا و اپنی اصلی قدر و قیمت کی شناخت کا ہمیں عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱) تابع کے معنی میں پس رو لیکن یہاں وہ مسلمان ہر شخص مراد ہے۔ کہ جس نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو دیکھا ہو۔ لیکن خود رسول کریم کو نہ دیکھا ہو۔ اسے تابعی بھی کہتے ہیں۔

(۲) کتاب تاریخ وفات بزرگان اور ابنائے روزگار کے وہ حالات۔ جو کسی کتاب سے نقل کئے۔ یا کسی کی زبان سے سنے۔ یا چشم خود دیکھنے سے معلوم ہوئے۔

(۳) ثوبین ثنیۃ ثوب بمعنی کپڑا یہاں اور آئندہ لباس کے معنی میں لیا گیا ہے۔ قدیمی عربوں کے پاس من ازار اور دواو کپڑے ہوا کرتے تھے۔ ازار وہ کپڑا تھا جو کمر سے لپیٹ کر ستر چھپا لیتے اور ردا چادر کو بٹپیہ پر اوڑھ لیتے تھے۔ یہی اونیٹا کل لباس ہوتا تھا۔ اسی واسطے اس کے معنی کل لباس کے ہو گئے ہیں۔ گواہ اوس میں کہتے ہی کپڑے ہوں۔

حرف الہمزہ

۱۔ ابو عمران ابو عمار ابراہیم بن یزید بن الاسود بن سبیع بن عمار بن سعد بن مالک بن النخ

کوفہ کے رہنے والے مشاہیر اہل علم سے اور تابعی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور اوج سے ملے ہیں۔ مگر کسی روایت کا سننا اون سے ثابت نہیں (۹۶ تا ۹۷ ہجری) (۳۱۷) میں وفات پائی۔ اس وقت انہیں بائیس یا اٹھاون برس کی عمر تھی۔ مگر اول روایت اقرب بصحت ہے۔ جب اون کو مرے کا وقت قریب آیا تو سخت گھبرائے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیوں کہنے لگے۔ اس سے بڑا خطرہ میرے لئے اور کونسا ہو گا۔ اس وقت میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک ایسے قاصد کی امید کر رہا ہوں جو مجھ کو جنت کی بشارت دیگا یا دوزخ کا حکم سنائیگا۔ واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری جان روز قیامت تک میرے حلق میں ہی لٹکنی پڑی رہے۔ (۱) کہ دوزخ کا پیغام جو شاید آتا ہو اس سے کچھ مہلت ملے، ان کی زبان نام ملکہ بنت یزید بن قیس النخعیہ تھا۔ جو اسود بن یزید النخعی کی بہن تھی۔ اس کی پیدائش رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور ان کے متعلق شیعہ کی طرف منسوب ہے۔ شیخ بفتح ذن و خائے معمر و عین مہملہ میں کے ملک میں مذبح کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ شیخ کا نام بنسرن عمر بن حلد بن خالد بن مالک بن اودہ ہے۔ اسے شیخ (خارج الوطن) اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنی قوم سے متشیخ یعنی الگ ہو گیا تھا۔ ان شخصوں میں بہت نامی گرامی لوگ ہوئے ہیں ان کے نسب کی نسبت اور روایتیں بھی مشہور ہیں۔ مگر صحیح یہی جو میں نے ابن الکلبی کی جمہورۃ النسب سے لیکر لکھی ہے۔

(۱) یہاں اہل ثن میں لفظ نفسی کا مقرر ہے۔ قرآن شریف میں بھی دو مقام پر ایسا ہی آیا ہے۔
 (۲) ابوہریرہ اسود بن یزید بن قیس النخعی بھی تابعی تھے۔ انہوں نے اپنے آیام طفولیت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو دیکھا تھا۔ اور حضرت علی ابن مسعود اور ابی ہریرہ سے حدیث سنی تھی۔ حدیث میں انہیں علی العموم ثقہ اور معتبر مانتے ہیں۔ ایک اور نامی گرامی تابعی اسی خاندان شیخ کے حلقہ بن قیس النخعی کوفہ کے رہنے والے اسود کے چچا اپنے زمانہ کے ایک بہت بڑے فقیہ تھے۔ انہوں نے بھی حدیث حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی ابن مسعود اور ابی ہریرہ سے سنی تھی۔ ان کے علم و فضل کی اتنی بڑی عزت تھی کہ خود صاحب رسول مسائل فقہ میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (۳۱۷) میں ان کا انتقال ہوا ہے (ماخوذ از طبقات الفقہاء عثمانی)

ابو ثور ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکلبی

بنفاد کا کہنے والا نقیبہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا۔ اقوال قدیمیہ اس نے اون سے نقل کئے ہیں۔ فقہائے مشاہیر اور ایسے ثقات میں سے تھا۔ جو دین میں امن و معتد ہیں۔ اسکا نام میں اس کی کئی کتب مصنفہ ہیں جن میں اوس نے حدیث اور فقہ کو جمع کیا ہے۔ پہلے تو اس کی تعلیم و تعلم کا شغل اہل الرائے کے مذہب پر تھا۔ لیکن جب امام شافعی عراق میں آئے تو اون کے پاس آئے جانے لگا۔ اور اونکا متبع ہو گیا۔ اپنے پہلے مذہب کو چھوڑ دیا۔ اخیر عمر تک امام شافعی کے ہی طریق پر قائم رہا۔ ۲۷۰ھ (۸۷۵ء) کو بغداد میں وفات پائی۔ باب الکناس کے پاس ایک مقبرہ میں دفن ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (امام) احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ وہ میرے نزدیک دوسرا سفیان ثوری ہے میں اوس کے تمسک باسنۃ کو پچاس برس سے جانتا ہوں۔

۱۱) اقوال قدیمیہ سے غالباً وہ اشال مراد ہیں جو عرب کے بدوی آپس میں بولتے تھے۔ جن کی نسبت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ خالص عربی اچھی طرح یہی جانتے ہیں۔ امام شافعی بیس سال تک بدوی عربوں میں رہے تھے۔ کہ اونکی زبان کو یہ ہیں۔ علاوہ برین عرب کی تاریخ کا بھی ادون کو اچھا علم تھا۔ (طبقات عثمانی) ۲) احکام بافتادی سے وہ مضامین مراد ہیں۔ کہ جن سے مرکب ہو کر اہل اسلام کی فقہ منی ہے۔ اونکی اخذ چار چیز ہیں۔ قرآن سنن یا حدیث اجماع امت قیاس۔

۳) مقلدین امام مالک امام شافعی و امام احمد بن حنبل متون حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے متبعین کو اہل الرائے یا اہل القیاس کہتے ہیں۔ کیونکہ بعض معاملات میں مسائل فقہیہ کے حل کرنے میں حدیث کی بنسبت قیاس سے زیادہ کام لیتے ہیں (از شبہ ستانی)۔

۴) لفظی ترجمہ۔ وہ میرے نزدیک سفیان الثوری کی کہاں میں ہے۔ یہی فقرہ طبقات عثمانی میں بھی موجود ہے وہاں یہ سلاخ کا لفظ لکھا ہوا ہے جسکے معنی کہاں کے لئے گئے ہیں۔ اور مصنف نے اوس پر اعراب بھی لگا دیئے ہیں اسوجہ بیان خلکان کو عربی لفظ مطبوعہ میں سلاخ کا لفظ جو بیچ ہے اسکو صحیح تلفظ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے۔

۳- ابو اسحاق ابوالکرم بن احمد بن اسحاق مروزی

شافعی فقیہ اور فتویٰ مدرس ہیں اپنے زمانہ کا امام تھا۔ فقہ ابو العباس ابن سیرین سے پڑھی۔ اوس میں بزرگمال حاصل کیا تھا۔ ابن سیرین کے بعد عراق میں اوس کی جگہ رشافعیوں کا یہی سربا

بھی ہو گیا تھا۔ اس نے بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مختصر الزیٰ کی شرح بھی لکھی ہے۔ بغداد میں
 مت وراثت نگ رہا۔ وہاں پڑھاتا بھی تھا اور مفتی کا کام بھی کرتا تھا۔ اس کے شاگردوں میں بہت لوگ
 نامی گرامی ہوئے ہیں۔ بغداد میں قطیعتہ الربیع کے مقام پر دربار مروزی رکوچہ مروزی، اسی کے
 نام سے منسوب ہے۔ اپنے اخیر زمانہ میں بغداد سے مصر کوچلا گیا تھا۔ اسی جگہ اس کا ورجہ بنت
 (سلاطین) کو انتقال ہوا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قبر کے پاس مدفون ہے۔ یہ بھی لوگوں نے
 کہا ہے کہ اگرچہ سنہ مذکور کو شب شنبہ کے ایک ثلث گندہ نے کے بعد انتقال ہوا تھا۔ مروزی
 بفتح میم و سکون راو فتح و او و زائے مجملہ۔ مروشا جہان کی طرف منسوب ہے۔ جو خراسان کی چار کر سون
 میں سے ایک کرسی (صدر مقام) ہے خراسان کی کرسیاں چار شہر ہیں۔ مروشا جہان نیشاپور
 ہرات بلخ۔ مروشا جہان اسے اس لئے کہتے ہیں کہ مروا رودین اور اس میں فرق ہوا ہے
 شاہان فارسی لفظ ہے جس کے معنی بادشاہ کی جان میں۔ شاہ کے معنی تلک اور جان کی معنی روح
 فارس والوں کی عادت ہے۔ کہ مضاف الیہ کو مضاف پر مقدم کر دیا کرتے ہیں۔ اس مرو کو سکندر
 ذوالقرنین نے آباد کیا تھا۔ خراسان کا یہ تخت گاہ تھا۔ زائے مجملہ نسبت کے لئے اس میں اسطیج
 بڑھائی گئی ہے۔ جیسے رے کو رازی اور اصفہان کو رازی کر لیا ہے۔ لیکن ادن میں سے اکثر لوگوں کے
 نزدیک جو قواعد نسبت کو مانتے ہیں یہ نسبت اوسى وقت ہوتی ہے۔ جب کہ یکسی بنی آدم کی ہفت
 واقع ہو۔ ورنہ اس میں زیادہ خصیص کی جاتی۔ چنانچہ کہتے ہیں طلائع شمس مروزی ہے۔ اور کپڑے
 وغیرہ اسباب کو مروزی سکون رائے مہلہ بولتے ہیں۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ سب جگہ زیادہ کیجائی
 ہے۔ دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ قاضی ابو حامد محمد بن عامر المروروزی فقیہ شافعی کے بیان
 میں ان دونوں شہروں کا باقی حال بیان کرینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) قطیعتہ الربیع (یعنی معانی ربیع) کا کسی قدر حال بیچ بن پونس کے بیان میں بھی ملے گا۔ ویکھو تذکرہ ۲۱۱
 غالباً مروشا جہان ہی ہے۔ جسے اہل یورپ انطاکیہ کا گیارہ کہتے ہیں۔ پہلے اسے سکندر اعظم نے آباد کیا تھا اور
 اسے سکندریہ ہی کہتے تھے۔ لیکن زیادہ کے انقلابات سے ویران ہو گیا۔ اس کے بعد انٹیوکس بن سلو
 نے اسے از سر نو بنایا۔ اور اپنے نام سے موسوم کیا۔ پھر اہل اسلام کے زمانہ میں اسے مروشا جہان
 کہنے لگے۔

۳۲- استاد ابو اسحاق ابوالہیم بن محمد بن ابوالہیم بن مہران الاسفہرکی بنی ملقب کن الدین شافعی فقیہ متکلم اور اصولی تھا۔ حاکم ابوعبد اللہؑ نے اس کا ذکر کیا۔ اور کہا ہے کہ نیشاپور کے شیوخ نے عملاً علم کلام اور اصول اسی سے سیکھا ہے۔ عراق اور خراسان والے اس کے کمال علم کے معجزین اس نے اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اون میں ایک ادس کی بڑی کتاب جس کا نام اوس نے جامع النجلی رکھا ہے اور جس میں اوس نے دین کے اصول اور محدثین کا رد لکھا ہے پانچ جلدوں میں میں نے دیکھی ہے اس کے سوا اوس کی اور بھی کئی کتابیں ہیں۔ قاضی ابوطیب الطبری نے اصول فقہ اسفہرانی میں اسی سے پڑھی تھی۔ جو مدرسہ کہ نیشاپور میں پڑا مشہور تھا وہ اسی کی وجہ سے بنایا گیا تھا۔ ابوالحسن عبدالغافر فارسی نے سیاق تاریخ نیشاپور میں اس کا ذکر کیا اور اوس کے حق میں کہا ہے کہ زمرہ علما میں یہی ایک شخص ہے۔ جو اپنے تبحر علوم اور شہادۃ امامت کے استیلاء کی سبب مجتہد کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ فی الحقیقت وہ مالک شرفیہ کا زبور تھا۔ وہ کہا کرتا تھا میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے نیشاپور میں موت دے۔ کہ تمام شہر والے میرے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (خدا تعالیٰ نے اوس کی دعا قبول کی) وہیں اوس کا بروز عاشورہ ۴۱۲ھ (۱۰۲۳ء) میں انتقال ہوا۔ مگر اوس کے دوست اوس کا جنازہ اسفہرانی لے آئے۔ اور وہاں اوس کے مشہد میں دفن کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ابوالقاسم نقشبندی اوس کی مجلس تلمیذ میں آیا پایا کرتا تھا۔ حافظ ابوبکر بیہقی وغیرہ مصنفین رحمہم اللہ اجماعاً اپنی تصانیف میں اوس سے اکثر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ خراسان میں اوس نے ابوبکر اسامی صلی سے اور عراق میں ابومحمد و خلج بن احمد سجستانی وغیرہ اہل حق کے اقربان سے حدیث پڑھی تھی۔ اسفہرانی کا ذکر شیخ ابو حامد احمد بن محمد اسفہرانی کے بیان میں آیا ہے۔

۱، حاکم ابوعبد اللہ کا تذکرہ محمد بن اسماعیل نے کیا۔ دیکھو تذکرہ ۵۸۷

۲، اہل اسلام کے علمی تاریخ میں ایک بہت بڑا واقعہ ہے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل اسلام میں سے اول جو مدرسہ بنایا گیا ہے وہ مدرسہ ۴۱۲ھ (۱۰۲۳ء) میں نظام الملک نے بنایا ہے۔

۳، وہ علما جو اپنے کمال و فضل کی وجہ سے دوسروں کی پیروی نہ کرتے بلکہ مسائل خود ہی اپنی رائے سے

حل کر لیتے تھے۔ مجتہد کہلاتے تھے۔

۴، ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیل شافعی فرقہ کا بہت بڑا فقیہ تھا۔ اپنی تصانیف اور علوم فقہ اور حدیث کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ جن کا بہت بڑا حصہ اوس نے اپنے سفر میں جمع کیا تھا۔ جامع صحیح ترمذی کی اوس نے شرح لکھی ہے۔ ایک معجم بھی اوس کی تصنیف سے ہے۔ جس میں غالباً اوس نے محدثین کے حالات اور اون کے صحیح صحیح نام درج کئے ہیں۔ اوس کی ایک سند ہے جو سند عمر کے نام سے مشہور ہے جس میں اوس نے حضرت عمر تک اسناد پہنچائی ہے۔ یہ کتاب نہایت صحیح مگر بہت ضخیم ہے اس کے شاگردوں میں جبرائیل کے تمام عالم تھے۔ ابوسعید اس کا بیٹا بھی اوس کا شاگرد تھا۔ اسماعیل جو ۹۴ برس کی عمر میں جب ۳۲۰ھ میں مرا ہے (راخود از طبقات الشافعیین و طبقات الفقہاء و تاریخ ابوالفدا)۔

۵، امام ابو محمد و خلیج بن احمد بنجری (باشندہ بختان) اپنے زمانہ کا اول درجہ کا مفتی اور محدث تھا۔ اس عالم کی تجارت کا دائرہ بھی بڑا وسیع تھا۔ تجارتی لین دین کے سبب سے اپنے زمانہ میں سب سے بڑا دولت مند سوداگر ہو گیا تھا۔ اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ سالانہ وظائف میں خرچ کرتا۔ اور مستحق لوگوں کو مکہ معظمہ سرائے اور بستان میں تنخواہیں دیا کرتا تھا۔ خصوصاً اہل اسلام کے ساتھ بڑی فیاضی سے پیش آتا تھا۔ الیاد کے برس کا ہو کر ۳۲۰ھ میں مرا ہے۔ دارقطنی جو بڑا نامی گرامی عالم ہے۔ کہتا ہے کہ اس و خلیج نے حضرت عباس کا وہ مکان جو مکہ میں تھا تیس ہزار دینار میں خرید لیا تھا۔ (راخود از زیارات النعمان یا فی)۔

۵۔ شیخ ابوالسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروز آبادی، ملقب بجمال الدین، ہندو کا باشندہ تھا کہتے ہی بزرگوں سے فقہ کا علم حاصل کیا تھا۔ قاضی ابوالطیب الطبری کی صحبت میں ایک مدت تک رہا اور اوس سے نفقہ اٹھایا تھا۔ اوس کی مجلس میں بہ اوس کا نائب بھی رہا تھا۔ اوس نے اپنے حلقہ میں طلبہ کو آسوختہ دھرائے کے لئے اسے مقرر کر دیا تھا (اس طرح رفتہ رفتہ) ہندو میں پہنچنے زمانہ کا امام ہو گیا تھا۔ نظام الملک نے ہندو میں جب مدسہ بنایا۔ تو چاہا کہ اوسے متولی (پرنسپل) مقرر کرے مگر اوس نے منظور نہ کیا۔ اسلئے نظام الملک نے ابونصر بن الصبّاغ صاحب الشامل کو چند عرصہ تک متولی کر دیا تھا۔ مگر جب اس نے قبول کر لیا۔ تو اسی کو تولیت دیدی۔ چنانچہ تمام عمر یہی۔ یان کا متولی رہا۔

میں نے اسکا حال کسی قدربط سے (تذکرہ ۳۰۲) شیخ ابو نصر عبدالسید بن الصباغ صاحب الشامل کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہئے۔ یہ کتنی ہی تصانیف مبارکہ وفیدہ کا مصنف تھا۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔ **الْمُهَذَّب** اپنے مذہب کی تائید میں۔ **التَّشْبِيهُ** فقہین۔ **الْمُلْتَمَع** اور اس کی شرح، **اصول الفقہ** میں۔ **الْمُلْتَمَع** خلاف میں۔ **الْمُبْتَدِئ**۔ **الْمُعَوِّذ**۔ **الْمُنْتَخَص** جدل میں۔ اس سے آہ غلغلہ تشریف

نفع اوٹھایا تھا۔ شعر بھی اچھے کہتا تھا۔ ان میں سے چند ذیل ہیں: **نَلْبَسْتُمِنْ**
سَأَلْتُ النَّاسَ عَنْ خُلِّ وَفِي فَقَالُوا مَا لِي هَذَا، **الْأَسْبِيلُ**

میں نے لوگوں سے پہچان کر کہیں دوا دار، دست بھی مل سکتا ہے۔ لہذا کہ اس کی سبیل، زمین ہو سکتی
تَمَسَّكْتُ أَنْ خَطَرْتُ بِذِي خَيْرٍ فَإِنْ الْخَيْرُ فِي الدُّنْيَا، **أَقْلَبُ لِي**
 اگر کسی شریف کا راز میں جا سے تو کڑکھائے۔ کیونکہ تشریف شخص دنیا میں بہت کم ہیں

شیخ ابو بکر محمد بن الدلیہ النظر طوسی جس کا ذکر تذکرہ ۷۷۷ میں انشا اللہ تعالیٰ آئندہ آئیگا بیان کرتا تھا
 کہ بغداد میں عاصم نام ایک اچھا شاعر تھا۔ اس نے شیخ ابوالاسحاق قدس اللہ سرہ کی مدح میں یہ شعر
 کہے تھے۔

تَرَاهُ مِنَ الذِّكَا عِ نَحِيفَ جَسْمٍ عَلَيْهِ مِنْ تَوَقُّدِهِ دَلِيلُ

تو جو اس کا جسم بلا پتلا دیکھتا ہے یہ ذہن کی تیزی سے ہو گیا ہے یہی اس کا اصل بانی اس کے تیزی
 ذہن کی دلیل ہے۔

إِذَا كَانَ الْفَتَى ضَخَمَ الْمَعَانِي فَلَيْسَ يَضُرُّهُ الْجَسْمُ الْتَعِيلُ

جب کوئی شخص اوصاف حمیدہ کا جامع ہو تو اس سے جسم لاغر کچھ مضر نہیں ہوتا۔

وہ غایت درجہ کامتہ اور دینہ داری کا شدت سے پابند تھا۔ اس کی خوبیاں حصہ شمار
 سے زائد ہیں۔ غیر آباد میں ۳۹۳ھ (۱۰۰۳ء) میں پیدا ہوا۔ سماعی زیل میں کہتا ہے کہ بروز یکشنبہ
 ۲۱ جمادی الآخرہ (۲۱ دسمبر) لوگ کہتے ہیں کہ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ (۱۰۰۳ء) کو شہر بغداد میں
 اس نے وفات پائی۔ دوسرے روز باب آبرو میں مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو القاسم بزرگ تپائی جسکا
 نام عبید اللہ تھا اور آئندہ (تذکرہ ۳۲۱ میں) انشا اللہ اس کا ذکر آتا ہے اور اس کا شریعہ
 لکھا ہے۔

أَجْرِي الْمَدَامِ بِالْمَدَامِ خُطْبُ أَقَامَ قِيَامَهُ الْكَدَّاسِي

ایک سخت مصیبت نے گوشہ چشم میں قیامت برپا کر دی۔ اور آنجنہوں سے آنسو جاری کرو کے جو بیتہ خون سے لے ہوئے تھے۔

مَا لِلْيَالِي لَا تَوَلَّفُ شَمْلَهَا بَعْدَ ابْنِ بَجْدَتْهَا إِلَى إِسْمَاقِ

زمانہ کو کیا ہو گیا ہے کہ ابواسحاق اوس کے منہ بند بیٹے کے بعد اوس کی حالت سد مرتی ہی نہیں۔

إِنْ قِيلَ مَاتَ فَلَمْ يَمُتْ مَنْ فِكْرُهُ حَتَّى عَلَى مَرَا لَلْيَالِي بَارْفِي

کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ مگر وہ شخص مرا نہیں کرتا جس کا ذکر زندہ ہو۔ وہ جب تک زمانہ گزرتا رہے گا باقی رہے گا۔

محب الدین بن النجارؒ کی تاریخ بغداد میں اوس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ وہ شافعیوں کا امام اور اوس لوگوں میں سے تھا کہ جن کے فضل و کمال کی شہرت ملکوں میں پھیل گئی۔ اور جو علم و زہر میں اپنے اہل زمانہ سے فوقیت لے گئے ہیں۔ اوس وقت علمائے انصار میں اکثر لوگ اوس کے شاگرد تھے

ملک فارس کے ایک شہر فیروز آباد میں پیدا ہوا۔ اور وہیں پرورش پائی۔ پھر شیراز گیا۔ اور ابو عبد اللہ البیضاوی اور ابو احمد عبد الوہاب بن رافین سے فقہ پڑھی۔ یہاں سے بصرہ جا کر بخاری سے پڑھا۔

اس کے بعد شوال ۳۱۵ھ میں بغداد گیا۔ وہاں ابو الطیب الطبری سے پڑھتا رہا۔ ۳۱۶ھ میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن ابو عبد اللہ الحمیدی کہتا ہے۔ میں نے اوس سے پوچھا تھا کہ آپ کا سن ولادت کیا ہے تو اوس نے ایسے واقعات بیان کئے جس سے ثابت ہوتا تھا کہ ۳۱۶ھ (۳۱۷ھ) میں اوس کی ولادت ہوئی ہے۔ کیونکہ اوس نے بیان کیا کہ میں تحصیل علم کے لئے شیراز ۳۱۷ھ میں

گیا تھا۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ۳۱۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ وانداعلم۔ جب وہ مرا ہے تو اس کے دوست آشنائوں نے مدرسہ نظامیہ میں ایک بڑی مجلس تعزیت منعقد کی۔ جب عوا کے ایام گزر گئے تو مولانا بن نظام الملک نے ابوسعید کو اوس کی بجائے متولی مقرر کر دیا۔ لیکن جب نظام الملک کو خبر ہوئی تو اوس نے اس تقرر کی منظوری سے انکار کیا۔ اور کہا ضرور ہے کہ اوس کے غم میں ایک سال مدرسہ بند رہے۔ اور جو شخص اوس کی جگہ متولی ہوا تھا اوس سے ناخوش ہوا تھا۔ اور کہا کہ شیخ ابو نصر عبد اللہ الصباغ اوس کی بجائے مدرس کیا جائے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فیروز آباد بکسٹرا و سکون یا کے عثمانیہ و ضم رائے مہلہ و وائوساکنہ و زائے معبر مفتوحہ و الف و بائے

والف و وال مہلہ فارس میں ایک شہر ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ہی شہر گورہ ہے۔ یہ بات حافظ ابو سعد بن سہمانی نے اپنی کتاب الانساب میں بیان کی ہے اور اور لوگوں نے اسے بفتح فاء بھی لکھا ہے۔ وا شدا علم۔

(۱) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن حسن بن عبثہ اللہ بن محاسن معروف ابن النجار شہرہ (رحمۃ اللہ علیہ) میں بقا بغداد پیدا ہوا۔ دس سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی۔ پندرہ برس کے سن میں ایسی لیاقت پیدا کر لی کہ پھر اس کی ضرورت نہ رہی جب اپنے شہر میں ایسا کوئی نہ ملا۔ جس سے وہ آئندہ استفادہ کر سکے اور قرات سبعہ بھی حاصل کر لیں تو ایک لمبے سفر کو نکلا۔ شام مصر حجاز اصفہان حران ہرات نیشاپور وغیرہ میں ستائیس برس گھومتا پھر اس سفر میں اس نے عام و خاص اس نے واسطے سب طرح کے لوگوں سے فوائد حاصل کر کے لکھ لئے۔ وہ بہت بڑا عیسٰی النظر و وسیع العلم آدمی تھا۔ فرتنی و اتقائین بیکتا زہد و ورع میں نہایت مشہور بمقام بغداد (رحمۃ اللہ علیہ) میں انتقال کیا۔ مقابر الکھدایین باب الحرب کے پاس مدفون ہوا۔ تاریخ بغداد مصنفہ خطیب ابوبکر احمد بغدادی کا اس نے سولہ جلدوں میں ذیل لکھا ہے۔ جو اس کی کتابوں میں سے بہتر مشہور ہے۔ ابن قاضی شعبہ جس سے ہیں اس کا اکثر حال ملا ہے۔ سولہ کتابوں کی فہرست دیتا ہے جو اس کی تصنیف سے ہیں (راخوز از طبقات الشافعیین)

(۲) ابو عبد اللہ محمد بن البیضاوی شافعی نقیہ تھا۔ بیضا مقام پر پیدا ہوا۔ جو اصطخر کے علاقہ میں شیراز سے آٹھ فرسنگ پر ایک بڑا قصبہ ہے۔ فقہ اس نے شہر اہل میں پڑھی۔ پھر بغداد میں جا کر ابو حامد اسفرائینی وغیرہ مشاہیر علماء سے استفادہ کیا۔ اور بہت بڑا عالم اور مفتی ہو گیا۔ اپنے مذہب کی نقہ میں اس سے کمال تھا۔ علم خلاف منطق اور اصول الفقہ خوب جانتا تھا (رحمۃ اللہ علیہ) میں بیکایک اس کا بمقام بغداد انتقال ہو گیا۔ اسی مقام بیضا میں جو اور مشہور لوگ ہوئے ہیں اور میں قاضی نصیر الدین ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی نہایت مشہور ہے۔ جو تفسیر بیضاوی کا مصنف ہے۔ یہ شیراز میں (رحمۃ اللہ علیہ) میں مرا ہے راخوز از طبقات الشافعیین و طبقات الفقہاء

(۳) شیخ ابو احمد عبد الوہاب بن محمد بن عمر بن محمد بن امین بغداد کا رہنے والا اور ذرا کی سے مشہور عالم کا شاگرد تھا۔ فقہ اور اصول فقہ خوب جانتا تھا۔ جس میں اس نے بڑی عمدہ اور مفید کتابیں لکھی ہیں (رحمۃ اللہ علیہ) میں وفات پائی ہے۔

(۴) مجتہدی کون تھا مجھ کو اس کا حال معلوم نہیں ہوا۔

۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں پندرہ سترہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے سفر کو جانے کا ایک دستور ہو گیا تھا۔ جب اپنے وطن میں جو بچے ملن ہوتا علم حاصل کر چکے تو پاس پڑوس کے بڑے بڑے شہروں میں مشہور عالموں سے استفادہ کرتے اور بعض بعض لوگ مدتہائے دراز تک دور و دراز ملکوں کو گھول جاتے تھے۔ جب تحصیل علم سے فارغ ہوتے تو اپنے وطن کو لوٹ آتے تھے۔

۶) ابوالحاق ابراہیم بن منصوب بن المسلم فیہ شافعی مصری معروف اقی خطیب جامع مصر

بڑا فاضل فقیہ تھا۔ کتاب مہذب تصنیف شیخ ابوالحاق شیرازی حمادہ تعالیٰ کی دس جلد میں اس نے شرح لکھی ہے۔ جو بہت ہی اچھی ہے۔ یہ ۸۰۰ ربیعہ والا تھا۔ بغداد میں سافروں کے طوڑ آیا۔ مدت تک وہاں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ اس نے اقی کہنے لگے تھے۔ اس نے بغداد میں ابوبکر بن الحسین الارمونی سے جو شیخ ابوالحاق شیرازی ناشارد تھا۔ اور ابوالحسن محمد المبارک بن النخل بندادی سے فہرہ پڑھی تھی۔ اور اپنے شاگرد بن قانس ابوالمعانی مجتبیٰ بن نجیح سے بھی جس کا ذکر (تذکرہ ۵۲۸) میں اشارت تعالیٰ آئے ہیں کیا کیا تھا۔ بغداد میں وہ مدتی مشہور تھا۔ جب لوٹ کر مدینہ لویا تو اسے اقی نے لے لیا۔ اس نے علم روایت ہے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا شیخ ابن النخل مذکر بغداد میں یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔ مدرس کے بہن شاعر کا۔ مزین بیان کیا۔

فی ذخریٰ رسول تدریکین لہ اعلیٰ والحق قد یعتریہ سوء العقب

اس شعر پر سید الفاضل سے اس کے باطل مفسرین کی ذیبت ہو جا کر کرتی ہے اور حق برے بیان سے کہی کہی چھپ جاتا ہے۔

تقول ہذا حجاج النخل تمحاً این ذممت قتل فی التوابیر

اگر تہذیب کو کھو کہ یہ بہال کی کبھی کا لعاب رہن ہے تو یہ تو نے اس کی تعریف کی۔ اور اگر تو اس کی مذمت کرے تو کہیگا کہ مصیبت کی ہے۔

مذحاً ودماً وما جاوزت وصفها حسن البیان یری الظلماء کما لتوسر

مخ کی اور مذمت کی اور تو نے ان میں حد سے تجاوز اور بالفہ کیا تو حسن بیان اور غربی ادا کیا کو ایسا کر دکھائیگی
جیسا کہ نور و شرف ہوتا ہے۔

مصر میں ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں پیدا ہوا۔ اور بروز پنجشنبہ ۲۱ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں اسی
وفات پائی۔ واسن مَقَطَّم من مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس کا ایک بیٹا ابو محمد عبد الحکیم بن جلیل القدر فاضل تھا وہ ہی باپ کے بعد جامع مصر کا خطیب مقرر ہوا۔
اوس نے اچھے اچھے خطبہ بنائے۔ اشعار بھی لطیف اور عمدہ کہتا تھا چنانچہ حماد بن جبریل کے حق میں
جوابن اخی العلم کے نام سے مشہور اور مصر میں صاحب دیوان بیت المال تھا اور جس کا گر کر ماتم روٹ گیا
تھا یہ اشعار کہے تھے۔

إِنَّ الْعَمَادَ بْنَ جَبْرِيلَ أَخِي عِلْمِهِ لَهُ يَدٌ أَصْبَحَتْ مَلُوءَةً بِاللَّحْنِ

عامر بن جبریل اخی علم کا ایک ایسا ہاتھ ہے کہ جس پر ایک مذموم نشان ہے۔

تَأَخَّرَ الْقَطْعُ عَنْهَا وَهِيَ سَارِقَةٌ فَجَاءَهَا الْكَنْزُ لِيُتَقَصَّى عَنْ الْخَبَرِ
اوس کے قطع میں دیر ہوئی حالانکہ وہ چور تھا۔ اس واسطے کہ اور شکستگی ہاتھ کے پاس آئی کہ خبر رشنا
اوس سے دریافت کرے (جو جلد اچھا ہونے والا نہیں)

اس کے اور بھی ناؤ شعر ہیں مگر یہ دونوں بیتیں میں نے جعفر بن حسن الخلافہ کے دیوان میں جس کا ذکر
(تذکرہ ص ۳۵) میں انشاء اللہ آندو آتا ہے دیکھتے ہیں۔ واللہ اعلم کس کے ہیں۔ یہ شعر بھی عبد الحکیم نے
ایک شخص کے حق میں کہے تھے جو واجب القتل تھا اور متوفی قصاص یعنی اوس شخص نے
جسے قصاص لینے کا اختیار دیا گیا تھا قتل کے لئے اوس کے تیر مارا۔ جو اوس کے جگر پر جا کر لگا۔
اور وہ مارا گیا۔

أَعْرَضَتْ مِنْ كِبَدِ الْقَوْسِ إِنَّهَا فَغَتْ تَيْنُ وَالْكَأَمُ قَدْ تَخَنَعَتْ عَلَى الْوَلَدِ

قوس کے جگر (یعنی بیچ) سے تو نے اوس کے بیٹے (تیر) کو نکالا۔ اس لئے وہ فریاد آہ کرنے لگی۔ ہاں
اپنے بچہ کو محبت کیا ہی کرتی ہے۔

وَمَا دَرَيْتُ أَنَّهُ لَمَّا سَهَبَتْ بِهِ مَاسَا سَرَّ مِنْ كِبَدٍ إِلَّا إِلَى كَبَدٍ

وہ (قوس) یہ نہیں جانتی تھی کہ جب تو نے اوس (تیر) کو چلایا تو وہ صرف ایک جگر سے (قوس کے) نکل کر

دوسرے مقتول کے (مگر میں جلا جا چکا۔

میرے نزدیک ان دونوں میتوں میں سے اول بہت ایک مغربی کے قول سے مانو ہے۔

لَا غَرْفَ مَعَهُ جَنَّتِي لَيْتَهُمْ يَوْمَ النُّوَى وَأَنَا أَخُوهُمْ

اون کی فرقت کی وجہ سے میری بیٹابی میں کپڑے شک و شبہ نہیں۔ اوس جدائی کے روز جب کہ میں اور رنج و غم ہمیشہ کے لئے بہانی بہانی ہو جاتے ہیں۔

فَالْقَوْسُ مِنْ خَشَبٍ ثَلَاثًا إِذَا مَا كَلَّفُوها فُرْقَةً السَّهْمِ

قوس کو دیکھو جو لکڑی کی ہے۔ جب اوس پر زور کرنے میں کہ اوس سے تیر کو جدا کر دین تو وہ بھی فریاد و زاری کرتی ہے۔

دوسری بیت کا مضمون فقیہ عمار یمنی کے قول سے مانو ہے جس کا ذکر (تذکرہ ۴۶۲ میں) انشاء اللہ

تعالیٰ آئندہ آتا ہے۔ یہ قول اوس کے ایک قصیدہ قصیدہ مین مذکور ہے جس کو میں نے اوس کے

تذکرہ میں نقل کر دیا ہے۔ یہ فقیہہ کہ معطر شرفاً اللہ تعالیٰ سے دیار مصر کو آیا۔ اور وہاں کے حاکم وقت خانہ

عیسیٰ بن القطار العنبدی اور اوس کے وزیر الصالح طلائع بن زید کی تعریف میں یہ قصیدہ لکھا تھا۔

اس تاریخ میں ان دونوں کا (اول کا تذکرہ ۴۸۷ میں اور دوسرے کا تذکرہ ۲۸۸ میں) ہم نے بیان کیا ہے۔

وہ اس قصیدہ کو کہتے کہتے اور انوشون کی تعریف میں جو او سے مراد کوئے گئے تھے کہتا ہے۔

وَرُحْنٌ مِنْ كَعْبَةِ الْبَطْلَاءِ وَالْحَرَمِ وَفَدَا إِلَى كَعْبَةِ الْمُعَرَّوفِ الْكَرَمِ

وہ شام کو بچنے کے کعبہ اور حرم سے بچلین اور احسان و کرم کے کعبہ سے لینے کو چلین۔

فَهَلْ دَرَى الْبَيْتُ إِلَى بَعْدِ فُرْقَتِهِ مَا سِرْتُ مِنْ حَرَمٍ إِلَّا إِلَى حَرَمِ

کیا خاندان کعبہ اس بات کو جانتا ہے کہ جب میں اوس سے جدا ہوا تو میں صرف ایک حرم سے دوسرے حرم کے

پاس گیا۔

یہ بھی عبدالحکم کے ہی اشعار میں سے ہیں۔

قَامَتْ لَطَا لِبْنِي بِلَاؤُهُ مَحْرَمًا لَقَارَاتِ عَيْنِي تَجْوَدُ دُرِّهَا

مکڑی ہوئی اور مجھ سے اپنی گردن کے موتی مانگنے لگی جب کہ اوس نے دیکھا کہ میری آنکھیں اپنے موتی

وَقَبَسَمَتْ نَجْمًا فَقُلْتُ لِصَاحِبِي هَذَا الَّذِي أَتَهَمَسْتُ بِهِ فِي نَفْسِي

لیکن جب وہ بظاہر تعجب مسکرائی تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو جس کی اوس نے ہمت لگائی تھی وہ

وہ اوس کے منہ میں موجود ہے۔

یہ مضمون بھی ابو الحسن علی بن عطیہ معروف ابن الزقاق اندلسی بلنسی کے اس قول سے ماخوذ ہے۔

وَنَشَادُنْ طَافَ بِالْكُتُوبِ صَحِيحًا
فَحَثَقًا وَالصَّبَاحُ قَدْ وَضَحًا

ایک خوبصورت ہرن آکر پیالوں کے گرد و خیر کو گھومنے اور ادھنیں ہلانے لگا حالانکہ صبح کی روشنی ہو چکی تھی
وَالْوُضْءُ يُبْدِي لَنَا شَقَائِفُ
وَأَسَى الْعَبْرَتِي قَدْ أَنْفَعَا

مرغز اپنے ہارے لئے لار کے پھول لگائے تھے۔ اور غنہ ہی آس نے خوشبو میں ہسکار کھی تھیں۔

قُلْتُ أَتَى الْوَقَاحِ قَالَ لَنَا
أَوْدَعَهُ نَغْرٌ مِّنْ مَّسْقَى الْقَدَاحَا

میں نے پوچھا کہ بابونہ کے سپید پھول کہاں ہیں ر میرے ساتھی نے کہا کہ جس نے پیالہ بھرا تھا میں نے
اوسى کے منہ میں دیدے ہیں۔

فَقَطَّلَ سَاقِي الْمَدَا وَتَجَدُّ مَا
قَالَ فَلَمَّا تَلَبَّتُمْ أَقْصَمَا

مگر ساقی شراب نے اس سے انکار کیا۔ لیکن جب وہ ہنسنا اور دانت دکھائی دئے، تو اوس کی رسوائی ہو گئی

وزیر صفی الدین ابو محمد عبداللہ بن علی المعروف ابن شکر وزیر الملک العادل بن ایوب نے مصر میں اس

عبداللہ کو خطابت جامع مصر سے معزول کر دیا تھا۔ اس پر یہ اشعار عبداللہ نے اوسے لکھ کر بھیجے تھے

فَلَا يَنْبَغِي بَابُ غَيْرِ بَابِكَ أَنْجِي
وَيَا بِي جُودٌ غَيْرَ جُودِ لِحَاظِ لَمْ

تیرے دروازہ کے سوا میں اور کس دروازہ پر پناہ کے لئے جاؤں۔ اور تیرے بخشش کے سوا میں اور

کی بخشش پر نظر ڈالوں۔

سُدَّتْ عَلَى مَسَالِكِي وَمَذَاهِبِي
إِلَّا الْبَيْتَ فَدَلَّنِي مَا أَضْنَعُ

میرے جتنے راستے اور طریق تھے سب بند ہو گئے صرف ایک تیرا ہی باقی ہے۔ تاکہ اب میں کیا کروں۔

فَكَمَا نَأَى الْأَبْوَابُ بَابَكَ فَخَذَاهُ
وَكَمَا نَأَى الْخَلِيقَةُ أَجْمَعُ

میرے لئے تیرا ہی ایک دروازہ گویا دنیا بھر کے دروازہ ہیں۔ اور تو ہی اکیلا میرے لئے گویا تمام خلقت

اس اخیر بیت کا مضمون بھی ایک مشہور شاعر سلامی کے قول سے ماخوذ ہے۔ وہ کہتا ہے۔

فَبَشِّرْكَ آمَالِي بِمُتْلَقِ مَوَالِدِي
وَدَايِرِي الدُّنْيَا وَلِزِمِرِ مَوَالِدِ هُرِي

میں نے اپنے امیدوں کو بشارت دی ایسی رہا یا کے مالک ہونے کی کہ وہ تمام خلقت ہے۔ اور ایسے گھر

کہ وہ ہی ساری دنیا ہے۔ اور ایسے حکمرانی کے دن کی۔ کہ وہ ہی ابد الابد ہے۔

اس نظم کا ذکر حصہ الدولہ (دفا خسرو) بن لہو کے بیان میں حرف فامین آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ (دیکھو تذکرہ ۵۰۵) یہ بھی اس عہد الحکم کے شعر ہیں۔ جو اس نے اپنی بی بی کاسب سے اول منہ دیکھتے وقت کہے تھے۔

سَمَوْتُ وَجْهَهَا بِكَيْفِ حَلِيهِ شَبَّكَ النَّفْسِ وَفِي بَحْلِي عَرُوسًا

جس وقت وہ دو وطن بنی ہوئی میرے سامنے ہوئی اوس نے اپنا منہ ہاتھ سے چھپایا جس پر نقشو کجاں تھا
قُلْتُ لَمْ أَلْقِ كَذَلِكَ سَتَرًا كُنْتُيَا وَمَتَى عَطَيْتِ الشَّبَاكَ الشَّمُوسَا
میں نے کہا اپنے چھپانے سے تو تو چھپ نہیں سکتی۔ کہیں آفتاب بھی جال سے چھپا کر تے ہیں۔
یہ بھی اوس کے شعر ہیں۔

حَمَادُ بَنِي بَنَاتٍ بَهَا فِي لَذَاذَةِ يَحْيَى لِي أَنَا عَلَى الْمَسَاءِ قُدُومُ

دعوت میں جان ہم نے بڑی لذت سے رات بسر کی تھی مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ ہم پانی پر سوار ہیں۔
فَمِنْ فَوْقَا لَا فَلَاحُ وَالْعَلَا كُنْتَا فَنِي تِلْكَ أَمَّا زَوْفِي تَيْلُكُ الْهَجْمُ
اور ہمارے آسمان تھے اور نیچی ہمار کشتی تھی۔ اس میں چاند تھے اور اوس میں ستارے تھے۔

اور یہ بھی اوس کے ہیں۔

عَلَى مَضَلِّ فِي الْأَحْوَالِ رَيْثُ الْخَشْيِ أَنْ تَضَامَ وَأَنْتَ لَيْثُ

فدہ استغنی کر کام تامل و دیر میں ہوا کرتے ہیں۔ کیا تجھے شیر ہو کر یہ خوف ہے۔ کہ کوئی تجھ پر ظلم کرے گا۔
بِمَضَلِّ أَنْتَ فَأَنْتَ نَيْلُ وَإِنْ مِيزَتْ الشَّامُ فَأَنْتَ حَيْثُ

اگر تو مصر میں رہے تو تونیل کی طرح (ریاض) ہے۔ اور اگر غلام کو چلا جائے تو تو ابرار رحمت کی طرح (ہجڑ) اس کی تاریخ ولادت شب یکشنبہ ۱۹ جمادی الاخرہ ۵۶۳ھ (۱۱۶۵ھ) اور تاریخ وفات وقت سحر ۲ شعبان ۶۱۳ھ (۱۲۱۶ھ) ہے۔ مصر میں دامن کو مقطم میں مدفون ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اوس کے بیٹے نے بہت اشعار اوس کے مجھے سناے تھے۔ شعر گوئی میں اوس کا طریق بہت ہی لطف آمیز ہے۔

عماد کا نام جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الائمہ جبریل بن المغيرہ بن سلطان بن قثمہ تھا۔ یہ بڑا فاضل اور اپنی خدمات میں دیانت و امانت کے ساتھ نہایت مشہور تھا۔ مصر اور سندھ میں دیوانی

کے بہت کاموں پر مقرر ہوا تھا۔ ۵۵۸ھ (۱۱۶۳ء) میں پیدا ہوا۔ اور ۵ شعبان ۶۳۲ھ (۱۲۳۵ء) کا قلم
میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) امام الفقیہ ابو بکر محمد زمری (ازمیا علاقہ آذربائیجان کہل بنے والا) ابو اسحاق شیرازی کا شاگرد تھا۔ ۵۳۵ھ (۱۱۴۰ء) میں مرہ ہے (طبقات الفقہاء)۔

(۲) یہ ایک تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ایسا فاضل و جامع (عاب دہن) نہایت عمدہ اشعار اور عبارت میں بالکل بے کلامی سے استعمال کیا جائے لیکن عربی معنی ایسا کرتے ہیں۔ اور شعرائے اسلام لذت وصال کے بیان کرتے وقت معشوقہ کے شیریں لبوں سے سرور و لذت عاب دہن کی چوسنی کا فخر کبھی فرگذاشت نہیں کرتے۔

(۳) کبد کے معنی جگر کے بھی ہیں۔ اور وسطے کے بھی۔ توس کے اوس مقام کو کہتے ہیں۔ جو اوس کے گوشوں کے عین بیچ میں ہے۔ نیچے کی ببت میں تجنیس لفظی کی بھی خوبی دکھائی گئی ہے۔

(۴) بطمانشیں سنگ ناز زمین۔ کہ معظمہ ایسے ہی مقام پر رہتا ہے۔ اس لئے بطمانے مکہ مشہور ہیں۔ ختم کراؤ اور اوس کے گرد کی وہ مقدس زمین ہے جہاں بعض باتیں کرنا حرام اور ممنوع ہیں۔ کعبہ کمرے کے اوس مکان کا نام ہے جس کی طرف تمام دنیا کے مسلمان نماز پڑھتے وقت اپنا منہ کرتے ہیں۔ کعبہ کمرے سے دو فیاض و کریم النفس امیر مراد ہے۔ جس پر تمام مخلوق کے اپنے اپنے حصول مقاصد کے لئے نظریں پڑتی ہوں۔

(۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں ہاتون کی کہاں کے گودنے کا جو دستور ایام جاہلیت میں تھا وہ اس وقت بھی موجود تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ دستور نہیں ہے۔ یہاں کے ادنیٰ درجہ کے ہندو اب بھی ہاتھ پاؤں گودتے ہیں۔

(۶) افلاک اور فلک کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اول کے معنی آسمانوں کے ہیں۔ اور دوسرے کے معنی کشتی کے چاندی سے مراد۔ گورے گورے معشوق ہیں جو دھان مغل نشاط میں شریک تھے۔

۷۔ ابو اسحاق ابزہیم بن نصر بن عسکر المللق ظہیر الدین قاضی کلاسیہ۔

شافعی فقیہ اور موصل کا رہنے والا تھا۔ ابن الدبیشی نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا۔ اور کہا ہے۔ کہ ابو اسحاق موصل کا رہنے والا تھا۔ قاضی ابو عبد الحسین بن نصر بن عسکر بن موصل سے موصل میں فقہ

پڑھی اور اوس سے حدیث بھی سنی تھی۔ بغداد میں بھی آیا وہاں بھی بہت لوگوں سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ پھر اپنے وطن میں لوٹ کر گیا۔ اور سلامیہ کا قاضی ہو گیا جو موصل کے علاقہ میں ایک قریب ہے۔ ابو البرکات عبد الرحمن بن محمد الانباری بخوی کی مصنفات سے جو اس نے بغداد میں اوس سے پڑھی تھیں اربل میں روایت کیا کرتا تھا۔ وہاں کے بہت لوگ اوس کے شاگرد تھے۔ انتھی کلامہ۔

یہ شخص بڑا فاضل فقیہ تھا۔ اصل میں عراق کا رہنے والا سندھی النسل تھا۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں فقہ پڑھی تھی۔ حدیث کی بھی سماعت کی۔ اور اوس کی روایت بھی کیا کرتا تھا۔ سلامیہ میں جو موصل کے علاقہ میں ایک شہر ہے۔ مدت دراز تک قاضی رہا۔ نظم کا بڑا شوق تھا۔ بہت اچھی لکھتا تھا۔ اوس کے بعض شعر نقل کرتے ہیں۔

لَا تَسُبُّوْنِي يَا نِقَاتِي ۱۱۱ عُدْ فَلَيْسَ الْغَدُ مِنْ شَيْقَتِي

اے میرے دوستو میری طرف غدر اور بے وفائی کی نسبت نہ کرو۔ میری جبلت میں غدر نہیں۔

أَقْسَمْتُ بِالَّذِي أَهْبِ مِنْ حَيْثُنَا وَبِالْمُسْلِمَاتِ الَّتِي فَلَتْ

میں قسم کہتا ہوں اپنے عیش و عشرت موجودہ کی۔ اور مسرت و خوشی گزشتہ کی۔

إِنِّي عَلَى عَهْدِكُمْ لَمْ أَحُلْ وَهَقْدُهُ الْمَيْتَاقِ مَا حَلَّتْ

کہ میں نے جو عہد رجعت تم سے کیا تھا اسی پر ہوں توڑا نہیں۔ ميثاق کی گہرہ کلی نہیں ہے۔

جَوْدُ الْكَرِيمِ إِذَا مَا كَانَ حَقٌّ حِدَّةٌ وَقَدْ تَأَخَّرَ لَمْ يَسْلُفْ مِنَ الْكُذْبِ

اگر کوئی نیک و کریم بخشش کا وعدہ کر کے اوس کی ایمان میں تاخیر کرے تو وہ بخشش کدورت سے خالی نہیں رہتی۔

إِنَّ السَّحَابَ لَا يُجْدِي بَوَاسِرُ قُهَا نَفْعًا إِذَا هِيَ لَمْ تَطْرُقْ حُلُ الْأَثَرِ

بارانوں کی بلبلیوں سے نفع نہیں ہوتا جب کہ اوس کے پیچھے بارش نہ ہو۔

وَمَا طُلُ الْوَعْدِ مَذْمُومٌ وَإِنْ تَمَحَّثُ يَدَاؤُنْ بَعْدَ طُولِ الْمَطْلِ بِالْبَدْرِ

وفا کے وعدہ میں دیر کرنے والا برا ہوتا ہے۔ اگر چہ مدت دراز تک ٹالنے کے بعد اوس کے دونوں ہاتھ بخشش سے

بالب ہی کیوں نہ ہوں۔

يَا دَفَحْتَ الْجُودَ لِحَبْشٍ عَلَى حُلٍّ يَضُرُّ هَادٍ هُوَ مَحْتَاجٌ إِلَى الشَّمْرِ

اے جو دو خواتین کے رخت کسی شخص پر اوس رخت عتاب روا نہیں جب کہ وہ بیوہ کا محتاج ہو اور (تجربہ) رخت کو لاکھ

بوائیج میں جسٹلا میر کے پاس ایک چھوٹی سی بہن ہے ایک گوشہ میں چند درویش رہا کرتے تھے۔ اور ان کے شیخ (طریق) کا نام مکی تھا۔ ابواسحاق نے اون کی نسبت چند شعر کہے تھے۔

أَلَا قُلْ لِمَكِّي قَوْلَ التَّصَوُّحِ فُحِّي الصَّبِيحَةَ إِنْ تَشْتَمَعُ
اسے مکی سے نصیحت کی بات ماکر کہہ دو نصیحت سنے کے قابل ہوا کرتی ہے۔

مَتَى سَمِعَ النَّاسُ فِي دِينِهِمْ بَانَ الْفَنَاسُ سَنَهُ تَتَبَعَ
مسلمان لوگوں نے اپنے دین میں یہ بھی کہی سنا ہے۔ کہ غنا اور راک بھی ایک سنت پیروی کے قابل ہے۔
وَأَنْ يَلْكَأَ لَمَرْءٌ أَكْهَلَ الْبَعِيرِ وَيَزُقْصُ فَمَا لَجَمْعٍ حَتَّى يَفْعُ
یا آدمی اونٹ کا سارا تک بیٹ بھر کے، کہا نا کہاے۔ اور مجمع میں اتنا کودے تاچے کہ ناچتے ناچتے گر پڑے۔
وَلَوْ كَاطَا وَيَا الْحَشَا جَارِعَا لَمَادَا أَدْرَمِنْ طَرَبٍ فَاشْتَمَعُ
اور اگر شکم خالی اور بھوکا ہوتا تو نہ خوشی سے ناچتا نہ راک سنتا۔

وَقَالُوا اسْكُرْنَا بِحُبِّ الْإِلَهِ وَمَا اسْكُرْنَا الْقَعَمُ إِلَّا الْاَوْصَاعُ
وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی محبت کے نشہ میں چور ہیں۔ نہیں اون پر دروغ بلاؤ کی (رکابہوں نے نشہ چڑا رکھا ہے۔
كَذَلِكَ الْحَمِيرُ إِذَا اخْصَبَتْ يُنْقِرُ هَارِئُهَا وَالشَّيْخُ
جب زمین میں سرسبز ہو تو گدھوں کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسے اون کا۔ اور سین دانہ پانی سے پیٹ بھرنا اور یہاں خوب نہانا کو دیتا ہے۔

ابو البرکات بن المستوفی نے بھی اپنی تاریخ اربل میں اوسکا ذکر کیا اور تعریف کی ہے۔ اور اوس کے چند مقطع اور کچھ طوطا نقل کئے ہیں۔ جو ان دونوں نے ایک دوسرے کو تحریک کئے تھے۔ عموماً کہاتب نے بھی جریدہ میں اوس کا تذکرہ کیا اور کہا ہے کہ وہ جو ان فاضل ہے۔ اور اوس کے اشعار میں یہ شعر بھی ہیں
أَقُولُ لَهُ صَلِّ لِي فَيَضْرِبُ وَجْهَهُ كَأَنِّي أَذْهَوُهُ لِغَفْلٍ مُحَرِّمِ
جب میں اوس سے کہتا ہوں کہ مجھ سے وصل و محبت کا سلسلہ قائم کر تو رہ ایسے نہ پھیر لیتا ہے کہ گویا میں اوس سے کسی فعل ناجائز کی درخواست کرتا ہوں۔

فَإِنْ كَانَ خَوْفُ الْإِنْتِهَادِ مَكْرُومًا فَمِنْ أَهْطِ الْأَنْفَامِ قَتْلُهُ مُسْنِمِ
اگر فقط گناہ کا خوف میرے وصل کو مکرہ کر دیتا ہے۔ تو مسلمان کا قتل سب سے بڑا گناہ ہے۔

بروز پنجشنبہ ۲ ربیع الآخر ۱۲۱۳ھ کو سلامیہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ رحمتہ تعالیٰ اوس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ جو مجھے حلب میں ملا اور اپنے باپ کے بہت اشعار سنائے اوس کے شعر بہت اچھے تھے اور خیالات بھی اچھے باندھتا تھا۔ سلامیہ بفتح سین پہلہ وتشدید لام والف ومیم دیا۔ تختانیہ دہائے ہوز دیا۔ و جلد کے مشرقی کنارہ پر نیچے کو موصل سے ایک روز کے راستہ پر ایک بستی تھی موصل اوس کے مغربی کنارہ پر ہے۔ سلامیہ کی پورانی بستی جس کا ظہیر قاضی تھا خراب و ویران ہو گئی ہے۔ اوسے بھی سلامیہ ہی کہتے ہیں۔

(۱) ابن البیہقی کی تاریخ بغداد مصنف ابو سعد السمعانی کا ذیل ہے۔ اور سمعانی کی تاریخ ابوبکر احمد خطیب بغدادی کی تاریخ کا ذیل ہے۔ ان لوگوں کے تذکرہ میں خلکان نے اپنے مقام پر دے دیے ہیں۔

۸۔ ابواسحاق ابراہیم بن المہدی بن ابی جعفر المنصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن العباس

بن عبد المطلب ہاشمی

خلیفہ ہارون الرشید کا بھائی گیت گانے اور باجا بجانے میں بڑا استاد عیش و عشرت کی مجالس میں بہت اچھا ندریم تھا۔ رنگ کا کالا ایک سیاہ نام لوندی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام شکلہ بفتح یا بفتح شین معجزہ سکون کاف و لام دہائے ہوز تھا۔ چونکہ سیاہی رنگ کے ساتھ اوس کا ذیل ڈول بھی بڑا تھا۔ لوگ اوسے تینین (اڑو) کہا کرتے تھے۔ لیکن لیاقت میں وافر الفضل بہت بڑا اویب دل کا جوان مرد اتہ کا سخی تھا۔ خلفا کی اولاد میں زبان کا ایسا فصیح اور شعر کہنے میں ایسا اچھا کوئی اوس سے پہلے نہیں گذرا۔

۱۲۳۰ھ کے بعد لوگوں نے بغداد میں اوس کی خلافت کی بیعت کی۔ مامون اس وقت خراسان میں تھا اوس کا وقصہ مشہور ہے۔ بغداد میں کوئی دو سال غلیظہ رہا۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس کی خلافت ایک سال گیارہ ہینہ بارہ روز میان کی ہے۔ مامون کی بیعت کو تو ذکر ابراہیم بن المہدی سے بیعت کرنے کا سبب پڑا تھا کہ مامون جب خراسان میں تھا۔ تو اوس نے علی بن موسی الرضا کو جس کا ذکر آئندہ حرف عین میں آگیا ولی عہد کر دیا تھا۔ بغداد میں عباسیوں کے حکمران خاندان کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اس ابراہیم بن المہدی مامون کے چچا سے اونہوں نے بیعت کر لی۔ مبارک اوس کا لقب رکھا یہ بیعت بروز منہ شنبہ ۶ ذی الحجہ

۲۰۱ھ (جون ۱۸۷۷ء) کو بغداد میں ہوئی تھی پہلے تو عباسیوں نے خفیہ طور پر اوس سے بیعت کی پھر اسی طرح بغداد والے اوٹھ کھڑے ہوئے اور اول محرم ۱۲۰۲ھ (۲۰ جولائی ۱۸۷۷ء) کو اوس سے بیعت کر کے مامون کی بیعت توڑ ڈالی جب پانچویں محرم ہوئی تو اس کا اعلان کر دیا۔ ابراہیم نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا۔ مامون نے بسہ قت علی بن ہشام بن الرضی سے ولی عہدی کی بیعت کی تھی تو حکم دیا تھا کہ سیاہ لباس جو بنی عباس کا شعار تھا ترک کر دیا جائے سبز لباس رعلو یون اور اون کے طرفداروں کا شعار پہنا جائے بنی عباس کو یہ بھی بہت برا معلوم ہوا۔ مامون سے لوگوں کو جن اسباب سے دشمنی پیدا ہوئی تھی لون میں سے ایک سبب یہ بھی تھا۔ پھر مامون نے بروز پنجشنبہ ۲۹ ذیقعد ۱۲۰۲ھ (۲۳ مئی ۱۸۷۷ء) کو پھر سیاہ لباس پہننے کا ایک وجہ سے حکم دیدیا تھا جس کا ذکر پہلے ہی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے جب مامون خراسان سے بغداد کی طرف چلا۔ ابراہیم کو اپنی جان کا خوف ہوا۔ فوراً روپوش ہو گیا۔ اوس کی روپوشی چارشنبہ ۱ ذی الحجہ ۱۲۰۲ھ (جون ۱۸۷۷ء) کو بڑے جھگڑوں کے بعد جن کا ذکر بہت لمبا ہے اور اس مختصر میں اون کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ پھر مامون بروز چارشنبہ ۴ صفر ۱۲۰۳ھ (اگست ۱۸۷۷ء) کو بغداد میں داخل ہوا جب ابراہیم روپوش ہوا تھا تو قبل از غزاعی نے یہ اشارہ کہے تھے۔

لَعُوْا اِنَّ شَكْلَةَ بِالْعِرَاقِ وَهَلْهَلْهَ فَمَا اِلَيْهِ كُلُّ اَطْلَسَ مَا اَرَقِ

ابراہیم بن شکلا اور اوس کے ساتھیوں نے عراق میں غدر مچا دیا۔ پھر جلدی جلدی چور پور قوف اوس کے پاس آکر جمع ہو گئے اِنْ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ مُصْطَلِعًا يَهَا فَلَتَصْلَحَنَّ مِنْ بَعْدِي لِحُخَارِیْ اگر ابراہیم سلطنت کے بوجہ کو اٹھا سکتا تو اوس کے بعد سلطنت عراق کے لئے مناسب ہوتی۔

وَلَتَصْلَحَنَّ مِنْ بَعْدِ ذَالِ لَزْلِیْ وَلَتَصْلَحَنَّ مِنْ بَعْدِ هَلْمَسَارِیْ

اور اس کے بعد زلزل کے لئے۔ اور اس کے بعد مارق کے لئے۔

اَلْیَ مَیْکُوْنُ وَلَیْسَ ذَاکَ لِکَاثِرِیْ یُوْثُ الْخَلَافَةِ فَاَسَقُّ هُنَّ فَاَسَقُّ

یہ کہاں ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہو سکتا کہ فاسق کسی ناسق سے خلافت کا وارث ہو۔

مخالف بضم میم و فتح فاعے معجمہ و زلزل بضم ز و زاعے معجمہ اور قیمنون اس زمانہ کے معنی تھے۔ ہر ایک کے حالات بڑے لمبے چڑے اور مشہور ہیں (اون کا بیان دوسری کتابوں میں دیکھا جاسکے)۔ یہاں فقط اوس کی ایک حکایت اسی کی بیان کی ہوئی ہے کہ مامون نے ابراہیم کو ممانی کے بعد جب میں مامون

کے پاس گیا۔ تو اوس نے مجھ سے کہا تو ہی کالا خلیفہ ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین میں ہی ہوں وہ شخص جس پر آپ نے احسان کیا۔ اور معافی کا تاج بٹھا ہے۔ بنی الحماس کے غلام نے کہا ہے۔
 اشعارُ عُبْدِ بَنِي الْحَمَّاسِ مِنْ لَدُنْهُ عِنْدَ الْفَخَّارِ مَقَامُ الْأَصْلِ وَالْوَرَقِ
 بنی الحماس کے غلام کے اشعارِ غمر کے وقت نسب اور دولت کا کام دیتے ہیں۔

إِنْ كُنْتُ عَبْدًا أَنْفَسِي مَحْضًا كَرَمًا أَوْ سَوْدًا خَلَقَ إِلَيَّ ابْيَضُ الْخَلْقِ
 اگرچہ میں غلام ہوں مگر کرم کی وجہ سے میرا دل آزاد ہے اور اگرچہ پیدائش میں رنگ کالا ہے۔ مگر طبیعت کا گوراہوں
 مامون نے کہا چچا صاحبِ رمیری اہنسی نے آپ سے سچی سچی بات کہلوادی۔ اور یہ شعر پڑھ کر سنائے۔
 لَيْسَ يُؤْسِرِي السَّوْدُ إِلَّا الرَّجُلَ الشَّهْمَ وَلَا بِالْفَتَى الْأَدِيبِ الْأَرِيْبِ
 مرتدیز فہم کو جسم کی سیاہی کچھ عیب نہیں لگاتی۔ اور زادیب و دانشمند شخص کی قدر کرتی ہے۔

إِنْ لَكِنَّ السَّوَادَ فَلَكَ نَصِيبٌ قَبِيضُ الْأَخْلَاقِ مِنْكَ نَصِيبِي
 اگرچہ تیرے جسم میں سیاہی کو ایک حصہ ملا ہے۔ مگر تیرے اخلاق کی سپیدی میرے نصیب میں آئی ہے۔
 متاخرین میں سے ایک شخص اعز ابو الفتح نصر اللہ بن قلاؤنس اسکندری نے جس کا ذکر حرفِ نون میں کیا تھا
 قتالی آجیکا۔ اسی مضمون کو نظر کیا ہے جس میں کہ اپنی طرف سے بھی بڑایا۔ اور بہت ہی عمدگی کے ساتھ
 ادا کیا ہے۔ و یہ ہے۔

رُبَّ سَوْدَاءَ وَهِيَ بَيْنَضَاءُ فَعَلَّ حَسَدَ الْمُسْلِكِ عِنْدَهَا الْكَافُورُ
 بہت عورتیں رنگ کی کالی ہیں۔ اور اودن کے کاسم پیدا چھے، بہن جن کی موجودگی میں کالے مشک پر سپید کاغذ
 کو شک آتا ہے۔

مِثْلُ حَبِّ الْعُيُونِ يَحْسِبُ بَيْنَنَا نَسْ سَوَادًا وَإِنَّمَا هُوَ نُؤْسُ
 دانہ چشم کا سا حال ہے لوگ تو اسے کالا سمجھتے ہیں مگر وہ نوری نوز ہے۔

مامون کے بعد جب معتصم خلیفہ ہو گیا تو ایک روز دو دربار میں بیٹھا تھا۔ اوس کے دستِ بہت پر
 عباس ابن مامون اور دستِ چپ برابر ابراہیم بن المہدی تھا۔ ابراہیم اپنے ہاتھ کی انگوٹھی کو الٹ پلٹ کھاتا
 تھا عباس نے پوچھا چچا صاحبِ یکبسی انگوٹھی ہے۔ ابراہیم نے کہا۔ یہ ایک انگوٹھی ہے۔ کہ جسے میں نے
 تیرے باپ کے زمانہ میں پہن رکھا تھا۔ اوس وقت سے اب تک میں اسے چھوڑا نہ سکا تھا۔ اب

امیر المومنین کے عہد میں چھوڑا یا ہے عباس نے کہا واللہ چچا صاحب میرے باپ نے آپ کے اس قدر بڑے گناہ پر آپ کا خون معاف کر دیا۔ اور آپ اوس کا شکر نہیں کرتے۔ تو آپ کے ایک انگوٹھی کے چھوڑا دینے پر امیر المومنین کا کیا شکر کریں گے۔ اس طرح عباس نے اوسے ساکت و لا جواب کر دیا۔ اس ابراہیم کا قبضہ بڑا طول طویل ہے۔ اباب تائیر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ میں نے یہاں اوس کا اختصار کر دیا اور جو میرا مقصود تھا فقط اوسے کو لے لیا ہے۔ طبری وغیرہ نے اوس کا حال پورا پورا بیان کیا ہے۔

جب ابراہیم مامون کے قبضہ میں آگیا تو اوس نے وزیر احمد بن ابی خالد الاحول سے مشورہ لیا کہ ابراہیم کی نسبت کیا کرنا چاہئے، احمد نے کہا، میرا اور منہن اگر آپ اوسے قتل کر دیں گے تو آپ کیلئے اور منہن کی نظیر میں موجود ہیں۔ اور اگر آپ اوسے چھوڑ دیں گے تو آپ کا نظیر نہ ہو گا۔

ابراہیم کی تاریخ ولادت ۱۷۰ھ بمطابق ۷۸۶ء ہے۔ اور بروز جمعہ ۹ ماہ رمضان ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) ولادت پائی۔ ۱۷۰ھ بمطابق ۷۸۶ء میں انتقال ہوا ہے۔ نماز جنازہ اوس کے بہائی کے بیٹے معصوم نے پڑھی تھی۔ ۱۷۰ھ بمطابق ۷۸۶ء میں راسی کے پڑھنے کی وجہ سے منہن میں جو جوہری کے کتاب صحاح کے فصل ۱۷۰ میں مسخرین رانی و مسخرین راسی بضم السین پہلے و فتحا و مسخرین راسی و مسخرین راسی بضم السین و فتحا و قدیم الف برزہ و لون صورتون میں و ساء من راسی و ساء من راسی نے اپنے قول میں نمود و باندا ہے۔ و نعبہ علما بئسرا و تو نے اوسے علم کے ملے پر اسرار میں کھڑا کر دیا، مگر میں نہیں جانتا کہ لوگ اوسے اسی طرح بولتے ہیں یا اوس نے ضرورتاً نمود و فتحا کہا ہے۔ یہ مسخرین راسی عراق میں ایک شہر کا نام ہے جسے خلیفہ معصوم نے ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں آباد کیا تھا۔ اس میں ایک سرداب یا مینار ہے جہاں سے امامیہ فرقہ والے ایک امام کے غلنے کے منظر میں جس کا ذکر انشا اللہ تعالیٰ حرف میم کے ذیل المحمدین میں آئیگا۔

(۱) دیکھو تاریخ طبری و ابن اثیر۔

(۲) یہاں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سنہ ۱۷۰ھ میں خلیفہ مامون نے بنی عباس کی مردم شماری کرائی تھی اس وقت ان کی تعداد ۲۳۰۰۰ تھی (راخوذ ابن اثیر)

۱۷۰ھ چوتھی صدی ہجری تک یہ قاعدہ تھا کہ نار جمعہ میں خطبہ خود خلیفہ منہر پر جا کر پڑھا کرتے تھے اور یہ خلیفہ ہونے کی

علامت ہو گئی تھی۔ ابراہیم نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھنے سے کارہائے خلافت کو اپنے ذمہ میں لے لیا۔

۴) عبدالرحمن بن احمد بن عبدالمطلب بن محمد بن علی بن ابی طالب کی بناوٹ عیسٰی میں صوبہ یمن کے قبیلہ عک میں ہوئی تھی وہ یحییٰ (مقبول خدا) کی طرف سے دعوت دیتا تھا۔ جو رسول مقبول کی اولاد سے تھا یہ اوس زمانہ کا دستور سا ہو گیا تھا۔ جب کہی بنی عباس بنی امیہ کے برخلاف یا بنی علی بنی عباس کے مقابل کوئی بناوٹ برپا کرتے تو ہمیشہ اپنے آپ کو اس غنی شخص رضی کا نائب بتاتے اور اوس کے نام سے بناوٹ کا جھنڈا کھڑا کرتے تھے۔ جو لوگ کہ اس بناوٹ میں نئے شامل ہوتے وہ جانتے بھی نہ تھے۔ کہ یہ کون شخص ہے جس کے نام سے بناوٹ اٹھائی گئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ فرضی شخص بعض مواقع پر وہی سرخند ہوتا تھا جو بناوٹ کا بانی ہوتا تھا اس کے خدو و خال کا سبب یہ تھا۔ کہ یمن کے کاری عمال بہت غلام کرتے تھے۔ اس واسطے مخلوق عبدالرحمن کی طرف رجوع ہو گئی۔ جب مامون کو اس کی خبر ہوئی تو اوس نے دینار بن عبداللہ کو ایک بڑا لشکر دیکر روانہ کیا۔ اور اوسے شاہی فرمان کے ذریعہ سے اختیار دیا یا۔ کہ جسے چاہے اوسے امن و پیر۔ دینار منزل بمنزل چلکر پہلے مکہ میں آیا۔ اور وہاں حج کر کے پھر یمن کو چلا۔ عبدالرحمن کو امان نامہ لکھ بھیجا۔ اوس نے اوسے قبول کر لیا۔ اور دینار کے ہاتھ میں دیکر مامون کی معیت کر لی۔ اور اوس کے ساتھ مامون کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد مامون نے بنی علی کو دربار میں آنے سے منع کر دیا۔ اور حکم دیا کہ عباسیوں کی علامت شاہی سیاہ لباس پہنا گین وہ پہلے یہ لوگ بنی علی کی علامت سبز لباس پہنتے تھے یہ واقعہ ۲۸ ذی القعدہ ۲۷۰ء کا ہے وادخوذا بن اثیر

(۵) یہ واقعات تاریخ کامل ابن اثیر میں دیکھنا چاہئیں۔

۶) ابراہیم جس زمانہ میں مدینہ ہجرت تھا کوئی مرتبہ گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ اس نے جن ہمیں بدلاتا اور اوپر اوپر چھپا چھپاتا تھا اوس کے حالات بڑے لطف گیر ہیں کتاب الاغانی مصنف ابو الفرج اصفہانی اور تاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے صاحب مسالک الابصار لکھتا ہے۔ کہ اس شاعر کا نام محمد تھا۔ اور بنی الحسناؤں قبیلہ بنی اسد کا بطن ہے غالباً یہ لوگ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں تھے۔ تبریزی نے حسانہ کی شرح میں اوس کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

۸) مامون پہلی شہور تھا۔ ابراہیم نے یہی اشارہ کیا تھا۔ کیونکہ خلفائے وقت کیلئے یہ مرکز مناسب نہ تھا۔ کہ اپنے رشتہ داروں کی ضرورت میں پوری نگرہ بن اولاد نصیب محتاج رہنے دیں۔

۹) احمد بن ابی خالد لا محل ایک مولیٰ تھا۔ اور وزیر ہونے سے قبل سرکاری دفاتر میں کاتب کے عہدوں پر مقرر ہوا

تھا۔ غزالہ بن کے قول کے بموجب سال ۲۸۵ھ (۸۹۸ء) میں ملا ہے۔

۹۔ ابواسحاق ابراہیم بن مامان رجبے میں بھی کہتے ہیں، بن بہمن بن نساک بن نسل

مولائی بنی تمیم سرور بن ندیم موصلی

حقیقت موصلی کا رہنے والا نہ تھا۔ بلکہ وہاں مسافر کے طور پر آیا اور مدت دراز تک رہنے کے باعث موصلی کہلانے لگا تھا۔ اسی طرح ابوالفتح اسفہانی نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے۔ یہ عجم کے ایک بڑے خاندان سے تھا۔ اس کا باپ مامان کوفہ میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ اس کا گانا ظغایین سب سے اول تہدی بن النصور نے سنا تھا۔ غما اور اختراع النکان میں اپنے زمانہ میں بے مثل شخص تھا جب کبھی ابراہیم گاتا۔ اور منصور بن زوئل کے لقب سے مشہور تھا اور اس کے ساتھ سچا تو مجلس نشاط کے جوش میں، رہنے لگتی تھی۔ ابراہیم زوئل کا بہنوئی تھا۔ اس کے حالات اور مجالس بخش و عشرت مشہور ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید ایک لڑکی ماروہ نام پر بہت پیارا تھا۔ اتفاقاً دونوں میں کچھ کھربنجی ہو گئی۔ ایک دن ایک دوسرے سے غصہ رہے۔ لاپ نصین ہوتا تھا۔ جعفر برکی نے (تذکرہ ۱۲۹) عباس بن الا سے (تذکرہ ۲۹) کہا کہ ان کے ان حالات میں کوئی نظم کہے۔ عباس نے یہ شعر کہے۔

رَاجِعْ أَحِبَّتَكَ الذِّينَ هَجَرْتَهُمْ
إِنَّ الْمَلِيْمَ قَلَمًا يَجْنُبُ

جن پیاروں کو آپ نے چھوڑ دیا ہے ان کی طرف رجوع کیجئے۔ مشتاق اپنے محبوب سے بہت ہی کم علیحدہ رہا کرتے ہیں
إِنَّ الْفَجْنَبَ إِنْ نَطَا وَلَ مِنْكُمَا
دَبَّ السُّلُوْلُ فَعَزَّ الْمَطْلَبُ

تم دونوں کے درمیان تنجب و علیحدہ گی اگر مدت دراز تک رہی تو اس کے پیچھے تمہارے دونوں میں فراشی بگڑے گی۔ اور مطلب کی بات رکھوئی ہوئی محبت، مشکل سے ملے گی۔

پھر ابراہیم موصلی کو حکم کیا جس نے رشید کے رو برو یہ شعر گا کر سنائے۔ سنتے ہی خلیفہ ماروہ کے پاس گیا۔ اور اس سے مناجسلا کرا مضی کیا۔ اس کے بعد ماروہ نے اس کے آنے اور منانے کا سبب پوچھا۔ تو گون نے حقیقت حال بتائی۔ ماروہ نے عباس اور ابراہیم دونوں کو دس دس ہزار درہم عنایت کئے۔ اور رشید سے کہا کہ وہ بھی اویسنا بقیہ صلہ پورا کر دے۔ خلیفہ نے دونوں کو چالیس ہزار درہم دئے۔

ہارون نے ایک مرتبہ ابراہیم کو مطبق میں قید کر دیا تھا۔ سلم الخاسر (شاعر) نے ابو العتاہیہ سے اس کا ذکر کیا تو اس نے یہ شعر کہے۔

سَلَّمَ يَا سَلَّمَ لَيْسَ دُونَكَ سُرٌّ حُبْسَ الْمُوصَلِيِّ فَالْعَلَيْشُ مُشْرٌ

اے سلم سلم تیرے بغیر سرور نہیں۔ موصلی قید ہو گیا ہے۔ اس سے ہماری زندگی تلخ ہو رہی ہے۔
مَا اسْتَطَابَ اللَّذَاتُ مَذْخَابًا فِي الْمَطْبَقِ رَأْسَ اللَّذَاتِ فِي النَّاسِ حُرٌّ
خوشی ابھی نہیں گئی جب سے کہ خوشیوں کا شیر شاہ اور انسانوں میں جو بڑا شریف ہے۔ مطبق (قید خانہ) میں جا کر ہماری نظروں نے غائب ہو گیا۔

ثَرَكَ الْمُوصَلِيُّ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ جَمِيعًا وَعَيْشُهُ مُمْشَعْرٌ

موصلی تمام مخلوق خدا سے الگ جا پڑا ہے۔ جس سے ان کی زندگی سخت بد مزہ ہو رہی ہے۔
حُبْسَ اللَّهُوَالشُّرُوفُ فِي الْأَرْضِ شَيْءٌ يُلْعَى بِهِ وَلَيْسَ
کھیل اور خوشی قید میں ہے۔ زمین پر کہیں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس سے کھیلین اور خوشی کریں۔

ابراہیم کو قید میں ۱۲۵ھ (۷۴۲ء) میں پیدا ہوا اور بغداد میں ۱۸۵ھ (۷۹۲ء) میں تولد کے عارضہ سے مرغا بعض نے اس کی وفات ۱۳۱ھ (۷۴۸ء) میں بیان کی ہے۔ مگر قول اول صحیح ہے۔ رحمت اللہ تعالیٰ عباس بن الاحنف کے تذکرہ میں بھی اس کی موت کا ذکر آیا ہے۔ وہ ان بھی دیکھنا چاہئے۔ بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابراہیم موصلی ابو العتاہیہ شاعر اور ابو عمرو الشیبانی نحوی ۱۳۱ھ میں ایک ہی روز بغداد میں مرے ہیں۔

ابراہیم کا باپ اسے صغیر میں چھوڑ کر گیا تھا۔ بنی تمیم نے اسے اپنے پاس لیکر پرورش کیا اور انھیں میں اس نے تربیت پائی۔ اس سے شبی کہلانے لگا تھا۔ داتا علم اس کے بیٹے اسحاق کا بھی آئندہ ذکر آئیگا (دیکھو تذکرہ ۸۴)

آریجان کو جو ہماری اور حازمی دونوں نے بہ تشدید رائے مہلکہ کہا ہے۔ اس کا بھی احمد الارجانی کے تذکرہ میں ذکر آئیگا۔

۱) خلیفہ اربعین الرشید کے عہد کا وہ ہم جاہزی کا ہوتا تھا۔ اور اس کا وزن تقریباً فرانسیسی فرینک کے برابر تھا۔
۲) فرانسیسی فرینک سے بہت چھٹا اور بڑا تھا۔

(۲) ابو عمر و سلم بن عمرو الخاسر المعروف بکاسر بن عمار و الا شاعر و حاشا شاعر زندگی میں مشہور بغداد میں رہتا تھا۔ غلغلا کے مہدی ہوا اور رشید کا مہمصر تھا۔ ابن غلغلا کی ادب کی خاندان والوں کی مدح لکھا کرتا تھا اور اسے خاسر دٹوٹا اور ٹھایا ہوا، اس واسطے کہتے تھے کہ اس نے قرآن شریف کو فروخت کر کے ایک دیوان خرید لیا تھا۔ اور اپنے باپ و دادا کی دولت جو میراث میں ملی تھی فضول خرچہ میں ہین اور اسی تھی۔ از قاموس، لیکن ایک اور شخص جس نے اسی زمانہ میں ابن غلغلا کی کتاب کو ایک نئی صورت میں کر کے لکھا ہے کہتا ہے کہ سلم جسے یہ مصنف ازراہ غلطی سالم بکار تھا ہے ہو جو خاسر کہلاتا تھا کہ اس نے قرآن شریف فروخت کر کے ایک بانسلی مول لی تھی۔ اور یہ بھی اسی مصنف نے لکھا ہے کہ وہ شمسہ میں مرا تھا۔ گریہ اور کہنا چاہے کہ شیفص اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ اور جہاں کہیں ابن غلغلا کی کتاب میں تغیر و تبدل کیا ہے اس میں عقل سے بہت کم کام لیا ہے۔ صاحب الافاق نے بھی ابو العتاهیہ کے بیان میں سلم کا نام لیا ہے۔ مگر کوئی حال اسکا یادہ بیان نہیں کیا۔ ابن الابار اپنی کتاب حلیۃ الشیاء میں کہتا ہے کہ جو کتاب سلم نے قرآن شریف کی قیمت سے خریدی تھی وہ امر القیس کا دیوان تھا۔

(۳) ابن غلغلا سے جوہری کا تذکرہ اس کتاب میں رہ گیا ہے۔ جوہری نیشاپور میں ۳۹۱ھ (۱۰۰۰ء) میں مرا ہے۔

ماخوذ از کتاب الجمان مصنف یافعی۔

۱۰۔ ابراہیم بن العباس بن محمد بن صنول تحمیں صوفی

مشہور اور عمدہ شعرا میں سے تھا۔ اس کا ایک چھوٹا دیوان بھی ہے جس کے اشعار سب چیدہ اور منتخب ہیں۔ اس کے عمدہ اشعاروں میں سے اس کا یہ قول ہے۔

دَمْتُ بِأَنَّا سِمْ حَنْ تَنَاءِ حَرْبٍ يَأْسُ وَ كَسَطَ بَلْبِلِي عَنْ دُؤْمِ زَادَهَا
زیارت اور ملاقات اور لوگوں کے دلوں کو نزدیک کر دیتی ہے۔ جو کسی کشیدگی سے دور ہو گئے ہوتے ہیں لیکن بلبلی قریب سے اس کی ملاقات اور دور ہو جاتی ہے۔

وَأِنْ مُقْبِمَاتٍ بِمَنْعَرَجِ السَّوْىِ لَا قَرَبَ مِنْ لَيْسَ وَ هَالِكٌ دَاهَا

جو لڑکیاں لڑائی کے موڑ پر رہتی ہیں وہ بلبلی کی بہ نسبت قریب ہیں مالا کم اس کا مکان اسی جگہ ہے۔

اس کی شریعتی نادرہ جوتی تھی۔ چنانچہ ایک خط جس میں امیر المومنین کی طرف سے ایک باغی خارجی کو لکھا اور اس میں ڈرا تا دہم کا نام ہے یہ ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ لَإِمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ آتَاكَ فَإِنْ لَمْ تَغْنِ هَقَبٌ بَعْدَهَا

وَعِيدًا - فَإِنْ لَمْ يُغْنِ اِغْنَتْ عَنْكَ وَالسَّلَامُ - (بعد حمد ثنا کے واضح ہو کہ امیر المؤمنینؑ بڑا صابر صبر و تحمل ہے اگر اس سے کام نہیں چلتا تو اس کے بعد وہ بھی دیتا ہے۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلتا تو پھر اس کی عزیمت قطعی فیصلہ کر دیتی ہے۔ والسلام) یہ کلام باوجود اختصار کے نہایت ہی مبالغہ ہے۔ اس سے ایک بیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

أَنَا لَا فَإِنْ لَمْ تُغْنِ خَقَبَ بَعْدَهَا وَعِيدًا فَإِنْ لَمْ يُغْنِ اِغْنَتْ عَنْكَ
اگر تحمل سے کام نہیں نکلتا تو اس کے بعد وہ وہی دیکرتا ہے۔ اور اگر اس سے بھی کام نہیں چلتا تو پھر اس کی عزیمت قطعی فیصلہ کر دیتی ہے۔

وہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنی مکاتیب میں مرثیہ انھیں خیالات پر بھروسہ کرتا ہوں جو میری خاطر کی آمد ہوں اور میرے دل کے چش سے پیدا ہوا ہو۔ صرف میرا یہ قول وَصَارَ نَجْمٌ زَهْرٌ يَنْبُرُ مَرْهَمٌ وَمَا كَانَ يُعْقِلُهُمْ يَتَقَلَّبُ مَمْنٌ (جو چیز کہ ان کی حفاظت کرتی تھی اسی نے انھیں خطرہ کے سامنے کر دیا۔ اور جو چیز ان کی پناہ تھی وہ ہی ان کا قید خانہ بن گئی) اور یہ قول میرے ایک اور سال میں فَأَنْزَلُوهُ مِنْ مَعْقِلِ إِلَى حَقَالٍ وَبَدَّلُوهُ أَجَالَ مَنَ أَمَالٍ (انھوں نے اسے قلعہ سے لاکر قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور اس کی امیدوں کو موتوں سے تبدیل کر دیا) میں نے دوسروں سے سنا ہے۔ ان میں اول قول آجلا مَنَ أَمَالٍ میں نے مسلم بن الولید انصاری معروف بصریح العوائی کے قول سے لیا ہے۔

مُتَوِّبٌ عَلَى الْمُفْجِعِ فِي يَوْمٍ ذِي رَكْجٍ كَأَنَّهُ أَجَلٌ يَسْطُرُ إِلَى أَمَلٍ
اگر وہ غبار کے روز وہ راہ پر گئے، نیچے کو (مقتولوں کے) خونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ موت ہے جو امید کی طرف (اوس کے قطع کرنے کی) دوڑی چلی آتی ہے۔

اور المَعْقِلِ وَالْإِعْقَالِ مِمَّنْ ابْتِغَامُ كَقَوْلِهِ سَمْعُونُ لِيَا بَنِي
فَإِنْ بَايَسْتُمْ لَا ضَمَامَ فَالْبَيْضُ وَالْقَنَاءُ قِرَاةٌ وَأَحْوَاضُ الْمَنَا يَا مَنَا مِلَّةُ
اگر وہ صحرا میں جائے کو چمکتی ہوئی تلوار اہر نیزہ اوس کی ضیافت کے سامان ہیں اور موتوں کے حوض اوس کیلئے پانی کے چشمہ ہیں۔

وَإِنْ يَنْبَنُ حَيْطًا نَاعَلَيْكَ فَإِنَّمَا أَوْلَيْكَ عِقَالًا لَمْ يَمَعَا فِلَّةُ
اور اگر وہ احاطہ اپنے گرو بنائے تو وہ اوس کے قید خانہ ہونگے اور اوس کے قلعہ۔

وَالَا تَغْلِبْهُ يَا نَاثُ سَلِطٌ عَلَيْهِ فَإِنَّ الْخَوْفَ لَا شَأْنَ قَاتِلُهُ

اور اگر یہ نہیں تو اس سے غفلت اتنا ہی جلد اسے گزرا دے کہ اس پر ناراض ہے یہی خوف بے شک اس سے قتل کر دے گا۔ وہ عباس بن الاحنف حنفی مشہور شاعر کی بہن کا بیٹا تھا۔ میں نے اسے اس کے دادا اصول سے منسوب کیا ہے۔ یہ اصول جرجان کے حاکم بن میں سے گزرا ہے۔ یزید بن المہلب بن ابی صفروہ کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا۔ حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی نے تاریخ جرجان میں کہا ہے کہ صولی کے مورث اصل میں جرجان کے رہنے والے تھے۔ صول جرجان کے علاقہ میں ایک ضلع کا نام ہے۔ اس سے جرجان بھی کہتے ہیں۔ وہ ابو بکر محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن العباس الصولی صاحب کتاب الوزرا وغیرہ کے باپ کا چچا تھا۔ اس عباس میں جا کر وہ دونوں مل جاتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن داؤد بن الجرجان نے بھی کتاب التوحید میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم بن العباس بن محمد بن صول بغدادی کے مورث خراسان کے تھے۔ ابو اسحاق اوس کی کنیت تھی۔ اپنے ساتھ کے کامیوں میں سب سے بڑا شاعر اور سب سے زیادہ خوش بیان تھا۔ اوس کے تھوڑے۔ تین چار بیٹوں سے دس تک ہوتے ہیں۔ زمانہ اور اہل زمانہ کے انقلابات کو سب سے اچھا بیان کرتا ہے۔ اس میں کوئی اوس سے بڑھ کر نہیں ہے۔

مورث اوس کے ترکی تھے۔ صول اور فیروز دونوں بھائی اور جرجان کے حاکم تھے۔ باوجود ترکی ہونے کے مجوسی ہو کر فارسیوں کی طرت بن گئے تھے۔ جب یزید بن المہلب بن ابی صفروہ جرجان کو گیا اور اس کو اس ویدی تو صول یزید کے پاس رہنے لگا اور اس کے ہاتھ پر مسلمان بھی ہو گیا۔ آخر کار یوم القریٰ میں اوس کے ساتھ مارا گیا۔ ابراہیم بن محمد بن اصول عباسیوں کے علاقہ میں بہت بڑے درجہ کا شخص تھا۔ عبد اللہ بن علی النخعی اور منصور کے چچا نے اسے مارا تھا۔ اس نے مقاتل بن الحکیم علی وغیرہ کے ساتھ ملکر اس کے بھتیجے سے بغاوت کی تھی۔ ابراہیم اور اس کے بھائی عبد اللہ دونوں نے (وزیر) فضل بن سهل ذوالریاسین سے تعلق پیدا کر لیا تھا۔ ابراہیم سلطان کے علاقہ میں اوس کی طرف سے کام کرتا اور اس کے دواویں میں ملازمت کیا کرتا تھا۔ آخر کو اسی جگہ جب شمر بن زعمی میں نصفت شہان کے ساتھ (دوسرے) کو انتقال کیا۔ تو وہ دیوان الفیعل والنفقات کا حاکم تھا۔ وعل بن علی الخزاعی کہتا ہے اگر وہ شعر شاعری کو اپنی کمانی کا پیشہ بنالیتا تو وہ ہی سب لیتا۔ اور ہمارے لئے کچھ چھوڑتا۔ یہاں تک میں نے انورقہ سے نقل کیا ہے۔ میں نے اوس کا دیوان بھی دیکھا ہے۔ اور اس میں سے کچھ نقل بھی کیا ہے۔ چنانچہ

یہ اوسى مین اوس کا قول ہے۔ مگر یہ دو بزمیتین دیوانِ مُسَلِّم بن الولید الانصارى مین بھی موجود ہیں۔
واللہ اعلم کس کی ہیں۔

لَا يَمْنَعُكَ خَفَضُ الْعَيْشِ فِي عِدَّةٍ تَوُضِعُ نَفْسِي إِلَى أَهْلِ وَأَوْطَانِ
اپنے گھر والوں اور وطن سے دل کو جو محبت ہو ا کرتی ہے وہ چاہئے کہ تجھے خوش حالی کی حالت میں عیش کے
ساتھ زندگی بسر کرنے سے نہ روکے۔

تَأْتِي بِكُلِّ بِلَادٍ إِنْ حَلَلْتَ بِهَا أَهْلًا بِأَهْلٍ وَجَنِدًا بِجَنِيَابِ
اگر تو کسی شہر میں جا کر رہی تو تجھے ہر مقام پر گھر والے گھر والوں کے عوض اور پڑوسی پڑوسیوں کے عوض مل جائیں گے
یہ بھی اوسى کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کسی پر کوئی آفت آ پڑے اور وہ ان دو وزن بیتوں کا وظیفہ پڑے تو
اللہ تعالیٰ اوس سے بلا کو ٹال دیتا ہے۔

وَلَوْ بَنَى نَارُ لَهْ يَصْنِقُ بِهَا الْفَتَى ذُرْعَاوَعِنْدَ اللَّهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
اوسى پر کوئی بلا آ پڑتی ہے جس کے مقابلہ کی اوس میں طاقت نہیں ہوتی۔ اور اس سے مخرج اسد کو پھینک دیتا ہے
ضَاقَتْ فَلَمَّا اسْتَحْكَمَتْ حَلَقَاتُهَا فَرَجَتْ وَكَانَ بَطْنُهَا لَا تَفْرَجُ
لیکن تنگ ہو کر جب اوس کے حلقہ غریب گڑھا لئے ہیں تو (جیک) وہ ڈھیلی پڑ جاتی یعنی دفع ہو جاتی ہے۔ اور اوس
یہی خیال کرتا رہتا ہے کہ وہ کسی سے دفع نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی اوسى کے ہیں۔
أَوَّلَى الْبَرِّ تَبَرُّطًا أَنْ تَوَاسِيَهُ عِنْدَ السُّؤْرِ وَالَّذِي وَاسَّالَكَ فِي الْحَرْبِ
توحشی کے وقت میں جسے تو اپنے ساتھ شریک کرے اور میں تمام مخلوق سے بڑھ کر وہ شخص ہے جو جنگ کے وقت
تیرا شریک رہا ہو۔

إِنَّ الْإِكْرَامَ إِذَا مَا اسْتَهْلُوا أَذْكَرُ وَمَنْ كَانَ يَأْتِيهِمْ فِي الْمَنْزِلِ الْخَشِينِ
مسافروں کو کرام کا قاعدہ ہے کہ جب ہمسار زمین پر جا پہنچتے ہیں تو انہیں یاد کیا کرتے ہیں جنہوں نے انہما کو
منزلوں میں (دیکھے) اور ان کا ساتھ دیا ہوتا ہے۔

یہ بھی اوسى کے شعر ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ اشعار اوس نے محمد بن عبد الملک التزئیت وزیر مقتصرم کو لکھ کر
بجھے تھے (دیکھو تذکرہ ۶۶۶)

وَكُنْتُ أَخِي بِلَخَاءِ الزَّمَانِ فَلَمَّا نَبَا صُرْتُ حَرْبًا هَوَانًا
جب تک زمانہ میرا بھائی اور منافق تھا تو تو بھی میرا بھائی تھا جب وہ پھر گیا تو تو بھی بگڑ کر دشمن ہو گیا۔
وَكُنْتُ أَذُمَّ إِلَيْكَ الزَّمَانَ فَأَصْبَحْتُ مِنْكَ أَذَمُّ الزَّمَانَا
کبھی ایسا تھا کہ میں تیرے پاس جا کر زمانہ کی مذمت و شکایت کیا کرتا تھا۔ اب تیری (دوسلو کی) وجہ سے
زمانہ کی مذمت کیا کرتا ہوں۔

وَكُنْتُ أَعْدُكَ لِلنَّائِبَاتِ فَمَا أَنَا أَطْلُبُ مِنْكَ الْإِمَانَا
کبھی تجھے میں مصائب کے وقت کام آنے والوں میں شمار کیا کرتا تھا۔ اور اب دیکھو کہ میں تجھ سے ہی
پناہ مانگتا ہوں۔

یہ بھی اویسی کہے ہیں۔
كُنْتُ السَّوَادَ لِقَلْبِي فَكُلِّي عَلَيْكَ النَّاطِرُ
تو میری آنکھ کی سیاہ پتلی دکھ طرح پیرا تھا۔ سو تجھ پر دیکھنے والی دیریری آنکھ (روئی) یعنی تو مر گیا
مَنْ شَاءَ بَعْدَ اِذَا فَلَيْمْتُ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أَحَادِرُ
اب چاہے کہ کوئی بھی دبا جائے مجھے اندیشہ تھا وہ تیرا ہی تھا۔

اور ابو تمام الطائی نے کتاب حماسہ کے باب التَّسْيِيبِ میں اوس کے یہ شعر بیان کئے ہیں۔
وَبَيَّنْتُ لَيْسَ أَرْسَلْتُ شِفَاعَةً أَلَى قَوْلِ النَّفْسِ لَيْسَ شَفِيعُهَا
میں نے سنا ہے کہ کہ لیلیٰ نے کسی کو شفاعت کے لئے میرے پاس بھیجا ہے۔ بھلا وہ خود ہی اپنی شفاعت
کے لئے کیوں نہ آئی۔

أَكْزَمُ مَنْ لَيْسَ أَعْلَى قَتَبَتِ غِي بِهَا الْجَاهُ أَمْ كُنْتُ أَمْرًا لَا أُطِيعُهَا
کیا لیلیٰ سے کوئی میرے نزدیک مکریم میں زیادہ ہے جو اوس کی سفارش سے تیرے بڑھانا چاہتی ہے یا
ایسا شخص ہوں کہ اوسکی بات نہ مانوں گا۔

اوس کا ہر ایک قلعہ بیچ اور عمرہ ہے۔ مگر ہماری منتظر کتاب میں اختصار بہتر ہے۔ اوس کے بھائی کے
بیٹے محمد بن یحییٰ الصولی کا بھی ذکر انشاء اللہ تعالیٰ محمد بن یحییٰ (رحمہ اللہ) ۶۲۰ھ: ابناہیم صولی
نصف شعبان ۲۲۲ھ میں بمقام مرین رہے۔ اسے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تو یہ اوس کا وزیر بنا۔ اور اپنے اٹاکی اخیر حکومت تک جو صرف ایک ہی روضہ رہی تھی وزارت کا کام کرتا رہا۔ اوس کے بعد اسے بھانگنا پڑا۔ اور مخلص خواجہ سرکل پنا دوست بھکر اوس کے گھر میں پناہ گیر ہوا۔ مگر مؤمنین نے ابن الفرات وزیر کے اشارہ سے اوسکی خوشنودی کی خاطر اسے قتل کرادیا۔ ابن الفرات کا تذکرہ ۴۹۰ھ بھی دیکھنا چاہئے۔

۷۰) کاتب دیکھنے والے) اوس زمانہ میں وہ لوگ کہلاتے تھے جو سرکاری دفاتر میں نوکر ہوتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے اعلیٰ عہدہ دار و قزاقوں کے منشی وغیرہ سب داخل تھے۔

۸۰) یزید بن المہلب کے بیان میں اس لڑائی کے کچھ حالات کا بیان اور بھی آیا ہے۔ وہ ان تذکرہ ۴۷۰ھ میں بھی دیکھنا چاہئے

۹۰) چوتھی صدی ہجری تک جو جو خاندان تخت کے دعویدار ہوتے تھے اپنی اغراض کی تائید کے لئے کارندہ مقرر کرکھاتے۔ اور انکو داعی کہا کرتے تھے۔ یہ داعی سلطنت کے تمام مہربوں میں بھیجے جاتے تھے۔ جو ہا کر خفیہ انجمنیں قائم کرتے اور چھپے چھپے دور رس بعینیں میں اپنا کام کیا کرتے تھے۔ جن لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے انکو تدریج امتحان دینا کو بعد انجمن میں شریک کرتے تھے۔ ہر ایک انجمن کا ایک میر انجمن ہوتا تھا جسے مہرب داعی احکام دیا کرتا تھا یہ سب مہربوں کو داعی داعی کے ماتحت ہوتے تھے۔ بنی علی بنی عباس اہلس نبی فاطمہ کے یہاں بھی دستور تھا۔ ان کی داعی صرف ان کی کمزوری ہی کے زمانہ میں نہ تھے بلکہ اوس وقت بھی مقرر رہتے تھے جسوقت کہ ان خاندانوں کا عروج تھا۔

ابن الاثیر ابن خلدون۔ موسیٰ ہڈی ساسی نے قرامطہ کی دعوت کا حال خوب دلچسپی کے ساتھ لکھا ہے۔ جو اس غرض سے کھڑے ہوئے تھے کہ بنی عباس کی حکومت کو غارت کر ڈالیں۔ اور اسلام ہی نصین بلکہ دنیا کا کوئی فریب ہی کیون نہ ہو اوس کا استیصال کر دیں۔ بنی امیہ کے زمانہ میں دعویداران سلطنت کو بڑے بڑے وظائف ملتے اور کام کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان وظائف اور فرصت کی وجہ سے انھیں خوب موقع مل گیا تھا۔ اور ایسی ہی حالت بنی عباس وغیرہ کے زمانہ میں رہی۔ اس لئے ان لوگوں کا خوب کام چل گیا۔ اور اکثر حکومت اسلام میں انقلاب ان کی وجہ سے ہوتے رہے۔ اس کا نتیجہ اسلام کے لئے یہ ہوا کہ فن مکرانی نے کوئی ترقی نہ کی سلطنت نسبتی فساد سے حاصل ہوتی اور مسلمان مسلمانوں کو ہی قتل کرتے رہے۔ جب نسبی شرافت کی قیاد اٹھی جو فطرتاً ایک اٹھنے والی ہی تھی اوسوقت اسلامی سلطنت کا دائرہ مشرق میں وسیع ہونا شروع ہوا۔

۱۰۰) مقاتل بنی عباس کا بہت ہی بڑا چالاک داعی خرائن کا والی تھا۔ جسے عبداللہ نے چالیس روز کے محاصرہ کے بعد فتح کیا تھا۔ اس کا بیٹا محمد بن مقاتل خلیفہ شیعہ کا رضاعی بھائی تھا۔ جسے اوس نے سلاطین افریقیہ کا والی کر دیا تھا۔

۱۰۱) الحکۃ السیاریہ مصنفہ ابن الکبار و عیون الاخبار۔

۱۱۸ دیکھو تاریخ کامل ابن الاثیر۔

۱۲۲ ذوالریاستین دور یا ستون والا یعنی دوسرے ستون سیف و قلم صیغہ فوج اور دیوانی کا افسر یہ عزت کا خطاب وزیر فضل بن شہل کو دیا گیا تھا۔ (دیکھو اوس کا تذکرہ ۵۰۲) اس کے بعد یہ خطاب بہت عام ہو گیا خصوصاً اسپین میں بہت لوگوں کو دیا گیا۔

۱۲۳ اوس زمانہ میں سرکار کے قبضہ میں بہت ضعیف یا تو آبادیاں تھیں۔ ان میں سے اکثر ان صوبوں میں تھیں جو بہت فتح ہوئی تھی۔ ابن الجراح کے قعرہ سے جو ابن خلکان نے نقل کیا ہے مجھے یقین ہوتا ہے کہ ان زمینوں کی آمدنی سرکاری ملازموں میں بطریق انعام کے تقسیم کر دی جاتی تھی۔ بارہ ایسا ذکر آیا کرتا ہے۔ کہ چند یعنی تنخواہ دار فوج کو خلفا اور والیدین کی طرف سے انعام اور عطیہ دئے گئے۔ غالباً انھیں نوآبادیوں کی آمدنی اس کام میں خرچ کی جاتی ہوگی۔

۱۲۴ یہ استعارہ زرہ کے بڑے اور چوڑے کوٹوں سے لیا گیا ہے۔ جن کی قدر کا شعر اے ایام جاہلیت میں بہت ہی ذکر آیا کرتا ہے جس طرح زرہ کا کوٹ جنگ آور کے جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح فوجی ادبے چاروں طرف سے گھیرے ہوتی ہے۔

۱۱- ابو عبد اللہ ابراہیم بن محمد بن عرقمہ بن سلیمان بن المنفیر بن حبیب بن المہلب

بن ابی صفرہ ازوی ملقب بنقطویہ

سحمی واسطہ کار ہونے والا تھا۔ ادب میں اوس کی بہت اچھی تصانیف ہیں بہت بڑا عالم فاضل شخص تھا۔ ۳۲۵ھ (۹۳۵ء) میں بمقام واسطہ پیدا ہوا۔ مگر بعض لوگ اوس کی تاریخ ولادت ۳۲۵ھ میں بتاتے ہیں بغداد میں رہا کرتا تھا۔ بروز چار شنبہ ۳۲۵ھ (۹۳۵ء) کو طلوع آفتاب سے ایک ساعت کے بعد وفات پائی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ۳۲۵ھ میں اوس نے اور ابن نجاد المرقری نے ایک ہی روز بغداد میں وفات پائی تھی۔ امتداد علم دوسرے روز باب الکوفہ میں دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ خانہ کہتا ہے علماء میں کوئی شخص بنقطویہ کے سوا اور نہیں جس کا نام ابراہیم اور کنیت ابو عبد اللہ ہو۔ ابو علی القالی نے کتاب الذیابی میں اوس کے یہ اشعار لکھے ہیں۔

وَقَوَّيْ اَوْحَايَ مِنْ قَوَّيْ جُصْنِيكَ

قَلْبِي عَلَيَّكَ اَرْقَى مِنْ خَدِّ يَلَبِ

میرادل جو ترجمہ سے لکھا ہوا ہے تیرے خساروں سے زیادہ نازک ہے اور میری قوت تیری آنکھوں کی قوت سے کم ہے
 لَمْ لَا تَوَقَّيْ لِمَنْ يُعَذِّبُ نَفْسَهُ ظُلْمًا وَيَقْطَعُ حَوَاہِ عَلَيْنَا
 تیرادل اوس شخص پر نہ کہیں نہیں ہوتا جس کی جان تیرے ظلم سے عذاب میں گرفتار رہے مگر اوس کی محبت اوس
 تیری ہی طرف پھیر رہی ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن زید بن علی الجعفی و اسطی مشہور متکلم صاحب کتاب الامامہ و کتاب اعجاز القرآن الکریم فی نظم وغیرہ
 اوس کی نسبت کہتا ہے۔

مَنْ سَرَّ: لَا يَدْرِي فَاِسْقَا فَلْيَجْتَمِعْ هَذَا لَا يَدْرِي نَقْطَوِي
 جو شخص چاہے کہ فاسق بدکار کو بھی دیکھے۔ اوسے چاہئے کہ نہ نقطویہ کے نہ دیکھنے کی کوشش کرے۔
 اَخْرَجَ اللَّهُ بِنُصْفِ اِسْمِهِ وَصَيَّرَ اِلَيْنِي صِرَاحًا عَلَيْهِ
 خدا اقلے اوسے اوس کے نام کے نصف اسم کے ساتھ جلاوے۔ اور باقی کو اوس پر فرمایا دے لئے چھوڑ دے۔

یہ ابو عبد اللہ محمد بن زید بن علی الجعفی و اسطی مشہور متکلم صاحب کتاب الامامہ و کتاب اعجاز القرآن الکریم فی نظم وغیرہ
 کہ قاضی ابوالنباتس احمد بن عمر سراج اور ابو بکر محمد بن داؤد الظاہری اور ابو عبد اللہ نقطویہ کہیں ولیمہ کی دعوت
 میں گئے تھے۔ راستہ میں ایک تنگ کوچہ میں گذر ہوا۔ ہر شخص نے چاہا کہ دوسرا آگے چلے اس پر ابن سراج
 نے باضیض الطریق یوڑیٹ سوزہ الادب (راستہ کی تنگی سو ادب کی موت ہوتی ہے) ابن داؤد نے
 کہا اَلَيْسَ يُعْرِفُ مَقَادِيرَ اَوْتِجَالٍ لِّكِنْ وَهْمُ مَرَوْنِ كِي مَقْدَرَتِ كُوْنِيْكِ تَبَاوِيْتِي هَمْ نَقْطَوِيْنِي
 کہا۔ اِذَا اَسْتَحْكَمْتَ الْمَوَدَّةَ بَطَلَتِ التَّكَالُفُ (جب دوستی مستحکم ہو جاتی ہے تو مجھ تکلف کی ضرورت
 نہیں رہتی) نقطویہ بکسر وفتح فون و فاسا کہنے مگر فون پر کسر وفتح ہے۔ ابو منصور الثعالبی نے اوائل
 کتاب لطائف النعائین میں کہا ہے کہ اوس کی بد صورتی اور سانولے رنگ کی وجہ سے نقطہ (رال)
 سے مشابہ سمجھا کہ یہ لقب سنیوینہ کے مثل ہے۔ نقطویہ سنیوینہ کی طرف
 منسوب تھا اوس کے طریق پر چلتا اوس کی کتاب پڑھتا تھا۔ نقطویہ وغیرہ اس قسم کے الفاظ سیبویہ
 کے طرز پر مرکب ہیں جس کا بیان سیبویہ کے ذکر میں لکھا گیا ہے۔ اوسے دیکھنا چاہئے سیبویہ کا نام عمرو
 ہے۔ عمرو کے ذیل میں اوس کا حال ملے گا (دیکھو تذکرہ ۴۷۷)

ابو بکر احمد بن موسی بن عباس بن مجاہد القزنی ر قان شریف کا صبیح پڑھنے والا عراق میں اپنے فن کا استاد

عبد الرحمن الزنجاجی مصنف کتاب الجمل فی الفحواسی کی طرف منسوب ہے وہ اس کا شاگرد تھا۔ چنانچہ اوس کا ذکر انشا باللہ تعالیٰ آئندہ (تذکرہ ص ۳۲۰ میں) آئیگا۔ ابوعلی الفارسی بھی اسی کا شاگرد تھا۔

(۱) آٹالی جمع ہے الاٹالی۔

(۲) یاد کہنا چاہئے بہت استاد اوس زمانہ میں اکثر اپنی بنائی ہوئی کتابیں طلبہ کو پڑایا کرتے تھے۔ یہ کتابیں مدتوں بلکہ اودن کے مرنے کے بعد تک بھی مشتبہ نہیں ہوتی تھیں۔ کتاب الفشر من جامع المنطق کے معنی میں۔ منطق کی پوری کتاب کا خلاصہ جس کی اوس نے خود تفسیر کی تھی۔ یہ خلاصہ زبان کی کتاب کے وہ حصہ ہو گئے جو اوس نے خود طالب علموں کو مشرح کر کے سمجھا کے ہو گئے۔ یہی کتاب ہے جس کا حاجی خلیفہ نے جامع المنطق کے نام سے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ اس مضمون پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(۴) عبید اللہ وزیر خلیفہ معتضد جو بڑا لائق وزیر تھا مشہور (ص ۹۸) میں ملاحظہ فرمائیگا۔ اس کا بیٹا قاسم خلیفہ معتضد اور اوس کے جانشین خلیفہ مقتدی کا وزیر تھا۔ مقتدی کے زمانہ میں اوس نے وفات پائی۔ وہ دانشمند بھی تھا اور ہیکل صفا کو خوب سمجھتا تھا۔

(۵) ان اشعار کا ترجمہ میں نے فارسی میں جس وجہ سے کیا ہے وہ ظاہر ہے۔ ایسے ہی اور بعض اشعار کا ترجمہ بھی میں فارسی ہی میں کرونگا۔

۱۳۔ ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن کریم بن کریم بن سحی بن زیاد بن عبد اللہ بن خالد

بن سعد بن ابی قحاص قرشی شہری معروف بالفیلی

قرطبہ کا رہنے والا اور ائمہ نحو و لغت سے تھا۔ مضامین شعر پر کلام کرنے اور بحث و مباحثہ میں اوسے مہارت حاصل تھی۔ دیوان مثنوی کی اوس نے ایک نہایت عمدہ شرح لکھی ہے۔ جو مشہور و معروف ہے۔ ابوعلی نقابی کی کتاب الامالی کی روایت کیا کرتا یعنی زبانی پڑایا کرتا تھا جو اس نے ابو بکر محمد بن الحسن زبیدی سے سنا تھا۔ خلیفہ تاملہ اس میں کتب ادب کے پڑاؤ نے میں اس کے برابر کوئی نہ تھا۔ جہاں مقتدی باللہ کا وزیر بھی ہو گیا تھا قندلکے اشعار کا حافظ تھا۔ عرب لوگوں کے اخبار و ایام سے خوب یاد رکھے۔ اپنے اہل بلاد کے

سے جا کر کہا کہ صابی کا ایک دوست اوس سے ملنے گیا تھا۔ دیکھا تو وہ کام میں نہایت ہی مشغول ہے
یادداشتوں کو ترتیب دیتا۔ مسودہ لکھتا اور مضمون صاف کرتا ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ صابی نے کہا
لغویات لکھتا اور اکاذیب میں پیوند لگا رہا ہوں۔ اس سے عہد اندولہ کا غصہ جو فرو ہو گیا تھا اوس سے بھر
جوش اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر صابی ہمیشہ اوس سے بھاگتا رہتا۔ اور اپنے صابی مذہب میں بڑا متشدد تھا جو کلام
نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ مسلمان ہو جائے مگر اوس نے نہ مانا۔ ہرگز مسلمان نہ ہوا تاہم مسلمانوں
کے ساتھ رمضان میں روزہ رکھتا قرآن مجید کا بہت بڑا حافظ تھا۔ اپنے رسائل میں آیات قرآنیہ کو بہت
استعمال کرتا تھا۔ اوس کا تین نام ایک سیاہ فام غلام تھا۔ اوس پر عاشق تھا۔ اوس کی نسبت اوس نے
اچھے اچھے مضامین لکھے ہیں۔ ثعلابی نے کتاب البلدان میں جو شعرا اوس کے نقل کئے ہیں ان میں
سے بعض یہ ہیں۔

قَدْ قَالَ يُنَىٰ وَهُوَ أَشَدُّ لِلذِّیٰ بِلِیَاضٍ اِسْتَعْلٰ عَلُوَ الْحَارِثِ

میں نے جو کالا ہے اوس سے کہا جس کا گرہاں آنکھ کی سپیدی کو پہنچ گیا تھا۔

مَا فُخِرَ وَجْهٌ بِالْبِیَاضِ وَهَلْ تَرَىٰ اَنْ قَدْ اُفْدَتْ بِهٖ مَرِیْدٌ مَّحَاسِنِ
کو گورے ہیں تیرے چہرہ کے لئے کچھ فخر ہو سکتا ہے کیا تو سمجھتا ہے کہ اس سے مجھ میں کوئی خوبی ہو گئی۔
وَلَوْ اَنْ مَتٰی فِیْهِ خَلَا زَانَهُ وَلَوْ اَنْ مِثْلَهُ فِی خَالِ اَشَانَتِیْ

اگر مجھ میں سے (سیاہی کا) ایک تل بھی اوس میں ہوتا تو اوس کی زینت ہو جاتی۔ اور اگر اوس میں سے مجھ میں
(سپیدی کا) ایک تل ہوتا تو مجھے بد نما کر دیتا۔

بیت ثالثہ کا مضمون ابن الرومی (تذکرہ ۴۳۶) کے قول کے مشابہ ہے جو اوس نے چند آیات میں
اپنے ایک سیاہ فام لونڈی کے حق میں لکھا ہے وہ ہوا۔

وَبَقِضَ مَا فَضَّلَ السَّوَادُ بِهٖ وَالْحَقُّ ذُو سُلْمٍ وَذُو نَفَقِ

اوں باتوں میں سے کہ جن سے سیاہی کو فوقیت ہے ایک یہ ہے۔ اور حق بات (سیریحی والی اور سرنگ والی) ہوتی
ہے یعنی اوپر نیچے سب جگہ پہنچ جاتی ہے چھپ نہیں سکتی

اَنْ لَا یَغِیْبَ السَّوَادُ حُلُکَتُہٗ وَقَدْ یُعَابُ الْبِیَاضُ بِالْحَقِّ

کہ سیاہی کی سیاہی کو عیب نہیں لگاتی۔ مگر سپید دھبہ گورے میں کو عیب لگتا ہے۔

یہ یقین بہت مشہور ہیں اور شاعر نے اون کی خوبی کمال کو پہنچا دی ہے۔ ثعلبی نے اس کے یا ثعلابی نقل کئے ہیں جو اس نے اپنے غلام کی نسبت لکھے تھے۔

لَا تَرَىٰ وَجْهَهُ كَأَنَّ يُمْنًا سَيُحْطَنُ بِمَفْظِ تَمْلَأُ أَمَّ سَالِي
تیرا چہرہ تو ایسا خوبصورت ہے کہ گویا میرے ہی دست ماست نے اس کا خاکہ کھینچا ہے۔ مگر لفظ (وجہ) نے
ہیں کہ میری ساری امیدیں اون سے ٹوٹ جاتی ہیں۔

فِيهِ مَعْنَى مِنَ الْبُذُورِ وَلَكِنْ نَفَضْتُ صَبْغًا عَلَيْهِ اللَّيَالِي
اوس چہرہ میں جو وہ ہیں رات کے چاند کی حقیقت نظر آتی ہے۔ جس پر راتوں نے اپنا سیاہ رنگ پھیلا دیا ہے
لَمْ يَكُنْ الشَّوَادُ بَلْ زِدَتْ حُسْنًا إِنَّمَا يَلْبَسُ السَّوَادُ الْمَوَالِي
سیاہی نے مجھے بدنام نہیں کیا بلکہ تو حسن میں اور زیادہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ سیاہ رنگ ہی وہ رنگ ہے کہ جسے مرالی
سرور بھنا کرتے ہیں۔

فَبِمَالِي أَفْدِيكَ إِنْ لَمْ تُكُنْ لِي وَبِوَجْهِ أَفْدِيكَ إِنْ كُنْتَ مَالِي
اگر تو میرا نہیں ہوتا تو میں اپنا سب مال تیرے لئے فدا کر دیتا۔ اگر تو میرا مال ہے۔ تو تیرا ہی جان تیرا پرندہ کہ دوں گا
اس کی منظوم و منثور رہنمائی تھی۔ بروز و شنبہ یا پنجشنبہ ۱۸ شعبان ۱۰۹۹ھ (نومبر ۱۸۹۹ء) کو پندرہ
میں اکٹھے برس کی عمر میں اوس کا انتقال ہوا۔ ابوالفرج محمد بن اسحاق وراق معروف ابن ابی لیث و البیہ
نے اپنی کتاب فہرست میں لکھا ہے کہ صابی مذکور ۳۲۲ھ (۹۳۲ء) کے بعد پیدا ہوا اور ۳۸۵ھ
پہلے مرا۔ اور بغداد کے ایک قبرستان موسوم شونیتری میں دفن ہوا ہے۔ ابن ابی لیث نے اپنے
قصیدہ والیہ میں جو بہت مشہور ہے اور جس کا اول یہ ہے۔ اوس کا یہ قصیدہ ہے۔

أَرَأَيْتَ كَيْفَ خَبَأَ صِبَاؤُ النَّادِي
کیا تو نے دیکھا کہ کس کڑیوں پر اُدھارے گئے۔ کیا تو نے دیکھا کہ ہمارے جلس کی روشنی کیسے بج رہی۔
مسلمانوں نے رضی کو برا بھلا کہا کہ اوس نے شریف ہو کر جو حضرت علی کی اولاد سے ہیں ایک صابی
کا مٹھیہ لکھا۔ اوس نے کہا کہ میں نے (صابی کا مٹھیہ نہیں لکھا۔ یہ) اوس کے علم و فضل کا مٹھیہ لکھا ہے
زہر وں بفتح زائے معجمہ و سکون و اوضہ ہائے ہلکہ و بعد ان واو و نون۔ و جثون بفتح حائے ہلکہ و تشدید
بائے موحده۔ بعد ان واو و نون۔ اور صابی کے اخیر میں ہمزہ ہے۔ اس کی نسبت میں علمائے

نے اختلاف کیا ہے۔ کوئی تو کہتے ہیں کہ نسبت صابی بن مثنیٰ بن اویس علیہ السلام کی طرف ہے۔ جو حنیفہ الاوی یعنی قدیم زاد کے دین نبیؐ پر چلتا تھا۔ اور کوئی کہتے ہیں کہ صابی بن باری کی طرف ہے جو حضرت خلیل علیہ السلام کے زیادہ میں تھا۔ کہتے ہیں کہ عرب لوگ صابی اوستے کہتے ہیں جو اپنی قوم کے مذہب کو چھوڑ کر اسی لئے قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے۔ کیونکہ آپؐ نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۱) شہر تہران عراق کا قدیم شہر اور صابئیوں کے مذہب کا صدر مقام تھا۔ مگر اب اس کی آبادی کا نام وزغان یا بنین ابو الفدا نے جب اپنی کتاب لکھی ہے اوسوقت اس کے کھنڈر باقی تھے۔

(۲) صابی مذہب کے عقائد معلوم کرنے کے لئے ریل صاحب کے قرآن کا دیباچہ دیکھنا چاہئے۔

(۳) مصنف کتاب الفہرست لکھتا ہے کہ اس صابی کے رسائل کے مجموعہ تھے۔ ایک مجموعہ کا نام تھا الرسائل الی الشریف الرضا اور دوسرے کا نام مجموعہ الرسائل تھا۔ مگر یہ دونوں مجھے نہیں ملے۔

(۴) اس خلیفہ کا نام جس کو معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلکان نے قصہ آچھو دیا ہے مطبوعہ رشیدیہ۔ اور خلیفہ عباسی بن تیسول خلیفہ تھا۔ نہایت کمزور معزۃ الدولہ اور اس کے بیٹے معزۃ الدولہ کے ہاتھ میں تھا جو چاہتے تھے کہ کسی کام میں دخل نہ تھا۔

(۵) حکماء انشائین سند ہائے اعزاز و افتخارات اور ملکی معاملات کی مراسلت وغیرہ کا کام ہوتا تھا۔ چونکہ ان تحریرات کا اسلوب اس زمانہ اور اس کے بعد بھی ہمیشہ نہایت ہی اچھا ہوتا تھا۔ جو کتاب اس دفتر میں مقرر ہوتے تھے وہ نہایت لائق اور منتخب روزگار ہوا کرتے تھے۔

(۶) دیوان رسائل کو اسل کے انگریزی محاورہ اور گورنمنٹ کی صورت میں سیکریٹری آف انٹیمٹ کہا جاتا ہے اس کا کام تھا کہ سرکاری مراسلت کو پڑھ کر سمجھ کر اس کے بعد وہ ایک سرکاری جوہانی میں لکھ کر دیسی بنائی جاتی تھی کاغذات پر لکھا اور شاہی مہر کر دیا کرتا تھا۔ خان آئینہ..... نے ایک کتاب فریخ زبان میں لکھی ہے۔ اس میں سرکاری کاروبار کا وہ طرز مختصر صورت میں لیکن نہایت دلچسپی کے ساتھ دکھایا ہے جو ابن سلام کے فائزین نے لکھا (۷) تذکرہ بختیار نمبر ۱۰۶ دیکھو۔

(۸) یَعْلَمُ مَعَاذَ اللَّهِ غَیْبُ دِمَائِنِی الْمُسْتَوْفَرِّ (خدا انکھن کی چوری کو جانتا ہے۔ اور اودن بھیدہ دین کو جو لوگوں کے سینوں میں چھپے ہیں) چالیسویں سورۃ المؤمن کی آیت ۸۰ میں آیا ہے۔ اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ

مقام پر آئنا میں سے صرف اٹھ مارا ہو۔ بغیر اس کے کہ اس میں کوئی صفت ملحوظ بھی جائے۔ کیونکہ صفت کو موصوف کی جگہ اکثر زبان میں استعمال کرتے ہیں خصوصاً عربی زبان میں تو یہ قاعدہ بہت مروج ہے۔ اگرچہ مجھ سے لفظ کے معنی کا کامل یقین تو نہیں ہے۔ لیکن ظن غالب ہے کہ میں نے شاعر کا مافی الضمیر اور گویا ہے۔
۹۱) چھوڑ دیا یہ غل قدیم سے مسلمانوں میں خوبصورتی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

(۱۰) یہ جلیہ شاعر نے جس کا فطری ترجمہ اور مطلب ہم نے شعر کے ترجمہ میں لکھ دیا ہے قرآن کی آیت ۳۵ سورۃ الانعام سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ فَإِنْ اَشْتَقَطْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلٰمًا فِي السَّمَاءِ اور اگر تم سے ہو سکے کہ زمین کے اندر اندر کوئی سڑک تلاش کرو یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگی ہوئی ہم پہنچاؤ۔
۱۱) یہ یقیناً عربی زبان میں اہل ادب کے نزدیک ہرگز اچھی نہیں سمجھی جاتی ہیں۔ اون کا مضمون ہم نے اردو میں لکھ دیا ہے جس سے ہماری کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ صفت کا مذاق اچھا نہ تھا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ابن خلدون اپنے زمانہ کے موافق شعر کی حقیقت کو بہت ہی اچھی طرح جانتا تھا۔

(۱۲) انگریزی مترجم اس مقام پر کہتا ہے۔ کہ اس بیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کہنے والا شاعر مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تصاویر کے بنانے کو صاف صاف منع کر دیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس بیت میں ایسی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی جو مذہب اسلام کے خلاف ہو۔ شاعر کا مضمون ایک فرضی بیان ہے جس سے اسلام کی ممانعت کو کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر فرض کرو یہ مضمون خلاف شرع بھی ہو تب بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا کہنے والا مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان شعر اس سے بھی زیادہ خلاف شرع مضامین لکھا کرتے ہیں۔
۱۳) کتاب الفہرست ج ۳۲ میں تالیف مل گئی ہے۔

(۱۴) مسلمانوں کے نزدیک اَلْغَيْفَةُ الْاَوَّلٰی سے وہ دین مرا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ یہی اسلام تھا۔ اسلام اسی دین قدیم اور سچے مذہب کی تجدید و تکمیل ہے۔ کوئی نیا دین نہیں ہے۔

۱۵ ابو اسحاق براہیم بن علی بن تمیم معروف حُضْرٰی

تقریباً کن کارہنے والا براہ مشہور شاعر تھا۔ اس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ اور کتاب زہر لا دَاب و زہر لا لباب (شکوہ ہائے آداب) و میوہ ہائے قلوب، بھی تین جلدوں میں اسی کی ہے۔ جس میں اس نے ہر قسم کے عجائب و غرائب جمع کئے ہیں۔ اسی سے ہی کتاب المصنوعون فی سریر الہوی المکنونون (پوشیدہ محبت)

کے راز، ایک جلد میں اوس نے کہی ہے جس میں نہایت لمبے اور فصیح آمیز باتیں بیان کی ہیں۔ ابن
رشیق نے اپنی کتاب الانوفج میں اوس کا ذکر کیا اور کچھ اخبار و حالات لکھ کر چند اشعار بھی اوس کے نقل کیے
ہیں۔ اور بیان کیا ہے کہ قیروان کے نوجوان نہ صرف اوس کے پاس جمع رہتے اور علمی فوائد حاصل کیا کرتے
تھے۔ بلکہ اوس کو اپنا رئیس سمجھتے اور نہایت عزت و حرمت سے پیش آتے تھے۔ اوس کی تالیفات کا وہاں
بڑا چرچا تھا۔ چارون حرف سے اوس پر نذرانوں اور عطاؤں کا میخ برستا تھا۔ پھر یہ شعر اوس کے نقل
کے ہیں۔

إِنِّي أَحْبَبْتُ جَبَّالَيْسَ بَلَدًا فَهُوَ وَلَا يَنْتَهِي وَضْعِي إِلَى صِفَةِ
میں تجھے اتنی محبت کرتا ہوں کہ کسی کا نہیں پہونچ سکتا اور نہ مراد صفت اوس کی صفت کی انتہا پا سکتا
اَقْطَعِي نَهْائِي عَلَى فَيْدٍ مَعْرِفَتِي بِالْعَجْرِ مَتْنِي عَنْ إِسْرَافِ مَعْرِفَتِي

مجھے جو اوس کا علم ہے وہ بڑے سے بڑے اتنا ہی ہے کہ میں جان گیا ہوں کہ اوس کی معرفت اداک سے میں عاجز ہوں
ابو الحسن علی بن بشام صاحب کتاب الذخیرہ فی محاسن اہل الجوزیرہ (خرزاندہ خوبی) نے اوس کی تصنیفات (باشہ گان)
جوزیرہ اندلس) نے بھی ایک حکایت کے ضمن میں اوس کی دو بیتیں لکھی ہیں۔

أَقْرَبَ دَقَلْبِي الزَّوْدِي لَمْ عِزَّ إِسْرَافًا
اوس غدار کی لام نے میرے دل کو ہلاکت کا گھونٹ بلایا ہو
أَسْوَدَ كَالْكَفْرِ أَبْيَضَ مِثْلَ الْقَدْرِ

رات کی طرح کالا ہے ایسے گورے زمین پر جیسے دن۔

پہ حضرت ابو الحسن علی حضرت شاعر کی خالہ کا بیٹا تھا۔ جبکہ ذکر حرف عین (تذکرہ ۲۳۴) میں آیا گا۔ ابو الحسن
قیروان میں (۸۱۲ھ) میں مرا ہے۔ مگر ابن بشام نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے
(۸۱۲ھ) میں اوس کا انتقال ہوا ہے۔ لیکن اول روایت اصح ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی رشید بن الزہری
نے کتاب الجنان کی جلد اول میں ابو الحسن علی بن عبد العزیز معروف فلیک کے ذکر میں لکھا ہے کہ اس
حضرت نے کتاب زہر الآداب (۸۱۲ھ) میں تالیف کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابن بشام کا قول
صحیح ہے۔ واقعہ اعلیٰ حضرت بصرہ کے پہلے سکون صا دہلہ دہائے پہلے۔ حضرت ابو زریہ والا یا جویریہ
بانی کے سبب سے کہتے تھے۔ یادہ اوکلی خرید و فروخت کرتا ہو گا۔ قیروان بفتح قاف و سکون یا سے نہایت

و فتح رائے ہلکہ و بعد واؤ الف و نون افریقیہ (خاص) میں ایک شہر کا نام ہے جسے عُقبۃ بن عامر صحابی رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا۔ افریقیہ افریقین یا افریقش بن قیس بن صفی حمیری کی طرف منسوب ہے۔ جس نے اسے فتح کیا تھا۔ اسی کے نام سے اس کا نام پڑ گیا۔ پھر جب وہاں کے بادشاہ جریر کو مارا تو اس کا نام بڑبڑا ہوا گیا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کی بولی سن کر جسے وہ نہ سمجھتا تھا، کہا کس قدر بڑبڑا کرتے ہو۔ وائٹرا علم۔ قیروان لغت میں قافلہ کو کہتے ہیں فارسی میں کاروان تھا۔ قیروان مُعَرَّب لکھا کہتے ہیں ایک قافلہ اس مقام میں آکر ٹھہرا تھا۔ وہاں (اوسے) رہتے رہتے ایک مدت ہو گئی۔ اور (شہر) بس گیا۔ اس لئے اوس کا یہی نام پڑ گیا۔ کاروان لشکر کو بھی کہتے ہیں۔ ابن القبطی لغوی نے معتبر طور پر نقل کیا ہے کہ قیروان بفتح را لشکر کو کہتے ہیں۔ اور بضم را قافلہ کو۔ وائٹرا علم۔

(۱) عربی زبان کے مورخ اندلس، جریرہ و جلہ، ذرات و نون کو الجوزیرہ کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ حاجی خلیفہ جس ابن یساکم کی کتاب کا نام اپنی کتاب میں لیا ہے یقینی طور پر کہتا ہے کہ یہاں الجوزیرہ سے مراد جزیرہ اندلس ہے۔

(۲) لام عذرا سے جو کچھ مطلب ہے اوس کا ذکر ترجمہ دیا چہ انگریزی جلد اول میں بیان کر دیا گیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہئے جس وجہ سے میں نے اس کا یہاں ترجمہ نہیں کیا وہ بھی وہاں لکھی ہوئی ہے۔

(۳) علاء الدین کے جریدہ میں فلنک کے کچھ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ یہ جو گوئی میں بڑا منہور تھا۔

نشہ و شہدائے مین مرا ہے

(۴) دیکھنے سے باوقی تامل معلوم ہو سکتا ہے کہ کتاب ابنن کے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بعد میں لکھا گیا ہو کیونکہ ابن خلکان کے سب نسخوں میں یہ فقرہ نہیں ہے۔

(۵) ابوالخدا اور ابن خلدون و زبیر و مورخ لکھتے ہیں کہ قیروان عقیقہ بن نافع نے آباد کیا تھا۔ لیکن عبد الرحمن قرطبی مورخ فتح افریقیہ اوس کا نام عُقبۃ بن عامر بتاتا ہے۔ اور ابن خلکان بھی یہی لکھتا ہے مگر اُتھلہ اُرتیارہ کا بیان جو ذیل میں ہم لکھتے ہیں ابن خلکان کے بالکل بخلاف ہے۔ وہ کہتا ہے۔

عقبۃ بن نافع البغدی کو حضرت مسلولیہ بن ابی شیان نے ستم میں ہم پر بھیجا تھا۔ وہ افریقیہ میں دس ہزار مسلمانوں سے داخل ہوا۔ قیروان کا شہر آباد کیا۔ اور ابی نیک نامی کا نشان بنایا میں چھوڑ گیا۔ وہ بہت ہی اچھا حکم اور ستیاب الدعوات تھا۔ ایک مرتبہ وہاں سے معزول ہوا۔ اور پھر ستم و ستم میں اسی جگہ مقیم کیا گیا۔ ستم میں اسی جگہ اوس کے رفقا کو بربروں نے تہو دار کے مقام پر مار ڈالا۔ جہاں اوس کی قبر آج تک قائم ہے۔

خلائف ہے۔ اس کے بعد مصنف نے اس کے قتل کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔

(۶) ابن خلدون نے اپنی عظیم الشان تاریخ میں کچھ ایسا ہی بیان زیادہ تفصیل سے دیا ہے وہ ایسا دلچسپ ہے کہ اس کا یہاں چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ وہ کہتا ہے۔

اب رہہ ذوالنار کے بعد اس کا بیٹا ملک کا مالک ہوا ابن النکبی (یا ابن حزم) کہتا ہے کہ یہ افریقش قیس بن حنیفی کا بیٹا اور عارث رائش کا بھائی تھا۔ اور یہی شخص ہے وہ جو قبائل عرب کو افریقیہ کو لے گیا۔ اور اسی کے نام پر اس کا نام افریقیہ ہوا۔ اسی نے بربر کو ملک کنعان سے افریقیہ کو بھیجا تھا۔ جب کہ یہ اون کے پاس ہو کر گذرا۔ اور وہ شہر بربر پر غالب ہو گیا اور کچھ آدمی اون کے لڑڈالے تھے۔ سواون میں کے بچے ہوئے آدمی اس نے لئے اور اوسٹین ما فریقہ کو آگے روانہ کر دیا پیچھے سے آپ بھی گیا اور دہان اوسٹین آباد کر دیا۔ اور دہان کے بادشاہ جر جیکو مارڈالا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہی شخص ہے جس نے اون کا نام بربر رکھا ہے۔ کیونکہ جب اوس نے مغرب کو فتح کر لیا اور اون کی بولی سنی تو کہا۔ تم یہ کیا بربر کرتے ہو۔ اس لئے اون کا نام بربر ہو گیا۔ مفت عرب میں بربر بڑی بڑی کے ساتھ بولنے کو کہتے ہیں کہ جو بحر میں ڈاکے۔ اور اسی واسطے شیر کے گرجے کو بربر کہتے ہیں۔ جب وہ مغرب کی طرف ہائی سے واپس آیا۔ تو قبائل حمیر سے منہاجا اور کتاہ کو دہان چھوڑ آیا۔ چنانچہ اس وقت تک ان موجود ہیں۔ مگر یہ لوگ بربر نسل سے نہیں ہیں۔ طبری جرجانی سعودی ابن النکبی سہیلی وغیرہ جلد بتائیں گے یہ بات بیان کی ہے۔

۱۶ ابوسحاق ابراہیم بن ابی الفتح بن عبد القدر بن خفاجہ

اندلسی شاعر تھا۔ ابن بشام نے ذخیرہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور بڑی تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے وہ اندلس کے مشرق میں رہتا تھا۔ ملک طوائف کی خوشامد کے واسطے یہ کبھی نہیں گیا۔ حالانکہ وہ علمائے ادب پر بڑی نوازشیں کرتے تھے۔ اس کے اشعار کا ایک دیوان ہے۔ اس میں اشعار بہت ہی اچھے ہیں شام کی مجلس کی تعریف میں یہ بدیع اشعار اس نے کہے ہیں۔

وَعِشْتِي أَنَسِي أَصْجَعَتْنِي مَشْوَةٌ فَيَتَمَصَّدُ مَضْجَعِي وَتَدْمُتُ

شام کی مجلس میں نشہ نے مجھے ٹا دیا جہاں میرا ہوا اور نرم نرم بستر بچھا ہوا تھا۔
خَلَعْتُ عَلَيَّ بِرَّ الْأَرَاكَةِ ظِلْمًا وَالْفُصْنَ لَيْسَ لِي وَالْحَمَامُ مَحْدَثُ

الراک کے درخت نے وہاں مجھ پر اپنے سایہ کا لباس پہنا دیا تھا۔ اور وہ ایان ہشتین اور کبوتر اس میں بات چیت (غیر فطری) کر رہے تھے۔

وَالشَّمْسُ تَبْخَضُ لِلْغُرُوبِ مَرْنَضًا وَالسَّعْدُ يُوْقِي وَالْغَمَامَةُ تُنْفَتُ

آفتاب مریض کی طرح غروب کے لئے نیچے کر جھکتا جاتا تھا۔ اور گرج و آسمان کے کناروں سے (جڑ جی آئی اور بار بھول گیا تھا) یہ بھی ایک نہایت عمدہ مضمون کے اسی کے شعر ہیں۔

مَا لِلْعَذَارِ كَأَنَّ وَجْهَكَ قَبْلُ قَدْ خَطَّ فِيهِ مِنَ الدُّجَى حُرَابًا

خُذَار کا کیا مطلب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تیرے چہرہ و قبلہ نام پر تاریکی شب سے (جو عابدوں کی عبادت کا وقت ہے سیاہ بالوں کی) محراب بنا دی ہے۔

وَأَرَى الثُّغْبَابَ وَكَأَنَّ لَيْسَ مَخَاشِعَ قَدْ خَرِبَ رَاكِعًا وَأَنَا بَا

تیری جوانی کو دیکھتا ہوں جو خضوع و خشوع کی کبھی عادی نہ تھی وہاں محراب میں جا کر رکوع کئے لئے جھک چکی اور (جھپٹلی کرشی سے) تو بکرت لگی۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِكَوْنِ نَفْسِكَ بَارِقًا أَنْ سَوَّيْتُ لِي لِيَعْنِ أَرْسَابًا

برق کی طرح چمکتے ہوئے تیرے دانتوں کو دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ بارسنگی ابر کو ڈھکیل کر تیرے رخساروں پر لائے گئے۔

اور یہ بھی اسی کے ہیں۔

أَقْوَى مَحَلٍّ مِنْ شَبَابٍ أَهْلٌ فَوَقَفْتُ أُنْذِبُ مِنْهُ رَسْمًا عَافِيَا

تیری جوانی کا بہتہ اعلیٰ اور گلیا۔ میں ٹوٹے پھوٹے کھنڈوں پر کھڑا ہو کر اس کی یاد میں روتا ہوں۔ مَثَلُ الْعِذَارِ هُنَاكَ نَوِيْدًا أَوْ أَسْوَدَتْ الْخِلَافُ فِيهِ أَثَافَا

وہاں پر عذار ایک گول خندق کی طرح ہو گیا ہے۔ زجر عربوں کے گھروں کے آس پاس ہوا کرتی ہے (اور کاکے خال اوس میں دیکھنا کے بہترین گئے ہیں۔

یہی مضمون متاخرین میں سے ایک شخص حماد ابو علی بن عبد النور لڑکی مقیم موصول نے جس کا ذکر شیخ کمال اللہ موسیٰ بن یونس کے بیان (تذکرہ ۱۸۷) میں آئیگا اپنے شعروں میں باندھا ہے۔

وَمُعَقَّرُ الصَّدْرِ غَيْرُ خِلْتِ عَذَارَا نَوِيْدًا أَثَافَا رَسْمَهُ الْخِلَافُ

اوس کے خدا اور کاکل بائے پچیدہ کو (دیرین کے گرد کی) خندق میں نے خیال کیا جس میں خالوں کے
نقطوں، نے دیکھان کے سیاہ پتھر تادے ہیں۔

فَوَقَفْتُ أُولَئِكَ بِبَعِثَنِي عَنْ وَدِّ
أَسْفَاعَ عَلَيْهِ كَأَنَّهُ غَيْلَانُ

پھر وہاں ٹھہر کر اوس کی جوانی کے جاتے رہنے پر افسوس کی راہ سے عرہ شاعر کی آنکھوں سے میں رویا۔
بعینہ اس طرح جیسے غیلان شاعر اوس پر افسوس کر رہا ہے۔

یہ ابو اسحاق جزیرہ شقرا مال بٹنہ یہ بلاد اندلس میں ۳۵۰ھ (۹۶۷ء) میں پیدا ہوا۔ اور وہیں بروز کیشنبہ
۲۶، شمال ۳۳۵ھ (۹۴۹ء) کو مرا ہے۔ شقرا بضم شین مثلثہ وسکون قاف ورا کے مہلہ۔ شاطبہ اور
بٹنہ کے درمیان ایک چھوٹی بستی ہے۔ جزیرہ او سے اس لئے کہتے ہیں کہ اوس کے چاروں طرف
راسی نام کی ایک ندی کا، پانی محیط ہے۔ بٹنہ یہ بفتح بائے موحده وفتح لام وسکون لوزن وکسرین مہلہ
و فتح یا ئے تحانیہ وَاَنْدَلُسُ بفتح ہمزہ وسکون لوزن وفتح دال مہلہ وضم لام وسین مہلہ ایک جزیرہ ہے جو
ایک جانب براعظم سے ملا ہوا ہے۔ یہ براعظم قسطنطنیہ عظمیٰ سے ملحق ہے۔ اندلس کو جزیرہ اس لئے کہتے
کہ سب طرف اوس کے سمندر ہے۔ صرف ایک طرف شمال میں خشکی ہے۔ اور اس کی شکل مثلث کی سی ہے۔
گوشتہ شرقی پر ایک پہاڑ ہے۔ کہ اوس پر ہو کر فرانس کے ملک کو جاتے ہیں۔ اگر وہ پہاڑ نہ ہوتا تو دونوں بحر
روم اور سجاولانک، باہم مل جاتے۔ کہتے ہیں کہ سب سے اول جو دلمان طونان کے بعد آباد ہوا
اندلس بن یافت بن فح علیہ السلام تھا۔ اسی کے نام پر اس کا یہ نام پڑ گیا ہے۔

(۱) ابن خضاجہ کا دیوان اس وقت تک بھی موجود ہے۔

(۲) عذار کے معنی انگیزی مترجم کے دیباچہ جلد اول میں دیکھنی پڑا ہین۔

(۳) اس شعر میں شاعر کے خیال میں مشوق کے چہرہ میں جس سے وہ خطاب کر رہا ہے۔ اور سب میں جہاں کہ مسلمان نماز پڑھتے
ہیں ایک مشابہت ہے۔

(۴) اس شعر میں حرف سخن آرائی ہے۔ بجائے اس کے کہ شاعر کہے کہ تیری اٹھتی جوانی یعنی خوبصورتی کا زمانہ جاتا
رہا۔ وہ اپنے حسن اور اسے کہتا ہے۔ کہ تیری جوانی زمین پر لگی جس طرح کوئی مصلیٰ نماز کے لئے رکوع میں جاتا ہے جس
اوس کا عجز اس وقت ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ پہلے بڑی ہندی اور سرکش تھی اب اوس نے پسلی حالت بدل دی ہے
وہی طرح جیسے گناہوں سے توبہ کرنے والا بدل دیا کرتا ہے۔

وہ متاخرین شعر کے نزدیک محبوب کے دندان کی چمک بجلی کی طرح خیال کی جاتی ہے۔ لیکن بجلی کے واسطے ابر کا ہونا لازمی ہے۔ اس واسطے یہاں خساروں پر عذار کے پیدا ہونے سے سحاب کا انا ظاہر کیا گیا ہے۔

۷) باستثنائے عذار یہ تمام خیالات قدیمی عربی یعنی شعرائے جاہلیت کی کتابوں سے لئے گئے ہیں جنہیں اہل اسلام کے علما حفظ یا دیکھ کر تھے۔ نبی عباس کے زمانہ کے شاعر اور شعرا کی دیدہ و دانستہ نقل کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ وہ ہی پورا نے خیالات لیتے اور ان کو اپنے جدید الفاظ کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔ عربی نقاد کا مذاق کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ شعرائے جاہلیت کی نظموں کو عبارت اور مضامین دونوں میں اپنے لئے ایک بچہ نہ تو سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مغلط شعر ہو اور اس کا مضمون سمجھ میں نہ آتا مثلاً موت اور اس کے حل کرنے کے واسطے پورا نے شعر *سَبْعَةُ مَعْلَمَةٍ* کے مصنفین امر القیس نابذہ وغیرہ کے خیالات کو دیکھنا چاہئے۔

۸) عرب کا دستور ہے کہ بدوی عربوں کے گھروں کے گرد اپنی حفاظت کے واسطے خندق کھود دیا کرتے ہیں۔ اور تین پتھر رکھ کر چوڑھا بنالیتے ہیں۔ وہ ہی خیال بیان ظاہر کیا گیا ہے۔

۹) عربی شعرا علی العموم اس امر کے افسوس اور غم کے بیان سے اپنی نظم کو شروع کرتے ہیں۔ کہ ایک مدت دراز کے بعد ایک بہت بڑا سفر کر کے اس مقام پر شاعر پہنچا۔ کہ جہاں اس کی محبوبہ کا قبیلہ پہلے مقیم تھا۔ اور جہاں اس سے امید تھی کہ اپنی معشوقہ کو دیکھیں گا۔ لیکن جب وہاں گیا تو دیکھا۔ کہ وہاں ان کی سستی کے بچے اٹھے مٹائے آثاروں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

عروہ شاعر یہ سن کر اس کی معشوقہ نے ایک اور شخص سے نکاح کر لیا ہے مگر کیا تھا۔ غمگینان جسے *وَالزُّنْتُ* بھی کہتے ہیں عشق کے سوز و گداز کو نہایت ہی آب و تاب سے لکھتا ہے۔ اس کا تذکرہ ابن خلدون نے لکھا ہے (دیکھو تذکرہ ۷۹۶)

۱۰) انگریزی میں اس قطعہ زمین کے لئے *پنشن* لاکھتے ہیں جس کے تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہو مگر عربی میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے اس واسطے اس قسم کے خطہ کو بھی جزیرہ ہی بولتے ہیں۔ اندلس پر جزیرہ کا اطلاق اسی معنی سے کیا گیا ہے۔



۱۷ ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ بن عثمان بن محمد

قبیلہ گلب اور نسل اشہب سے تھا۔ جسے ابن اثبّار نے تاریخ بغداد میں ابراہیم بن عباس بن محمد بن عمر بن عبد اللہ الاشہبی الکلبی غفر لی بتایا ہے بڑا مشہور اور اچھا شاعر تھا۔ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اوس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ اوس نے دمشق میں جا کر ۳۸۱ (۳۸۱ھ) میں فقیہ نصر مقدسی سے حدیث سنی پھر بغداد میں چلا گیا وہاں مدرسہ نظامیہ میں بہت برسوں تک رہا۔ مدرسین وغیرہ میں سے کتنے ہی لوگوں کی صبح اور شام میں وہاں اشعار لکھے۔ پھر خراسان گیا وہاں بھی بہت رہا سا کی صبح سرائی کی جس سے اوس ملک میں اوس کے اشعار کا چرچا ہو گیا۔ اس کے بعد حافظ نے اوس کے کچھ قطعات بھی لکھے۔ اور اوس کی تعریف بھی کی ہے۔ اوس کا ایک دیوان بھی ہے۔ اوس میں اشعار اوس نے منتخب کر کے جمع کئے ہیں۔ اور اوس کے خطبہ میں لکھا ہے کہ اوس کی ہزار بیتیں ہیں۔ عماد الدین کاتب نے خریدہ میں اوس کا ذکر کیا اور تعریف ہی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اوس نے ملک میں بڑی سیاحت کی۔ مغرب میں بھی گیا۔ اور اکثر اوہر اور دہر گھومتا پھرا۔ خاص کر خراسان اور کرمان کے علاقہ میں جا بجا پھرتا رہا۔ بہت بڑے بڑے لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ناصر الدین ٹغرل بن الحلاویز کرمان کی طرح میں ایک قصیدہ بائیں لکھا جس میں اوس کا یہ قول بھی ہے۔ اور بہت ہی برجستہ مضمون ہے۔

حَمَلْنَا مِنَ الْإِيَّامِ كَالْأَطْيَافِ كَمَا حَلَّ الْعَظَمُ الْكَبِيرُ الْعَصَائِبَا

ہم نے زمانہ کے دنوں کا بوجھ اٹھا جیسے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی چھوٹے بچوں کا بوجھ اٹھاتی ہے۔

یہ بھی اوس کا شعر ہے۔ جس میں وہ تشریب کا ایک پر لطف طرز پر ذکر کرتا ہے۔

وَأَيْلُ زَجْنًا أَنْ يَدُوتْ هَذَا رُؤُومَا نَمَّا اخْتَطَّ حَتَّى صَارَ بِالْفَجْرِ شَائِبًا

وہ تو ایک رات تھی جس کے منہ پر بہن اسید تھی کہ اوس کا عذارا ہستہ آہستہ چلی گئی اور مدت تک اوس کی غریبی باقی رہی (سیاہ خط والا بھی نہ کیا تھا کہ صبح رک سپیدی سے اسے جا کر لادیا یعنی بوڑھا پا گیا)

یہ پڑا قصیدہ ہے۔ اوس کے عمدہ مشہور اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

قَالُوا أَتَجَرَّتِ الشَّعْرُ خَلَّتْ مُرُورُهُ بَابُ الدَّاعِي وَالْبَوَاعِي مُغْلَقُ

لوگوں نے پوچھا کہ تو نے شعر کیا چھوڑ دیا میں نے کہا ہاں ضرورت کے سبب سے۔ اوس کی تحریکات اور بلا کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

خَلَّتِ الدِّيَارُ فَلَا كَرِيمٌ يَنْجِي مِنْهُ النَّوَالُ وَلَا مَلِيحٌ يُعْشَقُ
ملک خالی پڑا ہے۔ نہ تو کوئی سخی و کریم ہی ہے۔ کہ جس سے بخشش کی امید ہو۔ اور نہ کوئی حسین و دلربا ہی ہے کہ جس سے عشق کیا جائے (اور ان دونوں باتوں کی لئے شعر کہنے کی ضرورت پڑی)

وَمِنَ الْعَجَائِبِ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَى
اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ گو شعر و سخن کا کوئی خریدار نہیں تاہم باوجود کسا و بازاری کے اوس میں خیانت و سرقہ ہوا کرتا ہے۔

يَهْمِي أَوْسِي كَيْ هُنَّ
مِنْ آلَةِ الدَّائِثِ لَمْ يُعْطَ الْوَزِيرُ رِيسِي
یہ بھی اوس کے ہیں۔
وزیر کو مرتبہ صدارت میں سے بجز اس کے اور کوئی اقتدار نہیں کہ (رضامندی کا) اشارہ کرتے وقت دائی ہلا دیا کرے۔

إِنَّ الْوَزِيرَ وَلَا أَرْشَدَ بِهِ
مِثْلُ الْعُرْوِضِ لَهُ بَحْرٌ بِالْأَمَاءِ
وزیر بے قوت جس سے کسی شے کو استحکام نہیں بعینہ عروض کے بحر کی طرح ہے جس میں پانی نہیں ہوتا۔
یہ بھی اوس کے ہیں۔

وَجَعَلَ النَّاسَ حَشًى لِّتَوَكَّلُنَا
نَعْدُ رَمَائِلُ بِرِ الْجَفُونِ
دینے کے نام سے (مخلوق) ایسی خشک ہو گئی ہے۔ کہ اگر ہم روئیں تو آنکھوں سے اس قدر بھی آنسو نہیں نکل سکتے کہ پلک بھی تر ہو جائیں۔

فَمَا يَنْدِي لِمَدَى وَحِ بَنَانٍ
وَلَا يَنْدِي لِمَحْضٍ حَبِيبٍ
کسی مدوح کی انگلیوں سے (بخشش) کی، شبنم نہیں ٹپکتی۔ اور نہ کسی کی اگر ہوجو کرین تو (شرم سے) پیشانی پر پسینہ ہی آتا ہے۔
بڑے بڑے قصیدوں میں اوس کا ہر شعر مدح پر ہوتا ہے۔ یہ بھی اوس کے شعر ہیں جن سے ادیب اپنے کلام کو پتھریل و دل چسپ کیا کرتے ہیں۔ ایک قصیدہ میں وہ کہتا ہے۔

أَشَارَ لَكَ مِنْكَ تَغْلِيْبِي وَأَحْسَنُ مَا
رَدَّ السَّلَامَ عَدَاةَ الْبَلْبِ بِالْعَنَمِ

مجھے ایک تیرا اشارہ ہی کافی ہے۔ لیکن اگر فراق کے روز تو اپنی رنگین انگلیاں اٹھا کر سلام کا جواب دیدے تو سب سے ہی اچھی بات ہے۔

حَتَّىٰ رَاذًا طَاحَ عَنْهَا الْمُرْطَمِنُ دَهْشِ
وَاحْتَلَّ بِالْقَمَرِ سِلْكَ الْعَقْدِ نِيْظُ الظُّلْمِ

اسی میں جب ملتے وقت اوس کی چادر گھبراہٹ میں گر گئی۔ اور نعل گیری میں ہار کی لڑی اندھیری رات میں ٹوٹ گئی
کَبَسَمَتْ قَا ضَاءَ اللَّيْلِ فَالْتَقَطَتْ جَبَاتٌ مُنْتَشِرَةٌ فِي خُصُوفٍ مُنْتَظَرَةٍ

تو وہ ہنس پڑی کہ جس سے اوس کے دانتوں کی جھک سے رات میں اتنا اوجالا ہو گیا کہ اوس نے اپنے
خندان منظم کی روشنی میں منتشر اور بچھڑے ہوئے موتیوں کے دانہ فراہم کر لئے۔

انیمیت کے نسبت شریف، زینلی کا قول بھی اوس کے قصیدہ میں دیکھنا چاہئے۔
وَبَاتَ بَارِدٌ ذَاكَ التَّغْرِ يُضِيعُ لِي مَوَاقِعَ اللَّذَّةِ حُرْفِي دَاجٍ مِنَ الظُّلْمِ

اوس کے (تبسم کرتے وقت) رانٹن کی جب بجلی بجی۔ تو اندھیری رات کی تاریکی میں مجھے بوسہ کے مقام دکھائی دے کر
بعد اوس کے رہنے والوں میں سے ایک۔ شخص نے قریب قریب ہی مضمون ایک موالیا میں اپنی اصطلاح کے طور
پر لکھا ہے کہ ایک ایک موالوگ۔ اوس میں (لفظ کے آخری) اعراب کے مقید نہیں ہوتے۔ بلکہ اگر اعراب لاتے

تو یہ نشانہ پڑتا ہے کہ وہ ہی لے آتے ہیں۔
وَقُلْتُ وَافِي لِحَطِي طَالِعٍ مَيْمُونٌ

اگر مہذب کو لیل پر مجھے مجنون، کو اسی دست رس ہو گئی۔ اور میں نے کہا طالع میمون نے میری خوشی خرمی کا حق لیا
نَبَسَمَتْ قَا ضَاءَ اللَّوْءِ الْمَسْنُونِ صَارَ الدُّجَى كَالضَّحَى فَاَسْتَقْبَلَ الْوَاثُونَ

اس وقت ہنس پڑی اور جب ہنسی تو درکنون رکی طرح دانت، چمک گئے اور اس قدر روشنی ہو گئی کہ اندھیری رات
دن درپہر ہو گیا غماز و چنل خور جاگ اٹھے۔

اس مضمون میں اسل ابوالطمان قتیبی کی بیت ہے جس کا قول ہے۔
أَوَدَا نَبَاتٌ لَّصُوحًا حَسْبًا بَصُوحًا وَوَجُوحًا دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجُرْعُ ثَابِقُهُ

اس بیت کے ساتھ اور بھی بہتین میں اور وہ یہ ہیں۔
إِذَا مَا تَ مِنْهُ مُوسَدٌ قَامَ صَاحِبُهُ إِيَّيْ مِنَ الْقَوْمِ الذِّينَ سَمُّهُ سَو

میں ایک ایسی قوم میں سے ہوں۔ کہ وہ وہی ہیں (اون کا نظیر نہیں) جب کوئی سردار اون میں سے مر جاتا ہے تو لوگ

جگہ اور قائم ہو جاتا ہے۔ (لانی لوگ قوم میں بہت ہیں)

نَحْنُ مِنْ سَمَاعٍ كَمَا غَابَ كَوْكَبٌ بَدَأَ الْكَوْكَبُ تَارِي الْبُكَا كَوَاكِبُ

وہ اسلحہ کے تارہ ہیں جب ایک ستارہ غائب ہوا تو دوسرا اگل آیا جس کی جگہ اور کوکاب نکلنے چلتے تھے

أَضَاعَتْ لَهُمْ أَحْسَابُ بَعْضُهُمْ وَوَجَّهَهُمْ دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجُرُجُ قَائِبًا

اون کے احساب اور چہرہ کے نور سے اندھیری رات ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ جس میں سورج گرنے والا

مہر و سلیمانی کا بار پر ولیا ہے۔

کہتے ہیں جاہلیت کے زمانہ میں اس بیت میں سب سے بڑی تعریف کی گئی ہے۔ گریہ بھی کہتے ہیں کہ

اس بیت میں سب سے زیادہ محبوب بگا گیا ہے۔

وَمَا زَالَ مِنْهُمْ حَيْثُ كَانُوا مُسَوِّدٌ نَسِيرُ الْمَنَاءِ حَيْثُ سَارَتْ لَمَائِمُ

کسی ہی جگہ کیون نہ ہوں اون میں ایک نہ ایک سردار ضرور رہتا ہے۔ اور جہاں اس کے لشکر جاتے ہیں وہاں موت

بھی ساتھ ساتھ ہی جاتی ہے۔

یہ ابو الطحان شعراء جاہلیت میں سے وہی شخص ہے جس کا نام سَطْلَةُ بْنُ الشَّرْقِيّ ہے۔ غزہ میں مذکور غزہ

میں جہاں اشم بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر واد کی قبر ہے (۱۰۴ھ) میں پیدا ہوا۔ اور بلاد خراسان

میں مرو اور بلخ کے درمیان سَطْلَةُ بْنُ الشَّرْقِيّ میں مر گیا۔ مگر خازنہ اس کا بلخ میں لاکر دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ

جب اس کی نزع کا وقت آیا تو بولا کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے وہ مجھے تین باتوں کے سبب سے بخش دیگا۔

ایک تو میں امام شافعی کے شہر والوں میں سے ہوں۔ دوسرے شیخ کبیر ہوں۔ تیسرے غریب و مسافر ہوں

ہوں۔ خدا اس پر رحمت کرے اور اس کی امید بر لائے۔ غزہ بفتح غین مجید و تشدید زای مجید و ہائے ہوز ساحل کرم

کنارہ ایک جیسوٹا مشہور شہر ہے۔ لیکن ہے کہ میری یہ کتاب بعض ایسے اشخاص کے ہاتھ میں پڑ جائے کہ جو

ہمارے ملک سے بہت دور رہتے ہوں۔ اور نہ جانتے ہوں کہ یہ شہر کہاں ہے۔ مگر انہیں اس کے جانے

کا بڑا اشتیاق ہو۔ اس لئے اس کا پتا بتا دینا یہاں ضرور ہے۔ یہ شہر فلسطین کے علاقہ میں ہجر شام کے کنارہ

عسقلان کے پاس ہے۔ اور جب دیار مصر سے ادھر آئیں تو یہی مقام سب سے اول راستہ میں پڑتا ہے

اللہ تعالیٰ کے قول میں جَوْرُطَةُ الرِّثَاءِ وَالْقَيْفِ (جاڑے اور گریوں کا سفر) آیا ہے اون دونوں

رحلقون میں سے ایک کا مصداق یہی شہر ہے۔ ارباب تفسیر متفق ہیں کہ جملۃ الضعیف درگرمی کے سفر کی جگہ ہلاوشام ہے۔ اور جملۃ الشتاء درجائے کے سفر کی جگہ ہلاوین میں۔ قریش کا قاعدہ تھا کہ تجارت کیلئے گرمی کے موسم میں ہلاوشام کو آتے تھے۔ کیونکہ اس فصل میں یہاں کا ملک گلزار ہوا کرتا ہے اور فصل سرما میں یہاں کو جاتے تھے وہ ملک گرم ہے۔ فصل گرما میں وہاں جاننا دشوار ہو جاتا ہے۔ ابو محمد عبد الملک بن مشائمؒ نے سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدا بیان میں ذکر کیا ہے کہ قریش میں سفر گرامی اور سفر گرامی کا علیحدہ علیحدہ مہمومین میں کرنا سب سے اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وادا ہاشم نے نکالا ہے پھر اس سے تمھو آگے چل کر کہتا ہے کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ہاشم بن عبد مناف تجارت کے لئے گئے تھے۔ غزوہ میں عین عالم سافری میں اونکا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ اور تمھو آگے چل کر کہتا ہے کہ ابن اسحاق کہتا ہے مظلومین کعبہ انحرایٰ تام بنی عبد مناف پر روتا ہے اور ایک قصیدہ کا ذکر کرتا ہے جس میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

وَهَاشِمٌ فِي ضَرْبٍ وَسَطٍ بَلَقَعَتْ
تَسْفِي الرِّيحَ عَلَيْهِ بَيْنَ غَرَاتٍ

اور ہاشم ایک بیابان دریاں میں فرمیں پڑے ہوئے ہیں۔ غرات کے دریاں اون پر آمد عیان ملک اور اسی میں لغت کے جاننے والے کہتے ہیں۔ کہ اس شاعر نے ایک غزوہ کی جگہ غرات کا نام لیا ہے۔ گویا اسکے محلات کا نام غزوہ کہہ کر اون کو جمع کر کے اس شہر کا نام غرات بنایا ہے جب سے کہ ہاشم کا وہاں انتقال ہوا تب سے اس مقام کو غزوہ ہاشم کہنے لگے ہیں۔ کیونکہ اونکی قبر وہاں ہے۔ مگر کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں ہے جب میرا وہاں گذر ہوا تو میں نے دریافت کیا۔ مگر وہاں کسی کو اس کا علم نہیں۔ جب ابونواس شہر شاعر بغداد سے مصر کو چلا کہ وہاں جاکر خضیب بن عبد الحمید صاحب دیوان الخراج کی تعریف کری۔ تو اس نے اپنے راستہ کی منازل کا ذکر کیا اور کہا ہے۔

طَوَّالِبُ بِالْوُجْهَانِ غَزَا هَاشِمٌ
وَبِالْفَرَسِ مَا مِنْ حَاجِجٍ شَقُورُ

یہ دو دہرین نافذ کے ساتھ غزوہ ہاشم کو جاتی ہیں۔ اور فرما میں بڑے بڑے کام اونکا انتظار کر رہے ہیں۔ اس ابونواس کی بیت میں دو لفظ تفسیر کے محتاج ہیں۔ اول غزائے فخر کا اور اے پہلے بڑا شہر ہے جو حضرت امیر المومنین خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں دیا ر مصر کا دار الحکومت تھا۔ اسی کے علاقہ میں ایک گاؤں تھا کہ نام اعراب ہے۔ حضرت اسماعیل بن خلیل علیہ السلام کی بی بی ہاجرہ یہیں کی تھیں۔ غزائے ہجستان کے شروع

اسی میں شایع اور مقبر کے درمیان جو ایک مشہور منزل ہے اس شخص کے دست چپ کو رہ جاتا ہے جو مصر کے ساحل بحر شام کی جانب کو جاتا ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ مقام ویران پڑا ہے۔ کھنڈروں کے ایک اونچے ڈھیر کے سوا اور کچھ باقی نہیں ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے۔ کہ حضرت اسماعیل تو عرب کے باب ہیں۔ اور اون کی ماں اس گائون کی رہنے والی ہیں۔ کہ جس کا نام ام العرب^(۱۵) ہے۔ اور دوسرا لفظ اس کی آخریت میں شقور ہے جو بضم شین معجمہ وقاف یا بفتح شین بولا جاتا ہے۔ مگر بالضم صح ہے۔ کیونکہ شقور بالضم وہ کام ہے جو کسی کو مطلوب اور دلچسپ ہو۔ واحد اس کا شقر ہے۔ واٹھ اعلم۔

(۱) اٹھنی سے مطلب یہ ہے کہ وہ اٹھب کی اولاد میں ہے۔ اٹھب غالباً کوئی اوسکے بزرگوں میں ہوگا۔

(۲) شیخ نقیر بن ابراہیم بن نعیم المقدسی دانشمند بیت المقدس بہت بڑا ثقہ امام اور رکن اسلام نہ صرف عالم ہی تھا بلکہ مددع میں بھی مشہور تھا۔ اٹھب القصد الکافی اس کی تصنیف سے ہیں۔ اور اشارہ سلیم الرازی کی ایک شرح بھی اس نے لکھی ہے۔ سلیم الرازی سے اس نے شہر صور میں چار سال رہ کر فقہ پڑھی تھی۔ اس کے بعد شام میں دمشق کو آیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اپنی زندگی نہایت اتقا و توجہ کے ساتھ گذاری محرم ۳۷۰ (جنوری ۹۸۱ء) میں وہیں وفات پائی۔ اس کی قبر بر لوگ بہت کثرت سے جاتے ہیں (راخو از طبقات الشافعیین طبقات الفقہاء) (۳) اس زاد میں صوبہ کرمان خود مختار تھا۔ وہاں سلجوقی نسل کے بادشاہ مکرانی کرتے تھے۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۱۵۔ ابواسحاق حنفی نوٹ ۲۔

(۵) عربی کے علم عروض میں اودان شعر کو مکر کہتے ہیں۔ اور جو سمندر کو بھی کہتے ہیں۔

(۶) غم ایک جہازی درخت ہے اس کا پھل سرخ اور لٹبا ہوتا ہے۔ شعر معشوق کی مہندی لگی ہوئی اور غلیوں کو اس سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔

(۷) موالیا اصل عربی میں کوئی لفظ اس معنی میں نہیں ہے۔ یہ ایک نیا لفظ ادھارل بغداد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ غالباً اس نظم کو کہتے ہیں جو دکان کے موالی بنایا کرتے تھے اور اس میں اعراب وغیرہ کی کچھ تیز نہ کی جاتی تھی چرل ایشیاٹک گسٹ ۱۸۲۹ء میں بنیرن وان ہیمیر نے اس لفظ کے معنی کی وجہ بیان کی ہے۔

(۸) چونکہ اہل اسلام میں پردہ کا دستور ہے اس واسطے عربوں کی خانہ بدوش قومیں بھی جہان کہیں ہوتی ہیں وہ اپنی زینت حد تک کون تنہا باہر نہیں جانے دیتیں۔ اودن کی اخلاقی حفاظت نہایت سختی سے کی جاتی ہے۔ اگر کہیں موقع ملتا ہے تو رات کی تاریکی میں ہی اور وہ بھی چوری کے ساتھ عاشق و معشوق کی ملاقات ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے

شعرا اس قسم کے مضامین اشعار میں باندھا کرتے ہیں۔

(۹) ابوالطہمان کے اشعار اور اس کا نسب دیوان حاسہ میں ہے۔

(۱۰) زاد جالیت عربی موزنین کی اصطلاح میں وہ زانہ ہے جو اشاعت اسلام سے پہلے گزرا ہے۔

(۱۱) سیرۃ الرسول ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی مدائمتوں سے لکھی ہے۔ ابن خلکان نے ابن ہشام کا حال تذکرہ ۳۵۳ میں اور ابن اسحاق کا تذکرہ ۵۸۴ میں لکھا ہے۔

(۱۲) عربی شاعرین کا یہ دستور ہے کہ جہاں کہیں کوئی صنفی و نسوی غلطی ہوتی ہے اسے ہمیشہ بیان کر دیتے ہیں چنانچہ یہ اس کی ایک مثال ہے شاعر نے جو غزوة کی بجائے غزوات لکھا ہے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے اشعار میں قافیہ درست کرنے کے لئے آت اخیر میں لانا ضرورت تھا۔

(۱۳) ابن خلکان نے اپنی کتاب میں اس شخص کا کئی مقام پر ذکر کیا ہے

(۱۴) ساجع جبارہ شہر کے قریب واقع ہے۔ ابوالفدا اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یہ شہر یمنس سے ایک منزل پر ہے اور مصلات الکلبصار اور مقرر نیزی کی کتاب الشکوٰۃ میں ساجع کو سانج لکھا ہے۔

(۱۵) مگر ہمارے نزدیک صحیحاً معلوم ہوتا ہے کہ اس گانوں کا یہ نام عربوں کا رکھا ہوا ہے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ بی بی حاجرہ یہاں کی رہنے والی تھیں تو اس نام سے اسے موسوم کر دیا۔ پیشتر اس مقام کا اگرچہ نام ہوگا تو وہ قطعی زبان کا ہوگا۔ نہ عربی زبان کا۔ اس وقت وہاں عربی نہیں بولی جاتی تھی۔

۱۸۔ ابواسحاق ابراہیم بن یعصف بن ابراہیم بن عبد اللہ بن بابویس بن القاضی الحنفی

معروف بابن قسرة ثول

بڑا فاضل شخص تھا۔ جس نے کتاب مطالع الانوار اس طرح پر لکھی ہے جس طرح قاضی عیاض نے اپنی کتاب مشارق الانوار بنائی ہے۔ علمائے اندلس سے علم حاصل کیا تھا۔ مگر مجھے اس کا حال صرف اسی قدر معلوم ہوا ہے اور کچھ پتا نہیں چلا۔ مقام مریہ واقع اندلس میں یہ شخص صفر ۵۷۵ (۱۱۸۱ء) میں پیدا ہوا۔ اور شہر فاس میں بروز جمعہ عصر کے اول وقت ۶ شوال ۵۷۵ (۱۱۸۱ء) کو وفات پائی۔ وفات سے پہلے نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھ رہی تھی۔ جب وفات کا وقت نزدیک ہوا تو سورہ اخلاص بار بار بعزت پڑھنے لگا۔ پھر تین مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسجد کی صورت میں گرا اور جان بحق تسلیم کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قرآن بقول بضم ثانی و سکون مائے پہلو و او و لام۔ مَرَّتْ بفتح میم و کسوائے پہلو و تشدید یائے ثمانیہ و کسوائے
اندس میں دریا کے کنارہ بہت بڑا بندر گاہ ہے۔ فاس بغاوسین پہلو مغرب میں سبتہ کے قریب بڑا شہر
ہے۔ اور مخزومی بفتح حائے پہلو و میم ساکنہ ذوائے معجمہ حمزہ آشیر کی طرف فسوب ہے۔ آشیر بدہمزہ و کسوائے
شین معجمہ و سکون یائے ثمانیہ و رائے پہلو۔ حمزہ ماک افریقہ میں بجایہ اور قلعہ نبی حماد کے ماہین ایک
چھوٹا سا شہر ہے۔ یہ بات میں نے یہاں کے باشندوں کی زبانی سنی ہے۔ آشیر کا ذکر زیری بن مناد
کے حال میں جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آتا ہے لکھا جاوے گا۔

(۱) قاضی عیاض کے لئے دیکھو تذکرہ ۴۸۴۔

(۲) قرآن شریف میں کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اون میں سے ایک سو بارہ میں سورت سورت اخلاص ہے۔ اس
میں جسے سورہ توحید بھی کہتے ہیں۔ توحید باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جو اسلام کا سب سے اول اور بڑا اصول ہے
بلکہ اون کے نزدیک توحید ہی ذریعہ نجات ہے۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۲۳۶۔ وان ابن خلکان نے صرف اسی مقام کا حوالہ دیا ہے۔ ابو النذائے اپنے خزانہ میں لکھا
کہ آشیر صوبہ بجایہ میں ایک قلعہ ہے۔

۱۹۔ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادیس بن عبد اللہ بن جابر
بن عبد اللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکک
بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہشب بن افضی بن وحمی بن جدیلہ
بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن معتب بن عدنان شیبانی

مروزی الاصل تھے۔ ان کا نسب اس طرح صحیح ہے۔ مگر بعض نے بیان کیا ہے کہ وہ بنی مازن بن ذہل
بن شیبان بن ثعلبہ بن عکک سے تھے۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ وہ بنی شیبان بن ذہل سے تھے۔ بنی
ذہل بن شیبان سے۔ اور ذہل بن ثعلبہ مذکور ذہل بن شیبان کا چچا ہے۔ اس کو خیال میں رکھنا چاہئے۔
واللہ اعلم ان کی ماں مرو سے بغداد کو حلی تو حاملہ تھی۔ بغداد میں آکر ربیع الاول ۱۱۱ھ (۷۲۹ء) میں یہ پیدا

ہوئے۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ مروی میں پیدا ہوئے اور دودھ پیتے ہوئے بغداد چلے آئے تھے۔
 آپ الم محمدین تھے ایک کتاب مُسنَد انہوں نے تصنیف کی ہے۔ اس میں اسقدر کثرت
 حدیثیں جمع کی ہیں کہ اس وقت تک کسی نے نہیں کی تھی کہ یہ ہیں کہ اونھیں دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔
 امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد اور خواص سے تھے۔ اور جب تک وہ مصر کو نہ گئے یہ ہمیشہ
 اون کی صحبت میں ہی رہتے تھے۔ امام شافعی نے ان کے حق میں کہا ہے کہ بعد اذین میرے
 بعد احسن جنس سے کوئی شخص اُتقی اور اُفقہ نہیں ہے۔ رمضان ۲۲۸ھ (۸۴۳ء) کے اخیر عشرہ میں غزنی
 قتل کا اقرار کرنے کے لئے ان کو سخت مجبور کیا گیا تھا۔ مگر اونہوں نے نہ مانا۔ اس پر ان کو بہت مارا پیٹا۔
 اور قید میں ڈال دیا۔ تاہم ان کو اس کی نفی پر اصرار ہی رہا شکل و صورت کے حسین قد و قامت میں متوسط
 بلوں میں ہندائی لگاتے مگر بہت سرخ نہیں۔ داڑھی میں چھوٹے چھوٹے سیاہ بال تھے۔ اناٹل مائل
 میں بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ جن میں محمد بن اسمیل بخاری اور سلم بن الجراح
 نیشاپوری بھی داخل ہیں۔ ان کے اخیر زمانہ میں علم و ورع میں کوئی شخص ان کا مثل نہ ملتا تھا۔ بغداد میں پانچ
 کے وقت بروز جمعہ ۱۲ یا ۱۱ ربیع الاول یا ربیع الآخر ۲۳۸ھ (۸۵۵ء) کو آپ نے وفات پائی۔ اور
 مقبرہ باب حرب میں مدفون ہوئے۔ باب حرب بن عبد اللہ کی طرف منسوب ہے۔ جو ابو جعفر منصور
 کے اصحاب میں سے تھا۔ اور حرمہ محلہ بھی اسی کے نام سے مشہور ہے۔ احمد بن حنبل کی قبر وہاں مشہور
 اور مخلوق کی زلیلت گاہ ہے۔ محمد اللہ تعالیٰ جو لوگ کہ جنازہ کے ساتھ تھے۔ ان کا لوگوں نے
 تحفینہ کیا ہے کہ آٹھ لاکھ مودا ساٹھ ہزار و تین تھیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس روز آپ کا انتقال ہوا
 ہے بیش ہزار نصرانی یہود اور مجوس اس روز مسلمان ہوئے تھے۔ ابو الفرج بن الجوزی نے اپنی
 کتاب میں جو اس نے بشر بن الحارث الحافی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھی ہے باب چہا لیسین
 بیان کیا ہے کہ ابراہیم بن الحارثی بیان کرتا تھا کہ میں نے بشر بن الحارث الحافی کو خواب میں دیکھا۔ گویا وہ
 مسجدِ صافہ کے دروازہ سے باہر آ رہا ہے۔ اور اس کی آستین میں کچھ چیر ہے جو ہلتی جاتی ہے۔ میں نے
 پوچھا کہ آپ سے اور اللہ تعالیٰ سے کیا کیفیت گذری۔ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشد یا ر ادر تر بہ بھیجتا
 کیا میں نے پوچھا آپ کی آستین میں کیا ہے۔ کہا کل احمد بن حنبل کی روح ہمارے پاس آئی تھی اور میں
 مدد یا قوت نہاں کے لئے تھے۔ میں نے ان میں سے یہ لوٹ لئے ہیں۔ میں نے پوچھا سچائی میں ہیں

اور احمد بن حنبل کس حالت میں ہیں۔ کہا میں اونکے پاس سے جب آیا ہوں تو وہ اوس وقت سب العالمین کے پاس گئے ہوئے تھے۔ اور وہاں اوس کے لئے دسترخوان بچھائے گئے تھے۔ میں نے کہا آپ نے اوس کے ساتھ کون نہ کھانا کھایا۔ کہا اللہ تعالیٰ نے جانتا تھا کہ میرے پاس طعام موجود ہے اس لئے مجھے اوس لئے یہ اجازت دی تھی۔ کہ میں اوس کے بزرگ چہرہ کو دیکھ لوں۔

ابن حنبل کے اجداد میں عیال بفتح نامے ہمد و تشدید یا کے تھما نیہ والف و نون ہے باقی اجداد کے ناموں کی ضبط کی ضرورت نہیں وہ بہت مشہور ہیں۔ اور بہت بھی ہیں۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں اونکی بھی تفصیل کر دیتا۔ ابن حنبل کے نسب میں بعض نے اختلاف بھی کیا ہے مگر جو میں نے لکھا ہے میری تحقیق میں یہ سب سے زیادہ معتبر ہے۔

احمد بن حنبل کے دو بیٹے بھی عالم تھے۔ جن کے نام صالح اور عبد اللہ تھے۔ اوس میں سے صالح کا رمضان ۲۳۷ (سنہ ۸۵۱) میں پہلے ہی انتقال ہو گیا۔ یہ اصفہان کا قاضی تھا وروہین مرا تھا۔ پیدائش اس کی ۲۳۷ (سنہ ۸۵۱) کی تھی۔ دوسرا عبد اللہ ۲۹۷ (سنہ ۹۱۰) تک زندہ رہا۔ بروز یک غنیمہ ۲۲۷ ہجری ۸۴۱ یا ہجری ۸۴۰ کو ستتر برس کی عمر میں مرا۔ اس کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی۔ امام احمد کی کنیت (ابو عبد اللہ) اسی بیٹے کے نام سے تھی۔ جمہل اللہ تعالیٰ۔

(۱) ابن خلکان کے قلم نسخہ میں یہ نام۔ قصہ بقاء لکھا ہوا ہے۔ مگر اب العرب اور طبقات عثمانیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا صحیح تلفظ بقاء ہے۔ نہ بقاء۔

(۲) اوس زمانہ میں علمائے اسلام کے دگر وہ ہو گئے تھے۔ ایک تو کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے بعد و سر کا عقیدہ تھا کہ قرآن کلام الہی ہے مخلوق نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی اور صفات کی طرح یہ بھی ازلی ہے۔ یہ عقیدہ اب تک بھی چلا جاتا ہے۔

(۳) حنا سے سپید بالوں کو رنگنا معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں اشاعت اسلام کے قبل ہی سے چلا آتا ہے صحابہ سے بھی اس کا عمل ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی بعض نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح میں اس کی روایت موجود ہے۔

(۴) اخیر زمانہ کی تنید سے یہاں ابن خلکان کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی جو چالیس سال قبل انتقال فرما چکے تھے اس سے مستثنیٰ ہو جائیں۔ ابن خلکان شافعی مذہب تھا۔ اور امام شافعی کو احمد بن حنبل پر ترجیح

وینا چاہتا ہے۔

۱۵) ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ بن بشریٰ الحریٰ بڑا نامی گرامی حافظ اور محدث تھا اس نے فقہ امام احمد بن حنبل سے پڑھی تھی۔ اس کی تصنیفات سے کتنی ہی کتابیں ہیں۔ افعال و اقوال و وزن میں یکسان مقدس مانا جاتا تھا۔ بغداد میں ۲۸۵ھ (۸۹۸ء) میں ستائشی برس کا ہو کر مراد (ماخوذ از مختصر التاریخ للخطیب)

۱۶) رضافہ بغداد کا ایک محلہ ہے۔ اور ابوالفدا کے جغرافیہ میں لکھا ہے کہ وہ جلد کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔

۱۷) حدیث میں آیا ہے کہ خوابیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک حدیث النفس دوسرے تخویف الشیطان تیسرے بشریٰ من اللہ۔ حدیث النفس اون خیالات سے مطلب ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص ایک پیشہ کرتا ہے اور اسی کے متعلق خواب میں کوئی بات دیکھتا ہے۔ یا عاشق معشوق کے خیال میں ہوتا ہے اس کو خواب میں دیکھتا ہے۔ تخویف الشیطان وہ ہے کہ دل میں دوسرے پیدا ہوتے ہیں جیسے خواب میں دیکھتا ہے کہ میرا سر کٹ گیا ہے۔ یا کوئی اور کسی قسم کا حادثہ ہو گیا ہے۔ تیسرے بشارت اللہ کا طرف سے جیسے انبیاء اللہ کا خواب میں دیکھنا وغیرہ وہ باتیں ہیں کہ جس سے انسان خوش ہوتا ہے۔ طلب حق میں اور مفید کاموں میں دنیاوی ہون یا دینی اس سے ہمت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ ان میں سے اول دو وزن قصوں کے خوابوں کے واسطے حکم ہے کہ ایسے خوابوں کو نہ قابل اعتبار سمجھے اور نہ کسی سے کہے کیونکہ اگر یہ لگا تو تو ہم اور دوسو اس پہلا ہو گا۔ تیسری قسم کی خوابیں قابل اعتبار ہیں۔ مسلمان کی یہ خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ اور ان سے اچھے اخلاقی نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

۱۸) حروف تہجی کی صورتیں کچھ اس قسم کی ہیں کہ اون میں اگر ایک نقطہ نہ جائے یا زیادہ ہو جائے یا بے جگہ لگا جائے تو ایک حرف دوسرا حرف بن جاتا ہے۔ اور لفظ کچھ کچھ پڑھنے میں آتا ہے۔ جن حرفوں پر نقطہ لگائے جاتے ہیں اونکی تعداد بندہ ہے۔ پھر اکثر چھاپے میں اور قریب قریب کل باتوں کی تحریرات میں اعراب بھی نہیں لگائے جاتے۔ جس سے جو سیاق عبارت کے الفاظ کے صحیح پڑھنے کا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس واسطے اکثر اوقات علی العموم خصوصاً اسمائے غیر معروف میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اسی سبب سے لغت کی کتابوں میں حروف و حروف اور تفاسیر میں اور جہاں کہیں اس قسم کے مغالطہ کا اندیشہ ہوتا ہے وہاں اون حرفوں کے نام بتا دیے جاتے ہیں جن سے وہ الفاظ مرکب ہوتے ہیں یہی طریقہ ابن خلدون نے بھی اپنی کتاب میں اختیار کیا ہے۔ جو اس لیے ہوتے ہیں کہ اون میں غلطی کے واقع ہونے کا اندیشہ ہو وہاں وہ اون حروف کو ضبط کر دیتا ہے۔

ابوالعباس احمد بن محمد بن سرج

۲۰-

شافعی فقیہ تھا۔ شیخ ابواسحاق شیرازی نے کتاب الطبقات میں اوس کے حق میں لکھا ہے کہ وہ اکابر شافعیین اور ائمہ المسلمین سے تھا۔ اوسے ناز و شہب داشت و دشمن اکابر تھے۔ شیراز میں قاضی تھا۔ امام شافعی کے تمام اصحاب میں بیان تک کہ مرنے سے بھی افضل تھا۔ اوس کی کتابین کی فہرست چار سو و تینصافات تک پہنچ گئی تھی۔ شافعی نے اس کی طرفداری کرنا اور مخالفین کا رد لکھا کرتا تھا۔ محمد بن الحسن حنفی کا تباہین اس کا اصل اصول تھیں۔ شیخ ابواسحاق نے اس کی طرفداری کرتا تھا کہ جہ طواہر فتنہ میں ابوالعباس کی طرح جلتے ہیں۔ لیکن اوس کے وفاق میں وہ ہم سے آگے ہے۔ فقہ اوس نے ابوہاسم الانطاقی سے سیکھی تھی۔ مگر اوس سے شاگرد لاکھ بڑے بڑے فقیہ ہوئے۔ اور اوس سے شافعی مذہب اکثر ملکوں میں پھیلا۔ ابوبکر محمد بن داؤد نظامہری سے اس کا مناظرہ ہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے ایک روز اٹھائے بحث میں اوس سے کہا بے اتنی فرصت تو دے کہ میں اپنا تھوک نکل بون پھر جواب دوں گا۔ ابوالعباس نے کہا آپ میری طرف سے جلد کو نکل جا۔ اوس سے قبل کہ مجھے جواب دین۔ ایسی ہی ابوبکر نے کہا مجھے جواب کے لئے ایک ساعت کی ہہلت دیجو کہ میں نے جواب کے لئے اس ساعت سے لیکر آپ کو اوس ساعت تک کی ہہلت دی کہ قیامت قائم ہو۔ ابوبکر نے کہا میں یا نون سے سوال کرتا ہوں تو آپ سر سے جواب دیتے ہیں۔ کہ اب یہی حال بیل کا ہے۔ جب اوس کے کھٹکس کر زخمی ہو جاتے ہیں۔ تو سینگ پکھنے کیا کرتے ہیں۔

اوس کے زمانہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عبدالعزیز کو پہلی صدی ہجری کے ختم پر پیدا کیا کہ جس نے سنتوں کو چلایا۔ اور بدعتوں کو مٹایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری صدی ہجری کے شروع میں امام شافعی کو پیدا کر کے مخلوق پر احسان کیا۔ اوصوں نے بھی سنتوں کو زندہ کیا۔ اور بدعتوں کو نابود کیا۔ اب تیسری صدی پر آپ کو پیدا کر کے خلیفہ پر اسلم کیا۔ آپ نے سنتوں کو تقویت دی۔ اور بدعتوں کی بنیاد ہلادی۔ باوجود ان فضائل کے نظم بھی اوس کی ابھی ہوتی تھی۔

۲۵۔ جلادی الاولیٰ سنہ ۲۹۱ھ کو یا بروز و شنبہ ۱۰۔ ربیع الاول کو بغداد میں وفات پائی۔ اور اس نے ہی حجرہ کے اندر غالب کی بزیار میں غولی جانب کو محلہ کرخ کے قریب دفن ہوا۔ عمر صرف ستائیس برس چھ ماہ کی ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اوس کی قبر ہمارے سب کو معلوم ہے۔ بہت لوگ زیارت کیا کرتے ہیں مگر

اب وہاں متکو کوئی غارت ہے اور نہ کوئی اور قبر ہے۔ اسی کی ایک قبر وہاں بنی ہوئی ہے۔
 اوس کا دادا سُرَنج بہت بڑا شہور صالح اور متقی تھا۔ سُرَنج بضم سین مہلہ وفتح رائے مہلہ و سکون یا
 مثناة تختانیہ وجیم۔ میں نے ایک کتاب میں کہیں لکھا دیکھا ہے۔ کہ وہ ایک عجمی شخص تھا۔ عربی مطلق
 نہ جانتا تھا۔ ایک مرتبہ اوس نے باری سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور اوس سے باتیں کیں۔
 اخیر میں خداوند تعالیٰ نے اوس سے کہا یا سُرَنج طلب کن۔ کہا یا خدا سرسہ۔ یہ باتیں تین مرتبہ
 کہیں۔ یہ لفظ فارسی ہے عربی میں اس کے معنی ہیں اے سُرَنج طلب کر۔ کہا یا خدا سرسہ کے بڑا
 جیسے کہا کرتے ہیں میں راضی ہوں۔ اگر سرسہ کے برابر رہ کر چھٹکارا ہو جائے۔
 پھر میں نے بعد اذی تاریخ میں دیکھا کہ یہ خواب دیکھنے والا شخص سُرَنج بن یونس بن ابراہیم بن الحار
 مروزی زاہد عابد صاحب کرامات تھا۔ اس کی وفات ماہ ربیع الاول ۲۳۵ھ (۸۴۹ء) میں بمقام بغداد
 ہوئی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ میں نے خود بھی خواب میں ایک (حدیث کی) کتاب دیکھی تھی جسکی
 روایت کی اسناد متصل السماع سُرَنج تک چلی گئی تھی۔ لیکن پہلی کہانی جو میں نے بیان کی وہ ایک
 مشائخ کی زبانی سنئی تھی۔ واسنہ اعلم۔

(۱) ابن قاضی شغبہ اور حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا نام طبقات الفقہاء (درجات فقہاء) لکھا ہے۔ جس کا مطلب
 یہ ہے کہ اوس میں نامی گرامی فقہاء کے حالات ایک خاص ترتیب سے لکھے ہوئے ہیں۔ عثمانی نے جو اپنے طبقات
 میں ابو سعید محمد میثاق پوری کے حالات لکھے ہیں او نے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ ابواسحاق شیرازی کی کتاب میں علما
 کے تذکرات ہر ایک کی علم اور لیاقتوں کے درجوں کے لحاظ سے ترتیب وار لکھے گئے ہیں۔
 (۲) دیکھو تذکرہ ۵۷۶۔

(۳) ابن سُرَنج کے اس جواب کا ایک اور مطلب بھی ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں غلط نہ ہو
 تمہارے سوال کا جواب نہ ہو۔ لیکن فی الحقیقت وہ ہی صحیح اور سوال کا بر محل جواب ہے۔ مگر آپ کی فہم کی وہاں
 رسائی نہیں۔ تم پہل کی طرح ہو۔ جو نہیں جانتا کہ اوس کے سینگوں کا چمکا کر دیا اوس کے کہروں کو اچھا کر دیا۔ لیکن
 واقع میں یہ بات صحیح ہے۔ بیل کے ساتھ مشابہت دینے میں وہ اسے بے وقوف بناتا ہے۔

(۴) عمر بن عبدالعزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے مرنے پر ۲۱ صفر ۹۷ھ کو خلیفہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ بنی امیہ
 کے عہد خلافت میں حضرت علی کو خطبہ میں جو براہلکا جاتا تھا جس کی صحت میں بہت بڑا اختلاف ہے وہ اس

موقوف کرد یا تھا۔ مگر اس کے سوا کوئی سلطنت کی ترقی کا کام اس نے نہیں کیا۔ اسی کے عہد میں بنی حبال کی دعوت شروع ہوئی۔ اور سلطنت اسلامیہ کے دوال کی بنیاد پڑی۔ مسلمانوں کا ایک فریق اس کے زہد و تقویٰ کی جو درویشوں کی صفت ہے بہت بڑی تعریف کرتا ہے۔ مگر اس کی حکمرانی کی تعریف جو بادشاہوں کے لئے ضروری چیز ہے کوئی بھی نہیں کرتا۔

دہا دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۷۔

(۶) سرسبز یعنی بغیر اس کے کہ مجھے دوسروں پر کوئی فوقیت حاصل ہو۔ یہ استعارہ گھوڑ دوڑ سے لیا گیا ہے۔ جان ایک گھوڑے کا سر دوسرے گھوڑے کے برابر رہے تو بازی میں دو نو برابر رہتے ہیں۔ (۷) اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ ابن خلکان کو شبہ ہے۔ آیا یہی سترنج ہے جو ابو العباس کا دادا ہے۔ یا یہ کوئی دوسرا سترنج ہے۔ لیکن یا فنی نے مرآۃ الجنان میں اس کی تصدیق کی ہے۔

(۸) یہ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ جب خواب میں اولیاء اللہ اور پیغمبر علیہم السلام یا فرشتہ یا خود پروردگار رب العزت دکھائی دے تو وہ خواب مسلمانوں کے نزدیک سچی ہو کرتی ہے۔ دیکھو تذکرہ نوٹ ۷۔ اور اسی وجہ سے ابن خلکان کا مطلب یہاں اس امر کے ثابت کرنے سے ہے کہ سترنج ایک ثقہ محدث تھا۔ کیونکہ اس اسناد کا سلسلہ اسی تک ختم ہو جاتا ہے۔ اس سبب سے وہ اس فن حدیث میں امام تھا۔ اور اہل اسلام اور سے مقدس جانتے تھے۔ اور او سے جنت میں بڑے درجہ ملے ہونگے۔ ورنہ ابن خلکان کو ایک حدیث کی کتاب مقدس اوس کے ہاتھ میں خواب میں کیونکر دکھائی دیتی۔ یہاں ابن خلکان یہی امر اپنے خواب سے ثابت کرنا چاہتا تھا۔

۲۱۔ ابوالعباس احمد بن ابی احمد معروف ابن القاضی ظہری

شافعی فقیہ اور طبرستان میں اپنے وقت کا امام تھا۔ اور ابن سترنج سے جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا ہے فقہ کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس نے بھی بہت کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں التلخیص فی الاصول، المواقیت المفتاح وغیرہ بھی ہیں۔ ابو عبد اللہ الحسن اور شیخ ابو علی النجاشی نے اس کی تلخیص کی شرح لکھی ہے۔ یہ بہت چھوٹی کتاب ہے۔ نہایت میں امام الحرمین نے کئی جگہ اور نیز غزالی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن القاضی کی جتنی تصانیف ہیں وہ سب صغیرۃ الحجم کثیرۃ الفائدة ہیں۔ یہ اکثر وعظ کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ سفر میں بھرتے بھرتے طرطوس میں گذر ہوا۔ بعض یہ بھی

کہتے ہیں کہ وہاں کا قاضی تھا۔ ایک روز ایک مجلس میں وعظ کہنے کو بیٹھا۔ وعظ کہتے کہتے اوس پر ایسی رقت طاری ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کچھ ایسا دل پر خوف بنھا کہ بیوقوف ہو کر گر پڑا اور مر گیا۔ یہ واقعہ ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ یا ۳۸ یا ۳۹ یا ۴۰ کا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا باپ قاضی کے لقب سے مشہور تھا۔ اخبار و آثار گزشتہ بیان کیا کرتا تھا۔

طبرستان بفتح طائے پہلے و فتح باے موحّدہ و فتح رائے پہلے و سکون سین پہلے و فتح تائے فوقانیہ و النّون بلا و عجمین ایک بڑی تعلیم کا نام ہے۔ جو خراسان کے پاس ہے۔ اس کے دو صدر مقام سارے اور آمل ہیں۔ جو گھٹائیوں اور قلعوں کے سبب سے بہت مضبوط مقام ہے۔ طرسوس بفتح طاو و رائے مصطفیٰ بن وضوح سین پہلے۔ داؤد سین پہلے روم (ایشیائے کوچک) کی سرحد پر قلعہ ہے جسے قدیم زمانہ میں ماہرین ثنائی کہتے تھے۔ او ذہ کے قریب ایک بڑا شہر ہے اسی جگہ مامون بن ہارون الرشید خلیفہ کی قبر ہے کتاب المہذب (۵) اور کتاب الوسیط کے باب الوقت میں اس کا ذکر آیا ہے۔

(۱) یہ سالہ فروع فقہ میں ہے۔

(۲) حاجی خلیفہ المہامیت (اوقات معینہ) کا ذکر تو کرتا ہے۔ مگر اوس کے مضمون کا کچھ بیان نہیں کرتا المصلح (شافعی مذہب کے فقہی معاملات کی تشریح) کا بھی اوس نے ذکر کیا ہے۔

(۳) اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اون لوگوں کی میت بڑی عزت کی جاتی تھی۔ جن کو کچھ تاریخی واقعات یاد ہوتے تھے اوس زمانہ میں کتابین تو بہت ہی کم ملکہ تھیں ہی جن میں جو کچھ پہلے حالات معلوم ہوتے وہ انہیں لوگوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کرتے تھے۔ تب یہ راوی کوئی حال بیان کرتے۔ ان لوگوں کے نام پہلے بیان کرتے جن کے واسطے سے وہ مال ہاں تک پہنچا ہے۔ یہ لوگ اس امر کی نہایت احتیاط کرتے تھے۔ کہ جو الفاظ انہوں نے اپنے استاد سے۔ نہ تھے وہ ہی الفاظ دوسروں کو سنائیں۔ نہ اوس میں کچھ گھٹاتے بڑھاتے تھے نہ کچھ بدل کر دیتے تھے۔ انہیں روایتوں سے محمد بن جریر طبری نے اپنی مشہور تاریخ مدون کی ہے۔ اوس نے جو کچھ ان روایتوں میں تصدیق کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ واقعات کو تاریخی ترتیب دیدی ہے۔ اور بس۔

(۴) ساریہ غالباً وہی مقام ہے جسے آج کل سری کہتے ہیں۔ ابو الفدا سے ماخذ ران میں بتاتا ہے۔

(۵) کتاب المہذب ابو اسحاق شیرازی کی اور کتاب الوسیط ابو حامد محمد غزالی کی ہے۔

(۶) وقف وہ مالیت ہے جو ہمیشہ کے واسطے کسی مذہبی کام کے لئے خاص کر دی جائے۔ وہ کسی خاص

شخص کی ملکیت نہیں رہتی۔ اوس زمانہ میں چونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں سرحدی لڑائیاں رہا کرتی تھیں ایک مسلمان امرا اور دولتمندوں کا قاعدہ تھا کہ سرحد پر کے محکم مقامات اور قلعوں کی تائید کے لئے اپنی جاگیر کا وقف کر دیتے تھے۔ تاکہ اوس سے سرحدی حفاظت کے لئے مدد ملے اور عیسائی اہل اسلام کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں۔ چونکہ طبرسوس سرحد پر ایک بڑا عمدہ مقام تھا۔ سرحد کی حفاظت کو اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی تھی یہاں جاگیرات موقوفہ بہت کثرت سے ہونگے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس شہر کا نام باب الوقف میں لکھا گیا تھا۔

۲۲ قاضی ابو حامد احمد بن عامر بن بشر بن حامد مروزی

شافعی فقیہ تھا۔ فقہ ابو اسحاق مروزی سے پڑھی تھی۔ الجامع جس میں شافعی مذہب کے مسائل ہیں اسی کی تصنیف سے ہے۔ مختصر المزنی کی شرح اسی نے کی تھی۔ اصول فقہ میں بھی ایک کتاب اوس نے لکھی ہے۔ اپنے وقت کا ایسا بڑا امام تھا کہ کوئی اوس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ بصرہ میں رہتا اور درس دیا کرتا تھا بصرہ نے اوس سے فقہ حاصل کی تھی۔ ابو حیثان التوحیدی نے بیان کیا ہے ابو حامد مروزی کہا کرتا تھا کسی انسان کے باپ کی شرافت کی وجہ سے مدح اور مذمت نکرنا چاہئے۔ جیسے کسی لنبے کی اوس کے طول قامت کی وجہ سے اور کسی بد صورت کی بد صورتی کی وجہ سے تعریف اور مذمت نہیں کی جاتی ہے۔ اس نے ۳۶۷ھ و ۳۶۸ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مروزی بفتح میم و سکون راسے مہملہ ففتح و لو و راسے مشدود و او و ذال معجزہ عربی میں اردو میں دال مہملہ (ایک بڑا شہر ہے جو ایک دریا کے کنارے آباد ہے۔ خراسان میں اس سے زیادہ مشہور کوئی شہر نہیں ہے۔ مروزی اور مروا شاہجان کے درمیان چالیس فرسخ کی مسافت ہے۔ اور دریا کو بھی زبان میں مرو کہتے ہیں۔ ان دونوں مقامات کا نام مرو ہے۔ اشعار میں ان کا ذکر اکثر آتا ہے۔ ایک کو جو بڑا ہے شاہجان کی طرف مضاف کرتے اور نسبت کے وقت مروزی کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو دریا کے مذکور کی طرف مضاف کرتے ہیں اور نسبت کے وقت مروزی بولتے ہیں۔ تاکہ دونوں کے درمیان فرق ہو جا سکے یہ بات سمعانی نے لکھی ہے۔ یہ مقام حنف بن قیس کی فتوحات میں سے ہے۔ چنانچہ اوس کے تذکرہ میں اس کا بھی ذکر آیا گیا۔ حنف اوس مقدمہ الحبش کا سردار تھا جس کے امیر عبد اللہ بن عامر تھے یہاں نے انھوں نے مقام کی طرف بھیجا تھا۔ شاہجان کے معنی ہیں۔ بادشاہ کی جانب۔ اس مقام پر میں نے بڑی

لبنی تقریر کی ہے۔ اس وجہ سے کہ دونوں شہروں میں کہیں القباس نہ ہو اور ناظرین کو غلطی نہ ہو جا۔
 (۱) لفظی ترجمہ جس کا اخبار نہیں چیرا جاتا جس کے اخبار میں نہیں جایا جاتا۔ یہ محاورہ اچھے اچھے منشیوں کی تحریر میں آیا کرتا ہے۔ اور بہت کثرت سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ نابغۃ الذہن کا فی شاعر غالباً پہلا شخص ہے جس نے یہ محاورہ نکالا ہے۔ اس کے اشعار میں اس وقت تک موجود ہے۔ یوسف الشنفری جس نے سب سے پہلے اس کی ایک نہایت عمدہ شرح لکھی ہے دیوان امر القیس کے دیباچہ کو دیکھئے) اس محاورہ کی تشریح اس طرح کرتا ہے۔ تو نے میرے اخبار کو بھی نہیں چیرا۔ یعنی میں تجھ سے سبقت لے گیا۔ اور میرے ادب سے درمیان اس قدر بڑا فاصلہ ہو گیا۔ کہ تو مجھ تک نہ آسکا۔ یعنی میرا اخبار نہیں چیر سکا۔ یہ محاورہ گھوڑ دوڑ کے ایک اچھے گھوڑے کا حال بیان کرتے وقت پیدا ہوا تھا۔ وہ دو میں دوسروں سے صاف آگے نکل گیا تھا۔ کہ جو گداوس کی دوڑ سے اوڑھی تھی دوسرے اس میں داخل تک نہ ہوئے تھے۔

(۲) ابو حیان علی بن محمد بن العباس توحیدی بغداد کا باشندہ اپنے زمانہ کا شیخ تھا۔ صوفیوں میں بہت بڑا بزرگ مانا جاتا تھا جس کی صوفیاء تعلیم کے طریقہ الذخائر وغیرہ کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ابن العنید محمد کے تذکرہ میں اس کا کچھ حال بھی ابن خلکان نے لکھا ہے۔ وہ ان بھی دیکھنا چاہئے (دیکھو طبقات الشافعیین)

(۳) ابن خلکان نے احف بن قیس کا جو حال لکھا ہے اس میں ان شہروں کا بہت ہی کچھ بھی ذکر نہیں ہے اور انکا کہن یا ابو الفدا میں یہ واقعات بہت ہی کم بیان کئے گئے ہیں۔ اس واسطے ان کی فتح کا کچھ حال بیان کرنا خالی از لطف نہ ہوگا۔ ۳۰۰ (۱۶۰) میں سعید بن العاص کے حکم سے مسلمانوں نے طبرستان فتح کیا تھا۔ اور عبداللہ بن عامر گزیر نے فارس جستان اور خراسان کو لے لیا تھا۔ ہرات کے لوگوں نے کچھ مزاحمت کی مگر وہ بھی بہت جلد فتح ہو گیا۔ نیشاپور پور خمس صلح سے ہاتھ آگئے۔ مرو میں لاکھ درہم سالانہ دینے پر مطیع ہو گیا۔ اس وقت عبداللہ بن عامر نے احف بن قیس کو چار ہزار سوار دیکر طبرستان کی طرف بھیجا۔ اگرچہ خوزجان وغیرہ کے باشندہ بھی طبرستان والوں کی مدد کو آئے۔ مگر احف نے ان سب کو شکست دیکر اس ملک پر قبضہ کر لیا۔ پھر احف نے بلخ کا محاصرہ کر کے خوارزم کو لینا چاہا۔ لیکن وہاں کامیابی نہ ہوئی۔ اس زمانہ میں عبداللہ بن عامر نیشاپور سے حج کو چلے گئے اور خراسان میں احف کو اپنا قائم مقام کر گئے۔ جہاں انہوں نے اس ملک کے انواح متفقہ کو شکست دی تھی عبداللہ مگر معظمہ سے ٹوٹ کر جب آئے تو بصرہ میں جا کر قیام کیا۔ اور ان کے نائب خراسان جستان عراق فارس یعنی جہاں پر مامور ہے۔ اس زمانہ میں حضرت عثمان کے خزانہ میں جو روپیہ آتا تھا اس کی اس قدر کثرت تھی کہ رکھنے کے لئے ٹھکانے

ہونے کے سبب سے اصفین مینہ میں خزانہ کے مکانات بڑا نا پڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ فارس کے خزانوں کا رچہ جو مسلمان کو ملا تھا اوس کی تعداد ایک لاکھ طلائی بڑو کی تھی۔ ہر ایک بدرہ میں چار ہزار سکے ہوتے تھے (ماخوذ از تاریخ الخمیس عربی)

۲۳ ابو الحسن احمد بن محمد بن معروف ابن القطان بغدادی

شافعی فقیہ اور اوس کے ائمہ کبار سے تھا۔ فقہ پہلے ابن سیرین سے پھر ابواسحاق مروزی سے پڑھی تھی بغداد میں پڑھایا کرتا بہت علمائے اوس سے علم حاصل کیا تھا۔ اور مصنفات بھی اوس کی کثرت تھیں عراق میں لوگ اوس کے اور ابوالقاسم ذاکری کے پاس پڑھنے کو آیا کرتے تھے۔ لیکن جب دار کی مرگیا۔ تو یہی سب کام جمع مستقل اور میں ہو گیا۔ شیخ ابواسحاق نے کتاب الطبقات میں اس کا ذکر کیا۔ اور کہا ہے کہ ۳۵۹ھ (۹۷۰ء) میں اوس نے وفات پائی ہے خطیب نے اس روایت میں حمادی الاولی کا مہینہ اور زیادہ کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ شافعیین کے اکابر سے تھا۔ اوس نے اصول فقہ اور فروع میں بہت کتابیں لکھی تھیں۔ *شذوڑ العتود* میں ذکر آیا ہے کہ بعد اوستائے ۴۶۷ھ میں آباؤ کیا گیا ہے۔

(۱) *شذوڑ العتود* ابن الجوزی کی کتاب ہے اوس نے لکھا ہے۔ کہ ابن القطان کا وطن بغداد ۳۵۹ھ (۹۷۰ء) میں آباد تھا

۲۴ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلیمان بن عبد الملک الازدی الطحاوی حنفی فقیہ

مصر میں اصحاب ابو حنیفہ کا سب سے بڑا رئیس تھا۔ پہلے شافعی مذہب تھا اور مرنے سے پڑھا کرتا تھا۔ مرنے کے ایک مرتبہ اوس سے کہا وائے تو کبھی کسی کام کا نہ ہو گا۔ ابو جعفر کو اس سے بڑا غصہ آیا۔ ابو جعفر بن ابی عمران حنفی کے پاس چلا گیا۔ اور اوس سے پڑھنے لگا۔ پھر جب اس نے اپنی کتاب مختصر لکھی تو کہا اللہ تعالیٰ ابوابہم (المرنی) پر حرمت کرے اگر اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اپنی قسم کا اس سے کھارہ دینا پڑتا۔ ابو یعلیٰ الخلیلی نے کتاب الارشاد میں جہان مرنے کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ طحاوی مذکور مرنے کا بھانجا تھا۔ محمد بن احمد الشافعی نے بیان کیا ہے میں نے طحاوی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں سے خلاف کیوں کیا اور مذہب ابی حنیفہ کو اختیار کیا کہا میں دیکھا کرتا تھا۔ کہ میرا ماموں ہمیشہ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھتا رہتا تھا۔ اسی سے میں حنفیوں کی طرف ہو گیا۔ اس نے بہت مفید کتابیں لکھی ہیں۔ احکام القرآن اختلاف العلماء یعنی وہ مسائل

جن میں علما کا اختلاف ہے (معانی الآثار یعنی احادیث نبوی کی مشکلات و دقائق کی تشریح) الشرحوط یعنی دستاویز لکھنے کے قواعد کا رسالہ ایک تاریخ کبیر اور کتنی ہی کتابیں اسی کی تصنیف سے ہیں تصامی نے کتاب الخطط میں لکھا ہے طحاوی نے مزیٰ اور اوس کے طبقہ کے اکثر علما کو اپنی نوجوانی میں دیکھا تھا علم الشرط میں یعنی دستاویزات کے باضابطہ لکھنے میں اوس نے بہت کمال حاصل کیا تھا غالباً اسی وجہ سے ابو حنیفہؒ انتہ محمد بن عبد القاضی نے اسے اپنا نائب مقرر کر لیا تھا۔ یہ اوس وقت غریب آدمی تھا۔ اوس نے اسے دولتمند کر دیا۔ ابو حنیفہؒ تہذیب اکبر الکریم النفس اور جواد شخص تھا۔ پھر ابو حنیفہؒ علی بن الحسین خج قاضی نے اوس قضیہ کے بعد جو اوس کے اور منصور فقیہ کے درمیان (۳۳۰ھ) میں گذرا اُسے عدل مقرر کر دیا۔ شہود اوس کو عدل بنانے میں دینے کرتے تھے۔ کہہ میں ریاست علم اور قبول شہادت دونوں اسی کے ہاتھ میں نہ جمع ہو جائیں۔ اس سال میں بہت سے شہود مکہ کو اعطاف کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ابو حنیفہؒ نے اون کی غیبت کو غنیمت سمجھا اور ابو القاسم المامون اور ابی بکر بن شلاب کی شہادت سے ابو جعفر کو عدل مقرر کر دیا۔

طحاوی کی تاریخ ولادت ۲۲۸ھ (۸۵۲ء) ہے۔ اور ابو سعد السمعانی نے ۲۲۹ھ (۸۴۳ء) بتائی ہے یہی صحیح ہے۔ بعض اور گوین نے یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ وہ بیع الاول کی دن تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔ اور شب پنجشنبہ ذی القعدہ کی چاندرات کو ۲۲۸ھ (۸۴۳ء) میں مصر میں وفات پائی۔ اور قرآن میں مدفون ہوا۔ وہاں اوس کی قبر اب تک مشہور ہے۔ اس کا کچھ ذکر فقیہ منصور بن اسمعیل القزیر کے بیان میں بھی آئیگا۔ وہاں بھی دیکھنا چاہئے۔ اس کا باب ۲۶۸ھ (۸۸۲ء) میں ملے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ طحاوی بفتح طاوہاے مطہرین والف صمدیہ بالائی (مصر میں ایک گاؤں ہے۔ از بفتح الف وسکون زائے معجمہ و حال مطہر قبائل میں سے ایک نہایت مشہور اور بڑا قبیلہ ہے۔

۱) حافظ ابو جعفر محمد بن ابی عمران بغداد کا رہنے والا خیفین کا بہت بڑا امام تھا۔ اوس نے کتاب الحج لکھی ہے جس سے اوس کی بہت بڑی لیاقت ثابت ہوتی ہے۔ مصر میں مدت تک قاضی رہا۔ اخیر وقت میں اوس کی نظر جاتی رہی تھی ۲۸۰ھ (۸۹۳ء) میں وفات پائی (ماخوذ از طبقات الخفیین)

۲) مزیٰ نے قسم کھائی تھی کہ تو کسی کام کا نہیں ہے۔ لیکن طحاوی کے کتاب لکھنے پر وہ قسم نبھائی ہو گئی۔ اس لئے اسے قسم کا غارہ دینا چاہئے تھا۔ قسم توڑنے کا غارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو زانو کرے۔ یا دس عتاج میں کو کھانا کھلائے اور

کپڑے پہنائے اور اگر کوئی نو عمر کی استطاعت نہ ہو تو تین روز روزہ رکھے۔

(۳) ابو یعلیٰ نخعی بن عبد اللہ قرظیہ کا رہنے والا تھا ۱۲۷ھ (۷۴۵ء) میں مرتھا۔ بہت بڑا فقہ محدث امام مآثر (ماخوذ انما صحیح فاضی)

(۴) ابو یحییٰ مذکرہ ۲۵۵ھ ۱۱ فورٹ ۲۔

(۵) اکثر وظائف کا وہ مشغوبہ ہے جس میں کافذات عدالتی اور دستاویزات کے انساب طے کھنے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔

(۶) ابو یحییٰ بن محمد عبیدہ عبادی متوفی بصرہ میں ۲۱۵ھ (۸۳۳ء) میں پیدا ہوا۔ بڑے بڑے عالموں سے علم حاصل کیا۔ پھر مصر میں جا کر محاسب مقرر ہو گیا۔ اس کے بعد ۲۲۰ھ میں نماز و قیام احمد بن حنبلہ کو تونے سے اسے قاضی کر دیا۔ اہل علم کی بڑی قدر و منزلت کرتا اور ان سے فیاضی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اور جو لوگ اس کے پاس جاتے اور پریشا حسان کرتا تھا جس زمانہ میں حبش بن نماز و قیام اور مصر میں فساد برپا ہو گیا تو ابن عبیدہ کو کچھ حد تک روک چش ہو پاؤں تھا۔ ۲۲۵ھ میں پھر قاضی مقرر ہوا۔ لیکن بہت ہی جلد کنارہ کش ہو کر عراق کو چلا آیا۔ یہاں ۲۳۰ھ (۸۴۵ء) میں اس نے پچانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ (ماخوذ از تاریخ قضائہ مصر مشغولہ مسقلان)

(۷) علی بن الحسین بن حرب لقب ابن زبیر بن شافعہ فرقہ کا بہت بڑا فقیہ اور بغداد کا رہنے والا تھا۔ ۲۹۹ھ میں وہ مصر کو گیا مابو بکائے ابن عبیدہ کے قاضی مقرر ہوا۔ لیکن اس کے بعد ۳۰۰ھ میں معزول کیا گیا۔ اس کی جگہ بقام بغداد ۳۰۰ھ (۸۱۲ء) میں ہوئی ہے (ماخوذ از عقدا فی نو حمانی)

(۸) اس واقعہ کا ذکر منصور کے تذکرہ ۱۶۲ء میں پھر آیا گیا۔ مطلقہ عورت کی نسبت ان دونوں مجرماً ہو گیا اور بہت بڑا ہو گیا تھا۔ وہ ان بھی دیکھنا چاہئے۔

(۹) اس واقعہ کی تفصیل ابن خلدون میں دیکھنا چاہئے۔

(۱۰) فقہا قانون کو اس کے نظائر عقلمت کی غرض سے عالم کہا کرتے تھے۔ اور اسی واسطے جو سب سے بڑا فقیہ ہوتا تھا اسے رئیس علم اور رئیس دین کا خطاب دیتے تھے۔

(۱۱) غالباً لوگ بھی کشتہ ہوتے تھے۔

(۱۲) مصر میں صدر ہستان تھے انہیں قرائد مندی اور قرائد کبریٰ کہتے تھے تقریباً نے اپنی کتاب خبط مصر میں دونوں کا ذکر کیا۔ اور ان کے مقابر و معابد و مساجد و خانقاہوں کا خوب تفصیل وار بیان کیا ہے۔

۲۵- شیخ ابو حامد احمد بن ابی طاہر محمد بن احمد اسفرآینی

شافعی فقیہ تھا۔ بغداد میں دنیا اور دین دونوں کی ریاست اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس کی مجلس میں تین سو سے اوپر فقیہ حاضر ہا کرتے تھے۔ مختصر مزینی پر اس نے تعلیقات لکھی ہیں۔ اسکے سب سے بڑے روئے زمین پر شافعی مذہب کے طرفدار پھیل گئے تھے۔ التخلیفة الکبریٰ (شافعی) مذہب کی تائید میں ہی لکھا ہوا ہے اور ایک اور مختصر کتاب البستان جس میں اس نے عجیب و غریب حکایات بیان کی ہیں اسی کی تصنیف سے ہے۔ پہلے اس نے فقہ ابو الحسن بن المرزبان سے اور پھر ابو القاسم الدارکی سے پڑھی تھی۔ اس کے معاصرین اس کی فضیلت کو ماننے اور تیزی ذہن میں اپنے اوپر مقدم جانتے تھے خطیب (ابو بکر) نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے۔ ابو حامد نے کچھ تھوڑی روایتیں عبد اللہ بن عبدی ابوبکر الاسماعیلی اور ابراہیم بن محمد بن عثیدل اسفرآینی وغیرہ سے بھی بیان کی ہیں۔ روایت میں فقہ اور صادق القول تھا۔ ان میں اس کے کتنی ہی مرتبہ ملا۔ اور مسجد عبد اللہ بن المبارک میں اس کو پڑھاتے دیکھا۔ یہ مسجد قطیفۃ التوحید کے صدر میں واقع ہے۔ میں نے بعض لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس کے دربار میں سات سو عظیم فقہ پڑھنے والے حاضر ہا کرتے تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر امام شافعی زندہ ہوتے تو اس سے دیکھ کر بہت خوش ہوتے شیخ ابو اسحاق نے کتاب الطبقات میں بیان کیا ہے۔ ابو الحسنین قدوسی حنفی اس کی تعظیم کرتا اور سب پر اس کی فضیلت کو مانتا۔ وزیر ابو القاسم علی بن الحسین نے شیخ سے حکایت بیان کیا تھا کہ قدوسی کہا کرتا تھا ابو حامد میرے نزدیک خود شافعی سے بھی بڑا فقیہ اور زیادہ واسع النظر ہے۔ شیخ کہتا ہے میں نے کہا قدوسی کا یہ قول شیخ ابو حامد کی نسبت صرف اعتقادی ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے برخلاف حنفیوں کی طرف داری میں ہے۔ اس پر التفات نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ابو حامد اور جو لوگ اس سے بھی علم میں بڑھ کر اور مقدم ہیں وہ بھی شافعی کے طبقہ سے بہت دور ہیں۔ شافعی کے سے لوگوں کی اور جو لوگ کہ اوں کے بعد ہو گئے ہیں بعینہ وہ ہی مثل ہے جو اس شعر میں کسی نے بیان کی ہے۔

وَنَزَلَتْ بِالْبَيْتِ اِحَابًا مِّنْزِلِ

نَزَلُوا بِسَكَّةٍ فِي قَبَائِلٍ لِّئَلَّا

گ تو کہ (کے مبارک مقام میں جا کر قباہل نازل میں اترے اور تو البتہ امین منزل سے بہت دور جا کر نازل ہوا)

(تیار اور جہاں کے برابر کیونکر ہو سکتا ہے)

روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا میں بحث و مباحثہ کی مجلس سے یہ ذامت ساتھ لیکر کبھی نہیں اٹھا۔ کہ میں نے فلان مضمون جو بیان کرنا چاہئے تھا کیوں نہ بیان کر دیا۔ ایک مرتبہ کسی فقیہ نے مجلس مناظرہ میں اوس سے مقابلہ کیا اور کچھ ناشائستہ بات کہہ بیٹھا۔ پھر شب کے وقت اوس کے پاس آیا اور اپنی گفتگو کے نامناسب کا عذر کرنے لگا۔ ابو حامد نے یہ شعر پڑھے۔

جَعَاءُ جَبَّيْ جَحْصًا لِّكَ الْاَلْسَانُ وَالْفَسْطُ وَعُذْرًا كَافِيًا لِّكَ مَا فَسَدَ

یاد دانی تو آدمیوں کو اس کے کلمہ کلام ہی اور بے دیکھ لی اور عذر اوس کا خفیہ طور پر کیا جاتا تھا جس کا اصل بیان گویا عورتی ہے۔
وَمَنْ لَمْ يَنْ أَنْ يَجْعَلْ جَعَاءُ جَبَّيْ نَحْنُ اِعْتَدَا رَفْعًا فِي اَعْظَمِ الْعِلَاطِ
جو شخص یہ گمان کرے کہ علانیہ زیادتی کو مخفی عذر محو کر دے گا تو وہ بہت ہی بڑی غلطی میں ہے۔

اوس کی تاریخ ولادت ۳۲۸ھ (۹۵۵ء) ہے۔ بغداد کو وہ ۳۶۳ھ (۹۷۴ء) میں آیا تھا۔ گزشتہ ۳۶۴ھ بتاتا ہے اس کے بعد ۳۷۸ھ سے برابر اپنے اخیر وقت تک بغداد میں وہ فقہ پڑھا تا مارا شب شنبہ ۱۹ شوال ۴۰۸ھ (۱۰۱۸ء) واپس ۳۸۸ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ دوسرے روز اپنے مکان میں ہی دفن ہوا۔ مگر اس کے بعد ۳۸۸ھ میں اوس سے باب حرب میں لیا کر دفن کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ خطیب کہتا ہے میں نے اوس کے بیٹا کی نماز صحر میں خیر الی اللہ کر کے اس طرف پڑھی تھی۔ ابو عبد اللہ المہندی خطیب طبع منصور امام تھا۔ اوس روز نماز کو کئی لوگ بہت کثرت میں تھے۔ تمام مخلوق کو سخت افسوس و غم تھا بہت لوگ اوس سے یاد کر کے شدت رورہے تھے۔ اس سفر ابن کثیر ہمدون میں مہلہ فتح ناوار کے مہلہ کو سیرا کے منشاہ تحتانیہ و نون علاقہ خراسان کے قلاعی نیشابور میں وہاں سے چرچان کے راست کی نصف مسافت پر ایک شہر ہے جو بیت کہ شیخ ابو اسحاق تمثیل بیان کی اوس کی دوسری بیت یہ ہے۔

حَذَّرَ اَعْلِيَهَا مِنْ مَعَالِيَةِ كَا شَيْءٍ ذَرِبِ اللِّسَانِ يَقُولُ مَا لَمْ اَفْعَلْ

اسی وجہ کہ مجھ کو تیرے زبان شن کی طرف سے اوس محبوب سے کچھ کہ دینے کا خوف تھا جو بعد باتیں کہہ دیا کرتا جس میں میں نے کچھ نہیں کیا۔
(۱) یا ستہ الدنیا والدین کا مفہوم اوس وقت تک ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا جب تک کہ چند فقرات کو جس میں بیان واقع ہوئے ہیں جمع کر کے مقابلہ نہ کیا جائے۔ اس واسطے اس طرح کچھ فقرہ دیکھے گئے اوس سے جو مفہوم نکلا ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے یعنی اوس شخص کو یہ لقب دیا جاتا ہے جو امام اولیٰ مدرس کا درجہ رکھتا ہو۔ کیونکہ

یہ دیکھا گیا ہے کہ سب لوگ جن کو یہ لقب دیا گیا ہے بڑے بڑے امام اور مشہور مدرس تھے۔ اس کے سوا اور میں
 اور کوئی بات نہ تھی۔ عثمانی کے طبقات میں ہے کہ محمد الصعلوکی فقہ اصول ادب لغت صرف و نحو عروض
 اور علم کلام میں دنیا کا امام تھا۔ پھر یہی مصنف ابراہیم مروزی کی نسبت کہتا ہے۔ کہ اسے ریاستہ العلم یعنی اعلیٰ
 درجہ کی مرتبہ، مل گئی تھی۔ اور اس کے شاگردوں سے دنیا بھر گئی تھی۔ ان دونوں فقہوں سے جواب بہت فخر
 میں سے منتخب کر لگے ہیں ریاستہ الدنیا کا منہ بوم قطعی طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ ریاستہ الدین سے غالباً بڑے امام کا
 درجہ مراد ہے۔

یہ اے ترجمہ اگر گریزی کی ہے مگر میرے نزدیک ریاستہ الدنیا والدین کے معنی یہ ہیں کہ ایک طرف تو اس کی
 فضیلت کو عام و خاص مانتے ہیں۔ اور دوسری طرف اسے کسی نہ کسی وجہ سے ملکی معاملات میں بھی اقتدار حاصل
 ہو۔ یعنی اس کی عزت جس طرح علم و فضل و زہد و روح میں مانی جاتی جو اسی طرح ملکی و مالی معاملات میں بھی اس کا عجب
 داب مخلوق کے دونوں ہیں جائز ہیں۔

(۲) قدیمی عربوں میں نہیں بلکہ اسلام کے زمانہ کی عربی میں تعلیقہ کسی کتاب کے تتمہ یا ضمیمہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ امور جو
 مصنف سے رہ گئے اور اس میں ضروری تھے دوسرے کسی عالم نے اس میں زیادہ کر دیے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ
 اس کتاب کو بڑھاتے وقت ایسی باتیں طلبہ کو بتایا کرتے اور وہ انہیں تعلیقہ کر لیا کرتے تھے۔ ایسی بہت
 کتابیں ہیں کہ جن کا نام تعلیقہ ہے وہ سب اسی طرح لکھے گئے ہیں اسفار اربعی کا تعلیقہ شافعی مذہب کی تائید میں ہے۔
 (۳) دیکھو تذکرہ ۳ نوٹ ۱ و تذکرہ ۲۲۱۔ خطیب کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہے۔

(۴) علی بن الحسین لقب رئیس الرواسا خلیفہ قائم و خیر اللہ کا وزیر تھا۔ اسے ابوسعید بنی نے شہداء و شہداء
 میں مروا دیا تھا۔ لانا سراج ابوالفدا

۱۵۵ھ میں مہاس کہ جن میں بحث مباحثہ ہوا کرتے تھے اپنے استاد کی میر مجلس میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی
 دوسرے مذہب کے استاد بھی حاضر ہوتا۔ یا یا کرتے تھے۔ ان سے دماغی راورتہ میری ترقی مقصود ہوا کرتی
 تھی۔ مجلسین نہایت مفید تھیں۔ گراں مسلمانوں میں ان مجلس کا کہیں ذکر بھی نہیں ہوتا۔

نہ عربی شعرا کی محراب اگر عیونہ کیا کہ بکا تو تھی اور عشاق کے نزدیک اس کے ہیشہ شہوار اس کی حفاظت کرتے
 رہتے تھے جو اس کے عاشقوں میں عشق کے خواہر ہوتے ہی انتہا میں نہ ہو جو جو ہوتے تھے۔

۲۶- ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد بن القاسم بن اسماعیل بن محمد بن ایل بن سعید

بن ابان انصتبی الحاملی

شافعی فقیہ تھا۔ فقہ شیخ ابو حامد اشعری سے پڑھی تھی۔ اس کا ایک تعلقہ ہے جو اسفراسنی نے اسے پڑھایا تھا۔ وہ اوسی کے نام سے منسوب ہے۔ اوس کی ذکاوت اور تیز فہمی کے باعث اس کے اقوال ان کے ہم عصر بہترین سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً فقہ میں بڑا اہر و کامل تھا۔ اپنے استاد ابو حامد کے زمانہ میں ہی پڑھانا شروع کروایا تھا۔ حدیث محمد بن المغنہ اور اوس کے طبقہ کے لوگوں سے پڑھی تھی۔ اس کا باپ اسے کوفہ لے گیا تھا۔ وہ اب بھی حدیث کی اس نے سماعت کی۔ اپنے مذہب کی تائید میں ایک بڑی کتاب المجموع تصنیف کی ہے۔ کتاب المغنی بھی ایک جلد میں اسی کی ہے۔ اور الثبائت ایک چھوٹی سی کتاب اور الاوسط بھی اسی کی لکھی ہوئی ہیں۔ خلافت میں بہت کتابیں لکھی ہیں۔ بغداد میں پڑھایا کرتا تھا۔ خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ روز چہار شنبہ ۲۱ ربیع الآخر ۳۱۵ھ (۹۲۷ء) کو وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ تاریخ ولادت اور اس کی ۳۶۹ھ (۹۷۹ء) ہے۔ فقہی بفتح ضا و معجمہ و تشدید بائے موحده ایک بہت بڑی اور مشہور تصنیف کی طبع نسبت ہے۔ محاملی بفتح میر و حائے عطی و کسیر نیم ثانی و لام محامل و کجاوہ کی طرف منسوب ہے جس پر لوگ سفر میں سوار ہوا کرتے ہیں۔

۱۰۱ ویکھو مکرر ۲۵ نوٹ ۲

۱۰۲ ابو الحسن محمد بن المنصور بغداد کے مقام پر ۲۸۷ھ (۸۹۹ء) میں پیدا ہوا تھا۔ حلقہ میں اپنے زمانہ کا اول درجہ کا شاعر تھا۔ واقفانی اسی کے شاگردوں میں تھا۔ ۳۲۰ھ (۹۳۲ء) میں وفات پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غنیہ فرقہ کا طرفدار تھا (راہ مذاہبات الحفاظ)

۲۷- ابو بکر احمد بن الحسن بن علی بن عبد اللہ موسیٰ البیہقی الخضر و گزدی

شافعی فقیہ بہت بڑا و مشہور حافظ تھا۔ اپنے زمانہ کا یکتا اور طرح طرح کے علوم میں اپنے اقوال کا نام میں فرقہ تھا۔ حاکم ابو عبد اللہ بن النبیج کے اصحاب کبار میں سے تھا۔ جس سے اوس نے حدیث پر بھی تلمذ کیا

لیکن دوسرے علوم میں اس سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔ فقہ اس نے ابو الفتح ناصر بن محمد النعمری مرقومہ سے پڑھی تھی۔ مگر حدیث کی طرف توجہ بہت تھی۔ اس فن میں وہ مشہور تھا۔ اسی کی طلب میں اس نے عراق، جبال و عراق، فارس، اور حجاز کا سفر بھی کیا تھا۔ خراسان میں بھی اپنے ہم عصر علما سے جا کر حدیث سنی اور ایسے ہی اور جہان جہان ملکوں میں اس کا گزر ہوا علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد تصنیف شروع کی اور اس قدر کثرت سے کتابیں لکھیں کہ لوگوں کا بیان ہے انکی ہزار جلد تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ شیخوں جس سے اس کے اول تصوف امام شافعی رضی اللہ عنہ کو دس جلد میں جمع کیا تھا۔ اس کے مشہور مصنفات سنہ ۳۸۳ھ **الکتاب الکبیر** **الکثیر** **القصیر** **والاثر النبوی** **السنن** **والاثر** **شعب الایمان** **الایمان** **کالاسم** **مناقب الشافعی** **الطبری** **مناقب احمد بن حنبل** وغیرہ۔ دنیا داری کے معاملات میں نہایت ہی قانع تھا۔ امام الحرمین کو اس کا حق میں کہا ہے۔ شافعی مذہب میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر امام شافعی کا احسان نہ ہو۔ مگر ایک احمد بن یحییٰ ہے کہ اولاً اس کا امام شافعی پر احسان ہے۔ اکثر آدمیوں سے شافعی مذہب کو اس نے زیادہ تائید دی ہے۔ نیشاپور میں لوگوں نے اسے علم کی اشاعت کے واسطے بولایا تھا یہ وہاں گیا۔ اور اسی جگہ رہنے لگا اس کا طرز و رویہ سکف صالح کا سا تھا۔ اس سے بہت بڑے بڑے لوگوں نے حدیث سیکھی تھی اور نصیحت میں سے تھے **زائر الشامی** **محمد القزوی** **عبد المستعین القزوی** وغیرہ شعبان ۳۸۳ھ (۹۹۴ء) میں پیدا ہوا۔ اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴۵۵ھ (۱۰۶۶ء) کو نیشاپور میں انتقال کیا۔ مگر بیٹوں میں لاکر دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ بقیۃ بچے موحده و سکون یا بے حتمانہ و ہائے مفتوحہ و قاف چند قریوں کو کہتے ہیں جو نیشاپور سے بنیں فرسخ پر واقع ہیں **خسرو گرو** انہیں میں کا ایک گاؤں تھا۔

(۱) حافظ کے معنی مشہور ہیں اس شخص کو کہتے ہیں جس کو قرآن اول سے آخر تک یاد ہوتا ہے مگر یہاں حافظ سے مراد وہ عالم ہے جس کو صحاح ربیعہ کی بڑی بڑی کتابوں کی حدیثیں سب یاد ہوں۔ اور اوپر سے نیچے تک ہر ایک حدیث کی جتنی روایت ہیں وہ بھی نام بنام یاد ہوں۔ اور اوپر سے یہ بھی معلوم ہو کہ اوں میں کون فقہ ہے اور کون اعتبار قابل نہیں ہے اس کے سوا حافظ کبھی کبھی اہل امور میں کو بھی کہتے ہیں جو تاریخی قصص بیان کیا کرتے ہیں۔

(۲) ابو الفتح عمری نہایت مشہور عالم تھا۔ جس نے **تغالی** اور **ابو الطیب الصنعانی** کی سے علم حاصل کیا تھا۔ ۴۵۵ھ (۱۰۵۶ء) میں انتقال کیا ہے (راخو از طبقات عثمانی)

(۳) مضمون یعنی فقہی آراء جنہیں شافعی فرقہ والے اصول قطعی تسلیم کرتے ہیں عثمانی کہتا ہے کہ اوس بہت مستفین
میں جنہوں نے شافعی کے مناقب اور حالات زندگی قلم بند کئے ہیں یہ سب زیادہ لائق اور ثقہ ہیں۔ اس نے
شافعی کے پورے پورے مناقب اور اوس کی سیت و غیرہ نہایت صحیح روایتوں سے دوبری بڑی جلدوں میں لکھی ہے
(۴) ابوالقاسم نامہ بن طاہر الشعمی اور اوس کا بہا کی ابو بکر وحیدہ دو واسطے زمانہ کے نہایت مشہور محدث تھے۔
(۵) ابوالفضل عبد اللہ بن محمد القسیری جب الکرم بن ہوازن کا بیٹا تھا جس کا تذکرہ ابن خلکان نے دیا ہے (دیکھو تذکرہ ۳۶)

۲۸۔ حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن علی شعیب بن علی بن سنان

بن سنان

حدیث میں اپنے زمانہ کا امام تھا ایک کتاب السنن اس کی لکھی ہوئی صحاح رشیدین (اعلیٰ) ہے یہ صحیح
رہتا تھا اوس جگہ اس کی تصنیفات مشہور تھیں۔ اوس سے کوگون نے بہت بڑا علمی فائدہ حاصل کیا تھا محمد
اسحاق صفہانی کہتا ہے میں نے اپنے استادوں کی بابائی مصر میں سنا۔ وہ کہتے تھے ابو عبد الرحمن اپنی اخیر
عمر میں مصر سے چلا اور دمشق کو روانہ ہوا۔ وہاں لوگون نے پوچھا کہ آپ معاویہ کے حق میں کیا کہتے ہیں
اور اوس کے فضائل میں کون کونسی حدیثیں آئی ہیں کہا معاویہ کیلئے یہی غنیمت نہیں ہے۔ کہ وہ خلیفہ
سربراہ کی نجات ہی مل جائے فضائل کیا چاہئیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ اوس نے کہا محمد فضیلت میں
اوس کی بجز لا اشیع اللہ بطنک کے (خدا تیرے پیٹ کو بھی نہ بھرے) اور کوئی روایت نہیں معلوم۔ سنائی
شیعہ تھا۔ اس پر اہل دمشق (اوس سے بیزار ہو گئے) دھکے دینا شروع کئے۔ آخر کار اوس سے مسجد سے
ہی نکال دیا۔ ایک اور روایت ہے کہ اوس کی شخصیت میں گھونسلہ مارے اور اوس پر چڑھ چڑھ کر بانوؤں سے
خوب کچلا (بیان تک کہ وہ بے دم ہو گیا) پھر اوس سے اوٹھا کر رُکڑ کو لے گئے۔ جہاں جا کر وہ (اسی حدیث سے)
مر گیا۔ حافظ ابو الحسن الدار قطنی نے کہا ہے جب سنائی کے ساتھ دمشق میں بدسلوکی کی گئی تو اوس نے
کہا مجھے مکہ لے چلو۔ لوگ اوس سے مکہ لے گئے وہیں اوس کا انتقال ہو گیا۔ صفا اور مردہ کے دریا
دفون ہے۔ اس کی وفات ۲۳۰ھ (فروری ۸۴۵ء) میں ہوئی تھی حافظ ابو نعیم صفہانی نے بیان
کیا ہے کہ جب دمشق میں اوس سے لات گھونٹوں سے مارا اور پھر اوس سے لیکر چلے تو وہ

چوٹ کے صدمہ سے مرگیا۔ اویہ بھی وہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی فضیلت میں
 اوس نے کتاب انصاف تصنیف کی تھی۔ اس میں اکثر روایتیں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بیان
 کی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں کچھ کیوں نہیں کہتے۔ کہا جب میں
 دمشق کو گیا۔ اور دیکھا کہ وہاں لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت بر خلاف ہیں۔ تو میں نے چاہا
 کہ اللہ تعالیٰ اوس لوگوں کو میری اس کتاب کے ذریعہ سے ہدایت دیدے۔ نسائی کا قاعدہ تھا کہ
 وہ ایک روز بیچ ہمیشہ روزہ رکھا کرتا تھا۔ لوگوں میں اوس کی کثرت جہل شہوتی تھی۔ حافظ ابوالفتح محمد بن
 ابن عساکر دمشقی کہتا ہے کہ اوس کی چار بیبیاں تھیں۔ باری باری سے ہر ایک کے پاس رہتا تھا۔ اوس
 کے سوال و جواب بھی تھیں۔ واقفنی کہتا ہے جب دمشق میں اوس کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔ تو چھڑا کر
 شہادت ہی نصیب ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بروز و غنیمہ ۱۳ صفر ۳۳۷ (گشت ۳۷) کو اوس نے
 مکہ میں وفات پائی۔ حرمہا اللہ تعالیٰ۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ مقام بلد واقع ملک فلسطین میں
 ملے۔ ابو سعید عبد الرحمن بن احمد بن یونس صاحب تاریخ مصر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ کہ
 ابو عبد الرحمن نسائی مصر میں مت ہوئی آیا تھا حدیث میں المم وقت ثقہ ٹھیک بیان کرنے والا اور حقا
 تھا۔ مصر سے ذی القعدہ ۳۷۰ میں چلا گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ کے مسودہ میں لکھا دیکھا
 ہے کہ وہ نسائی ۳۷۰ (۳۷۰) میں جسے بعض ۳۷۱ بھی بتاتے ہیں پیدا ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ
 اعلم۔ کتاب الفتح نوں و فتح سین ہلہ و حمزہ خراسان میں ایک شہر یہاں بہت اچھے اچھے لوگ گزرتے
 دلی دیکھو تذکرہ ۲۰ نوٹ ۶۔

۲۰ حضرت معاویہ کی نسبت یہ اور تھی کہ اور بھی بعض اقوال مشہور ہیں۔ اوس زمانہ میں ابن باتون کے گرنے اور
 غصہ ہر کرنے کی باضابطہ سرشت اور مجالس تھیں۔ اویہ لوگ دور و تنگ اپنے کامل انتظام کے ساتھ پھیلے ہوئے
 تھے۔ چنانچہ ہم اوپر تذکرہ ۱۰ نوٹ ۹ میں اس کا ذکر کر آئے ہیں۔ یہ لوگ ایسی باتون کو اس انتظام کے ساتھ مخلوق
 میں پھیلا دیتے تھے۔ کہ چند روز کے بعد اوس کو نقادان فن بھی نہ پرکھ سکتے تھے۔ اکابر محدثین کی کتابوں میں
 روایتیں اس قسم کی اب تک موجود ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہاں اس قول کے خدا تعالیٰ تیرا بیٹ
 کبھی نہ بھرے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مادہ کو بھوک بہت تھی جو تندرستی کی علامت ہے۔ اور تندرستی
 بغیر وہ نقوی ممکن نہیں۔

۳۰ مسلمانوں کے مار ڈالنے سے قتل ہوتا ہے نہ شہادت۔ واقعہ طنی کا یہ قول صرف اس کی تعظیم کے خیال سے ہے نہ شرعی طریق پر۔ مصر میں اس زمانہ میں شیعہ مذہب بہت پھیل گیا تھا۔ نسائی جو نسل کا پٹھان تھا روزمرہ کے میل جول اور جلب منفعت کی غرض سے شیعہ ہو گیا تھا۔

۲۹۔ ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد ان جعفری فقیہ معروف بہ قدوری

عراق میں خقیون کا پیشوائے اعظم تھا۔ بحث کے وقت اس کا بیان نہایت پاکیزہ ہوتا تھا۔ ابو جعفر صاحب تاریخ حدیث میں اس کا شاگرد اور اوسے سے روایت کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی مختصر جو مشہور ہے اور کئی کتابیں اپنے مذہب کی تائید میں تصنیف کی ہیں۔ شیخ ابو حامد اسفہانی شافعی فقیہ سے اس کا مناظرہ رہتا تھا جس کا ذکر ابو حامد کے بیان میں اور جو اس نے اس کے حق میں مبالغہ کیا ہے اس کا بیان ادنیٰ آچکا ہے۔ قدوری ^(۳۱۰) میں پیدا ہوا۔ اور بربر فیکشن ^(۳۱۱) ہر رجب ^(۳۱۲) داپریل ^(۳۱۳) کو بغداد میں وفات پائی۔ اوسے روز او سے وزب ابی خلف کو چاہی خلف بن ابی کو کو چاہی مکان میں دفن کر دیا گیا۔ مگر بعد میں اسے لاکر شارع المنصور میں ابو بکر خوارزمی حنفی فقیہ کے برابر دفن کیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ قدیر بصر قاف و دال ہلہ و سکون واو و رائے ہلہ جمع قدر۔ مجھے اس کی نسبت کا حال نہیں معلوم سمعانی نے کتاب الانساب میں اسی طرح ذکر کیا اور سب کچھ نہیں لکھا ہے

۱۰۱ دیکھو تذکرہ ۲۵

۳۰ شیخ امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن محمد خوارزمی ایک بڑا نام گرامی عالم اور حنفی مذہب کا مفتی تھا۔ اس کی وسعت نظر علم اور زہد و ورع و ورور مشہور تھا۔ مملوئی اس کی بڑی عزت کرتی تھی۔ ہر درجہ اور طبقہ کے لوگ اس کی صحبت کو غیبت سمجھتے تھے ^(۳۱۴) ^(۳۱۵) ^(۳۱۶) ^(۳۱۷) ^(۳۱۸) ^(۳۱۹) ^(۳۲۰) ^(۳۲۱) ^(۳۲۲) ^(۳۲۳) ^(۳۲۴) ^(۳۲۵) ^(۳۲۶) ^(۳۲۷) ^(۳۲۸) ^(۳۲۹) ^(۳۳۰) ^(۳۳۱) ^(۳۳۲) ^(۳۳۳) ^(۳۳۴) ^(۳۳۵) ^(۳۳۶) ^(۳۳۷) ^(۳۳۸) ^(۳۳۹) ^(۳۴۰) ^(۳۴۱) ^(۳۴۲) ^(۳۴۳) ^(۳۴۴) ^(۳۴۵) ^(۳۴۶) ^(۳۴۷) ^(۳۴۸) ^(۳۴۹) ^(۳۵۰) ^(۳۵۱) ^(۳۵۲) ^(۳۵۳) ^(۳۵۴) ^(۳۵۵) ^(۳۵۶) ^(۳۵۷) ^(۳۵۸) ^(۳۵۹) ^(۳۶۰) ^(۳۶۱) ^(۳۶۲) ^(۳۶۳) ^(۳۶۴) ^(۳۶۵) ^(۳۶۶) ^(۳۶۷) ^(۳۶۸) ^(۳۶۹) ^(۳۷۰) ^(۳۷۱) ^(۳۷۲) ^(۳۷۳) ^(۳۷۴) ^(۳۷۵) ^(۳۷۶) ^(۳۷۷) ^(۳۷۸) ^(۳۷۹) ^(۳۸۰) ^(۳۸۱) ^(۳۸۲) ^(۳۸۳) ^(۳۸۴) ^(۳۸۵) ^(۳۸۶) ^(۳۸۷) ^(۳۸۸) ^(۳۸۹) ^(۳۹۰) ^(۳۹۱) ^(۳۹۲) ^(۳۹۳) ^(۳۹۴) ^(۳۹۵) ^(۳۹۶) ^(۳۹۷) ^(۳۹۸) ^(۳۹۹) ^(۴۰۰) ^(۴۰۱) ^(۴۰۲) ^(۴۰۳) ^(۴۰۴) ^(۴۰۵) ^(۴۰۶) ^(۴۰۷) ^(۴۰۸) ^(۴۰۹) ^(۴۱۰) ^(۴۱۱) ^(۴۱۲) ^(۴۱۳) ^(۴۱۴) ^(۴۱۵) ^(۴۱۶) ^(۴۱۷) ^(۴۱۸) ^(۴۱۹) ^(۴۲۰) ^(۴۲۱) ^(۴۲۲) ^(۴۲۳) ^(۴۲۴) ^(۴۲۵) ^(۴۲۶) ^(۴۲۷) ^(۴۲۸) ^(۴۲۹) ^(۴۳۰) ^(۴۳۱) ^(۴۳۲) ^(۴۳۳) ^(۴۳۴) ^(۴۳۵) ^(۴۳۶) ^(۴۳۷) ^(۴۳۸) ^(۴۳۹) ^(۴۴۰) ^(۴۴۱) ^(۴۴۲) ^(۴۴۳) ^(۴۴۴) ^(۴۴۵) ^(۴۴۶) ^(۴۴۷) ^(۴۴۸) ^(۴۴۹) ^(۴۵۰) ^(۴۵۱) ^(۴۵۲) ^(۴۵۳) ^(۴۵۴) ^(۴۵۵) ^(۴۵۶) ^(۴۵۷) ^(۴۵۸) ^(۴۵۹) ^(۴۶۰) ^(۴۶۱) ^(۴۶۲) ^(۴۶۳) ^(۴۶۴) ^(۴۶۵) ^(۴۶۶) ^(۴۶۷) ^(۴۶۸) ^(۴۶۹) ^(۴۷۰) ^(۴۷۱) ^(۴۷۲) ^(۴۷۳) ^(۴۷۴) ^(۴۷۵) ^(۴۷۶) ^(۴۷۷) ^(۴۷۸) ^(۴۷۹) ^(۴۸۰) ^(۴۸۱) ^(۴۸۲) ^(۴۸۳) ^(۴۸۴) ^(۴۸۵) ^(۴۸۶) ^(۴۸۷) ^(۴۸۸) ^(۴۸۹) ^(۴۹۰) ^(۴۹۱) ^(۴۹۲) ^(۴۹۳) ^(۴۹۴) ^(۴۹۵) ^(۴۹۶) ^(۴۹۷) ^(۴۹۸) ^(۴۹۹) ^(۵۰۰) ^(۵۰۱) ^(۵۰۲) ^(۵۰۳) ^(۵۰۴) ^(۵۰۵) ^(۵۰۶) ^(۵۰۷) ^(۵۰۸) ^(۵۰۹) ^(۵۱۰) ^(۵۱۱) ^(۵۱۲) ^(۵۱۳) ^(۵۱۴) ^(۵۱۵) ^(۵۱۶) ^(۵۱۷) ^(۵۱۸) ^(۵۱۹) ^(۵۲۰) ^(۵۲۱) ^(۵۲۲) ^(۵۲۳) ^(۵۲۴) ^(۵۲۵) ^(۵۲۶) ^(۵۲۷) ^(۵۲۸) ^(۵۲۹) ^(۵۳۰) ^(۵۳۱) ^(۵۳۲) ^(۵۳۳) ^(۵۳۴) ^(۵۳۵) ^(۵۳۶) ^(۵۳۷) ^(۵۳۸) ^(۵۳۹) ^(۵۴۰) ^(۵۴۱) ^(۵۴۲) ^(۵۴۳) ^(۵۴۴) ^(۵۴۵) ^(۵۴۶) ^(۵۴۷) ^(۵۴۸) ^(۵۴۹) ^(۵۵۰) ^(۵۵۱) ^(۵۵۲) ^(۵۵۳) ^(۵۵۴) ^(۵۵۵) ^(۵۵۶) ^(۵۵۷) ^(۵۵۸) ^(۵۵۹) ^(۵۶۰) ^(۵۶۱) ^(۵۶۲) ^(۵۶۳) ^(۵۶۴) ^(۵۶۵) ^(۵۶۶) ^(۵۶۷) ^(۵۶۸) ^(۵۶۹) ^(۵۷۰) ^(۵۷۱) ^(۵۷۲) ^(۵۷۳) ^(۵۷۴) ^(۵۷۵) ^(۵۷۶) ^(۵۷۷) ^(۵۷۸) ^(۵۷۹) ^(۵۸۰) ^(۵۸۱) ^(۵۸۲) ^(۵۸۳) ^(۵۸۴) ^(۵۸۵) ^(۵۸۶) ^(۵۸۷) ^(۵۸۸) ^(۵۸۹) ^(۵۹۰) ^(۵۹۱) ^(۵۹۲) ^(۵۹۳) ^(۵۹۴) ^(۵۹۵) ^(۵۹۶) ^(۵۹۷) ^(۵۹۸) ^(۵۹۹) ^(۶۰۰) ^(۶۰۱) ^(۶۰۲) ^(۶۰۳) ^(۶۰۴) ^(۶۰۵) ^(۶۰۶) ^(۶۰۷) ^(۶۰۸) ^(۶۰۹) ^(۶۱۰) ^(۶۱۱) ^(۶۱۲) ^(۶۱۳) ^(۶۱۴) ^(۶۱۵) ^(۶۱۶) ^(۶۱۷) ^(۶۱۸) ^(۶۱۹) ^(۶۲۰) ^(۶۲۱) ^(۶۲۲) ^(۶۲۳) ^(۶۲۴) ^(۶۲۵) ^(۶۲۶) ^(۶۲۷) ^(۶۲۸) ^(۶۲۹) ^(۶۳۰) ^(۶۳۱) ^(۶۳۲) ^(۶۳۳) ^(۶۳۴) ^(۶۳۵) ^(۶۳۶) ^(۶۳۷) ^(۶۳۸) ^(۶۳۹) ^(۶۴۰) ^(۶۴۱) ^(۶۴۲) ^(۶۴۳) ^(۶۴۴) ^(۶۴۵) ^(۶۴۶) ^(۶۴۷) ^(۶۴۸) ^(۶۴۹) ^(۶۵۰) ^(۶۵۱) ^(۶۵۲) ^(۶۵۳) ^(۶۵۴) ^(۶۵۵) ^(۶۵۶) ^(۶۵۷) ^(۶۵۸) ^(۶۵۹) ^(۶۶۰) ^(۶۶۱) ^(۶۶۲) ^(۶۶۳) ^(۶۶۴) ^(۶۶۵) ^(۶۶۶) ^(۶۶۷) ^(۶۶۸) ^(۶۶۹) ^(۶۷۰) ^(۶۷۱) ^(۶۷۲) ^(۶۷۳) ^(۶۷۴) ^(۶۷۵) ^(۶۷۶) ^(۶۷۷) ^(۶۷۸) ^(۶۷۹) ^(۶۸۰) ^(۶۸۱) ^(۶۸۲) ^(۶۸۳) ^(۶۸۴) ^(۶۸۵) ^(۶۸۶) ^(۶۸۷) ^(۶۸۸) ^(۶۸۹) ^(۶۹۰) ^(۶۹۱) ^(۶۹۲) ^(۶۹۳) ^(۶۹۴) ^(۶۹۵) ^(۶۹۶) ^(۶۹۷) ^(۶۹۸) ^(۶۹۹) ^(۷۰۰) ^(۷۰۱) ^(۷۰۲) ^(۷۰۳) ^(۷۰۴) ^(۷۰۵) ^(۷۰۶) ^(۷۰۷) ^(۷۰۸) ^(۷۰۹) ^(۷۱۰) ^(۷۱۱) ^(۷۱۲) ^(۷۱۳) ^(۷۱۴) ^(۷۱۵) ^(۷۱۶) ^(۷۱۷) ^(۷۱۸) ^(۷۱۹) ^(۷۲۰) ^(۷۲۱) ^(۷۲۲) ^(۷۲۳) ^(۷۲۴) ^(۷۲۵) ^(۷۲۶) ^(۷۲۷) ^(۷۲۸) ^(۷۲۹) ^(۷۳۰) ^(۷۳۱) ^(۷۳۲) ^(۷۳۳) ^(۷۳۴) ^(۷۳۵) ^(۷۳۶) ^(۷۳۷) ^(۷۳۸) ^(۷۳۹) ^(۷۴۰) ^(۷۴۱) ^(۷۴۲) ^(۷۴۳) ^(۷۴۴) ^(۷۴۵) ^(۷۴۶) ^(۷۴۷) ^(۷۴۸) ^(۷۴۹) ^(۷۵۰) ^(۷۵۱) ^(۷۵۲) ^(۷۵۳) ^(۷۵۴) ^(۷۵۵) ^(۷۵۶) ^(۷۵۷) ^(۷۵۸) ^(۷۵۹) ^(۷۶۰) ^(۷۶۱) ^(۷۶۲) ^(۷۶۳) ^(۷۶۴) ^(۷۶۵) ^(۷۶۶) ^(۷۶۷) ^(۷۶۸) ^(۷۶۹) ^(۷۷۰) ^(۷۷۱) ^(۷۷۲) ^(۷۷۳) ^(۷۷۴) ^(۷۷۵) ^(۷۷۶) ^(۷۷۷) ^(۷۷۸) ^(۷۷۹) ^(۷۸۰) ^(۷۸۱) ^(۷۸۲) ^(۷۸۳) ^(۷۸۴) ^(۷۸۵) ^(۷۸۶) ^(۷۸۷) ^(۷۸۸) ^(۷۸۹) ^(۷۹۰) ^(۷۹۱) ^(۷۹۲) ^(۷۹۳) ^(۷۹۴) ^(۷۹۵) ^(۷۹۶) ^(۷۹۷) ^(۷۹۸) ^(۷۹۹) ^(۸۰۰) ^(۸۰۱) ^(۸۰۲) ^(۸۰۳) ^(۸۰۴) ^(۸۰۵) ^(۸۰۶) ^(۸۰۷) ^(۸۰۸) ^(۸۰۹) ^(۸۱۰) ^(۸۱۱) ^(۸۱۲) ^(۸۱۳) ^(۸۱۴) ^(۸۱۵) ^(۸۱۶) ^(۸۱۷) ^(۸۱۸) ^(۸۱۹) ^(۸۲۰) ^(۸۲۱) ^(۸۲۲) ^(۸۲۳) ^(۸۲۴) ^(۸۲۵) ^(۸۲۶) ^(۸۲۷) ^(۸۲۸) ^(۸۲۹) ^(۸۳۰) ^(۸۳۱) ^(۸۳۲) ^(۸۳۳) ^(۸۳۴) ^(۸۳۵) ^(۸۳۶) ^(۸۳۷) ^(۸۳۸) ^(۸۳۹) ^(۸۴۰) ^(۸۴۱) ^(۸۴۲) ^(۸۴۳) ^(۸۴۴) ^(۸۴۵) ^(۸۴۶) ^(۸۴۷) ^(۸۴۸) ^(۸۴۹) ^(۸۵۰) ^(۸۵۱) ^(۸۵۲) ^(۸۵۳) ^(۸۵۴) ^(۸۵۵) ^(۸۵۶) ^(۸۵۷) ^(۸۵۸) ^(۸۵۹) ^(۸۶۰) ^(۸۶۱) ^(۸۶۲) ^(۸۶۳) ^(۸۶۴) ^(۸۶۵) ^(۸۶۶) ^(۸۶۷) ^(۸۶۸) ^(۸۶۹) ^(۸۷۰) ^(۸۷۱) ^(۸۷۲) ^(۸۷۳) ^(۸۷۴) ^(۸۷۵) ^(۸۷۶) ^(۸۷۷) ^(۸۷۸) ^(۸۷۹) ^(۸۸۰) ^(۸۸۱) ^(۸۸۲) ^(۸۸۳) ^(۸۸۴) ^(۸۸۵) ^(۸۸۶) ^(۸۸۷) ^(۸۸۸) ^(۸۸۹) ^(۸۹۰) ^(۸۹۱) ^(۸۹۲) ^(۸۹۳) ^(۸۹۴) ^(۸۹۵) ^(۸۹۶) ^(۸۹۷) ^(۸۹۸) ^(۸۹۹) ^(۹۰۰) ^(۹۰۱) ^(۹۰۲) ^(۹۰۳) ^(۹۰۴) ^(۹۰۵) ^(۹۰۶) ^(۹۰۷) ^(۹۰۸) ^(۹۰۹) ^(۹۱۰) ^(۹۱۱) ^(۹۱۲) ^(۹۱۳) ^(۹۱۴) ^(۹۱۵) ^(۹۱۶) ^(۹۱۷) ^(۹۱۸) ^(۹۱۹) ^(۹۲۰) ^(۹۲۱) ^(۹۲۲) ^(۹۲۳) ^(۹۲۴) ^(۹۲۵) ^(۹۲۶) ^(۹۲۷) ^(۹۲۸) ^(۹۲۹) ^(۹۳۰) ^(۹۳۱) ^(۹۳۲) ^(۹۳۳) ^(۹۳۴) ^(۹۳۵) ^(۹۳۶) ^(۹۳۷) ^(۹۳۸) ^(۹۳۹) ^(۹۴۰) ^(۹۴۱) ^(۹۴۲) ^(۹۴۳) ^(۹۴۴) ^(۹۴۵) ^(۹۴۶) ^(۹۴۷) ^(۹۴۸) ^(۹۴۹) ^(۹۵۰) ^(۹۵۱) ^(۹۵۲) ^(۹۵۳) ^(۹۵۴) ^(۹۵۵) ^(۹۵۶) ^(۹۵۷) ^(۹۵۸) ^(۹۵۹) ^(۹۶۰) ^(۹۶۱) ^(۹۶۲) ^(۹۶۳) ^(۹۶۴) ^(۹۶۵) ^(۹۶۶) ^(۹۶۷) ^(۹۶۸) ^(۹۶۹) ^(۹۷۰) ^(۹۷۱) ^(۹۷۲) ^(۹۷۳) ^(۹۷۴) ^(۹۷۵) ^(۹۷۶) ^(۹۷۷) ^(۹۷۸) ^(۹۷۹) ^(۹۸۰) ^(۹۸۱) ^(۹۸۲) ^(۹۸۳) ^(۹۸۴) ^(۹۸۵) ^(۹۸۶) ^(۹۸۷) ^(۹۸۸) ^(۹۸۹) ^(۹۹۰) ^(۹۹۱) ^(۹۹۲) ^(۹۹۳) ^(۹۹۴) ^(۹۹۵) ^(۹۹۶) ^(۹۹۷) ^(۹۹۸) ^(۹۹۹) ^(۱۰۰۰)

ابو سحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی مشیائہ

۳۰۔

مشہور مفسر اور علم تفسیر میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا۔ التفسیر الکبیر اس کی تصنیف سے ہے۔ جو دوسری تفسیر سے کہیں فائق و حسن ہے۔ ایک کتاب العرائس (دھنوں کی کتاب) بھی اسی کی ہے جس میں بڑے سابقین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے قصہ میں اس کے سوا اور بھی اس کی کئی کتابیں ہیں۔ سمعانی نے

اس کا ذکر کیا اور کہتا ہے کہ اسے ثعلبی اور ثعلابی دونوں طرح بولتے ہیں۔ یہ اس کا لقب ہے۔ نسبت نہیں ہے۔ ابو القاسم قشیری کہتا ہے میں نے پروردگار عالم عزوجل کو ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے بات کرتا ہے۔ اور میں اس سے۔ اسی اثنا میں پروردگار عالم تعالیٰ ہمہ نے فرمایا کہ دیکھو وہ مرد صالح آتا ہے۔ منہ پھیر کر دیکھتا ہوں تو یہی ثعلبی چلا آتا ہے۔ عبد الغافر بن اسماعیل الفارسی نے اپنی کتاب سباق ریعنی تتمہ تاریخ نیشاپور میں اس کا ذکر کیا اور تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ صحیح النقل اور موثوق بہ ہے۔ ابوطاہر بن خزیئہ اور امام ابو بکر بن ہزبان القفری سے روایت کیا کرتا تھا۔ حدیث ادس نے بہت لوگوں کو پڑھائی اور اس نے بھی بہت لوگوں سے پڑھی تھی ۳۲۲ء و ۳۲۳ء میں وفات پائی۔ مگر اور دن نے تاریخ وفات محرم ۳۲۲ء اور بعض نے بروز چہار شنبہ ۲۲ محرم ۳۲۳ء بتائی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ثعلبی بفتح ثاء ثلثہ وسکون عین ہاء ولام مفتوحہ وبائے موحده نیشاپور بفتح نون وسکون یائے تھمانیہ وسین ہاء (عربی میں)۔ مگر اردو میں ثلثین مثلاًثہ والف وبائے فارسی وواؤ ورائے ہاء خراسان کا نہایت ہی اچھا اور بڑا شہر ہے۔ جہاں ہر ایک طرح کی چیز کھانے پینے کی بہم پہنچ سکتی ہے۔ نیشاپور اسے اس وجہ سے کہتے ہیں کہ شاہپور و الاکتاف ایران کا بادشاہ جو اخیر بادشاہوں میں سے ہوا ہے جب اس مقام پر پہنچا تو اسے بہت پسند آیا۔ یہاں میستان تھا۔ اسے کاٹ کر شہر آباد کرادیا۔ اسی واسطے اسے دینی واسطے شاہپور سے نیشاپور کہنے لگے۔ فارسی میں نے نل کو کہتے ہیں یہ بات سمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں لکھی ہے۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۱۶ نمبر ۷۔

۳۱۔ قاسم ابو عبد اللہ احمد بن ابی دؤاد فرج بن جریر بن مالک بن عبد اللہ بن نجاش بن سلام بن مالک بن عبد مہذب بن لُحْم بن مالک بن قنص بن منعتہ بن بزرجان بن دؤاد بن الدیل (الدلیل) بن اُمیہ بن حذافہ بن زھرن ریا بن نزار بن معد بن عدنان

الایادی

مروت اور دوست نوازی میں بہت معروف تھا۔ اس قسم کے کتنے ہی واقعات خلیفہ معتمد کے اور

اوس کے درمیان مشہور چلے آتے ہیں۔ ابو نعینہ اظہر المرزبان بنی کتاب الرشیدین جس میں اوس نے مؤثر کہ
 متکلمین کے حالات لکھے ہیں اوس کا ذکر کر کے کہتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اہل میں یہ لوگ قشرین
 کے پاس ایک قریہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب کہ ابن دواؤد کا بچپن کا زمانہ تھا اوس کا باب
 تجارت کے لئے شام کو گیا اور اوس سے بھی ساتھ لے گیا تھا۔ لیکن اس نے ابتداء ہی سے طالب علمی
 شروع کر دی خصوصاً فقہ اور علم کلام میں تو اوس درجہ کو پہونچا جس کو پہونچا۔ ہیتاج بن العلاء اشکمی
 کی صحبت میں رہتا تھا۔ جو اصل بن عطاء کے اصحاب میں سے تھا۔ اسی سے یہ بھی اعتراف
 کی طرف مائل ہو گیا۔ ابو نعینہ کہتا ہے میں نے کبھی کسی رئیس کو ابن ابی دواؤد سے زیادہ فصیح اور
 گویا نہ دیکھا۔ اسحاق بن ابراہیم کہتا ہے میں نے خلیفہ معتمد کی مجلس میں ابن ابی دواؤد کو کہتے
 سنا تھا۔ کہ محمد بن عبد الملک التزیات وزیر کی موجودگی میں کسی باب میں خلیفہ سے بات چیت
 کبھی نہیں کرتا ہوں۔ اس اندیشہ سے کہ وزیر کو میں اپنے معاملات کی خبر دینا نہیں چاہتا اور اس وجہ
 سے کہ وہ کہیں کام نکلنے کا طریقہ نہ سیکھ جائے۔ ابن ابی دواؤد ہی پہلا شخص ہے کہ جس نے خلفاء
 اپنی طرف سے گفتگو شروع کرنے کا دستور نکالا ہے۔ ورنہ پیشتر یہ قاعدہ تھا کہ جب تک خلیفہ کچھ بات
 نہ کرے کوئی ابتداء نہ کر سکتا تھا۔

ابو نعینہ کہتا ہے کہ ابن ابی دواؤد اچھا اور فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ مرزبان کہتا ہے کہ وہ عیسیٰ بن علی النخعی
 نے اپنی کتاب میں جس میں اوس نے شعر کے نام جمع کئے ہیں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اوس کے
 اچھی اچھی ابیات نقل کی ہیں۔ ابن ابی دواؤد کہا کرتا تھا۔ علماء حکام اور بھائی برادر تین شخص ہیں جن کی
 تعظیم اور قدر شناسی واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علماء کو خفیف سمجھے تو اوس کا دین و ایمان برباد ہو جائیگا
 اگر کوئی حکام کو ادب نہ کرے تو ضرور ہے کہ اپنی دنیا خراب کرے گا۔ اگر کوئی اپنے بھائی بندوں
 کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیگا تو انسانیت کے جامہ سے نکل جائیگا۔ ابراہیم بن الحسن کہتا ہے کہ
 ایک روز ہم خلیفہ مامون کے پاس تھے کہیں ذکر آگیا۔ انصار میں سے لیث بن العقیبہ کو کس کس نے رسول
 سے بیعت کی تھی اس میں باہم اختلاف ہوا کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ اسی میں ابن ابی دواؤد بھی آیا
 آتے ہی اوس نے ایک ایک کر کے سب کے نام اور کنیتیں اور نسب بالتفصیل بیان کر دیے۔ اور
 نے کہا اگر لوگ کسی فاضل کے پاس بیٹھنا چاہیں تو احمد سنانا چاہئے۔ احمد نے کہا۔ نہیں اگر کوئی عالم

کسی خلیفہ کے مذہب ہونا چاہیے تو اسے امیر المومنین کا سا خلیفہ چاہئے جو اس عالم کی بات کو وہ سمجھ لے اور خلیفہ جو کچھ کہے اسے منکر وہ عالم اور یادہ عالم ہو جائے۔ احمد کہا کرتا تھا: ”وہ شخص کامل نہیں جو اپنے دوست کو گودہ ایک چوکیدار کیون نہ ہو منبر پر نہ پھونچا دے۔ اور اپنے دشمن کو جو زیر ہی کیون نہ ہو و حرم پر نہ چڑھا دے۔“

ابو العینا نے ذکر کیا ہے کہ اُتشین کو ابوؤلف القاسم بن عیسیٰ العجلی کی عربیت و شجاعت کے سبب بڑا احسن تھا۔ اور اس کی تاک میں لگا رہتا تھا ایک مرتبہ ایک ایسا دانو چلایا کہ ابوؤلف پر ایک بڑی خطا اور قتل کی شہادت گذر گئی۔ پھر اسے کسی بہانہ سے پکڑ لیا۔ اور اس کے مقدمہ کی کارروائی کیلئے اجلاس کیا۔ پھر اسے سامنے بولایا۔ اور یثاں کو بھی اس کے قتل کے لئے اپنے روبرو طلب کیا۔ اسی میں ابن ابی دودا کو بھی کہیں خبر پہنچ گئی۔ فوراً سوار ہوا۔ اور جو عدول موجود تھے انہیں اپنے ساتھ لیکر اُتشین کے پاس گیا۔ اس وقت ابوؤلف کے قتل کی تیاری تھی۔ ابن ابی دودا وہاں ٹھہرا اور اُتشین سے کہا۔ مجھے امیر المومنین نے تیرے پاس بھیجا اور کہا ہے کہ قاسم بن عیسیٰ کے معاملہ میں تو کوئی کام نہ کرے اور اسے میرے حوالہ کر دے۔ پھر جو عدول موجود تھے ان سے مخاطب ہو کر کہا گواہ رہنا میں نے امیر المومنین کا پیغام اُتشین کو پہنچا دیا۔ قاسم اس وقت تک زندہ اور صحیح و سلا ہے۔ عدول نے کہا۔ ہم گواہ ہیں۔ ابن ابی دودا وہاں سے چلا آیا۔ اُتشین قاسم کا پھر کچھ نہ کر سکا۔ ادھر ابن ابی دودا خلیفہ معتمد کے پاس اسی وقت پہنچا۔ اور عرض کیا۔ امیر المومنین میں نے ایک ایسا پیغام آپ کی طرف سے پہنچایا ہے جس کا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کوئی کام بہتر نہیں ہے۔ اور امید ہے کہ اس سے آپ کو جنت ملیگی۔ پھر سارا قصہ سنایا۔ معتمد نے اس کی رائے کو بہت پسند کیا۔ اور کسی کو بھی کہ قاسم کو طلب کر لیا اور فوراً پھونچا دیا۔ سوائے اس کے اس کو کچھ غنا م بھی دیا۔ اور اُتشین نے جو قاسم کے ساتھ ارادہ کیا تھا اس سے سخت ناراض ہوا۔ ایسے ہی معتمد کو محمد بن جہم الہرمی پر ایک مرتبہ سخت غصہ آیا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن مارنے کا حکم دیدیا۔ جب ابن ابی دودا نے یہ حالت دیکھی اور جانا کہ کوئی جیلہ باقی نہیں رہا۔ ابن جہم کا سر اور ہاتھیں بائنا کر نطع میں کھرا کر دیا گیا تھا۔ اور تلوار میان سے نکل چکی تھی۔ ابن ابی دودا نے معتمد سے عرض کیا۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے۔ تو اس کا مال آپ کیونکر لے سکیں گے۔ کہا کون مجھے روک سکتا ہے۔

عرض کیا خدا تعالیٰ اسے منع کرتا ہے۔ اور خدا کا رسول اور امیر المؤمنین کا عدل و انصاف۔ کیونکہ جب آپ اوسے قتل کر دیں گے تو مال و ارقون کا حصہ ہو جائیگا۔ اور اوس وقت تک آپ نے سکین خنجر کے آپ اوس کی بدکاریوں پر کوئی (قانونی) شہادت پیش نہ کریں۔ اس وقت جب کہ وہ زندہ ہے۔ جو مال اوس نے چورایا ہے۔ آپ بہت آسانی سے لے سکتے ہیں۔ معصم نے اس پر حکم دیا کہ اوسے اوس وقت تک قید رکھیں کہ اوس کے معاملہ کی تحقیقات نہ کی جائے۔ اس کے بعد معاملہ کا انجام یہ ہوا کہ محمد نے کچھ مال دیکر خلاصی حاصل کر لی۔

میں
جا حظ نے ذکر کیا ہے۔ کہ معصم ایک مرتبہ ایک شخص پر جو جزیرہ فرات کا رہنے والا تھا ایسا سخت مارا ہوا۔ کہ لفظ اوتلوا اور نکالی۔ پھر ملزم سے یہ کہہ کر کہ تو نے ایسی ایسی بیعاشیان کی ہیں گردن مارنے کا حکم دیدیا ابن ابی دواؤد نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین تلوار عدل سے مقدم ہو گئی ہے ذرہ قاتل فرمائے۔ یہ مظلوم ہے یہ سنکر خلیفہ دیر تک خاموش رہا۔ ابن ابی دواؤد کہتا ہے مجھے اس وقت پیشاب کی ضرورت ہوئی۔ اور یہ نوبت پہنچ گئی کہ روکنا غیر ممکن ہو گیا۔ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اگر میں اٹھا۔ کہ یہ مارا گیا۔ مجبوراً میں نے کپڑے اپنے نیچے رکھ کر امدن میں پیشاب کر لیا۔ اور اوس وقت تک وہیں موجود رہا۔ کہ اس شخص کی معافی حاصل نہ کر لی۔ اس کے بعد جب میں اوتھا۔ تو معصم نے میرے کپڑے تہہ و بچہ کر پوچھا کہ ابو عبد اللہ کیا تیرے نیچے پانی تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں امیر المؤمنین بلکہ اصل بات اس طرح پر تھی معصم سنکر ہنس پڑا۔ مجھے دعا دی اور کہا تو نے بہت ہی اچھا کام کیا۔ خدا تجھے برکت دے۔ پھر ایک خلعت (اعزازی) اور ایک لاکھ درہم (انعام کے طور پر) عنایت فرمائے۔

ن
احمد بن عبد الرحمن غلبی نے بیان کیا ہے کہ احمد بن ابی دواؤد سے پیر تک تمام روح ہی روح تھا۔ لہذا بن اسماعیل نے ذکر کیا ہے۔ کہ میں نے کسی شخص کو کسی کی ایسی اطاعت کرتے نہیں دیکھا جیسے معصم ابن ابی دواؤد کی کرتا تھا۔ اگر معصم سے ایک ادنیٰ چیز بھی مانگی جاتی تو اوس سے انکار کر دیتا تھا۔ مگر جب ابن ابی دواؤد آتا۔ اور اوس کے (یعنی خلیفہ کے) اہل کی نسبت یا اہل ثغور (محافظین مسجد) کی نسبت یا حرمین شریفین اور اقصیٰ اہل مشرق و مغرب کی نسبت کچھ سوال کرتا تو معصم اوس کی ہر ایک بات قبول کر لیتا کسی کو بھی رو نہ کرتا تھا، ایک مرتبہ دس لاکھ درہم ابن ابی دواؤد نے مانگے کہ خراسان دور ملک میں ایک نہر کھودوائے۔ خلیفہ نے کہا۔ تجھے اوس نہر کے کھدوانے کی کیا ضرورت ہے۔

عرض کیا امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ سے جیسے نزدیک کی رعیت کے آرام و آسائش کی نسبت متل کرے گا۔ اسی طرح دور کی رعایا کی نسبت بھی پوچھیگا۔ پھر بہت دیر تک اسی قسم کی میٹھی اور نرم باتیں کرتا رہا کہ جس سے خلیفہ نے زرد کور کے دینے کا حکم دیدیا۔

حسین بن الشاک مشہور شاعر نے ایک علم کلام کے عالم سے کہا ابن ابی دودا ہمارے نزدیک تو لغت سے واقف نہیں اور آپ کے نزدیک علم کلام اچھا نہیں جانتا فقیہ لوگ او سے فقہ میں نا کامل بتاتے ہیں۔ مگر معصوم کے نزدیک وہ ان سب (علوم و فنون) میں کامل ہے۔

ابن ابی دودا کے تعلق کی ابتدا خلیفہ مامون سے جس طرح ہوئی تھی اوس کا بیان ابن ابی دودا اس طرح کرتا تھا۔ کہ میں قاضی یحییٰ بن اکنم کی مجالس میں اور فقیہوں کے ساتھ جایا کرتا تھا۔ ایک روز میں اوس کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ خلیفہ مامون کے پاس سے ایک آدمی آیا۔ اور کہا امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ آپ مع اپنے اصحاب کے جو اس وقت موجود ہوں میرے پاس آئے۔ اگرچہ یحییٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ مجھے خلیفہ کے پاس لیجائے۔ مگر مجبور تھا۔ چھوڑ بھی نہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی اوس کے ساتھ گیا۔ مامون کے روبرو ہم سب بات چیت کرتے رہے۔ بہن ہون میری طرف توجہ کرنے لگا جب کوئی کلام شروع کرتا تو وہ میری طرف دیکھتا۔ اور میری بات سن سمجھ کر حسین و آفرین کہتا تھا۔ آخر کو مجھ سے پوچھا تو کون ہے۔ میں نے اپنا نسب بیان کر دیا۔ کہا اکیب تو میرے پاس کیوں نہ آیا۔ اوس کے جواب میں میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ یحییٰ کا نام لے دوں (وہ میرا آپ پاس نہ پاہتا تھا) میں نے یہ کہہ دیا۔ کہ تقدیر نے نہ آنے دیا۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اس کا وقت آنا ضرور ہے۔ کہا اب یاد رکھو (۱۵۸) آئندہ سے ہمارے یہاں کوئی مجلس ایسی نہ ہو کہ تم اوس میں موجود نہ ہو۔ میں نے عرض کیا بہت بہتر ہو کہ چشم حاضر ہوؤں گا۔ چنانچہ یہی حالت برابر جاری رہی۔

کہتے ہیں یحییٰ بن اکنم خراسان سے اخیر ۳۱۰ (تقریباً جون ۸۲۱ء) میں مامون کی طرف سے بعبرہ کا قاضی ہو کر آیا۔ اس وقت وہ فوجان تھا۔ بیس سال کے کچھ ہی اوپر اوس کی عمر تھی۔ یہاں آکر اوس نے چند اہل علم اور شائستہ لوگوں کو اپنا دوست بنایا۔ ان میں ابن ابی دودا بھی تھا۔ پھر جب ۳۲۰ میں مامون بھی بغداد کو آیا تو یحییٰ سے کہا۔ اپنے دوستوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس بیٹھنے اور ٹھننے کیلئے منتخب کرو۔ جو اکثر اوقات میرے پاس آتے جاتے رہا کرین۔ یحییٰ نے بیس آدمی منتخب کئے جن میں

ابن ابی دواؤ بھی تھا۔ مامون نے کہا یہ تو بہت ہیں۔ ان میں سے اور منتخب کر سیمیں نے دسل آدمی
 چھانٹے ان میں بھی ابن دواؤ تھا۔ مامون نے کہا ان میں سے اور منتخب کر سیمیں نے آخر کو پانچ چن
 اون میں بھی ابن ابی دواؤ تھا۔ اس طرح ابن ابی دواؤ کا مامون سے میل جول ہو گیا۔

مامون کو اس پر بہت بڑا بھروسہ تھا ہر تے وقت اپنے بھائی معصم کو وصیت کی کہ جتنے تمہارے
 کام ہیں اون میں ایک بھی ایسا نہ ہو کہ جس کے مشورہ میں ابن ابی دواؤ شریک نہ ہو۔ وہ اس کام کے
 سرور ہے۔ اوس کے سوا تو اور کوئی وزیر میرے بعد مقرر نہ کرنا۔

جب معصم خلیفہ ہو گیا۔ تو یحییٰ بن اکثم کو معزول کر کے ابن ابی دواؤ کو قاضی القضاۃ کر دیا۔ پھر ابن ابی دواؤ
 اوس کے ایسے مخصوص میں داخل ہو گیا۔ کہ چھپا کھلا کوئی کام بغیر اوس کی رائے کے نہ کرتا تھا۔

اسی ابن ابی دواؤ نے رمضان ۲۲۰ھ دسمبر ۸۳۳ھ میں امام احمد بن حنبل پر سخت ظلم و ستم کیا۔ اور اونچے
 اس کہنے پر کہ قرآن مجید مخلوق ہے مجبور کرنا چاہا۔ جب معصم مر گیا۔ اور اوس کے بعد اوس کا بیٹا واثق
 خلیفہ ہوا تو ابن ابی دواؤ کا حال اوس کے سامنے اور بھی بہتر ہو گیا۔ لیکن جب واثق بائشہ کے مرنے کے
 بعد متوکل اوس کا بھائی سر خلافت پر جلوں فرما ہوا تو ابن ابی دواؤ کو اوس کی شروع خلافت میں
 ہی فالج نے مار لیا۔ اور جہنی جانب کے اعضا اوس کے بیکار ہو گئے۔ متوکل نے اُس کی جگہ اوس کے
 بیٹے محمد بن احمد کو قضا کا عہدہ دیدیا۔ مگر اُس کے بعد ۲۳۲ھ ۸۴۶ھ میں محمد کو بھی خدمت مظالم
 (فوجداری و کوتوالی) سے معزول کر کے یحییٰ بن اکثم کو یہ کام سپرد کر دیا۔

واثق نے اپنے زائد خلافت میں اہل دربار کو یہ حکم دیدیا تھا۔ کہ جب لوگ محمد بن عبد الملک الزیاتی
 کو دیکھا کریں تو اوس کی تعظیم کے لئے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس لئے ابن ابی دواؤ جب کبھی ابن الزیاتی
 کو دیکھتا تو ٹکڑا ہو جاتا اور رو قبضہ ہو کر ناز و نیاز سے ملتا۔ ابن الزیاتی نے اس پر یہ عربیہ۔

صَلِّ الصَّلَاةَ لِمَا اسْتَفَادَ عَدَاؤِنِي وَارَاهُ يَشْكُ بِهِ دَهَاءَهُ يَصْنُومُ

جب وہ میری عداوت سے مستفید ہوا تو اوس نے چاشت کی نماز پڑھی اور میں جانتا ہوں کہ اس کے بعد وہ
 پارسائی کے کام کرے گا اور روزہ رکھے گا۔

لَا تَعْدِيَنَّ عَدَاوَةً مَسْمُومَةً تَرَكْنِكَ تَقَعْدُ تَارَةً وَتَقْصُومُ

خدا کرے یہ ستم خاں کی سی عداوت کبھی معدوم نہ ہو۔ جو تجھے کبھی میٹھا کرتی ہے اور کبھی کھرا کر دیتی ہے۔

اوس کی تعریف میں اوس زرارہ کے بہت شاعروں نے قصیدہ بھی لکھے ہیں۔ علی الرازی کہتا ہے۔
میں نے ایک مرتبہ ابو تمام الطائی کو ابن ابی دواد کے پاس دیکھا کہ اوس کا کہا ہوا ایک شخص پڑھ کر سارا
تھا۔ اوس میں یہ شعر بھی تھے۔

لَقَدْ أَتَسْتُ مَسَاوِي كُلِّ دَهْرٍ مَحَابِنِ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي دَوَادٍ

احمد بن ابی دواد کے احسانات نے تمام نہ کر سوا حال کو فراموش کر دیا ہے۔

وَمَا سَابَقْتُ فِي الْأَفَاقِ إِلَّا وَمِنْ جَدِّ وَالْعَرِاحِلِ وَزَادِي

میں نے دنیا میں کبھی اس طرف سفر نہیں کیا کہ میری سواری اور زارہ کا خرچ آپ کی داد و تحسین سے نہ ہو ہو
ابن ابی دواد نے ابو تمام سے پوچھا کہ یہ مضمون تو نے اپنے دل سے باندھا ہے یا کسی اور سے
لیا ہے۔ کہا میرا ہے۔ مگر ابو نواس کے قول سے کچھ اشارہ مجھے ملا ہے۔

وَأِنْ حَرَبَ الْأَفَاقَ مِنْهَا بَدْحًا بِغَيْرِ لَاحِ إِنْسَانًا فَأَنْتَ الَّذِي نَعْنِي

اگر یہ الفاظ ہادی زبان سے سوائے تیرے کسی اور شخص کی تعریف میں بھی نکل جائیں تو جان لینا کہ ہمارا اصل مقصود
تو یہ ہے دوسرا نہیں۔

ایک روز ابو تمام ابو داؤد کے پاس گیا۔ دروازہ پر کئی روز او سے پھلے ٹھہرنا پڑا تھا بار بار ابی نہیں ہوتی
تھی۔ ابو تمام نے ابو داؤد کے کسی دوست سے اس کی سخت شکایت کی۔ ابن ابی دواد نے کہا ابو تمام
تو نے خوب دل بھر کے عتاب کر لیا۔ ابو تمام نے کہا عتاب ایک شخص پر کیا جاتا ہے تو تو تمام آدمیوں کا
مجموعہ ہے۔ اوس (مجموعہ) پر کیسے عتاب کیا جائے۔ کہا ابو تمام یہ مضمون کہاں سے پیدا کیا۔ کہا ایک
دانشمند کے قول سے یعنی اوس قول سے جو ابو نواس نے فضل بن الریح کے حق میں کہا تھا۔

وَكَيْسَ لِلَّهِ يُمْسِنُكَ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ حال نہیں۔ (اور اوس پر الزام عائد نہیں ہو سکتا، اگر تمام عالم کو فرد واحد میں جمع کر دے)
جب ابن ابی دواد کو خدمت مظالم مل گئی تو ابو تمام نے ایک قصیدہ لکھا اور اوس میں اپنی شکایتیں
الکھ کر اوس کے دربار و پیش کیں۔ اوس میں یہ شعر بھی تھے۔

إِذَا أَنْتَ ضَيَّعْتَ الْقَرْنَيْنِ وَاهْلًا فَلَا عَجَبَ أَنْ ضَيَّعْتَ الْأَعَاظِمُ (۱۱)

جب تو نے ہی شعر و سخن اور شعر کو فراموش کر کے تباہ ہونے دیا تو پھر اراذل و عجم و نہیں تباہ ہونے دین تو کیا عجب ہے

فَقَدْ هَرَبَ غَطَفَيْنِ الْقَرْيُصُ قَرْفَعًا بَعْدَ لَيْلٍ مُدَّ صَارَتْ لَيْلٌ لِّلْظُلَامِ

شعروغمن رجبہ لدے ہوئے اونٹ کی طرح، اپنے پہلوؤں کو ہلاتا ہے۔ اور اوس بوجھ کے اونٹھارے کی کرشمش

کرتا ہے کہ تو نے اوس پر اوس وقت سے کہہ دیا جب کہ مادرسی مظالم تیری طرف نقل ہوئی۔

وَلَوْ لَا خَلَّالٌ سَمَّهَا الشَّغْرُ مَا دَرَى بُعَاةُ الْعُلَى مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْمَكَارِمُ

اگر شعروغمن معاملات کو دوام کی صورت میں منکحل نہ کر دیتے تو خواہاں فخر و نمود جانتے بھی نہیں کہ یہ فضائل و کمالات
تمہجے کہاں سے دے گئے ہیں

ابو تمام نے ایک اور قصیدہ بھی اوس کی مدح میں لکھا تھا جس کا اول یہ ہے۔

أَرَأَيْتَ أَمَى سَوَالِفَ وَخُدُودِ عَنَّتْ لَنَا بَيْنَ الْوُحَى قُرُودِ

کیا تو نے دیکھا ہے اون گردنوں اور رخساروں کو جو ہمیں بڑی اور زرد مقاموں کے درمیان نظر آئے تھے۔

اس میں اوس کا یہ قول کیا ہی لطیف ہے۔

وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ نُكْثَرَ فَضِيلَتِهِ طَوَيْتَ أَقَا حَ لَهَا لِسَانَ حَسُو

جب اللہ تعالیٰ رکھی فضیلت کی فضیلت کو جو رانکسار کی وجہ سے اٹکی ہوئی ہوتی ہے پھیلانا چاہتا ہے تو اس

کی نسبت و نمونہ کی زبان دلا کر دیتا ہے۔

لَوْلَا اِسْتِعَالُ النَّارِ فِيهَا جَا وَرَثَ مَا كَانَ يُعْرِفُ طَيْبَ عَرَفِ الْعُورِ

اگر آگ اپنے پاس کی چیزوں کو جلا دے اور لا کر تکی تو خوشبوئے عود کے لطف کی کسی کو خبر بھی نہیں ہوا کرتی۔

ایسے ہی مزوان بن ابی الجنوب نے بھی اوس کی تعریف میں یہ اشعار کہے تھے۔

لَقَدْ حَازَتْ نِزَارُ كُلِّ مُجْدٍ وَمَكَرَ مَنَ عَلَ رَحْمِ الْأَعَادِي

دشمن کیسے ہی کیوں نہ جلا کر بن قبیلہ ذاریں ہر قسم کی شرافت و بزرگی فراہم ہو گئی ہے۔

فَقُلْ لِلْفَاخِرِينَ عَلَ نِزَارِ وَمِنْهُمْ وَخُدُودُ وَبُؤْرَايَا دِي

جو لوگ کہ نزار کے مقابلہ میں جن میں خندف اور بنی لایا و داخل ہیں فخر کریں اون سے کہو۔

رَسُولُ اللَّهِ وَالْخُلَفَاءُ مِنَّا وَمِنَّا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي دُرَّاجِ

اللہ کا رسول اور (رسول کے) خلیفہ اوس قبیلہ سے ہیں جن سے ہم ہیں اور احمد بن ابی دُرَّاجہ ہم میں ہیں جو

وَلَيْسَ كَثِيرُهُمْ فِي خَلِيقِي بِمَوْجِدٍ إِلَى يَوْمِ التَّنَادِي

میری قوم کے سوا اور کہیں اور نہ تھا مثل قیامت تک پہنچیں لیگا۔

فَبِئْسَ مَثَلٌ لِّمَنْ لَا تَعْقِلُ وَ مَصْدَحٌ عَنِ الْفُحْرَاتِ هَادِي

میری ہی قوم میں ہے ایک نبی مرسل اور اس کے ولی عہد ہایت پایا ہوا نیکیوں کی طرف اور ہایت کرنے والا جب یہ اشعار ابو جہلؓ کے کان میں پہنچے تو اس نے یہ شعر کہے۔

فَقُلْ لِلْفَاحِشِينَ هَلْ لَكُمْ نِزَارٌ وَهُوَ فِي الْأَرْضِ سَادَاتُ الْعِبَادِ

جو لوگ نزار کے مقابلہ میں جو دنیا میں بندگان خدا کے سردار ہیں فاحشین تو ان سے کہہ دو۔

رَسُولُ اللَّهِ وَالْحَلْفَاءُ مِثْلًا وَتَبَرَأُ مِنْ دَعْوَى بَنِي إِيَادٍ

کہ رسول اللہ اور ان کے خلیفہ ہم میں ہی سے ہوئے ہیں۔ گمبست ہوئے بنی ایاد کو ہم اپن میں نہیں سمجھتے وَاَمَّا مَنَايَا لَدُنْ أَقْرَبَتِ بِدَعْوَةِ أَحْمَدَ ابْنِ أَبِي دُوَادٍ

اور اگر ایاد و احمد بن ابی دواؤ کی اس بناوٹ کو مان لے۔ تو بنی ایاد بنی ہمارے بیچ میں نہیں ہیں۔

ابن ابی دواؤ نے سن کر کہا۔ مجھے ایسی زک کسی نے نہیں دی جیسے اس مہزرمی لڑکے نے دی ہے اگر میں اس امر کی شہرت کو بڑا نہیں سمجھتا کہ میں اس پر توجہ کرتا ہوں تو اس سے ایسی سزا دینا کہ کسی کو کبھی نہ دی گئی ہو۔

اس نے میری اس تعریف پر ہاتھ چلایا۔ جو میرے لئے سب سے بڑی چیز تھی اور اس کو کچھ بھگنے کے لئے دیا۔ ابن ابی دواؤ یہ شعر بہت پڑا کرتا تھا۔ مگر یہ بھی نہیں کہا کہ اس کے ہن یا کسی اور کے۔

مَا أَنْتَ بِالسَّبَبِ الْخَفِيفِ وَانَّمَا تَبْجَحُ أَمْوَالُ يَهُودٍ أَلَا سَبَابٌ

اے خداوند عالم! تو سبب ضعیف نہیں رہا۔ ان کا دنیا ہی ہونا چاہئے، ایک لمحہ کام اور یہ مقدسان ہوتے ہیں جس قدر سبب و ذرائع میں قوت ہو۔

فَالْيَوْمَ حَاجَتُنَا إِلَى الْيَأْسِ وَلَا نَمَا يَذْهَبُ الطَّيِّبُ بِشِدَّةِ الْأَوْصَابِ

آج ہم تیری مدد کے محتاج ہیں اور تجھے پکار رہے ہیں، طیب کو اوس وقت بولایا جاتا ہے جب کہ باریوں کی خدمت مرزبان کے سوا اور کوئی نہ لے ابو العیاض۔ روایت کی ہے کہ معتمد ایک مرتبہ خالد بن یزید بن مضرؓ کے

پر چکا ذکر پہلی اس کتاب میں اس کے باپ کے ذکر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا ناراض ہوا۔ اور اس کے صوبہ سے اس سے طلب کیا۔ خلیفہ نے کچھ روپیہ طلب کیا تھا جس کو اس نے خاتم اس سے نہیں کھاتھا۔ اور

اور بھی چند اسباب تھے۔ جب خاتم آگیا تو معتمد نے سزا کے ثبوت کے لئے اجلاس کیا۔ خالد نے قاضی

کا دامن پکڑا کہ اب آپ کے سوا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ احمد نے اس بارہ میں عرض کیا۔ مگر مقصود نے
 کچھ نہ سنا۔ جب مقصود سزا دینے کے لئے آکر بیٹھا۔ تو قاضی احمد بھی حاضر ہوا۔ مگر اپنی نشست سے
 نیچے جا کر بیٹھا۔ مقصود نے کہا ابو عبد اللہ تم اپنی جگہ کیوں نہیں بیٹھتے۔ کہا میں اس لائق نہیں کہ وہاں
 بیٹھوں۔ اسی بچی جگہ اسکے لائق ہوں۔ پوچھا کیوں کیا وجہ ہے۔ عرض کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ
 وہ میری جگہ نہیں۔ بلکہ اس شخص کی جگہ ہے۔ جو شفاعت کرے اور اس کی شفاعت خلیفہ کے
 یہاں قبول و منظور ہے۔ کہا اچھا اپنی جگہ بیٹھو۔ عرض کیا اس کیفیت سے کہ میری شفاعت منظور ہوگی
 یا اس حیثیت کے منافی نہ ہوگی۔ فرمایا سنو رہو گی۔ قاضی اپنی جگہ بیٹھا۔ پھر عرض کیا۔ اگر خالد کو آپ
 نے خلعت عطا نہ فرمایا تو مخلوق کیونکر جانیگی کہ امیر المؤمنین اس سے راضی ہو گیا۔ خلیفہ نے خلعت
 بھی عنایت کیا۔ پھر عرض کیا امیر المؤمنین اس شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو جہر ہینہ کی تنخواہ
 بھی جو واجب الادا ہے ضرور دے کہ ان کو دمی جانیگی۔ اگر اس کا بھی اون کے لئے اسی وقت
 حکم ہو جائے تو صلہ و انعام سمجھی جائیگی۔ خلیفہ نے کہا اچھا اس کا بھی میں نے حکم دیا۔ جب خالد دربار
 سے اٹھا تو خلعت پہنے اور مال و اسباب اس کے آگے آگے تھا۔ حالانکہ لوگ راستوں میں اس
 کو سزا کے دیکھنے کا انتظار کر رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شخص چلا اور تھا یہ اسید العرب
 الحمد للہ میری نواسی پر۔ خالد نے کہا۔ خاموش۔ و اللہ مکید العرب احمد ابن ابی دواہ ہے
 قاضی احمد اور وزیر ابن الزیات۔ کے درمیان نفسانیت اور دشمنی رہا کرتی تھی۔ اور یہاں تک نوبت
 پہنچ گئی تھی کہ اگر کوئی شخص قاضی مذکور کے پاس رہتا خصوصاً وہ جسے قاضی سر انجام حوالہ کیلئے
 اپنا مخصوص کر لیتا تو وزیر اسے اپنے پاس آنے جانے سے منع کر دیتا تھا۔ جب یہ بات قاضی
 کو معلوم ہوئی تو وہ ایک روز وزیر کے پاس آیا۔ اور کہا میں آپ کے پاس نہ تو محتاجی کے باعث
 دولت کمانے آتا ہوں۔ اور نہ ایسا ذلیل ہوں کہ آپ کے یہاں آنے سے میری عزت بڑھ جائے
 ہے۔ بلکہ اس سے کہ امیر المؤمنین نے آپ کو ایسا درجہ عنایت کر رکھا ہے کہ ہمارا آپ کے پاس آنا
 ضرور ہو گیا ہے۔ اس لئے اگر ہم آئیں تو جاننا چاہئے کہ امیر المؤمنین کے سبب سے آتے ہیں
 اور اگر نہ آئیں تو جاننا چاہئے کہ آپ کی وجہ سے نہیں آتے۔ پھر اٹھ کر چلا آیا۔ اس میں اس قدر
 مکارم و محامد جمع تھے کہ جو بیان سے باہر ہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے وزیر ابن الزکیات کی جو میں ایک قصیدہ لکھا جس کے شاعر شعر قاضی احمد نے منکریت بتیں لکھیں۔

أَحْسَنُ مِنْ سَبْعِينَ بَيْتًا مَجْمَعًا جَمَعْتُ مَعْنَاهُمْ فِي بَيْتٍ

شتریتوں میں جو کہنے سے نو بہتر تھا کہ ایک ہی بیت میں تو ان سب کا مطلب جمع کر دیتا۔

مَا أَخْرَجَ الْمَلِكُ إِلَى مَطَرَةٍ تَغْسِلُ عَنْهُ وَضْرَ الزَّيْتِ

ملک کو نہ کی کسی بڑی ضرورت ہو رہی ہے۔ کہ میں اس کے بدن سے کسی طرح زیتون کو نیل کو دھو کر
جب یہ شعر ابن الزکیات نے سنے۔ تو چونکہ مشہور تھا کہ قاضی احمد کے بزرگوں میں سے کوئی شخص قاری خرید و فروخت کیا کرتا تھا ابن الزکیات نے یہ شعر کہے۔

يَا ذَا الَّذِي يَطْمَعُ فِي هَجْوِنَا عَرَضَتْ بِي نَفْسَكَ لِلْمَوْتِ

اور جو ہماری ہجو کی جرأت کرتا ہے مجھے چھوڑ کر تو نے اپنے آپ کو موت کے سامنے ڈال دیا۔

الزَّيْتُ لَا يَذْرِي بِأَخْسَابِنَا أَخْسَابُنَا مَعْرُوفَةُ الْبَيْتِ

زیتون تو ہلکے احساب پر کچھ دھتار نہیں لگاتا ہمارے حب رکھا پھٹے ہوئے خاندان ہمارا شہر و گھر۔

فَقَبْرُكُمْ الْمَلِكُ فَلَمْ تَنْفِرْ حَتَّى نَحْنُ الْفَارِ بِالزَّيْتِ

تم نے ملک کو قبر قرار دے کر رہا تھا۔ اسے اس وقت تک ہم مان پاک نہ کر سکے جب تک کہ زیتون کے تیل ہو گا کہ وہ
۶ جمادی الاخرہ ۷۳۳ھ جنوری ۱۳۳۲ء کو قاضی احمد بن ابی رداد کو فالج نے مارا۔ اس وقت اس کے دشمن وزیر کو مرے ہوئے ۱۰۳ دن اور بعض کے قول کے بموجب پچاس دن یا سینتالیس دن ہوئے تھے۔ حرف میم میں اس وزیر کا ذکر آیا گیا جب فالج کا اثر ہوا۔ تو اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو الولید محمد قائم مقام ہوا۔ مگر اس کے اظہار پسندیدہ نہ تھے۔ اس کے برا کہنے والے بہت تھے۔ شکر کرنے والے کم۔ آخر کار ابراہیم بن العباس الصولی نے جس کا ذکر (تذکرہ ۲۵ میں) آیا ہے چکا ہے یہ شعر اس کے حق میں کہے۔

حَقَّتْ مَسَاوِدُ بَدَنَتِ مِنْكَ وَخِيَمَةُ عَلَى حَمَائِنِ أَبْقَاهَا أَبُو لَوْكَ لَكَ

اون براہمن نے جو تجھ سے ملانیدہ ظاہر ہوتی ہیں اون خمیوں کی یاد گاری کو میٹ دے جو تیرا باپ ردافتمہ تیرے واسطے چھوڑ گیا تھا۔

اس لئے ہیں۔ میں بھی وہ سب لکھنا مناسب سمجھا ہے۔ مرزبان کہتا ہے کہ متوکل نے اوس کے بیٹے ابوالولید محمد بن احمد کو قضا اور مظالم سکر کا عہدہ اوس کے باپ کی جگہ دیدیا تھا۔ پھر اوس سے بروز چہار شنبہ ۲۴ صفر ۱۲۴۲ء کو معزول کر دیا۔ اور اوس کے اہل خانہ کے بیٹے کی جاگیروں پر توکل مقرر کر دئے لیکن آخر کو وٹس لاکھ دینا پڑیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابوالولید محمد بن احمد بغداد میں ماہ ذی القعدہ ۱۲۴۳ء میں مر گیا۔ پھر اوس کا باپ احمد بھی میں روز بعد دنیا سے کوچ کر گیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ابن ابی دواؤد پر خلیفہ کی غفلت کی بنا پر ۱۲۴۳ء میں ہوئی تھی۔ اس سے آگے چل کر مرزبان کہتا ہے کہ اس کے بعد محرم ۱۲۴۳ء میں قاضی احمد مر گیا۔ اس سے بیس روز پہلے ہی اوس کا بیٹا مر چکا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اوس کا بیٹا آخر ۱۲۴۳ء میں مر گیا ہے۔ مگر وہ دن بغداد میں ہی تھا۔ بن۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اوس کا بیٹا ذی القعدہ ۱۲۴۳ء میں مراستہ اور باپ بروز شنبہ ۲۴ محرم ۱۲۴۳ء کو مراستہ۔ اور دو نوزوں کی موتوں میں ایک مہینہ کے قریب فرق ہے۔
 وَاللّٰهُ اَخْلَمَ بِالصَّوَابِ فِیْ ذٰلِكَ نَبَاً

ابو بکر بن زید کہتا ہے کہ ابن ابی دواؤد اہل علم و ادب کا گودہ ہیں۔ کہ کثیرہ ہند ہونے پر اسی بہت تھا۔ بہت ذی علم اوس کے پاس رہا کرتے تھے۔ جن میں اس نے بہت کچھ لکھوا لیا۔ اس کی پرورش کیا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اون میں سے کچھ لوگ اوس کے دروازہ پر آئے۔ اور بولے آج وہ شخص مدفون ہوتا ہے جو خود کہہ مکی جان اور علم و ادب کی تاریخ (تاریخ اوس کا زیور) تھا۔ اور جس کی نسبت یہ بھی نہیں کہا گیا کہ یہاں اوس نے غلطی کی اور وہاں اوس کی عقل چونک گئی۔ تاہوت باہر آیا۔ تو اون میں سے تین شخص اس سے ایک نے کہا۔

اَلْیَوْمَ مَاتَ نَظَامُ اللَّسَنِ وَاللِّسْنِ وَمَاتَ مَنْ كَانَ یُسْتَعْدَى عَلَی الزَّمَنِ

آج وہ شخص مر گیا جس سے ملک کا انتظام اور زبان (یعنی شعر و سخن) کو فروغ تھا۔ اور وہ مر گیا جس سے زمانہ کے مصائب کے مقابلہ میں مدد مل جاتی تھی۔

وَاطْلَمَتْ سُبُلُ اَسْمَادِ اِذَا حَجَبَتْ شَمْسُ الْمَكَارِمِ فِیْ ظَنَمِ مِنَ الصَّخْفَنِ

اور علم و ادب کے طریقوں پر تاریکی چھا گئی کہی نہ مکالم و مذاکرہ کا آفتاب کفن کے ابر میں محبوب و منظور ہو گیا۔

وہ سننے سے آگے بڑھ کر شعر ہے۔

یُرَاكُ النَّابُورُ وَالشَّيْبُ لَا تَوَاضَعَا وَلَهُ مَنَابِرُ لَوْبِشَاوَسَرِ

اگرچہ اوس نے منبرِ بون کو اور سر پر دذیر کو تواضعاً چھوڑ دیا تھا لیکن اگر وہ چاہتا تو اسے منبر اور سر پر موجود تھے
 وَيُغَيِّرُ يَجْنِبِي الْخُرَاجَ وَإِنَّمَا يَجْنِبِي إِلَيْهِ تَحَامِدٌ وَأَجْوَدُ
 اور دن کیلئے دزر و سیم کا اخراج لیا جاتا ہے۔ مگر اوس کے واسطے تعریف، دستاویز اور اجر و ثواب (آخرت) کا اخراج موجود ہے۔

تیسرے نے بھی اون کے بعد آگے قدم اٹھایا اور کہا۔
 وَلَيْسَ فَنَتَقِ الْمَسْلُكِ رِيحَ خُطُوهِ وَلَكِنَّهُ ذَلِكَ الشَّاءُ الْخُلْفُ
 اوس کے جنازہ سے جو خوشبو آتی ہے۔ اسے مسک کی خوشبو نہ سمجھو بلکہ یہ اوس کے اوصاف حمیدہ ہیں جو پیچھے بانی ہوئے ہیں
 وَلَيْسَ صَرِيحُ النُّعْيِ مَا تَسْمَعُونَهُ وَلَكِنَّهُ أَضْلَابُ قَوْمٍ لَقِصَفُ
 یہ جو تم سنتے ہو جنازہ کے چلنے کی چرچا ہٹ نہیں۔ بلکہ (غم و رنج سے لوگوں کی) پیٹھ کی ہڈیاں (یعنی دل) ہٹک رہی ہیں
 ابوبکر جرجانی کہتا ہے۔ ابو العینا نا مینا کہا کرتا تھا۔ میں نے ابن ابی دواود سے دنیا میں کسی کو زیادہ صاحب
 ادب نہیں دیکھا۔ جب کبھی میں اوس کے پاس سے نکلتا تو یہ کہی نہ کہتا "لو کہ ان کا ہاتھ پکڑ لے" بلکہ اوس
 کی وجہ تائید کہا کرتا تھا "لو کہ ان کے ساتھ چلا جا"۔ میں اس بات کا ہمیشہ ایمان کرتا تھا۔ اوس نے کبھی اس کے
 خلاف نہ کیا۔ اور نہ میں نے کبھی دوسرے کو ایسے کہتے سنا۔

ابن ابی دواود کا تذکرہ (خلافت عادت) بہت بڑھ گیا۔ سب اس کا بے ہے کہ اوس کے محاسن و اوصاف
 بہت کثرت سے ہیں۔ رَحِمَهُ اللہُ تَعَالٰی۔
 دواود بضم وال ہلہ وقع واو والف و وال ہلہ۔ ایادوی بکسر الف وقع یائے تھانیہ والف و وال ہلہ یا و یا
 نزار بن معاذ بن خذئان کی طرف منسوب ہے۔

(۱) عبد ہند اور لخم و لولان میں شہر ہے۔ ابن خلکان کے نزدیک ان میں اختلاف ہیں۔

(۲) اصل عربی کتاب میں یہ نام ابو عبید اللہ لکھا ہوا ہے مگر ابو عبد اللہ صحیح ہے۔

(۳) شہر قسطنطنیہ میں حلب سے جانب جنوب دس میل پر آیا تھا۔ اسلام کی ابتدائی کسی صدی تک یہ مقام نہایت بارہ فاعلاً
 جس وقت عربوں نے اس ملک کو فتح کیا تھا تو حفاظت مرمر کے واسطے یہاں چھاؤنی قائم کی تھی لیکن پھر اس کی
 آبادی گھٹنا شروع ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ وہاں کے تمام باشندے حلب کو منتقل ہو گئے۔ اب قسطنطنیہ ایک ویران
 و بے چراغ مقام ہے۔

(۴) یہاں شام سے مراد دمشق ہے۔

(۵) واصل بن عطاء معتزلی فرقہ کا بانی ہے۔ ابن خلکان نے اس کا ذکر لکھا ہے۔ دیکھو تذکرہ ۹۷۳۔

(۶) ابن خلکان کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں یہاں النانی ہا لکھا ہوا ہے۔ گرائٹا نے کہا صحیح ہے۔

(۷) عقبہ کے مقام پر رسول اللہ سے انصار نے دو مرتبہ بیعت لی تھی۔ اول مرتبہ سنہ ہجری سے ایک سال پہلے یعنی فقط بارہ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ دوسری مرتبہ جب سنہ ہجری شروع ہوا اوس سے چند روز پہلے ذی الحجہ کے مہینے میں۔ اس میں شتر و راورد و عورتیں تھیں۔ یہاں یہی بیعت مقصود ہے۔ اسلام میں یہ بیعت بہت بڑی چیز ہے۔ اسی بیعت سے اسلام کو اسکا افرع حاصل ہوا۔ عقبہ مکہ کے پاس ایک مقام کا نام ہے (راخوڈ از عروج الاسلام جلد ششم)

(۸) منبر پر چڑھنے کا حق اوس زمانہ میں صرف خلفاء اور ان قائم مقاموں کو ہوتا تھا جو خود بذات خاص صاحبہ میں جا کر خطبہ پڑھتے اور امام ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ جہنم کھجور کے تنہ کو کہتے ہیں۔ جب کسی شخص کو قتل کرتے تو اوس کی نعش مخلوق کو دکھانے کے لئے کھجور کے تنہ سے بازہ دیکرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ زندہ آدمیوں کو سڑک کے طور پر اوس سے بازہ کرکے اکر دیتے تھے۔

(۹) ابن شاکر میمنہ التواسیج میں لکھتا ہے کہ انشین فارس کے قدیمی شاہی خاندان سے تھا۔ اور بنطین الحجازی مرآۃ الزمان میں کہتا ہے کہ انشین کا اصلی نام حید بن قوس تھا۔ اشرؤنڈ کے والیوں کا لقب جو اوران کا ایک صوبہ تھا انشین ہوا کرتا تھا۔ جیسے فارس کے بادشاہوں کا لقب خسرو اور رومیوں کا قیصر ہوتا تھا۔ (۱۰) اس زمانہ میں سرداروں کا قاعدہ تھا کہ جب کہیں باہر جاتے تو گھوڑے پر سوار ہو کر جا کرتے تھے۔

(۱۱) دیکھو تذکرہ ۲۴ نوٹ ۴۔

(۱۲) اوس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ ایسے مجرمین کا قتل بادشاہ کے روبرو دربار میں ہوا کرتا تھا۔ اس واسطے اور احوال خون کے دگر کرنے اور اسباب کے پھانسنے کی غرض سے ایک چڑا بچھا دیتے اور مقتول کا خون اوس میں جمع کرکے دور پھینک دیا کرتے تھے۔ اس چڑے کو ذبیحہ کہتے تھے۔ اس ذبیحہ کی اصلی غرض تو اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان کر دی۔ گرچہ پچھلے زمانہ میں کچھ مذہبی خیال بھی اس میں پیدا ہو گیا تھا۔ قاتل خیال کرتے تھے کہ اگر ذبیحہ سے باہر کسی مقتول سردار یا بادشاہ کے خون کا ایک قطرہ بھی گر پڑے گا تو اوس کا عوض لیا جائیگا۔ اور جتنے قطرہ گر چکے ہوتے ہیں اسی بار سے ایک ہونگے۔ اس واسطے خون کی بڑی احتیاط کرتے تھے کہ کہیں کوئی قطرہ باہر نہ جا پڑے۔

بلکہ اس غرض کی اچھی طرح مرہام مینے کے لئے مقتول کے فوطہ یا ایڑیوں کی گین کاٹ کر تمام بدن کا خون نکال ڈالتے تھے (از ترجمہ مروج الذهب مترجمہ نیا)

(۱۳) فَعَلَ اور صَنَعَ کے بعض مواقع عجیب و غریب معنی ہوا کرتے ہیں۔ اودن کے معنی برسی بات یا ناروا حرکت کرنے ہو جاتے ہیں۔ فَعَلْتَ وَمَنْعْتَ تو نے برا کام کیا یا ناجائز حرکت کی۔ لَا تَفْعَلَنَّ لَا تَصْنَعَنَّ۔ میں ایسے ایسے کرو مٹاؤ مٹاؤ۔ فقالہ اس عورت کو کہتے ہیں جو برے کام کرتی یعنی زندگی کا پیشہ کرتی ہو۔

(۱۴) اوس زمانہ میں دستور تھا کہ وزیر اور قاضی ایام مقررہ پر اپنے اپنے مکافون میں مجالس کیا کرتے تھے۔ اودن میں انواع و اقسام کے اہل کمال جمع ہوا اور باہرگر خیالات کا تبادلہ کرتے تھے۔ اس سے بہت بڑے بڑے علمی خلائی اور ملکی فوائد ہوتے تھے۔ اور اہل غرض کے کام نکلنے تھے۔

(۱۵) یہاں تن میں لَا اَعْلَمَنَّ لکھا ہو لیکن لَا اَعْلَمَنَّ ہونا چاہئے۔

(۱۶) نفلی ترجمہ۔ وہ اس کی جگہ ہے۔

(۱۷) ابن ابی دواود معتزلی تھا۔ اس وجہ سے وہ قرآن کو مخلوق مانتا تھا۔ لیکن امام احمد بن حنبل کہتے تھے کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اور خدا کا کلام خدا کی صفت ہے۔ اور خدا کی صفات سب ازلی ہیں اس واسطے قرآن مخلوق نہیں۔ بلکہ ازلی ہے۔

غالباً یہ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا خیال مسلمانوں میں نظر نہیں سے لیا گیا ہے۔ نصرانی کہتے ہیں۔ خدا شرمع میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ ازاںجیل یوحنا باب اول آیت اول اور یہی وجہ تھی کہ معتزلی اس عقائد کو کفر سمجھتے تھے۔

(۱۸) افسر مظالم بھی قاضی کی طرح کا ہی عہدہ دار ہوتا تھا۔ مگر اس کو ہدایتی اختیارات کے علاوہ عادلانہ اقتدار بھی حاصل ہوتا تھا۔ غالباً کو تو اہل کی طرح کا عہدہ تھا۔

(۱۹) وزیر کا مقصود یہ ہے کہ خدا اسے آرام سے دہنے دے۔

(۲۰) ابن خلکان نے یہ شعر یہاں دیدہ و دانستہ لکھا ہو گا۔ کیونکہ اس کا مطلب اوپر کی بحث سے متاخص ہے۔

(۲۱) تو تو تمام بنی نوع بشر ہے یعنی تجھ میں تمام آدمیوں کی خوبیاں جمع ہیں۔

۲۲ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہل ترکی عہدہ داروں کی طرف اشارہ ہے جو معصم باشندے کے زمانہ میں درباری اہل میں بکثرت داخل ہو گئے تھے۔

(۲۳) بوجہ سے مراد وہ بوجہ ہے جو شعر و سخن کی گردن پر تیرے عدل و انصاف کے مظہر کرنے کا رکھا ہوا ہے۔

(۲۴) اس شعر کے معنی جہاں تک میری سمجھ میں آئے میں نے لکھ دیئے۔ غالباً صحیح ہوں گے۔

(۲۵) دیکھو تذکرہ ۱۰ نوٹ ۱۔

(۲۶) محمود کی لکڑی میں سے اوس وقت تک خوشبو نہیں نکلتی جب تک جلانی نہ جائے۔

(۲۷) شروع تذکرہ میں دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ کہا بن ابی دواد نزہت سے ہے۔

(۲۸) یوم التثاء کے معنی تین دن آپس میں ایک دوسرے کو بچارنے کا۔

(۲۹) ابوسعفان عبداللہ بن احمد بن حرب بقول خطیب بھرو میں پیدا ہوا اور بغداد میں رہتا تھا۔ لوگوں میں اوسکی

علمی لیاقت بہت اچھی تھی۔ افسوس سانا می گرامی شخص اوس کے استادوں میں تھا۔ ماخوذ از تاریخ بغداد و صنف

خطیب۔ تاریخ وفات اوس کی اس کتاب میں نہیں لکھی ہے۔

(۳۰) یعنی بالکل برباد کر دیا۔

(۳۱) مامون نے خالد کو موصل کا والی کر دیا تھا۔ دیکھو تذکرہ ۷۹۱۔

(۳۲) خلیفہ وقت نام نہیں لیتا بلکہ کنیت کے ساتھ خطاب کرتا ہے جو نہایت دوستی کی علامت ہے۔

(۳۳) ابن الزبائک کے معنی تین ریت فروش یا تیل کا بیٹا۔

(۳۴) ابن الزبائک ۳۳۳ میں مرے۔ دیکھو تذکرہ ۶۶۷۔

(۳۵) اوس زمانہ کا دینار کچھ کل کے حساب سے گیارہ شلنگ انگریزی کے برابر ہے جس کے کوئی سوا آنٹھ پیچہ

چھرو فار ہوتے ہیں۔

(۳۶) ابن ابی دعد نے اس شخص کے ساتھ اپنی خوشحالی کے زمانہ میں کبھی اچھا سلوک نہ کیا تھا۔ اس سبب سے اوس

غیرت آئی کہ جس کے ساتھ میں نے اچھا سلوک نہ کیا ہے اوس کا ایسے وقت میں احسان لینا نالائق کی بات ہے۔

یہاں جلد اول ختم ہوئی اس کے بعد دوسری جلد میں جبکہ اول تذکرہ نمبر ۳۲۰ حافظ ابو نعیم محدث کا۔

مولوی سید سلیمان صاحب پروفیسر عربی لٹریچر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جن کی تعریف میں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ خداوند تعالیٰ ہماری قوم میں اور ایسے ہی علمائے کرام ہمارے اس نایاب اور اوس کے مصنف کے کچھ حالات لکھے ہیں اور ان کو بھی ہم ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ابن خلکان اور تاریخ خلکان

کے حالات و تاریخ ابن خلکان

ایک مدت سے ابن خلکان پر ریویو لکھنے کا ہمارا ارادہ تھا۔ چنانچہ اسی غرض سے ابن خلکان کا جو نسخہ ہمارے مطالعہ میں تھا اس کے حاشیہ پر جا بسا ابن خلکان کے متعلق یادداشت لکھتے جاتے تھے۔ لیکن اب تک وہ یادداشتیں بالکل پریشان و غیر مرتب تھیں۔ ماہ گذشتہ میں موسیو میک گلن ڈیپلین کا ابن خلکان پر ریویو دیکھ کر دل میں ایک جدید تحریک پیدا ہوئی۔ اس تحریک کے اثر سے جو کچھ ہوا وہ

(۱) انگریزی مترجم کے دیباچہ اول کا ترجمہ جو اس جلد کے شروع میں چھاپا گیا ہے مولوی شبلی صاحب نعمانی جن پر عربی و افغانی اور ذہن خدا داد کے لحاظ سے ہندوستان جس قدر فخر کرے بجا ہے جس وقت وہ حیدرآباد آئے تھے تو میرے پاس دیکھا تھا۔ اور اس کے ایک حصہ کی نقل لے کر جو اس جلد میں صفحہ ۹ سے ۲۴ تک چھاپا ہے ذیل کی تہدید لکھ کر اپنے رسالہ الندوہ میں چھاپا تھا۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ابن خلکان اور یورپ

آپ کے سامنے ہے، ناظرین کو اس میں ابن خلکان کے وہ واقعات نظر آئیں گے، جو بعض دیگر تذکرہ نگاروں میں موجود نہیں، کیونکہ اس مضمون میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ کوئی واقعہ تاریخ ابن خلکان سے باہر نہ ہو اس لئے اُن کو قصداً نظر انداز کر دینا پڑا۔

مسلمانوں نے فن تاریخ کو جس حیثیت تک ترقی دی اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں اس کیلئے الگ ایک بیضہ مضمون کی ضرورت ہے۔ لیکن تاہم مناسب تعہد کے لئے، یہ کہو یہ بتانا چاہئے کہ ابن خلکان تک تاریخ کا کس قدر سرمایہ موجود تھا۔ اور باوجود اس سرمایہ کے ابن خلکان کو ایک جدید تالیف کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟

لوگوں کو یہ فکر حیرت ہو گی کہ تاریخ عربی کی جس قدر اہم اور مفید اور اعلیٰ درجہ کے تصنیفات ہیں عموماً یورپ کی شان کردہ ہیں یعنی یورپ نے سب سے پہلے ان کے متعدد نسخہ فراہم کئے۔ اور ان کی تصحیح کی۔ اور ان پر نوٹ چڑھائے۔ اور ان کو چھاپ کر شائع کیا۔ ان کی تفصیل پوری ایک تاریخ کی محتاج ہے۔ اس لئے اس موقع پر ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا ہے۔ کہ ابن خلکان جو تاریخ کی مشہور کتاب اور گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہے سب سے پہلے اس کو فرانس کے ایک فاضل انسٹیوٹیک گلن بوسی اسلین نے ۱۸۶۳ء میں جس کو آج چالیس برس ہوئے تصحیح کر کے چھاپا۔ مصروفیہ کے نسخہ سب اسی کی نقلیں ہیں۔

یہ کتاب بیسیون دفعہ چھپ چکی ہے لیکن آج تک اس کے متعلق ریویو کا کسی نے ایک حرف نہ لکھا جس سے ظاہر ہوتا کہ تاریخ کی کتابوں میں اس کا کیا درجہ ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں۔ لیکن ایک فرانس کے فاضل ڈاس کتاب پر نہایت تفصیلی ریویو لکھا۔ اور اصل کتاب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کر کے شائع کیا۔

میں جس زمانہ میں حیدرآباد میں ناظم سرشتہ علوم و فنون تھا۔ اس محکمہ میں مولوی عبدالغفور خان صاحب (مترجم تاریخ کامل ابن اثیر) بھی ملازم تھے وہ عربی کے ساتھ انگریزی بھی جانتے ہیں میں نے ان کو اس کے وہ ابن خلکان کا اردو میں ترجمہ کر رہے اور فرانسسی مترجم نے جو ریویو لکھا ہے اس کا ترجمہ بھی ابتدا میں شامل کر دینا اور انھوں نے کتاب کا ترجمہ کر لیا ہے اور پختہ ارادہ ہے کہ اس کے ٹکڑے کر کے اس کو ماہور شائع کریں۔

ہم اُٹھو دہین اس دیباچہ کا ترجمہ جمع کرتے ہیں جو فرانسسی مترجم نے اصل کتاب پر لکھا ہے اس سے اندازہ ہو گا کہ یورپ کے فضلا کس کتنی علمی اور ذہنی نظری سے کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں بخلاف اس کے ہم لوگ تمام عمر ایک کتاب کو پڑھتے ہیں لیکن ہماری نظر پریشہ سلحہ بگڑ کر رہ جاتی ہے۔

مسلمانوں کی انتہائی علمی ترقی کا زمانہ چھٹی ساتویں صدی ہے، اس وقت تاریخ کا اتنا سرمایہ وجود نہ تھا جتنا اب بن خلدن جیسی کتاب کی تالیف کے لئے کافی تھا۔ آج جو کتابیں اُتھات تاریخ ہیں، اور عربی لٹریچر کی جان ہیں، ساتویں صدی تک وہ حیرت انگیز تھیں، ساتویں صدی کی ابتدا میں ابن خلدن پیدا ہوا، اسکو نظر آیا کہ اس وقت تک تاریخ کی جتنی کتابیں موجود ہیں وہ عموماً ایک ہی ہیں یعنی اون میں عموماً یا نوسلاطین، خلفاء، امرا، سیاست، بغاوت، فتوحات اور غزوات و جنگ کے فسادے ہیں، یا علماء کے تذکرے ہیں یا شعرا کے قصے ہیں، کوئی ایسا جامع تاریخی مرقع اس کا نظر نہیں آیا جس میں، سلاطین، علماء، شعرا، امرا، غرض ہر طبقہ کے صاحب کمالوں کی تصویریں موجود ہوں اس ابن خلدن کو ایک جدید تاریخ کی ضرورت محسوس ہوئی جو جامعیت کی بنا پر ہر قسم کے لوگوں کے حالات کا گلدستہ ہو۔

تصنیف سے پہلے مصنف کا حال جاننا چاہئے، ابن خلدن سے پہلے مصنفین کا دستور یہ تھا کہ یا تو وہ اپنی تصنیف میں اپنے حالات سے بالکل اعتنا نہیں کرتے تھے یا اپنی تصنیف میں اپنے کل حالات ایک جگہ قلمبند کر دیتے تھے۔ چنانچہ عبدالغافر فارسی نے تاریخ نیشاپور میں یا قوت حموی نے معجم الادباء میں، لسان الدین خلیب نے تاریخ غرناطہ میں، حافظ تقی الدین نے تاریخ مکہ میں ابن حجر نے تاریخ قضاۃ مصر میں ابوشامہ نے الروضتین میں، ابن خلدون نے دیوان العربین، سیوطی نے معاصرین میں، اپنے حالات خود اپنے قلم سے لکھے ہیں، گو اس میں شک نہیں کہ انہوں نے یوگرانی کے قاعدہ سے اپنی تصنیف میں اپنے حالات کا خود اضافہ کرنا نہایت موزوں ہے۔ لیکن اس میں نقص یہ ہے کہ اس سے مصنف کی نخوت اور خود پسندی کی پو آتی ہے یعنی مصنف خود کو بھی اس قابل سمجھتا ہے کہ صاحب کمالوں کی صف میں کھڑا ہو سکے۔

لیکن اگر اپنے حالات کا وہ بالکل تذکرہ نہ کرے تو بڑی وقت یہ پیش آتی ہے کہ اپنے بقائے نام میں اس دوسروں کا دست نگر ہونا پڑتا ہے اور گو اس کی تصنیف تمام دنیا میں چھا جاتی ہے، لیکن وہ خود عالم شہرت سے معدوم ہو جاتا ہے اخوان الصفا کے رسائل نے اپنے معنایں سے علمی دنیا کو تیز کر رکھا ہے۔ لیکن ان کے مصنفین کے نام دنیا سے بالکل ناپید ہو گئے ہیں، دنیا یعقوب کنڈی کو فیلسوف عرب کے نام سے پکارتی ہے، تاریخ میں اس کی سیکڑوں تصنیفات کے نام ملتے ہیں اس وقت بھی

اس کی متعدد تصنیفات موجود ہیں، لیکن اس کے حالات پر گناہی کا پیر و پڑا ہوا ہے، ابو نعیم واریزی
مسلمانوں میں ایک فرقہ کے امام ہیں صاحب تصنیفات ہیں لیکن ان کے تفصیلی سوانح زندگی سے
دنیا بالکل ناواقف ہے،

۱۱ ابن خلکان نے ان دونوں خوفناک رشتوں کو چھوڑ کر ان دونوں کی بیچ میں ایک تیسری راہ اختیار
کی ہے، اُس نے نہ تو اپنے حالات یک قلم قلم انداز کر دیئے، ورنہ اپنے حالات کیجائی کتابہر
کسی حصہ میں شامل کر دے بلکہ اُس نے جابجا مناسب موقع سے تمام کتاب میں اپنے حالات بھیج دیئے
اور صرف اپنے حالات بلکہ، وجہ تالیف، صورت تالیف، خصوصیات تالیف، تاریخ ابتدا، تاریخ
اختتام، مدت تصنیف، ہر قسم کے معلومات اس نے اپنی کتاب میں جمع کر دیئے، تصنیف کی اصلی
غوی یہ ہے کہ اس میں مصنف کی تصویر نظر آئے، اور جب پڑھنے والا کتاب ختم کرے تو وہ صرف تصنیف
کے متعلق اپنی رائے قائم نہ کر سکے بلکہ مصنف کے متعلق بھی، یہ خصوصیت جعفر ابن خلکان میں
پائی جاتی ہے کسی اور تصنیف میں نہیں پائی جاتی ہم ذیل میں ابن خلکان کے وہ حالات جو خود اس
کی کتاب سے معلوم ہوتے ہیں بیان کرتے ہیں۔

نام و نسب و ولادت احمد نام ابو العباس کنیت، شمس الدین لقب، سلسلہ نسب یہ ہے احمد بن محمد بن
ابی بکر ابن خلکان بعض لوگوں نے ابن خلکان کا نسب خاندان براءک سے ملایا ہے لیکن ہمارے خیال
میں یہ بالکل غلط ہے، ابن خلکان کی عام عادت یہ ہے کہ جب وہ اپنی کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ
کرتا ہے جس سے اس کو ذرا بھی تعلق ہوتا ہے تو وہیں پر فوراً وہ اپنے تعلق کا بھی اظہار کر دیتا ہے،
ارکان براءک کا اُس نے بیسیوں جگہ ذکر کیا ہے مگر ایک جگہ بھی اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ
اوس کا سلسلہ نسب خاندان براءک تک پہنچتا ہے۔

ابن خلکان کے والد محمد ایک نامور فاضل تھے، ابن خلکان نے گوان کے حالات نہیں لکھے، مگر ابن
خلکان کے متفرق مقامات سے قیاس ہوتا ہے کہ محمد اپنے وقت کے مشہور فاضل تھے، کیونکہ ان کے حلقہ
احباب میں امام کمال الدین فقیہ علامہ اشیر الدین مصنف تاریخ کامل، علامہ ابن شداد قاضی حلب، ابو بکر
ماتانی جیسے نامور علماء داخل تھے، ملک مظفر الدین، بن زین الدین شہر اربل کا امیر تھا، سلطان
صلاح الدین کی بہن بیہ خاتون جس نے حبشیوں کے لئے کوہ قاسیون کے دامن میں ایک مدرسہ

بنوایا تھا، ملک معظم سے بیابا تھی، ملک معظم جو دو کرم میں بیٹھا تھا، لیکن اس کا ابر کرم دنیا پر ایک عجیب
غریب انداز سے برسا، چار خانقاہیں بنوائیں ایک شفا خانہ بنوایا جہاں روز نو دجا کہ ایک ایک بیمار کی حالت
پوچھتا تھا، مہمان خانہ، نمینا خانہ، دارالمساکین، بیوہ خانہ اور ایک یتیم خانہ بنوایا، جہاں شیر خوار بچوں
کے لئے دایاں نوکر رہتی تھیں، اسی ضمن میں اس نے اربل میں ایک بہت بڑا درس بھی قائم کیا تھا،
جس میں جنفی اور شافعی دونوں فرقوں کے فقہا درس دیتے تھے خود ملک معظم روز درس میں حاضر ہوتا تھا۔
ابن خلکان کے والد محمد اس مدرس کے متولی تھے، اور اخیر عمر تک متولی رہے، دوشنبہ ۶۲۸ شعبان
۶۲۸ میں یہیں وفات پائی، ابن خلکان اسی اربل کے مدرسہ میں روز جمعہ بعد نماز عصر ۱۱ ربیع الآخر
۶۲۸ میں پیدا ہوا تھا، اس لئے آپ کے انتقال کے وقت ابن خلکان کل دو برس چار مہینے دو دن
کا تھا، ابن خلکان اربل کے مدرسہ میں پیدا ہوا تھا اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے علمی
مدارس میں بورڈنگ کے ساتھ اساتذہ کے رہنے کے لئے جو مکانات ہوتے تھے ان میں دفنانخانہ
بھی ہوتے تھے۔

تسلیم ابن خلکان اپنے والد کے انتقال کے بعد بھی اربل میں رہا اور وہیں نشوونما پا کر ابتدائی تعلیم
حاصل کی، ابن خلکان کے والد محمد کے انتقال کے ڈیڑھ ماہ کے بعد، شوال میں احمد بن کمال الدین
مدرسہ کے متولی مقرر ہوئے، احمد بن کمال ایک مشہور فاضل تھے، پہلے موصل میں رہتے تھے اور
اب اس عہدہ کی وجہ سے اربل چلے آئے تھے اور اربل کے مدرسہ میں سبابت پس تک رہے
۶۱۶ء میں قاہرہ چلے گئے اور وہاں کے مدرسہ میں مدرس ہو گئے ۶۲۲ء میں وفات پائی۔ ابن خلکان علامہ
احمد کے درس میں شریک ہوا کرتا تھا، لیکن اس وقت ابن خلکان کی عمر سات آٹھ سال سے زائد نہوگی،
ابن خلکان نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میں نے حدیث کی سند ثلاثہ میں زینب بنت شغری سے حاصل کی جو
زینب بنت شغری علم حدیث کی ایک فاضل عورت تھی جس کو امام عبد الغفار فرایسی اور علامہ زعفرانی
کا شرف تلقین حاصل تھا، لیکن وہ کسی طرح دست نہیں ہو سکتا ثلاثہ میں تو ابن خلکان صرف تین برس کا تھا
اور ثلاثہ میں زینب نے وفات پائی ہے، ممکن ہے کہ سنین کی غلطی ہو۔

ابن خلکان ایک مدت تک اربل میں رہا، ہماری شریف شیخ ابو جعفر محمد بن ہبیتا ۶۲۱ء میں
پڑھی تھی، اس وقت ابن خلکان تیرہ چودہ برس کا تھا۔ شیخ ابو جعفر علامہ ابو الوقت مدرس نظامیہ

بنیاد کے شاگرد تھے، اس گیارہ برس کے سن میں ابن خلکان کو ادب کا اچھا مذاق پیدا ہو گیا تھا ۱۱۹ھ میں بعض شعرا اس کو اپنا شہرندار بناتے تھے اور یہ اکثر اُسی شعر کی تعریف کرتا تھا، جس میں کوئی حلاوت ہوتی تھی ۱۲۰ھ میں ابن خلکان نے فقہ و علم خلافت کی طرف توجہ کی، اثیر الدین ابہری جو ساتویں صدی کی ایک مشہور علامہ ہیں اور جن کی متن میبذی اب تک عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں داخل ہے ۱۲۱ھ میں وہ موصل سے اربل آئے اور دارالحدیث میں قیام کیا تو ابن خلکان نے ان سے علم خلافت کی تعلیم حاصل کی، یہ آخری سال ہے کہ ابن خلکان اربل میں مقیم ہے، رمضان ۱۲۲ھ میں ابن خلکان نے اربل چھوڑ کر حلب کی طرف رخ کیا،

سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد جب سلطان کے بیٹوں میں ملک کی تقسیم ہوئی تو حلب ملک الظاہر کے حصہ میں آیا، پہلے حلب کے قاضی زین الدین ابوالبیان تھے، لیکن ملک کی علمی ترقی کی طرف، ان کو مطلق توجہ نہ تھی، ملک الظاہر نے قاضی زین الدین کو معزول کر کے طوہر میں قاضی ابوالحسن ابن شداد مصنف سیرت صلاح الدین کو قضاوت حلب پر ممتاز کیا، ابن شداد نے ملک کی علمی حالت کی طرف توجہ کی اور حلب میں بہت سے علمی مدارس قائم کئے، تمام ملک سے علماء بلوائے اور اونکو مدرس و تدریس کی خدمت سپرد کی، طلبہ کے لئے دارالافتاء بنوائے، اُن کیلئے وظائف جاری کئے، یہ خبر جب تمام شہروں میں پھیلی تو ہر طرف سے علماء اور طلباء نے، حلب کی طرف رخ کیا ابن خلکان اب تک اربل ہی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ حلب کی علمی شہرت جب اس کے کانوں تک پہنچی تو اس نے بھی حلب کا قصد کیا، ابن شداد اور ابن خلکان کے والد محمد میں غایت درجہ کی محبت تھی اس لئے ابن خلکان کو حلب جانے کی اور زیادہ ہمت ہوئی رمضان ۱۲۲ھ میں ابن خلکان اپنے بھائی کے ساتھ حلب روانہ ہوا، ملک معظم امیر اربل نے ابن شداد کے نام ان دونوں کو ایک سفارشی خط بھی لکھ کر دے دیا تھا، جس کا کچھ مضمون ابن خلکان نے نقل کیا ہے،

”اُن دونوں کو کون کے ساتھ جو کرنا لازم ہے اس سے تم خوب واقف ہو کیونکہ یہ دونوں ہم دونوں کے بھائی کے لڑکے ہیں، اس لئے مجھے کچھ زیادہ گلے کی ضرورت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔“

ابن خلکان کے اس بھائی کا نام جس کا اس نے یہاں تذکرہ کیا ہے، غالباً ضیاء الدین عیسیٰ ہے جبکہ ایک موقع پاس نے ذکر کیا ہے، ضیاء الدین عیسیٰ اور ابن خلکان جب اربل سے نکلے تو ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ ضیاء الدین سید باحلب چلا آیا ، اور ابن خلکان موصل وغیرہ شہروں میں ٹھہرتا ہوا ، حلب بھنچا ، کیونکہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ضیاء الدین اور ابن خلکان ساتھ ہی اربل سے نکلے ، مگر ابن خلکان نے جہاں حلب پہنچے گا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ ”میرا بھائی مجھ سے کچھ دن پہلے حلب پہنچ چکا تھا ، اس کے علاوہ رمضان ۶۲۷ء میں وہ اربل چھوڑ کر حلب بھنچا ہے ، بعض دوسرے شہروں میں بھی اوس نے قیام کیا ہے ، علامہ کمال الدین نقیہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ میں نے رمضان ۶۲۷ء میں موصل میں اُن کی زیارت کی تھی ، اور چند مرتبہ اُن کے پاس حاضر ہوا تھا کیونکہ ان میں اور والد مرحوم میں بہت لطف محبت تھا ، لیکن افسوس ہے کہ سفر کی جلدی میں میں ہلا سے سے کچھ حاصل نہ کر سکا ،

ابن خلکان موصل وغیرہ میں ٹھہرتا ہوا اور علماء سے ملتا ملتا ذی قعدہ ۶۲۷ء میں حلب بھنچا قاضی ابن شدا اور ابن خلکان اور ضیاء الدین دونوں بھائیوں سے بڑے تپاک سے ملے اور اُن کی بڑی خاطر داری کی ، مدرسہ میں بڑے لڑکوں کے ساتھ جگہ دی اور ان دونوں بھائیوں کے لئے اعلیٰ وظیفہ مقرر کر دیا اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی درس گاہوں میں چھوٹے اور بڑے لڑکوں کے لئے الگ الگ دارالافتاء ہوتے تھے اور نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وظائف حسب حیثیت مختلف مراتب کے مقرر کئے جاتے تھے ،

قاضی ابن شدا اپنے مدرسہ میں خود پڑھاتے تھے ، لیکن جب ابن خلکان بھنچا ہے تو وہ ضعیف ہو چکے تھے ، اس لئے اُنھوں نے طلباء کے درس و تدریس کے لئے چار مدرس اور بڑے لڑکے تھے ان مدرس میں ایک شیخ جمال الدین ابو بکر ماہانی بھی تھے جو ابن خلکان کے ہموطن اور اس کے والد کے ہمدرس تھے اسی تقریب سے ابن خلکان نے ماہانی سے پڑھنا شروع کیا ، لیکن شوال ۶۲۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا اُن کے بعد ابن خلکان نے امام شمس الدین ابن النجاشی مدرسہ سیفیہ سے تعلیم حاصل کی امام غزالی کی وجیز باب الاقرار تک اُن سے پڑھی ، اور ادب کی تعلیم شیخ موفق الدین ابن الصالح التونی سے حاصل کی ، علامہ ابن الصالح مدرسہ راحیہ میں مدرس ادب تھے ، نماز ظہر سے نماز عصر کے بعد تک وہ جامع مسجد میں ادب کا درس دیتے تھے ، ابن خلکان نے عام طلباء کے ساتھ بھی شرکت کی اور الگ بھی علامہ موصوف سے ابن حنفی کی کتاب اللع پڑھنی مشروع کی ، کتاب کا اکثر حصہ ہو چکا تھا

لیکن ختم نہ ہو سکی۔

حافظ کی الدین عبد العظیم مندرجی سے بھی ابن خلکان نے تعلیم حاصل کی ہے اور غالباً تاریخ کی تعلیم حاصل کی ہوگی، ابن خلکان نے علامہ عبد الدین ابن اثیر مصنف تاریخ کامل سے بھی استفادہ کیا ہے ۱۲۳۰ھ میں جب ابن خلکان حلب پہنچا، تو ابن اثیر وہاں موجود تھا۔ علامہ ابن اثیر جب تک حلب میں رہے ابن خلکان برابر ان کی مجلس میں حاضر ہوا کیا ۱۲۳۰ھ میں علامہ موصوف دمشق چلے گئے، ۱۲۳۱ھ میں جب وہ پھر حلب میں آئے تو ابن خلکان نے پھر ان کی مجلس میں حاضر ہونا شروع کیا۔ لیکن اس مرتبہ حلب میں ابن اثیر کا قیام بہت کم رہا ابن خلکان نے اس کی تصریح نہیں کی کہ ابن اثیر سے اس نے کس چیز کی تعلیم حاصل کی غالباً تاریخ و انساب کی تعلیم حاصل کی ہوگی کیونکہ علامہ عبد الدین ابن اثیر کو دنیا تر انہیں علوم کا مذاق تھا، خود ابن خلکان بھی تاریخی حوالوں میں ابن اثیر الدین کو شیخ (ہمارا استاذ) کہتا ہے،

ابن الجوانی، علم ادب و لغت کا استاد تھا، جامع حلب میں وہ ادب و لغت کا درس دیا کرتا تھا، ابن خلکان نے ابن الجوانی سے لغت کے ایک قاعدہ کے سوا، کچھ اور حاصل نہیں کیا،

کمال | ابن خلکان حلب میں آٹھ برس آٹھ مہینے رہا رمضان ۱۲۳۰ھ میں حلب آیا تھا اور جمادی الثانی

۱۲۳۱ھ میں اُس نے حلب چھوڑا اور وقت ابن خلکان کی عمر ستائیس اٹھائیس سال کی تھی، حلب سے نکل کر ابن خلکان مصر روانہ ہوا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس آٹھ نو سال کے عرصے میں ابن خلکان حلب سے

باہر نہیں نکلا ۱۲۳۰ھ میں وہ دمشق گیا تھا اور وہاں وہ ایک ریاضی دان سے ملا تھا جو علامہ کمال الدین فقیہ کا بہت شاعر تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلکان کا تعلیمی زمانہ یہیں حلب میں ختم ہو گیا تھا

کیونکہ حلب کے بعد اُس نے پھر اپنی تعلیمی حالات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ ایک جگہ اوس نے اپنے زمانہ تعلیم کا خواب بھی دیکھا ہے تو وہ بھی حلب ہی کے متعلق تھا، وہ لکھتا ہے کہ ۱۲۳۰ھ میں میں اسکندریہ

میں تھا، اور پانچ مہینے میں وہاں ٹھہرا، اس سفر میں کامل میر اور عقد الفرید ابن عبد رب میرے مطاع میں تھے، عقد الفرید میں ایک باب ”افلاطون“ کا ہے اسی میں ابن عبد رب نے لکھا ہے کہ ابو نواس کا

ایک شعر ہے۔

وما لبس عبد بن داثل عصم
الاجمقا ثما وعاذجا

میر نے کامل میں لکھا ہے کہ ابو نواس نے اس شعر میں غلطی کی ہے، کیونکہ حمقار سے ابو نواس کی مراد ہنقہ نقیس ہے، اور ہنقہ عورت نہیں مروتھا، اس لئے حمقار نہ چاہئے بلکہ احمق چاہئے حالانکہ اس میں ابو نواس کی غلطی نہیں ہے بلکہ خود میر کی غلطی ہے حمقار سے ابو نواس نے غلطی سے دغہ کو مراد لیا ہے، جو حماقت میں ضرب المثل تھی، اور دغہ چونکہ عورت تھی اس لئے ابو نواس نے حمقار اس اعراض و جواب کے مطالعہ کے چند روز کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ملب میں قاضی ابن شداد کے مدرسہ میں ہوں۔ نماز پڑھنے کو مسجد میں گیا ہوں، نماز پڑھ کر جب پلٹا تو دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آخر صف میں بیٹھا ہے، لوگوں نے کہا میرو ہے، میں نے سلام کر کے کہا کہ آج کل میں آپ کی کتاب کامل دیکھ رہا ہوں، میرو نے کہا کہ تم نے میری تصنیف الروضہ بھی دیکھی ہے میں نے کہا نہیں، میرو نے کہا چلو میں تم کو دکھاؤں، اس کے بعد بزرگ یا مائتہ پندرہ ہوئے اپنے کمرے میں لیگیا اور وہاں کتابوں کا ایک انبار لگا ہوا تھا اس میں سے الروضہ نکال کر مجھے دکھائی میں نے کہا کہ آپ نے کامل میں ابو نواس کی غلطی نکالی ہے۔ حالانکہ اُس میں خود آپ کی غلطی ہے، میرا سکوٹنگر خاموش ہو گیا اور دانت سے اپنی انگلی دبالی اس کے بعد میں جاگ اٹھا۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود ہے کہ ابن خلکان کو علم لغت و ادب سے ایک فطرتی لچرپی تھی یہاں تک کہ معمولی حالات کو چھوڑ کر خواب میں بھی اس کو اسی قسم کے واقعات نظر آتے ہیں، ابن خلکان کو علم عروض میں بھی بڑا کمال حاصل تھا، ابو العلاء مصری نے چند شعر لکھے ہیں جن کا وزن سحرایا انتخاب کیا ہے کہ وہ بالکل نثر معلوم ہوتے ہیں اور ان کے قافیے ایسے رکھے ہیں کہ قافیہ معلوم نہیں ہوتے اور نثر کی طرح ادن کو لکھا بھی ہے، اکثر علمائے عروض ان کو حل نہیں کر سکتے مگر جب ابن خلکان کے سامنے وہ عبارت پیش کی گئی تو اس نے قطعاً کہے ایک ایک مصرعہ اور قافیہ اس کا الگ الگ کر دیا۔

ابن خلکان کا علمی تجربہ اور کمال علمی اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اپنی تاریخ میں کوئی لغت، المثل، مسئلہ نسب، شہر، شعرایا نہیں چھوڑتا، جس کو وہ حل نہیں کر دیتا، اکثر مقامات ہر اُس نے ابن اثیر اور سمعانی وغیرہ تک کی غلطیاں بتائی ہیں، اس کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کقدر وسیع النظر تھا، ایک موقع پر اُس نے خلیفہ صفی کے شعر پر مصلح دی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ

نہایت عمدہ اصلاح ہے اور بیخظیب وہ ہے کہ عمار و کاتب جیسے لوگ اس کی ملاقات کے مشتاق بہتر سے
عہدہ قضا | ابن خلکان کو غرور و افتخار سے اس قدر نفرت تھی کہ اُس نے پوری کتاب میں یہ کہیں
 نہیں لکھا ہے کہ میں مصر کا قاضی تھا، جہاں کہیں اُسے مجبوراً یکہنا بھی پڑا ہے وہاں اوس نے دلی
 زبان میں یہ کہا ہے کہ میں قاہرہ میں اپنے اشغال میں مصروف تھا یا مصر میں قضا یا اور کچھ کام دین کے
 فیصلے میرے متعلق تھے، بہر حال یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ۶۳۵ھ میں وہ مصر گیا، وہاں اُس کا
 کیا شغل تھا معلوم نہیں، ۶۵۰ھ میں وہ مصر کی قضات پر متاز تھا۔ ۶۵۹ھ میں وہ
 سلطان کے ساتھ دمشق گیا اور ۶۵۹ھ میں وہ دمشق پہنچا وہاں کا قاضی ہو گیا، اُس
 برس کے بعد ۶۵۹ھ میں وہ پھر مصر کا قاضی ہو گیا۔

سفر و اقامت | ابن خلکان اربل میں ۶۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اٹھارہ اُنیس برس تک وہ اربل
 میں رہا، ۶۵۲ھ میں وہ اربل سے حلب آیا راستہ میں وہ موصل میں بھی ٹھہرا تھا یہاں اُسے ابو تمام اور
 عزالدین بن زنگی کی قبر کی زیارت بھی کی۔ حلب میں وہ کچھ کم نو برس رہا اس اثنا میں ۶۵۲ھ میں
 وہ دمشق بھی گیا تھا اور ۶۵۳ھ میں وہ حلب سے مصر چلا گیا، ۶۵۶ھ میں وہ اسکندریہ میں تھا اور پانچ
 مہینے وہ وہاں رہا۔ ۶۵۷ھ میں وہ قاہرہ میں تھا ۶۵۹ھ میں وہ سلطان بیرس کے ساتھ قاہرہ کو دمشق
 چلا گیا اور دمشق میں کالوں میں رہا ۶۶۹ھ میں وہ پھر قاہرہ چلا آیا، ۶۸۰ھ میں وہ دمشق میں موجود
 تھا دمشق میں وہ سلطان صلاح الدین کی قبر پر بھی گیا تھا۔

معاصرین اور علمی محبتیں | جن باکالوں کے نام آج افق شہرت پر سب سے زیادہ روشن ہیں انکے
 حالات زندگی کا ایک ایک حرف پڑ ہو رہے ہیں کہ نظر آئے گا کہ وہ علمی و نگلوں سے پلک اٹھے ہیں، اساتذہ کے ساتھ
 معمولی کتابوں کو پڑھ لینے سے وہ علمی صحبتوں کو زیادہ مستقیم سمجھتے تھے، اہل کمال کی مجلسوں میں براہِ تندی
 کے ساتھ شریک ہونا خود آئندہ کے فضل و کمال کی شہادت ہے۔

ابن خلکان اگر کہیں سے علمی مجلسوں کا شائق تھا، اربل میں جب وہ چھ سات برس سے زیادہ کا رہا
 احمد بن کمال کے درس میں شریک ہوتا تھا، گو ابن خلکان ابن کمال کے علمی نجات کو اوس وقت
 کیا سمجھ سکتا تھا، مگر پھر بھی ابن خلکان، ابن کمال کی قوت تقریر اور صفائی بیان کی تعریف کرتا ہے
 ابن کمال نے تنبیہ کی ایک شرح لکھی ہے اور اس میں سلیمان بن مظفر مفتی حدیث نظامیہ کے حواشی

نقل کئے ہیں وہ حواشی ابن خلکان ہی کے نسخہ سے منقول ہیں۔

۱۲۵۔ میں علامہ اثیر الدین ابہری اربل آئے تھے ابن خلکان برابر انکی مجلسوں میں شریک رہتا تھا۔
 تمام پر پڑ آئے ہو کہ ۱۲۶۔ میں جب ابن خلکان اربل سے حلب روانہ ہوا ہے تو رستہ میں وہ
 موصل میں بھی ٹھہرا ہے۔ غالباً موصل کا قیام صرف اس لئے تھا کہ علامہ کمال الدین کا فیض صحبت بھی
 اٹھاتا چلے، علامہ کمال ساتویں صدی کے مفاخر اسلام میں تھے، علما کا بیان ہے کہ ملکیت، ہند،
 اقلیدس، افقہ و حدیث وغیرہ جو میں فنون میں علامہ کمال کو مجتہدانہ رتبہ حاصل تھا، تورات، انجیل
 میں اس قدر کمال تھا کہ عیسائی اور یہودی تک انسے تورات و انجیل پڑھنے آتے تھے۔ غیر قوموں کا بانی
 تھا کہ ہماری مذہبی کتابوں میں جتنی اس شخص کو واقفیت ہے خود ہمارے علما کو نہیں ہے۔ یہ کیونکر
 ہو سکتا تھا کہ ابن خلکان موصل سے گزرے اور اس باکمال کی زیارت نہ کرے، چنانچہ وہ موصل
 میں ٹھہرا اور جب تک وہاں رہا علامہ کمال کی مجلس میں شریک ہوتا رہا، ابن خلکان کو اس کا افسوس
 ہے کہ میں جلدی میں علامہ کمال سے کچھ تعلیم حاصل نہ کر سکا۔

شواہد علمی، حلب کا ایک مشہور شاعر اور ادیب تھا، جس نے بڑے بڑے اساتذہ ادب سے فیض صحبت
 اٹھایا تھا۔ ابن خلکان جب حلب پہنچا، تو شواہد علمی علامہ ابن الجبرانی کو ملحقہ درس میں خریکے تھے چند سال
 تک ابن خلکان شواہد سے تعارف نہ پیدا کر سکا، لیکن اتحاد ذاق نے ۱۳۳۷ھ میں دونوں کو ایک جگہ
 جمع کر دیا، ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۴۰ھ تک شواہد زندہ رہا، برابر ابن خلکان اور شواہد علمی مجالس میں بیٹھ کر
 علمی تملک کرتے تھے، اشعار شاعری کا برابر ذکر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ابن جنین و شقی کے اس شعر کا
 ذکر تھا جس میں اس نے ابن مارہ کی ہجو کی ہے۔

مال ابن مارہ دو بندہ لعفاته خراط القتاد او منال الفرفد
 مال لزوم الجمع یمنع صر فہ فی راحۃ مثل المنادی المفرد

شاعر کا مقصد یہ ہے کہ ابن مارہ اس قدر بغیل ہے کہ وہ اپنا مال کبھی صرف نہیں کرتا، جس طرح عربی
 سخن میں منادی مفرد کا ”صرف“ نہیں ہوتا۔ یعنی اس پر تمناؤں وغیرہ نہیں آتی، شواہد نے اعتراض کیا
 کہ شبہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ منادی مفرد کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ منی علی الضم یا غیر
 منصرف ہو بلکہ وہ کبھی منصرف بھی ہو جاتا ہے مثلاً منادی مفرد اگر نکرہ ہو جیسے یا راجلاً، جب دوسرے نے

مجلس منعقد ہوئی تو شوار نے کہا اس مطلب کو اگر اس طرح ادا کیا جائے تو بہتر ہے۔

لَا خَلِيلَ لَمْ خَلَّالٍ تَغْرَابُ عَنْ أَصْلِهِ الْأَخْبِ
أَضْحَتْ لَهُ مِثْلَ حَيْثُ كَيْفٍ وَدَدْتُ لَوِ انْهَضَ كَامِيسُ

ابن خلکان نے کہا کہ اس قسم کا اعمہ انض تو ہمارے شعر پر بھی ہو سکتا ہے، اور اسکو تفصیل سے ابن خلکان نے بیان کیا، شوار خاموش ہو گیا اور کہہ جواب نہ دیا۔

ابن خلکان جب حلب پہنچا تھا تو ابن اثیر حلب ہی میں موجود تھا، ابن خلکان کے قیام حلب کی زمانہ میں اور بھی جید بار اربع اثیر حلب آیا اور ابن خلکان برابر اس کی علمی صحبتوں میں شریک رہا۔

ابن خلکان حافظ زکی الدین مندزی کی علمی مجلس میں بھی حاضر ہوتا تھا، ایک مرتبہ حافظ مندزی نے کہا کہ عبداللہ بن طبیب نے شکستہ میں وفات پائی ہے۔ ابن خلکان نے کہا کہ عام طور سے مشہور ہے کہ باب معز بن اللہ، مدعی فاطمیت تھا مصر آیا تو عبداللہ طبیب فاطمی حنی نے اس سے اسکا نسب پوچھا اور معز شکستہ میں مصر آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن طبیب شکستہ تک زندہ تھے۔ حافظ مندزی نے کہا کہ ابن طبیب کی تاریخ وفات تو یقیناً یہی ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ ابن طبیب کبھی بیٹے نے معز سے یہ سوال کیا ہو اور لوگوں نے غلطی سے اسکو ابن طبیب کی طرف منسوب کیا ہو ابن خلکان نے اس کے بعد واقعہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ابن طبیب نے معز سے نہیں پوچھا تھا بلکہ سید مسلم حسینی یا سید ابراہیم حسینی نے پوچھا تھا۔

ابن خلکان معاصرین کی علمی صحبتوں کا اس قدر مشتاق رہتا تھا کہ سند حضرات پر بھی وہ ایسے موقع کو ہات سے جانے دیتا تھا، چنانچہ ابن حاجب مصنف کا فیہ کو چند مرتبہ جب شہادت کی غرض سے محکمہ قضائین آنا پڑا تو ابن خلکان نے ابن حاجب سے ادب و عربیت کے چند مشکل سوالات کیے۔

ابن حاجب نے الطینان سے نہایت لطف و متانت کیساتھ ان کے جوابات دئے، ان سوالات میں سے ابن خلکان نے دو سوال یہ کئے تھے کہ جب شرط بعد الشرط کرتے ہیں تو تحقیق جزائے لئے

ترتیب شرط کیوں ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کہاؤں، اگر میں بیون تو میری بیوی پر طلاق ہے تو تم کہتے ہو کہ طلاق پڑنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے وہ کھائے پھرے اور اگر پہلے پانی وہ پئے اور پھر کھا نکھائے تو طلاق نہیں پڑتی اس تفریق کی کیا وجہ ہے۔

ابن خلکان نے دوسرا سوال یہ کیا کہ تنبی کا یہ شعر ہے۔

لقد تصبرت حتى لات مصطبر
فالان اقم حلات مفتحم
لا ت حرف جر نہیں ہے پھر مصطبر اور مفتحم مجرور کیوں ہے؟ ابن حاجب نے انکے ایسے عمدہ جوابات دیئے کہ ابن خلکان خوش ہو گیا، اور تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگر یہ جوابات طول طویل نہ ہوتے تو میں ضرور انکو یہاں لکھتا۔

ابن خلکان کی تصنیفات | ابن خلکان ہمیشہ علمی اشغال میں مشغول رہا، درس و تدریس و قضا کے علاوہ وہ انشاء و تالیف میں بھی مصروف رہتا تھا۔ اوس نے دو جزو میں عبد اللہ بن مبارک کی جو دو صدی کے ایک مشہور محدث تھے ایک سوانح عمری لکھی ہے۔

ایک تاریخ کبیر کہنے کا بھی اُس نے ارادہ کیا تھا جس میں وہ غالباً ابن اثیر کی طرح ابتدائے اسلام سے ساتویں صدی تک کے تمام واقعات تفصیل سے لکھتا، لیکن اسوقت اُس کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف تاریخ ابن خلکان ہے جس کے متعلق بھی ہم کچھ تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں۔

تاریخ ابن خلکان

نام کتاب | اس تاریخ کا اصلی نام حبیباً کہ خود مصنف نے ابتدائے کتاب میں اس کی تصریح کی ہے کتاب و فیات الاعیان و انباء ابناء الزمان بزرگوں کی تاریخ و وفات اور ابناء کے زمانے کے احوال کا مجموعہ ماثبت بالنقل او السماع و اثبات العیان کسی کتاب نقل کیا ہیڑ یا خریدین از انکو سنائی یا اپنی آنکھوں سے دیکھا ایک تاریخ کے لئے اس سے بہتر نام نہیں ہو سکتا، ہر شخص اس نام کو شکر خود کہہ سکتا ہے کہ یہ کتاب کس قسم کے مضامین کا مجموعہ ہوگی، لیکن یہ اس قدر طول طویل نام ہے کہ بآسانی ہر وقت اس پر بے نام کواداکرنا وقت سے خالی نہیں ہے، اس لئے تصنیف نے خود مصنف کا نام لے لیا اور اب وہ دنیا میں ابن خلکان یا تاریخ ابن خلکان کے نام سے مشہور ہے۔

سبب تالیف | ابن خلکان کو اس جدید تالیف کی کیا ضرورت محسوس ہوئی؟ اس سوال کا جواب خود مصنف دیتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فطرتاً ہی ابن خلکان کو عام تاریخ سے اور خصوصاً علماء و ملکیان شعراء کے واقعات زندگی، تاریخ و وفات و ولادت جاننے کا بہت شوق تھا اسکو جہاں کہیں اس قسم کی کوئی چیز مل جاتی تھی تو اسکو ہمیشہ کسی کاغذ پر نقل کر لیتا تھا، مدت کے شوق و حمانہ نشانی کے بعد

ابن خلکان کے پاس اس قسم کی معلومات کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا، لیکن وہ معلومات اس طرح بے ترتیب اور غیر منظم طور سے لکھے ہوئے تھے کہ ایک ایک چیز کے ڈھونڈنے میں گھنٹوں صرف ہو جاتے تھے، اور پھر بھی کبھی کبھی کوئی چیز نہیں ملتی تھی، اس لئے ابن خلکان کو ایک دن خیال آیا کہ اس پریشان و غیر مرتب اجزاء کو حروف ہجاء کے قاعدے سے مرتب کر دینا چاہئے تاکہ تلاش میں وقت بے ترتیب کے خیال نے تصنیف کا خیال پیدا کیا اس لئے اپنے خیال کو سیدر وسعت دیکر ابن خلکان اس تالیف کی طرف متوجہ ہوا۔

خیال تالیف کی تحریک کے لئے یہ وجہ بالکل کافی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ خود ابن خلکان کی تاریخ کا شوق کیونکر پیدا ہوا؟ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ فطرت سے تاریخی دل و داغ اپنے ساتھ لایا تھا۔ لیکن اصل یہ ہے کہ عموماً طلبہ پر اساتذہ کے شوق و مذاق کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے ابن خلکان نے علامہ ابن شداد المتوفی ۷۳۶ھ کی ایک مدت تک صحبت اٹھائی تھی اور علامہ ابن اثیر جزیری المتوفی ۷۷۶ھ سے بھی برسوں استفادہ کا موقع اسکو ملا تھا، ابن شداد اور ابن اثیر کو فن تاریخ کے ساتھ جو شغف تھا وہ اوکلی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ ابن شداد کی سیرت صلاح الدین اور ابن اثیر کی تاریخ کامل مشہور عالم تصنیفات ہیں سبط ابن الجوزی مصنف مرآة الزمان ابن خلکان کا دوست تھا اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ابن خلکان ان اثرات سے متاثر نہ ہو۔

مدت تالیف | اس تاثر و تاثر نے جو نتیجہ پیدا کیا ہے وہ تاریخ ابن خلکان کی صورت میں ظاہر ہوا ابن خلکان کی یہ تالیف کتنی مدت کی کوششوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ ہے؟ اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن خلکان کی یہ تالیف کس صورت سے شروع ہوئی تھی، لیکن اتنا یقینی ہے کہ بیس پچیس برس سے زیادہ میں یہ کتاب تمام ہوئی ہے اُس نے محمد بوز جانی جو چوتھی صدی کا ایک مشہور عالم طبابت تھا اوس کے تذکرہ میں لکھا ہے ”کہ مجھے بوز جانی کی تاریخ وفات چوتھ نہیں ملی تھی، اس لئے میں نے اس کے لئے جگہ چھوڑ دی تھی، بیس برس سے زیادہ مدت کے بعد آج اوس کی تاریخ وفات ملی ہے۔“

لیکن ابن خلکان کی تالیف اور جدید ترتیب اٹھارہ انیس برس میں تمام ہوئی ہے۔ یہ سبب وہ ظاہرہ میں قاضی تھا اس کتاب کی تالیف اس نے شروع کی تھی۔ ابتدا سے تالیف سے پانچ

اگر یہ دیا چاہے بعد کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً وہ مہینہ کی تعیین کر سکتا ، مہینہ کو اس قدر مبہم لکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس دیا چاہے کو اس قدر مدت کے بعد لکھ رہا ہے کہ اُس کو مہینہ بھی محفوظ مقررہ رکھا ، تذکروں کی خصوصیت اور اونچی تعداد | ابن خلکان نے کل آٹھ سو اسی لوگوں کے تذکرے لکھے ہیں جن میں سے ہریان بنت مہمل ، ام علی تغیر رابعہ عدویہ بنو عنب بنت شعری ہشہدہ کا سکینہ بنت حسین ، سیدہ نفیسہ ، کے سوا باقی کل مردوں کے نام ہیں ، ابن خلکان نے اس میں صرف مسلمانوں ہی کے تذکرے نہیں لکھے ہیں بلکہ اس میں بعض صابی اور نصرانی علماء کے بھی حالات ہیں جن کی تعداد دس سے زیادہ نہیں ہے۔

ابن خلکان میں سب سے زیادہ تراجم باب الف باب العین باب الیمین ہیں اور سب سے کم تراجم ذال ، ضاد ، ظ ، اک ، لام میں ہیں ، شعرا اور اہلکے حالات ابن خلکان میں زیادہ ہیں ، حکماء اور اطباء کے حالات نہایت کم ہیں ، عام سلاطین ، امراء میں سے ابن خلکان نے صرف سلاطین ایوبیہ اور ارون لوگوں کے حالات نہایت تفصیل سے لکھتا ہے جنہوں نے ملک میں کوئی پوشل انقلاب پیدا کیا ہے۔ صحابہ اور خلفاء کے حالات اس نے قصداً نہیں لئے۔ کیونکہ اس موضوع پر عام طور سے کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

ابن خلکان کے اخذ | ابن خلکان کے اصلی نام پر ترم ایک مرتبہ اور نظر ڈالو۔ اس سے متکو معلوم ہو سکتا ہے کہ تاریخ ابن خلکان میں قسم کے اخذوں کے مرتب کی گئی ہے۔

(۱) مختلف معتبر کتابیں۔

(۲) معتبر لوگوں کے زبانی اس نے جو کچھ سنا۔

(۳) خود اپنی آنکھوں سے اس نے جو کچھ دیکھا۔

اس سے مطلب یہ ہے کہ اُس نے جن لوگوں کے حالات ابن خلکان میں جمع کئے ہیں وہ عموماً وہ لوگ ہیں جن کے حالات اس نے معتبر تاریخوں کے حوالوں سے نقل کئے ہیں یا اس نے قابل اعتبار لوگوں سے سنے ہیں یا خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ، ابن خلکان نے اپنی رعاۃ کے نام بالکل نہیں لکھے ہیں اور خود ابن خلکان کے حالات آپ اور پڑھ آئے ہیں اس لئے ہکواب ابن خلکان کے اخذوں کے لئے صرف کتابیں کا تذکرہ کرنا باقی رہ گیا۔

ابن خلکان نے جن کتابوں کے حوالے سے اپنی تاریخ تہذیب کی ہے وہ عموماً معتبر تاریخین ہیں جیسا کہ خود اپنے دیباچہ میں اُس نے اس کی تصریح کی ہے، اور جہاں کہیں وہ کسی واقعہ کو نقل کرتا ہے اکثر وہ کتابوں کے حوالے بھی لکھ دیتا ہے، اگر اس کے مسودہ میں کوئی واقعہ مندرج ہوتا ہے اور کتاب کا نام لکھا نہیں رہتا یا اُس کا نام یاد نہیں ہوتا تو اس واقعہ کو لکھ کر یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ یہ واقعہ میرے مسودات میں تو درج ہے مگر اُس کا ماخذ یاد نہیں ہے، سنہی ابن خلدون، کامل، بڑی بڑی تاریخین ہیں مگر کبھی ان میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں ہوتا، ابن خلکان نے جابجا نقل و اقتعات میں جن کتابوں کے نام لئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں، ان میں سے بیسیوں کتابیں ایسی ہیں جن کا اب کسی کو نام نشان تک بھی نہیں معلوم۔

خریدہ للعماد، برق شامی، ابن اثیر، ابن ندیم، مرآة الزمان بسط ابن الجوزی، تاریخ خطیب، کتاب الذیل سمعانی، کتاب البدایہ لابی الحسن علی ازدری مصری، جنان الجنان و ریاض الاذہان للرشید بن زبیر، کتاب الوفیات للجمال، کتاب المسالک ابن حوقل، ہیجۃ المجالس، سراج الملوک للطوطوسی، تاریخ دمشق ابن عساکر، جذوة المقتبس للحمیدی، تاریخ اربل لابی البرکات مستوفی، جمہرۃ النسب لابن الکلبی، مناقب الادب لالانباری، مروج الذهب للمسعودی، تاریخ الاطباء لابن عجل، حیمۃ الدین الشافعی، اغانی لاصغہانی، کتاب الذخیرۃ فی محاسن اہل جزیرہ لابن بسام، القصص الامم فی انساب العرب للعم لابن عبد ربہ، تاریخ مصر لسی، کامل للبرد، ابن جریر طبری، اشذور العقود، کتاب التواریخ، المنتظم صفوۃ الصفوہ کلہا لابن الجوزی، معارف ابن قتیبہ، کتاب الامثال والایمان لابن الصعابی، کتاب الاکمال لابن ماکولا، کتاب الاقرب لابن جوزی، تذکرۃ العاقل و تنبیہ الغافل للبیاسی، کتاب الصلہ لابن بشکوال، کتاب المشترك یا قوت حموی، تاریخ صغیر لابی عبد اللہ العظمی، کتاب المجلس والانیس، شقیف اللسان، کتاب الدول المنقطعة، اخبار البصرہ عمر بن شبہ، ادب الخواص لابن المغری، تاریخ ابن زولاق۔

ابن خلکان کی خصوصیات | ابن خلکان کے جقدر خلاصہ اور نکلے لکھے گئے وہ غالباً کسی اور تاریخ کے نہیں لکھے گئے۔ آج بھی مدت ہوئی کہ تاریخ کی بیسیوں ضخیم اور صغیر الحجم کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر ابن خلکان کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ گھر گھر پھیلی ہوئی ہے اور دوسری تاریخوں کے نام سے

بھی لوگ کم واقف ہیں۔ یہ باتیں ابن خلکان کی عام مقبولیت کی دلیل ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کن خصوصیات نے ابن خلکان کی شہرت و مقبولیت کا درجہ اس قدر زیادہ بڑا دیا ہے؟ اس سوال کا جواب ذیل کے نمبروں میں ڈھونڈو۔

(۱) ، عموم تر اجم، ابن خلکان کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اُس میں کسی خاص گروہ، کسی خاص فن کے علما، کسی خاص خاندان امارت یا سلطنت کے حالات نہیں ہیں بلکہ جیسا کہ خود ابن خلکان نے دیا چہرہ میں تصریح کر دی ہے، ابن خلکان میں اُن کُل تاریخچہ اشخاص کے نام ہیں جن کے جاننے کی عام طور سے لوگوں کو ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس میں مردِ عورتین، مسلمان خواہج، زیدیہ، اشیعہ، اہل سنت، عیسائی، صابی، علما، شعرا، تابعین، سلاطین، امرا، قضاة، انشا پر داز، صوفیاء، حکماء، اطباء، محدثین، مجتہدین، فقہاء، صنایع، صنعتی، معرض ابن خلکان کے پردے میں ہر صنف اور ہر گروہ کے لوگوں کی تصویریں نظر آسکتی ہیں، اگرچہ کچھ ان متعدد اصناف اور مختلف مذاق اشخاص کی سیر مقصود ہو تو کچھ تاریخ کی بیسیوں ضخیم کتابیں جو ان مختلف موضوعوں پر لکھی گئی ہیں جمع کرنی ہوں گی، لیکن انسان ان تمام کتابوں سے مستغنی ہو سکتا ہے، اگر اسے پاس ابن خلکان کی دو جلدیں ہوں، ابن خلکان اس خاص طرز کا خود موجود ہے اور اُس کی کتاب اس طرز کی سب سے پہلی جامع کتاب ہے۔

اس اختلاف موضوع اور تغنن اشخاص سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کتاب کے مطالعہ سے گہرا ناہنیں، اگر سلاطین کے رعب و جبروت سے دل گھبرا یا، تو دُشمنی کے بعد علماء کرام کے حالات موجود ہیں۔ اگر علماء و محدثین کے روکھے پھیکے مضامین سے دل اگٹا گیا تو چند صفحوں کے اٹٹنے کی تکلیف گوارا کر دے و شعرا و شاعری کی چاشنی موجود ہے۔

(۲) ، جامعیت اس تغنن اشخاص کے سوا ابن خلکان میں ایک اور قسم کی بھی جامعیت ہے، عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن خلکان صرف تاریخ کی ایک کتاب ہے جس میں صرف چند لوگوں کے کچھ حالات زندگی ہیں، لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے جس طرح وہ ایک تاریخ کی کتاب ہے اُسی طرح وہ علم ادب و لغت، علم الانساب، علم جغرافیہ کی بھی وہ کتاب ہے جب وہ کسی شخص کا تذکرہ کرتا ہے تو پہلے اس کا پورا نسب بھی ذکر کرتا ہے، نسب کی تحقیق کرتا ہے اُس کے اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے

کسی قبیہ یا خاندان کی طرف اگر وہ سب تو اس کے کچھ حالات لکھتا ہے تمام مذکورہ پر لو سکا ، وطن لکھتا ہے ، وطن کا
جزا فی حیثیت سے موقع و محل بتاتا ہے اس شہر کے بانی کا حال لکھتا ہے ۔ کسی شاعر کا ذکر آجاتا ہو تو
اوس کے چیدہ اور منتخب اشعار لکھتا ہے ، اُن اشعار میں اگر کوئی حل طلب واقعہ یا لغت ، یا مزہ
المثل آجاتی ہے تو اوس کو حل کر دیتا ہے ۔ غرض اس تاریخ کے مطالعہ سے ابن خلکان صرف
ابن خلکان نہیں معلوم ہوتا ، بلکہ کبھی وہ ابن اثیر کی شکل میں نظر آتا ہے کبھی سمعانی کی اور اُس
میں نظر آتی ہے ، کبھی وہ یا قوت اور ابن حوقل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی وہ ثعالبی
اور اسمعی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے ۔

دس ، صحت نقل ، تاریخ کا زیادہ تر دار و مدار صحت نقل و روایت پر ہے ، اکثر لوگ ایسا کرتے
ہیں کہ جب وہ کسی کتاب سے کچھ نقل کرنا چاہتے ہیں تو عموماً وہ صرف اپنے الفاظ میں اس کے
مطلب اور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، ابن خلکان اس طریقہ کا سخت مخالف ہے ، وہ ہر
کتاب کا لفظ بلفظ نقل کرتا ہے ، وہ نقل میں ایک لفظ کی کمی و بیشی کو بھی گناہ سمجھتا ہے ، اور اس
میں شک نہیں کہ احتیاط کی شریعت میں اس سے زیادہ مقبول اور بہتر کوئی عمل نہیں ہو سکتا ،
ابن خلکان ویسا ہی لکھتا ہے ۔

فانی بذلت الحمد فی المقاطع من مظان
الصحة ولو اتساعا هل فی نقله من لا یوثق
به بل یخریث فیہ حسماً وصلت القدیر
میں نے منہر کتابوں سے اقتباس کر میں بڑی کوشش
کی ہے ، غیر معتبر لوگوں سے نقل کر کے وہ سب
نہیں کام لیا ہے بلکہ حتی الامکان میں نے صحت کی غرض سے

ابن خلکان بیان تک احتیاط کرتا ہے کہ اگر کسی کتاب سے کوئی عبارت نقل کر لیتا ہے ، اور کتاب
کا نام محبوب لہاتا ہے تو یہ بھی لکھ دیتا ہے کہ وہ محکو یا د نہیں ہے کہ یہ عبارت کہاں سے نقل کی ہے
ابن الانباری کی مناقب الا دبا میں اوس نے ایک واقعہ دیکھا تھا ، اور وہ یاد رہ گیا تھا تاریخ
میں ایک موقع پر اس کو اس واقعہ کے ذکر کرنے کی ضرورت ہوئی تو اوس واقعہ کو لکھنے کے بعد اپنی
یاد پر اوس کو اطمینان نہوا تو اوس واقعہ کے بعد اتنی عبارت اور بڑا دی ۔

وهذا الکلام وان لم یکن حین کلام ابن
الانباری فعنی مضاعف لانی لم نقله من
یہ عبارت اگر چہ بیحد ابن الانباری کی عبارت نہیں ہے
لیکن اس کی معنی ہے ، کیونکہ یہ عبارت میں زبان الانباری

بل وقت طبع من زمان وعلق معانہ بخاک
 وانا ذکرت هذا لان الناظر فيه قد يقف على
 کتاب ابن الانباری مجد بین الکلامین
 اختلافاً فی ظن انی تسامحت فی
 الفتن -
 کی کتاب سے نہیں نقل کی ہو بلکہ مت ہو کی یہ کتاب میں
 دیکھی تھی اور اسکا مطلب یاد رہ گیا تھا، اور اس کی اس میں
 یہاں تصحیح کر دی کہ ممکن ہے کہ ناظرین کو ابن الانباری کی کتاب
 اور دونوں عبارتوں میں وہ بین فرق پائیں تو وہ یہ سمجھیں
 کہ میں نے نقل عبارت میں تساہل کی ہے۔

اس مردم و اعتیاد کی بنا پر وہ عام مورخین اسلام کے خلاف اپنے ماخذوں کے نام بھی لے لیتے
 ۴) ابن خلکان میں بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ محض ذکر واقعات اور روایت پر اعتبار نہیں کرتا بلکہ درایت
 اور تنقید واقعات سے بھی وہ کام لیتا ہے، مسلمانوں نے فن روایت کو گوبے انتہا ترقی دی مگر فن
 درایت کو وہ کچھ زیادہ اہم نہیں سمجھے، علم حدیث میں گو روایت حدیث کی شاخ شامل ہے اور بعض تصنیفات
 بھی اس موضوع پر لکھی گئی ہیں تاہم تاریخ کا فن درایت اور تنقید سے بالکل خالی تھا، از دسی، واقعہ
 ابن سعد، طبری، ابن ہشام وغیرہ نہایت معتبر کتابیں ہیں مگر ان کتابوں کی بنیاد محض روایت و
 نقل پر ہے، ابن خلدون و المتوفی شمسہ پہلا شخص ہے جس نے علمی طور سے فن تنقید و
 درایت کو تاریخ میں داخل کیا لیکن ان کو وہ خود عمل میں نہ لاسکا، لیکن ابن خلکان (المتوفی ۷۵۵ھ) اس
 پہلے علمی طور سے فلسفہ تاریخ کا موجد ہو چکا تھا، اور بیسیوں مقامات میں اس نے واقعات و
 سنین کی تنقید و روایت سے کام لیا ہے۔

تنقید واقعات کے جن اصولوں سے اس نے کام لیا ہے وہ حسب ذیل اقسام میں منقسم ہو سکتے ہیں
 (۱) ترک تقلید، یعنی وہ صرف کسی مورخ کے کلمہ یا پیرا اعتبار نہیں کرتا بلکہ بطور خود بھی وہ ہر واقعہ
 کی تنقید کر لیتا ہے، ابن اثیر اس کا استاد ہے مگر اس کی بھی غلطی دکھانے سے ابن خلکان باز نہیں
 آتا، بمعانی علم الانساب کا بہت بڑا ماہر ہے مگر ابن خلکان اکثر اس کی بھی غلطیاں کھولتا ہے، امام
 الحرمین جب تاریخ میں دخل دیتے ہیں تو ان کی غلطی بھی ظاہر کر دیتا ہے۔

۲) تنقید واقعات، ابن خلکان ہمیشہ واقعات کو نظر انتقاد سے دیکھتا ہے، اور ان کی تحقیق
 کرتا ہے، امیر جبر کے تذکرے میں لکھتا ہے۔ میں نے بعض تاریخوں میں بھی دیکھا ہے کہ قلعہ جبر
 پر ملک شاہ سلجوقی نے قبضہ کر لیا اور اس کے بعد ملک جبر کو قتل کر ڈالا، لیکن مجھ کو ان سنیوں کی

صحیح میں شک ہے، کیونکہ ملک شاہ اپنے باپ الپ ارسلان کے مرنے پر بادشاہ ہوا ہے اور الپ ارسلان غلامہ میں شہید ہوا، ہاں یہ ممکن ہے کہ اس نے اپنے باپ کی زندگی ہی میں جویر کا قلعہ فتح کیا ہو مین نے اس موقع پر اس لئے اس کو ظاہر کر دیا تاکہ ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ یہ غلطی مین نے کی ہے۔ یا مین نے اس غلطی کا خیال نہیں کیا۔

ایک دوسرے موقع پر محمد بن ابی نصر حمیدی کے تذکرے میں لکھتا ہے کہ ”بعض ارباب تاریخ نے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے تاریخوں میں دیکھا ہے کہ حمیدی کی نسبت حمید بن عبد الرحمن بن عوف کی طرف ہے۔ لیکن کسی طرح صحیح نہیں، اس لئے کہ محمد بن ابی نصر حمیدی ازوی النسب ہے، اور حمید بن عبد الرحمن بن عوف قریشی نہری ہیں، اس لئے یہ دونوں نسبتیں ایک شخص میں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔“

یوسف بن تاشغین کے حالات میں لکھتا ہے کہ ”معتد بن عباد کے تذکرہ میں مین لکھا آیا ہوں کہ یوسف بن تاشغین جنگ زلاق کے دوسرے سال اندلس گیا اور یہاں کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ یوسف خود اندلس نہیں گیا، بلکہ اوس کے نائب نے جا کر اندلس فتح کیا، ناظرین خیال کریں گے کہ یہ دونوں واقعے متناقض ہیں۔ لیکن معذوری یہ ہے کہ مورخین نے معتد کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یوسف اندلس آیا اور یہاں وہ کہتے ہیں کہ نہیں آیا، واللہ اعلم بالصواب“

۳۲، خلاف عقل، جو باتیں کہ خلاف عقل ہوتی ہیں ابن خلکان اور ابن کواکب لکھتے ہیں، اور اگر واقعہ ایسا لکھ جاتا ہے تو اوس کی واقعیت کی نسبت اپنی رائے بھی ظاہر کر دیتا ہے، ابن جوزی کے حالات میں لکھتا ہے ”و لوگ ابن جوزی کی کثرت تصنیفات کے متعلق بہت مبالغہ کرتے ہیں یہاں تک کہتے ہیں کہ مین نے اُن کے اجزائے تصنیفات اور مدت عمر کا حساب لگایا تو چھ روزہ کا اوسط پڑا لیکن یہ تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ عقل اس کو قبول نہیں کرتی۔“

دوسری جگہ کہتا ہے کہ ”ابو الجہج نے بیان کیا ہے کہ ابن البرکات نے مجھ سے بیان کیا کہ مین نے ابو یعقوب لغوی کو دیکھا ہے اُس کا حلیہ..... یہ تھا“ ابن خلکان اس واقعہ کو لکھتا ہے کہ ”مجلو اس بیان کی صحت میں شک ہے، کیونکہ ابو یعقوب نحوی نے ۳۲۰ میں وفات پائی ہے، اور ابن البرکات غلامہ میں پیدا ہوا ابو یعقوب کی وفات کے وقت ابن البرکات

تین برس کا تھا۔ ابن خلکان کا مطلب یہ ہے کہ تین برس کا بچہ ان جزئیات کو نہیں خیال کر سکتا، ایک دوسرے موقع پر ابن خلکان لکھتا ہے کہ عام مورخین اس پر متفق ہیں کہ ابو تمام نے دربار خلافت میں جو جستہ دو شعر پڑھئے یعقوب کندی نے خلیفہ سے کہا کہ اس شاعر کی جو آرزو ہو پوری کر دیجئے کیونکہ یہ چالیس روز سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا، چنانچہ خلیفہ نے ابو تمام کی درخواست پر قبول کی صوبہ داری ابو تمام کے سپرد کر دی آخر چالیس دن کے بعد ابو تمام مر گیا، لیکن یہ بالکل غلط اور لغو ہے۔

۴، مطابق سنن، ابن خلکان ہمیشہ دو واقعات ملا کر دیکھتا ہے کہ ان واقعات کے سینکڑوں صحیح ہیں، مثلاً بعض مورخین نے لکھا ہے، کہ جب معز لدین القدر فاطمی مصر آیا، تو عبداللہ بن طباطبایا حسینی نے پوچھا کہ خلیفہ کا نسب کیا ہے..... معز نے سرور بار تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرا نسب یہ ہے، ابن خلکان اس واقعہ کو لکھ کر کہتا ہے کہ یہ واقعہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ معز ۳۶۷ھ میں مصر آیا ہے اور عبداللہ ۳۷۱ھ میں انتقال کر چکے تھے اس لئے ان دونوں واقعات کے توافق کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ قمرطی جب خانہ کعبہ سے حج واسود اکھاڑ کر لگیا تو عبید اللہ مہدی نے اُسکو لکھا کہ حج واسود جقدر جلد ممکن ہو تم حرم میں پہنچا دو، ابن خلکان لکھتا ہے کہ اس واقعہ کی صحت غیر ممکن ہے کیونکہ مہدی نے ۳۶۲ھ میں وفات پائی ہے اور حج واسود کو قمرطی نے ۳۶۹ھ میں واپس کیا ہے ۷

امام الحرمین نے کتاب الشامل میں لکھا ہے کہ معتبر ثقات نے بیان کیا ہے کہ ابن المقفع، منصور، حلاج، اور جنابی قمرطی نے آپس میں ملکر باہم یہ عہد کر لیا تھا کہ دنیا میں ایک پولیٹیکل انقلاب پیدا کر کے کوئی نئی سلطنت قائم کرنی چاہئے، چنانچہ ہر ایک نے دنیا کا ایک ایک حصہ تقسیم کر لیا تھا جہاں جاکر وہ اپنے زہد و تقویٰ سے لوگوں کو گرویدہ بنا کر لگے۔ ابن مقفع نے ترکستان لیا، خیابانی نے احسار لیا، منصور بغداد لیا، ابن خلکان اس واقعہ کو لکھ کر امام کی تاریخ دانی پر ہنسی اڑاتا ہے کہ ان تینوں کے اجتماع کا تاریخی طور سے کوئی ثبوت نہیں ہے، ابن مقفع، منصور، اور خیابانی سے سو برس پہلے گزرا ہے، ابن مقفع غالباً ۳۷۱ھ میں قتل ہوا ہے اور منصور و خیابانی عیسوی

صدی کے وسط میں تھے۔

ابن خلدون کی تنقید و روایت کے متعلق اگر مزید مثال و شہادت کی ضرورت ہو تو ابن خلدون میں حسب ذیل تذکرے دیکھئے چاہئیں، فرا، محمد بن الحداد، یعقوب خارجی، نجم الدین ایوب، یزید بن مزید۔ محمد بن حازم، (۲۰۵)، حاد بن ابی لیلیٰ، یحییٰ بن معین، یوسف بن یعقوب۔

(۵) جدت عبارت ”ابن خلدون کی بڑی خوبی اس کی لطافت عبارت اور حسن بیان ہے، لفظ لفظ سے انشا پر داری کی شان نکلتی ہے، اس لطافت ادا اور جدت بیان نے بھی ابن خلدون کو بہت مقبول اور دلچسپ بنا دیا ہے، ابن خلدون کی عبارت میں بھی لطیف عمریت ہو لیکن چونکہ ابن خلدون سودہ بے مصنف کو نظر ثانی کا موقع نہیں ملا اس لئے ابن خلدون کی عبارت پیچیدہ اور پریشان ہو گئی ہے، اگر ابن خلدون کا اور کتابوں سے موازنہ کرنا چاہتے ہو تو اون تکملوں کو دیکھو جو ذیل ابن خلدون کے نام سے کہے گئے ہیں۔

ابن خلدون پر اعتراضات | یہ بالکل صحیح ہے کہ محاسن اور معائب تو ام ہے، جو چیز حسن اور لطافت کا مرتب ہوگی غور سے دیکھو اور اس کے ایک گوشہ میں سب کا داغ بھی لگا ہو گا لیکن لوگوں کو ابن خلدون کے چہرہ پر جس قسم کے داغ نظر آتے ہیں، اہل ذوق اور نکوحسن و لطافت کا حفظ خال سمجھتے ہیں۔

(۱) معترضین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں شعر کے تذکرے زیادہ ہیں اور تمام کتاب شعر و قصائد سے بہرہ ور ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ ابن خلدون کو جس چیز نے سب سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ ہر صفحہ پر اس کے شعر ہیں جن سے ناظرین کا دل مطالعہ کتاب سے گھبرائے نہیں پاتا اور اگر اس کثرت سے کتاب میں اشعار کا بھر دینا کوئی تصنیفی غلطی ہے تو یہ دراصل مصنف کا قصور نہیں ہے بلکہ مصنف کے فطرتی مذاق کا قصور ہے۔

(۲) مصنف کشف الظنون کا یہ اعتراض ہے کہ ابن خلدون نہ ہی اشخاص کے تذکرے نہایت مختصر لکھتا ہے اور جن لوگوں کے تذکروں کو وہ طول دیتا ہے وہ اکثر وہی لوگ ہیں جو اپنے بڑے عقائد میں بدنام ہیں۔ ہمارے خیال میں اس اعتراض کا ایک حصہ بھی صحیح نہیں ہے اور اس نے سب کے حالات یکساں لکھے ہیں بلکہ امام مالک، امام شافعی، ابن جبش، ابو حامد مروزی، قاضی

ابو یوسف وغیرہ کے تذکرہ میں اوس نے حتی الامکان تفصیل کی ہے ، دوسرے یکے جو لوگ ارباب زہد و تقویٰ ہوتے ہیں ، اونکی شہرت اس قدر عام ہوتی ہے کہ وہ محتاج تفصیل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اسی بنا پر اوس نے صحابہ کے حالات سے اعتنا نہیں کیا ہے ، خوارج ، قرامطہ ، کے حالات اوس نے بیشک بڑے سے لکھے ہیں مگر بے مذہبی کی بنا پر اونکو اس تفصیل سے نہیں لکھا ہے بلکہ ابن خلکان چونکہ عموماً اون لوگوں کا بیان تفصیل سے لکھتا ہے جو سیاست پسند ہیں اسی بنا پر خوارج اور قرامطہ کے حالات کی بھی تفصیل کی ہے۔

(۳) ہمارے خیال میں ایک ہلکا سا اعتراض ابن خلکان پر یہ ہو سکتا ہے کہ اوس نے ابتداً کتاب میں تصریح کی ہے کہ ہماری تاریخ صحابہ اور خلفاء کے نام سے خالی ہوگی ، لیکن اس کے برخلاف تاریخ ابن خلکان میں صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور خلفاء میں ، بہت سے خلفائے مصر و اندلس کے نام ہم پاتے ہیں۔“

ابن خلکان کی یہ حق گوئی ابھی قابل تائید ہے ، عموماً مصنفین اپنی تصنیفات میں سبب یا راء لکھ دیتے ہیں کہ اس تصنیف سے مقصود خدمت علم ، خدمت قوم ، خدمت استاذ حکومت ہے ، مگر ابن خلکان کہتا ہے کہ اس تصنیف سے میرا مقصود دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانا ہے۔ بہر حال ابن خلکان اپنے طرز کی ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔ جس پر عربی لٹریچر جس قدر فخر کر رہا ہے۔

فہرست مضامین مشاہیر الاسلام

جلد دوم

فہرست ذرا صفحہ

| ردیف | نام | ولادت | وفات | مولد | مدفن | تکمیلیت |
|------|-----------------------|-------|------|--------|--------|---|
| ۳۲ | حافظ ابو نعیم اصفہانی | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | اصفہان | اصفہان | حکایت کتابت طبع الاولیا و تاریخ اصفہان اور بہت بڑا نقشہ |
| ۳۳ | حافظ ابو بکر خلیب | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | محدث اور بنی جعفر بن ابی طالب کا مہم لی تھا۔ |
| ۳۴ | ابو اسید بن زید | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | راوند | راوند | یہ شخصیت کتابوں کا مصنف بعد از آن ہے کہ ہمارے ہاں |
| ۳۵ | اسمٰ بن محمد ہروی | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | فاشان | فاشان | باز بڑے شکر اور ۱۲ کتابوں کا مصنف۔ جیسے یہاں |
| ۳۶ | ابو الطغر خوافی | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | خواف | طوس | بہت بڑا عالم اور کتاب الفرائد کا مصنف تھا |
| ۳۷ | ابو الفتح اخضرانی | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | طوس | قزوین | بہت بڑا عالم اور طوس کا قاضی تھا |
| ۳۸ | ابو الفتح ابن بزلان | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | یہ انیسویں و اعط سو فی شعبہ امام ابو علی ۳۲۰ھ |
| ۳۹ | ابو جعفر خراسانی | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | مصر | مصر | شافعی فقہ میں اس کی اوجرجی تھی۔ بنی بنی |
| ۴۰ | ابو طالب بن بقیہ | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | مصر | مصر | بڑا اچھا عالم اور بہت کتابوں کا مصنف تھا |
| ۴۱ | ابو العباس بن جمل | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | مصر | مصر | نحوی تھا۔ |
| ۴۲ | عبد بن عطاء روبر | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | سرکاری دفتر میں کتابت تھا کتاب الخراج اور تصنیف |
| ۴۳ | عبد بن محمد روبر | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | کوفہ میں بنی خود اور رفت امام تھا بہت کتابوں کا مصنف |
| ۴۴ | ابو الحسن بن البراء | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | شام کے ملک میں بہت بڑا صوفی تھا۔ |
| ۴۵ | ابن الفرات | ۳۲۰ھ | ۳۸۰ھ | بغداد | بغداد | صوفی بہت بڑا صوفی اور اچھا عالم تھا |

اور بہت بڑا عالم تھا

| | | | | | | |
|----|-----|-----------------------|-----|-----|---------|--|
| ۴۳ | ۹۶ | حافظ سیفی قصبہ | ۳۶۶ | ۳۶۶ | سکندریہ | شافعی مجتہد بن محمد اشناؤ و کاشناؤ صاحب جہنم |
| ۴۴ | ۹۷ | عبدالرحمن مہر | ۳۶۷ | ۳۶۷ | حالی | شیخ شہو صحابی بین ایام جالبیک اشناؤ و کاشناؤ کا بڑا |
| | | | | | | مادہ انہیں کے سبب دنیا میں باقی رہا ہے۔ |
| ۴۵ | ۹۸ | حافظ زکی الدین | ۳۶۸ | ۳۶۸ | مصر | بہت زائد اشناؤ و کاشناؤ کے مدرسہ واقع قاہرہ کا شیخ اور |
| ۴۶ | ۹۹ | امام جمال الدین صغریٰ | ۳۶۹ | ۳۶۹ | سکندریہ | ابن ملک کان کا استاد تھا |
| ۴۷ | ۱۰۰ | ما قظ عبدالغنی تھری | ۳۷۰ | ۳۷۰ | . | لاکھنؤ کا عالم اور قاری تھا |
| ۴۸ | ۱۰۱ | حافظ ضیاء الدین | ۳۷۱ | ۳۷۱ | . | منجلی مجتہد کا مالک بہت اچھا واعظ اور عارف تھا |
| ۴۹ | ۱۰۲ | الفضل شہر الدین | ۳۷۲ | ۳۷۲ | مصر | شام کے ملک بین بڑا محدث اور سلفی کا شاگرد تھا |
| ۵۰ | ۱۰۳ | شیخ رضی الدین ابوداؤد | ۳۷۳ | ۳۷۳ | مصر | مختار مدرسہ کا مالک بن ملک کان کا استاد و اہل اصول کے مدرسہ |
| ۵۱ | ۱۰۴ | احمد بن عبد ربہ | ۳۷۴ | ۳۷۴ | قربہ | کاشناؤ کا مدرسہ بھی رہا تھا |
| | | | | | | شافعی فقیہ غنی مدرسہ نظامیہ بغداد اور بڑا متبع تھا |
| | | | | | | منجی ادیب صاحب کتاب العقد الغریبی غازی کا بڑا عالم |
| | ۱۰۵ | علی بن محمد الایادی | ۳۷۵ | ۳۷۵ | تونس | المغیر بن اند کا شاعر اور ابن عبدیک کا معاصر تھا |
| | ۱۰۶ | ابو طایف بنو الکتاب | ۳۷۶ | ۳۷۶ | بغداد | بہت بڑا فصیح شاعر مویخ اور شہو عالم تھا۔ |
| ۵۲ | ۱۰۷ | ابو العلاء المعری | ۳۷۷ | ۳۷۷ | معرہ | باوجود دنیا میں ہونیکے شعر و سخن نحو لغت میں علامہ تھا |
| | | | | | | حکما متقدمین کے مذہب پر چلتا تھا گوشت نہیں کھاتا تھا اور اسکا اعتقاد تھا کہ اولاد پیدا کرنا گناہ ہے اور اگر یہ وقت میں مسلمان ہو گیا |
| ۵۳ | ۱۰۸ | ابو عامر بن شہید | ۳۷۸ | ۳۷۸ | قربہ | اندلس کا بہت بڑا عالم فرائض کا بڑا کرم فاضل تھا بہت پیر کی |
| ۵۴ | ۱۰۹ | احمد بن فاضل بنی | ۳۷۹ | ۳۷۹ | ری | افغان و شافعی کے بانی کی کتابیں بھی تھیں۔ |
| ۵۵ | ۱۱۰ | تنبی شاعر | ۳۸۰ | ۳۸۰ | کوفہ | عربی لغت کا بہت بڑا عالم اور بیچ انہوں نے ہجلی کا کتاب |
| | ۱۱۱ | ابن وہب بن | ۳۸۱ | ۳۸۱ | کوفہ | اسلام بن عربی کا منہ شاعر و مجاہد اور بڑی شہر میں کے |
| | | | | | | برابر کے کتب خانہ غلام مقبیل میں تھا۔ |
| | | | | | | شہور شاعر اور عالم تھا۔ |
| ۵۶ | ۱۱۲ | ابو العباس نامی | ۳۸۲ | ۳۸۲ | مصر | بڑا مورخ شاعر تھی کا معاصر سیف الدین جو کمالی تھا |
| | ۱۱۳ | ابو عبد اللہ کوفی | ۳۸۳ | ۳۸۳ | . | کئی ہی کتابوں کا مصنف عالم اور اچھا خوشنویس تھا |
| | | | | | | فغات تو نہیں معلوم اگر خوشنویسی میں بھی کچھ شہر میں تھا |
| ۵۷ | ۱۱۴ | بریل الزمان | ۳۸۴ | ۳۸۴ | ہرات | اول مسجد کا ادیب عربیہ کی کاپی لکھی علی بن سہب |
| | | | | | | کے طرز انشا پر وازی کی تعلیم پر نشیون کا علم انتخاب صاحب مقامات تحریری اسی کا شاگرد تھا۔ |

| | | | | | | |
|-----|-----|--------------------|-----|-----|-----|--|
| ۵۲ | ۱۱۵ | ابو العباس بن بدال | ۲۲۵ | مصر | مصر | شاعر غزل گو و طالعین کا نقیب تھا۔ |
| کوت | ۱۱۶ | عنینہ | ۲۲۵ | مصر | مصر | مصر میں عربی اسکی سب سے آخری والی تھا۔ |
| ۵۳ | ۱۱۷ | رقعتی | ۲۲۵ | مصر | مصر | شام کے مکسوں میں نظر شاعر تھا۔ |
| ۵۴ | ۱۱۸ | جعف برکی | ۲۲۵ | مصر | مصر | برکی خاٹن کا شاعر و طرف تھا علم نجوم اور جادو سلف اور بعض بنو عرب جانتا تھا جن میں اسنے کتنی ہی کتابیں لکھی ہیں مگر مذہب کی طرف توجہ کم تھی۔ |
| ۵۵ | ۱۱۹ | ابن تراج القطانی | ۲۲۵ | مصر | مصر | ابو اچا شاعر تھا اندلس میں اسکا بی بی تھا جو شام میں تھا۔ |
| ۵۶ | ۱۲۰ | ابو الولید بن ابی | ۲۲۵ | مصر | مصر | ابو الولید شاعر اور متصہ ہوا جسکا اشبیلیہ کا وزیر تھا۔ |
| | ۱۲۱ | ابوبکر | ۲۲۵ | مصر | مصر | ابن زید دن کا باپ ابو اچا عالم تھا۔ |
| | ۱۲۲ | ابوبکر | ۲۲۵ | مصر | مصر | مستعد بن عباد کا وزیر تھا ابن تاشیق کے لڑی میں تھا۔ |
| ۵۷ | ۱۲۳ | ابن الابرار | ۲۲۵ | مصر | مصر | شاعر اور عالم تھا۔ |
| ۵۸ | ۱۲۴ | ابو نصر سناری | ۲۲۵ | مصر | مصر | شاعر عالم اور والی میا قاتین و دیار بکر کا وزیر تھا۔ |
| ۵۹ | ۱۲۵ | ابن خیاط | ۲۲۵ | مصر | مصر | شاعر اور مداح تھا۔ |
| ۶۰ | ۱۲۶ | ابو الفضل سیدانی | ۲۲۵ | مصر | مصر | صاحب کتاب الامثال ابن اغنہ و اسکا علم بڑا ہے۔ |
| | ۱۲۷ | سعید بن سیدانی | ۲۲۵ | مصر | مصر | میدانی کا بیٹا اور بڑا فضل تھا کتاب الامثال کا مصنف تھا۔ |
| ۶۱ | ۱۲۸ | ابن الفان الکاتب | ۲۲۵ | مصر | مصر | بہت بڑا مشہور خوش نویس اور شاعر تھا۔ |
| | ۱۲۹ | ابو العباس سمیعی | ۲۲۵ | مصر | مصر | ایک مشہور طبیب تھا۔ |
| | ۱۳۰ | نصر اللہ کاتب | ۲۲۵ | مصر | مصر | ایک مشہور خوش نویس تھا شاعر میں نہ تھا۔ |
| ۶۲ | ۱۳۱ | ناصر الدین بیکانی | ۲۲۵ | مصر | مصر | تشرکات اب غانی اور بہت بڑا شاعر تھا۔ |
| ۶۳ | ۱۳۲ | ابن فیروز الدین | ۲۲۵ | مصر | مصر | شیعو مذہب کا بکبا کی شاہین گئی تاجران کرنا کرنا تھا۔ |
| ۶۴ | ۱۳۳ | قاضی فید ابو کسین | ۲۲۵ | مصر | مصر | یاضی و علوم شرعیہ کا عالم اور کندیہ کا ناظر تھا۔ |
| | ۱۳۴ | قاضی مہذب ابو جعفر | ۲۲۵ | مصر | مصر | بہت اچھا شاعر اور قاضی و رشید کا بجای تھا۔ |
| کوت | ۱۳۵ | امیر غصہ الدین | ۲۲۵ | مصر | مصر | غالباً اسکا بہت بڑا نقد کا شاعر ہے مگر بن غلظت نہ لکھا۔ |
| ۶۵ | ۱۳۶ | محمد بن نیلی | ۲۲۵ | مصر | مصر | بہت بڑا یاضی و ادب کا بیٹا تھا و بعض بڑا جانتا تھا۔ |

| | | | | | |
|-----|-----|---------------------|-----|-----|--|
| ۱۱۴ | ۹۵ | عبد الغفر بن الجباب | ۱۱۴ | ۹۵ | مصر کا فانی اور حب مصر کا جلیل تھا اسید علی بن علی بن محمد |
| ۱۱۵ | ۹۶ | نفسی قلمی | ۱۱۵ | ۹۶ | توحید بن عبد اللہ |
| ۱۱۶ | ۹۷ | عالمک التقوی | ۱۱۶ | ۹۷ | عالمک تقی |
| ۱۱۷ | ۹۸ | سید بن وکیل | ۱۱۷ | ۹۸ | عالمک تقی |
| ۱۱۸ | ۹۹ | احمد الشبکی | ۱۱۸ | ۹۹ | عالمک تقی |
| ۱۱۹ | ۱۰۰ | ابن العریف | ۱۱۹ | ۱۰۰ | عالمک تقی |
| ۱۲۰ | ۱۰۱ | ابن المحیطیہ | ۱۲۰ | ۱۰۱ | عالمک تقی |
| ۱۲۱ | ۱۰۲ | احمد بن الرفاعی | ۱۲۱ | ۱۰۲ | عالمک تقی |
| ۱۲۲ | ۱۰۳ | احمد بن طولون | ۱۲۲ | ۱۰۳ | عالمک تقی |
| ۱۲۳ | ۱۰۴ | ابن الدلیہ | ۱۲۳ | ۱۰۴ | عالمک تقی |
| ۱۲۴ | ۱۰۵ | طولون | ۱۲۴ | ۱۰۵ | عالمک تقی |
| ۱۲۵ | ۱۰۶ | مؤید الدین بن محمد | ۱۲۵ | ۱۰۶ | عالمک تقی |
| ۱۲۶ | ۱۰۷ | ابو نصر بن کمالی | ۱۲۶ | ۱۰۷ | عالمک تقی |
| ۱۲۷ | ۱۰۸ | مستعین بن تنصر | ۱۲۷ | ۱۰۸ | عالمک تقی |
| ۱۲۸ | ۱۰۹ | تار بن المستنصر | ۱۲۸ | ۱۰۹ | عالمک تقی |
| ۱۲۹ | ۱۱۰ | ابن المشطوہ | ۱۲۹ | ۱۱۰ | عالمک تقی |
| ۱۳۰ | ۱۱۱ | سیف الدین شکر | ۱۳۰ | ۱۱۱ | عالمک تقی |
| ۱۳۱ | ۱۱۲ | امیر بدالدین | ۱۳۱ | ۱۱۲ | عالمک تقی |
| ۱۳۲ | ۱۱۳ | قیس بن عامر بن | ۱۳۲ | ۱۱۳ | عالمک تقی |
| ۱۳۳ | ۱۱۴ | صلاح الدین ابلی | ۱۳۳ | ۱۱۴ | عالمک تقی |
| ۱۳۴ | ۱۱۵ | عزیز الدین حنفی | ۱۳۴ | ۱۱۵ | عالمک تقی |
| ۱۳۵ | ۱۱۶ | ابن کتب | ۱۳۵ | ۱۱۶ | عالمک تقی |
| ۱۳۶ | ۱۱۷ | ابن کتب | ۱۳۶ | ۱۱۷ | عالمک تقی |
| ۱۳۷ | ۱۱۸ | ابن کتب | ۱۳۷ | ۱۱۸ | عالمک تقی |
| ۱۳۸ | ۱۱۹ | ابن کتب | ۱۳۸ | ۱۱۹ | عالمک تقی |
| ۱۳۹ | ۱۲۰ | ابن کتب | ۱۳۹ | ۱۲۰ | عالمک تقی |
| ۱۴۰ | ۱۲۱ | ابن کتب | ۱۴۰ | ۱۲۱ | عالمک تقی |
| ۱۴۱ | ۱۲۲ | ابن کتب | ۱۴۱ | ۱۲۲ | عالمک تقی |
| ۱۴۲ | ۱۲۳ | ابن کتب | ۱۴۲ | ۱۲۳ | عالمک تقی |
| ۱۴۳ | ۱۲۴ | ابن کتب | ۱۴۳ | ۱۲۴ | عالمک تقی |
| ۱۴۴ | ۱۲۵ | ابن کتب | ۱۴۴ | ۱۲۵ | عالمک تقی |
| ۱۴۵ | ۱۲۶ | ابن کتب | ۱۴۵ | ۱۲۶ | عالمک تقی |
| ۱۴۶ | ۱۲۷ | ابن کتب | ۱۴۶ | ۱۲۷ | عالمک تقی |
| ۱۴۷ | ۱۲۸ | ابن کتب | ۱۴۷ | ۱۲۸ | عالمک تقی |
| ۱۴۸ | ۱۲۹ | ابن کتب | ۱۴۸ | ۱۲۹ | عالمک تقی |
| ۱۴۹ | ۱۳۰ | ابن کتب | ۱۴۹ | ۱۳۰ | عالمک تقی |
| ۱۵۰ | ۱۳۱ | ابن کتب | ۱۵۰ | ۱۳۱ | عالمک تقی |
| ۱۵۱ | ۱۳۲ | ابن کتب | ۱۵۱ | ۱۳۲ | عالمک تقی |
| ۱۵۲ | ۱۳۳ | ابن کتب | ۱۵۲ | ۱۳۳ | عالمک تقی |
| ۱۵۳ | ۱۳۴ | ابن کتب | ۱۵۳ | ۱۳۴ | عالمک تقی |
| ۱۵۴ | ۱۳۵ | ابن کتب | ۱۵۴ | ۱۳۵ | عالمک تقی |
| ۱۵۵ | ۱۳۶ | ابن کتب | ۱۵۵ | ۱۳۶ | عالمک تقی |
| ۱۵۶ | ۱۳۷ | ابن کتب | ۱۵۶ | ۱۳۷ | عالمک تقی |
| ۱۵۷ | ۱۳۸ | ابن کتب | ۱۵۷ | ۱۳۸ | عالمک تقی |
| ۱۵۸ | ۱۳۹ | ابن کتب | ۱۵۸ | ۱۳۹ | عالمک تقی |
| ۱۵۹ | ۱۴۰ | ابن کتب | ۱۵۹ | ۱۴۰ | عالمک تقی |
| ۱۶۰ | ۱۴۱ | ابن کتب | ۱۶۰ | ۱۴۱ | عالمک تقی |
| ۱۶۱ | ۱۴۲ | ابن کتب | ۱۶۱ | ۱۴۲ | عالمک تقی |
| ۱۶۲ | ۱۴۳ | ابن کتب | ۱۶۲ | ۱۴۳ | عالمک تقی |
| ۱۶۳ | ۱۴۴ | ابن کتب | ۱۶۳ | ۱۴۴ | عالمک تقی |
| ۱۶۴ | ۱۴۵ | ابن کتب | ۱۶۴ | ۱۴۵ | عالمک تقی |
| ۱۶۵ | ۱۴۶ | ابن کتب | ۱۶۵ | ۱۴۶ | عالمک تقی |
| ۱۶۶ | ۱۴۷ | ابن کتب | ۱۶۶ | ۱۴۷ | عالمک تقی |
| ۱۶۷ | ۱۴۸ | ابن کتب | ۱۶۷ | ۱۴۸ | عالمک تقی |
| ۱۶۸ | ۱۴۹ | ابن کتب | ۱۶۸ | ۱۴۹ | عالمک تقی |
| ۱۶۹ | ۱۵۰ | ابن کتب | ۱۶۹ | ۱۵۰ | عالمک تقی |
| ۱۷۰ | ۱۵۱ | ابن کتب | ۱۷۰ | ۱۵۱ | عالمک تقی |
| ۱۷۱ | ۱۵۲ | ابن کتب | ۱۷۱ | ۱۵۲ | عالمک تقی |
| ۱۷۲ | ۱۵۳ | ابن کتب | ۱۷۲ | ۱۵۳ | عالمک تقی |
| ۱۷۳ | ۱۵۴ | ابن کتب | ۱۷۳ | ۱۵۴ | عالمک تقی |
| ۱۷۴ | ۱۵۵ | ابن کتب | ۱۷۴ | ۱۵۵ | عالمک تقی |
| ۱۷۵ | ۱۵۶ | ابن کتب | ۱۷۵ | ۱۵۶ | عالمک تقی |
| ۱۷۶ | ۱۵۷ | ابن کتب | ۱۷۶ | ۱۵۷ | عالمک تقی |
| ۱۷۷ | ۱۵۸ | ابن کتب | ۱۷۷ | ۱۵۸ | عالمک تقی |
| ۱۷۸ | ۱۵۹ | ابن کتب | ۱۷۸ | ۱۵۹ | عالمک تقی |
| ۱۷۹ | ۱۶۰ | ابن کتب | ۱۷۹ | ۱۶۰ | عالمک تقی |
| ۱۸۰ | ۱۶۱ | ابن کتب | ۱۸۰ | ۱۶۱ | عالمک تقی |
| ۱۸۱ | ۱۶۲ | ابن کتب | ۱۸۱ | ۱۶۲ | عالمک تقی |
| ۱۸۲ | ۱۶۳ | ابن کتب | ۱۸۲ | ۱۶۳ | عالمک تقی |
| ۱۸۳ | ۱۶۴ | ابن کتب | ۱۸۳ | ۱۶۴ | عالمک تقی |
| ۱۸۴ | ۱۶۵ | ابن کتب | ۱۸۴ | ۱۶۵ | عالمک تقی |
| ۱۸۵ | ۱۶۶ | ابن کتب | ۱۸۵ | ۱۶۶ | عالمک تقی |
| ۱۸۶ | ۱۶۷ | ابن کتب | ۱۸۶ | ۱۶۷ | عالمک تقی |
| ۱۸۷ | ۱۶۸ | ابن کتب | ۱۸۷ | ۱۶۸ | عالمک تقی |
| ۱۸۸ | ۱۶۹ | ابن کتب | ۱۸۸ | ۱۶۹ | عالمک تقی |
| ۱۸۹ | ۱۷۰ | ابن کتب | ۱۸۹ | ۱۷۰ | عالمک تقی |
| ۱۹۰ | ۱۷۱ | ابن کتب | ۱۹۰ | ۱۷۱ | عالمک تقی |
| ۱۹۱ | ۱۷۲ | ابن کتب | ۱۹۱ | ۱۷۲ | عالمک تقی |
| ۱۹۲ | ۱۷۳ | ابن کتب | ۱۹۲ | ۱۷۳ | عالمک تقی |
| ۱۹۳ | ۱۷۴ | ابن کتب | ۱۹۳ | ۱۷۴ | عالمک تقی |
| ۱۹۴ | ۱۷۵ | ابن کتب | ۱۹۴ | ۱۷۵ | عالمک تقی |
| ۱۹۵ | ۱۷۶ | ابن کتب | ۱۹۵ | ۱۷۶ | عالمک تقی |
| ۱۹۶ | ۱۷۷ | ابن کتب | ۱۹۶ | ۱۷۷ | عالمک تقی |
| ۱۹۷ | ۱۷۸ | ابن کتب | ۱۹۷ | ۱۷۸ | عالمک تقی |
| ۱۹۸ | ۱۷۹ | ابن کتب | ۱۹۸ | ۱۷۹ | عالمک تقی |
| ۱۹۹ | ۱۸۰ | ابن کتب | ۱۹۹ | ۱۸۰ | عالمک تقی |
| ۲۰۰ | ۱۸۱ | ابن کتب | ۲۰۰ | ۱۸۱ | عالمک تقی |

| | | | | | | | |
|-----|-----|---------------------|------|------|---------|--------|---|
| ۸۶ | ۱۸۱ | اسعد البیہقی | ۵۱۵ھ | ۵۲۶ھ | میرند | نجداد | میر نظامید بعد از کاسر قندور خاں زمین مشہور تھا |
| ۸۷ | ۱۸۲ | العجلی | ۵۱۵ھ | ۵۲۶ھ | اصفہان | اصفہان | بڑا محدث صاحب تصنیف اور زاہد و عابد تھا |
| | ۱۸۳ | ام ابراہیم | | | | | |
| | ۱۸۴ | حافظ ابوالقاسم | | | | | |
| | ۱۸۵ | ابو الوفا غامر | | | | | |
| | ۱۸۶ | ابو الفضل عبدالرحیم | | | | | |
| | ۱۸۷ | ابو المظہر | | | | | |
| | ۱۸۸ | ابن البطی | | | | | |
| | ۱۸۹ | اسمعیل بن الفضل | | | | | |
| | ۱۹۰ | عبد العزیز بن محمد | | | | | |
| لوٹ | ۱۹۱ | اسمعیل بن محمد | ۵۲۷ھ | ۵۳۵ھ | اصفہان | اصفہان | بہت بڑا محدث اور کتب کا مصنف تھا |
| لوٹ | ۱۹۲ | زاہر الشحامی | ۵۲۷ھ | ۵۳۳ھ | | | محدث تھا۔ |
| ۸۸ | ۱۹۳ | اسعد بن تائی | | | | حلب | مصکات مشاعر اور نگاروں کا نامور کلیلہ و منکوحہ اور سیرۃ صلاح الدین کو اسے نظر کرتا تھا۔ |
| | ۱۹۴ | خیر الداسد | | | | | یہ بھی شاعر تھا و صلاح الدین کے لشکر کے دور کا افسر تھا اور اسی وقت مسلمان ہوا تھا۔ |
| لوٹ | ۱۹۵ | صفی الدین بن شکر | | | | | ملک مال کا وزیر تھا اور قندور کے بعد تک زندہ تھا |
| لوٹ | ۱۹۶ | ابن یوسف | | | | | مکہ کا شاعر اور ابو الملیح کے تھا و شاعر تھا کہ بہت کتب تصانیف |
| | ۱۹۷ | بدیع الحالی | | | | | مکہ کا وزیر تھا اور قندور کے بعد تک زندہ تھا۔ |
| ۸۹ | ۱۹۸ | بہا الدین بن بکری | ۵۳۳ھ | ۵۴۱ھ | سیحار | سجھا | شافعی فقیہ اور شاعر تھا و شریکیہ کرتا تھا۔ |
| ۹۰ | ۱۹۹ | مشرقی | ۵۴۱ھ | ۵۴۷ھ | مصر | مصر | امام شافعی کے بعد سے بڑا شافعی فقیہ بڑا زاہد و عابد تھا اور بہت کتب تصانیف و تصانیف اور مختصر الدین کی تصانیف |
| ۹۱ | ۲۰۰ | ابو العتاسیہ | ۵۴۷ھ | ۵۵۳ھ | میرند | نجداد | بڑا شاعر و شاعر و جمالیہ ہمدانی کی کوئی تصانیف پر مبنی تھا۔ |
| لوٹ | ۲۰۱ | عمر بن القطار | | | | | بلرستان کا حاکم اور قندور کے بعد تک زندہ تھا۔ |
| لوٹ | ۲۰۲ | اشیع الشلی | | | | | بارون الرشید کے زمانہ کا مشہور شاعر تھا |
| لوٹ | ۲۰۳ | حماد بن قمارق | | | | | بہت بڑا مفتی تھا اس کا اولاد کے ساتھ اور دو مغنیوں کا ذکر مذکورہ میں آیا ہے |
| ۹۲ | ۲۰۴ | ابن محمد بن قمارق | ۵۵۳ھ | ۵۵۹ھ | منابرجو | | لغت شعرا و نحوین مشہور اور بہت بڑا مصنف تھا |
| | ۲۰۵ | ابو یحییٰ | ۵۵۹ھ | ۵۶۵ھ | موسل | | اسکی کتاب الامالی بہت اچھی کتاب ہے۔ |
| لوٹ | ۲۰۶ | ابو یحییٰ | ۵۶۵ھ | ۵۷۱ھ | | | حافظ حدیث تھا اسکی مشنہ مشہور ہے۔ |

بسم الرحمن الرحیم

۲۳۳ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران صفہانی
 کتاب الخلیفۃ الاولیاء کا مصنف اعلام محدثین و اکابر حفاظ و ثقات سے تھا۔ بڑے بڑے فاضلوں سے اس نے
 سیکھا اور اس سے بھی بہت لوگوں نے علم حاصل کیا۔ اور فائدہ اٹھایا تھا۔ اس کی کتاب الخلیفہ ہی اچھی کتاب
 ہے اس کے سوا اس نے صفہان کی ایک تاریخ بھی لکھی ہے۔ اسی سے میں نے اس کے باپ عبد اللہ کے
 حال میں سے لیکر اس کا نسب اس طرح لکھا ہے۔ ورنہ اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس کا دادا مہران مسلمان ہوا
 یعنی اس نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس کے اجداد میں سے مہران ہی سب سے اول مسلمان ہوا ہے۔ مہران عبد اللہ
 بن معلویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مولیٰ تھا۔ اس عبد اللہ بن معلویہ کا ذکر انشا اللہ تعالیٰ آئندہ
 آجیگا۔ اس سے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا باپ ۳۶۵ھ (۹۷۷ء) میں مراد اور اس کے نانا کے قبر کے پاس مدفون
 ابو نعیم ج ۳۲۲ (آغاز ۹۲ھ) یا ۳۲۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۳۳۷ھ (۹۴۸ء) میں صفہان
 میں مرا جسے بعض کہتے ہیں کہ بروز دوشنبہ ۲۱ محرم سنہ مذکور کو اس کا انتقال ہو گیا۔ اصفہان کے سربراہ
 بلکے محمد واکار فتح آئے ہوزد الف ووزن جبال کے نہایت مشہور شہروں میں سے ہے۔ اصفہان کو صفہان
 اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عجی میں اس کا نام پان ہے۔ پانہ لشکر کہتے ہیں اور ان دنوں بلکہ الف ووزن
 جمع کے علامت ہے۔ اس سو کے خانہ میں دستہ لشکر جب کہیں لڑائی ہوتی تو لوگ لکھ لکھ فاس کو ان دیوان

وغیرہ سے اگر اسی جگہ جمع ہوا کرتے تھے عربوں نے اسے مغرب کر کے اسفہان کر لیا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے اسے آباد کیا تھا۔ خود اگر کتاب بمعانی۔

(۱) حلیۃ الاولیاء میں اکابر اولیاء اللہ کے تذکرہ اور ان کے کلمات کا ذکر ہے۔

(۲) حافظ کے معنی اور ہم نے بیان کر دیے ہیں۔ دیکھو تذکرہ ۲۷ نوٹ ۱۔

(۳) اس جہد میں بن معادیہ کا جہاد تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے کسی دوسرے شخص کے تذکرہ میں غالباً اس کا بیان ہو گا مگر ترجمہ انگریزی ڈی ہرلے کے کتاب میں اس کے حالات دیکھنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۳ حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد مہندی بن ثابت بغدادی معروف خطیب

صاحب تاریخ بغداد وغیرہ حافظ متقیین اور علمائے شہرین سے تھا۔ اس کی بغداد کی تاریخ ایسی معلومات عظیم کا ذخیرہ ہے مگر اگر اس کے سوا اور کوئی کتاب بھی وہ نہ لکھتا تو بھی اس کے علم کی ناموری کے لئے فقط یہی کافی تھی۔ اس کے سوا اس کی تصنیفات کی تعداد قریب ستون کے پہنچ گئی ہے۔ اس کے اوصاف اس قدر مشہور و معروف ہیں کہ ان کی ستائش کی ضرورت نہیں۔ فقہ اس نے ابو الحسن المحاملی اور قاضی ابو الطیب الطبری وغیرہ سے پڑھی تھی۔ پہلے صرف ایک فقیہ تھا۔ مگر آخر میں حدیث اور تاریخ میں اسے کمال ہو گیا۔ بروز پنجشنبہ ۲۰ جمادی الآخرہ ۳۹۸ھ (۱۰۱۷ء) کو پیدا ہوا۔ اور بروز شنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۴۷۸ھ (۱۰۸۶ء) کو بغداد میں مر گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مگر سماعی کہتا ہے۔ اس کی وفات شوال میں ہوئی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ (سے معزز شخص نے) بھی اس کے جنازہ کو کندھا لگایا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ خطیب سے اس نے بہت فائدہ اٹھایا اور اپنے تصنیفات میں اکثر اس کو یاد کیا کرتا تھا۔ ایک یہ بھی عجیب اتفاق کی بات ہے۔ کہ خطیب کی وفات جو اپنے زمانہ کا حافظ مشرق تھا اسی سال ہوئی جس سال ابو عمرو یوسف بن عبد البر صاحب کتاب الاستیعاب کے ہوئی جو اسی زمانہ میں حافظ مغرب تھا۔ اس یوسف کا ذکر حرف یائے ثمانیہ (تذکرہ ۸۰۸ء) میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

محب الدین ابن النجار نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ ابو البرکات اسماعیل بن ابی سعد صوفی نے بیان کیا ہے کہ شیخ ابوبکر بن زہیر الصوفی نے بشر الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے برابر اپنے لئے ایک قبر بنائی تھی۔ اور ہر ہفتہ اکیس بار وہاں جاتا اور قبر میں سوتا اور کل قرآن پڑھتا تھا۔ جب ابوبکر خطیب مر گیا۔ جس نے وصیت کی تھی کہ مجھے بشر کے قبر کے پاس دفن کرنا تو صحابہ حدیث طالب علم حدیث پڑھنے والے) ابوبکر بن زہیر کے پاس آئے۔ اور کہا کہ

خطیب کو آپ اپنے اچھے مقدم کیجئے اور اس کے دفن کے واسطے آپ اوس قبر میں اجازت دیجئے جو آپ نے اپنے لئے تیار کی ہے ابن نہر نے اس سے انکار کیا۔ اور انکار پر سخت اصرار کیا۔ اور کہا میں نے ساہا سال سے جو جگہ اپنے لئے تیار کی ہے مجھ سے اوسے کون لے سکتا ہے جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ نہیں مانتا۔ تو سب اکٹھے ہو کر شیخ ابوسعید میرے باپ کے پاس آئے۔ اور اوس کا ذکر کیا۔ اوس نے شیخ ابوبکر بن زہر کو بلایا اور کہا میں تمہیں کہتا کہ آپ اپنی قبر انھیں دیدیجئے۔ مگر میں یہ بات پوچھتا ہوں کہ اگر آپ بشر الحافی کے ایام حیات میں اوس کے پاس کہیں بیٹھے ہوتے۔ اور اتفاقاً ابوبکر خطیب اوس کے پاس آتا تو آپ اسی جگہ بیٹھے رہتے اور یہ پسند کرتے کہ اوس کے اوپر بیٹھے رہیں۔ ابن زہر نے کہا نہیں۔ بلکہ میں اٹھتا اور اپنی جگہ اوسے بٹھا دیتا۔ ابوسعید نے کہا تو پھر اب بھی ایسا ہی چاہئے۔ ابوبکر کا دل اس سے خوش ہو گیا۔ اور اپنی قبر میں دفن کی اجازت دیدی۔ چنانچہ خطیب کو باب حجرہ میں بٹھرا حافی کے برابر دفن کر دیا۔

خطیب کے پاس دو نوٹوں دینا رہتے۔ وہ سب حدیث میں دے گیا۔ اور ارباب حدیث فقہاء و رفقا کو اپنی بیماری میں تقسیم کر گیا تھا۔ اور وصیت کر رہا تھا۔ کہ اوس کے تمام کپڑے بھی خیرات کر دئے جائیں۔ اور جتنی کتابیں تھیں وہ بھی مسلمانوں کے واسطے وقف کر گیا تھا۔ اوس کے اولاد نہ تھی۔ اوس نے سائیکھ کتابوں سے دیوہ تصنیف کی مین شیخ ابو اسحاق شیرازی اوس کے جنازہ کے اٹھانے والوں میں سے تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ۳۱۰ سال کا تھا۔ مین پیدا ہوا تھا۔ واندرا علم۔ اوس کے مرنے کے بعد لوگوں نے خواب میں اوسے بہت خوش دیکھا۔ وہ اپنے زمانہ کا اعلیٰ درجہ کا محدث اور بہت بڑا حافظ تھا۔ یہاں تک میں نے ابن النجار کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

۱) دیکھو تذکرہ ۲۷ نوٹ ۱۔

۲) شمالی افریقہ سبلی اندلس وہ ملک ہیں جنہیں مسلمان اوس زمانہ میں ملک مغرب کہہ کرتے تھے۔ اب آج کل بھی سبلی اور اسپین کو چھوڑ کر شمالی افریقہ کو جو مصر کے مغرب میں واقع ہے مغرب کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ دیکھو تذکرہ ۸۱۶۔

۳) ابوسعید کی جگہ بعض نسخوں میں حرف س لکھا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ نیچے چکر آگے بھی ابوسعید لکھا ہے۔ اُسے غالباً ابوسعید (۴) بجائے حاء حلی کے بعض جگہ اسے جیم کے ساتھ لکھا ہے۔ مگر حاء حلی سے صحیح ہے۔

۵) دیکھو تذکرہ ۲۱ نوٹ ۶۔

۶) دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۷۔

ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن اسحاق راوندی

مشہور عالم تھا علم کلام میں اس نے ایک مقالہ لکھا ہے۔ اپنے عہد کے بہت بڑے فضلا میں شمار ہوتا تھا کہ کوئی ایک سو چودہ کتابیں اس نے تصنیف کی تھیں۔ ان میں سے کتاب نفیۃ العتزلہ کتاب التاج کتاب الزمرد کتاب القصب رموزی، وغیرہ بھی ہیں۔ اس نے جو علمائے کلام کے ساتھ اس کے کثیر مجلسین را کر تین اور مناظرات ہو کر تھیں۔ اور کا حال بھی لکھا ہے۔ بعض نہر ہی مسائل میں یہ تمام علماء سے جدا ہے جنہیں اہل کلام نے اپنی کتابوں میں اس سے نقل کیا ہے۔ ۲۴۵ھ میں رحمتہ ملک بن طوق الطحیٰ میں یافندا میں اس کا انتقال ہوا۔ تخمیناً چالیس برس کی عمر ہوئی ہوگی۔ بستان میں کہتا ہے کہ وہ ۲۵۰ھ میں مر رہا ہے۔ واللہ اعلم۔ جو علمائے کلام نے روایت فتح راو الف و داود سکون فون و داہل ہلہ قاسان کے علاوہ اور نواحی اصفہان میں ایک قریب ہے۔ روایت فتح کے علاقہ میں بھی ایک سکت کا نام ہے۔ یہ وہ نہیں ہے۔ قاسان بسین ہلہ ہے۔ نہ قاشان بشین معجم جہنم کے پانچویں ہی راوند ہے جس کا ذکر ابو تمام الطائی نے اپنی کتاب تہاس کے باب اللزنی میں کیا ہے۔ اور کہا ہے لوگ کہتے ہیں بنی اسد کے دو شخص تھے وہ کہہ میں اصفہان کی طرف گئے۔ وہاں ایک مقام پر جسے راوند و خزان کہتے تھے ایک دہقان سے اور ان سے اتنی دوستی ہو گئی کہ بھائی بن گئے۔ اور ہم پیالہ اور ہم قوالہ ہو گئے۔ اتفاقاً ایک دن دونوں میں سے مر گیا۔ دوسرا سدی اور دہقان جو زندہ تھے انہیں اس سے سخت صدمہ ہوا۔ اور یہ قاعدہ مقبول ہوا کہ دونوں اس کی قبر پر پڑے رہتے۔ اور جب شراب کے دو پیالہ پیا کرتے تو اس کی قبر پر بھی ایک پیالہ ڈال دیا کرتے۔ کچھ مدت بعد دہقان بھی مر گیا۔ اب وہ اسدی جو باقی رہ گیا تھا اور دونوں کی قبر پر پڑا رہتا اور شیخ مرگیا کرتا تھا۔

خَلِيلِي مَهْيَا طَالَمَا قَدَرْتُ قَدْ تَمَّا أَحَدُكُمْ مَالًا تَفْضِيَانِ كَرَامًا

میرے دونوں بھائیوں سے ہوتے تھے میں مت گندگی کیا یہ سچ ہے کہ تم اپنی زندگی ختم نہ کرو گے۔

أَمِنْ طُولِ نَوْمٍ لَا يَحْيِيَانِ دَاعِيَا كَأَنَّ الَّذِي يُسْقِي الْمُدَّ أَمَّ سَقَا كَمَا

کیا تم در او کے خواب کے باعث بچا رہنے والے کو تم جو اب نہیں دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی شراب ہلانے والے نے

تمہیں شراب پلا دی (اور سلا دیا ہے)

أَلَمْ تَعْلَمَا مَالِي بَرَاؤْدٍ كَلَمَا وَلَا تَخْزَا قِي مِنْ صِدْقِي وَسَوَا كَمَا

کیا تم نہیں جانتے کہ تمام راوند اور خزان میں تمہارے سوا میرا کوئی دوست نہیں

أَقِمْ عَلَى قَبْرِكَ مَا اسْتَطَعْتَ بَلَرِحَا طُولُكَ الْيَأْسَ إِلَى أَنْ يُجِيبَ صَدَاكَ مَا

میں تمہاری ہی پاس ڈار ہو گا جب تک کہ راتیں ہو کر بن گے یہاں سے جانے والا نہیں ہاں اس وقت کہ تمہاری صدا

میری بات کا جواب دے۔

وَأَبْكِيكُمْ مَا حَتَّ الْمَلَكُ وَمَا الَّذِي يَزِدُّ عَلَى ذِي كُوعٍ إِنْ كُنَّا كَمَا

مرنے و متنگ تم پر برابر روتا ہو گا۔ مگر کوئی چیز بھی ہے کہ جس شخص کا محبت سے دل جل رہا ہے اس کو تم پر نہ کھانا ہو گا

فَلَوْ جُعِلَتْ نَفْسُ لِنَفْسٍ وَقَايَةً لَجَدْتُكَ بِنَفْسِهِ إِنْ فَكُونُ فَلَا كَمَا

اگر کسی جان کے بچانے کے واسطے کوئی جان کا تم سکتی تو میں اپنی جان تم پر سے قربان کر دیتا۔

أَصْبْتُ عَلَى قَبْرِيكَ مِنْ مُدَامَةٍ فَلَا تَنَالَاهُ تَوَرَّوْا كَمَا

میں تمہارے قبر پر شراب چھڑ کر کھا۔ اگر وہ تم تک نہ پہنچے گی تو بھی تمہاری قبر کی مٹی کو وہ تری کر دے گی۔

خزاق بصر خائے مجھے دزلے مجھے والف وقاف ایک اور گادون راوند کے پاس ہے وانشاء علم بالظواب

۱۱) دیکھو تقویم البلدان ابو الفدا اعرابی صفحہ ۲۸۰۔

۲) بہستان بہت کتابوں کے نام ہیں۔ حاجی خلیفہ نے اس نام کی کتب لکنا میں کہی ہیں۔ غالباً یہ بہستان ابو حامد اسفہانی

کی ہے جس کا بیان حوالہ دیا گیا ہے۔

۳) دہقان فارسی سے مستخرج کیا ہوا لفظ ہے کاشتکار اور مورخ دو دنوں کو کہتے ہیں۔ اور اکثر اس کا اطلاق اہل فارس

کے قدیمی خانانوں پر کیا جاتا ہے جو موروثی زمین کے مالک ہوتے ہیں۔

۴) ایام جاہلیت میں عربوں کا عقیدہ تھا کہ ہر ایک انسان کے ساتھ ایک ہمزاد ہوتا ہے۔ وہ اس کی قبر پر رہتا۔

مات کو صدا کیا کرتا ہے۔ امام سعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں ان خیالات اور عقائد کا کچھ ذکر کیا ہے۔ ہمارے

مروجہ سعودی میں اس کے ذکر کیا جائے۔

۳۵ ابو عبیدہ احمد بن محمد بن محمد بن ابی عبیدہ العبدی الموثب (معلم) ہروی فاشانی

مصنف کتاب الغررین تھا۔ یہ نب تو اس کا کتابوں میں منقول ہے۔ مگر اس کی کتاب الغررین کی پشت پر

نہیں نے اس طرح لکھا دیکھا ہے۔ احمد بن محمد بن عبد الرحمن وانشاء علم شیخ شخص علمائے کبار سے تھا اور اپنی کتاب

مذکور میں اس نے کچھ کوتاہی نہیں کی ہے۔ مجھے اس کے حالات ہیجڑ اس کے اور کچھ نہیں معلوم کہ وہ ابو

تقریری لغوی کی صحبت میں جس کا ذکر آئندہ آئے رہا کرتا تھا۔ اوی سے اوس نے پڑھا اور بہت کچھ فہم کیا۔
 عربی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اس اپنی کتاب میں اوس نے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے کلمات غریبہ کے
 تفسیر کیں ہیں جس سے وہ ایک نہایت مفید کتاب ہو گئی۔ ہزار تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔ کہتے ہیں وہ
 بڑا دل لگی باز تھا۔ خلوت میں (شراب) پیتا۔ مجالس لذت و طرب میں اہل رب کا ہمد و تمساز رہتا تھا۔ خدا تعالیٰ
 اوسکے اور ہمارے سب کے گناہ معاف کرے۔ باختر بھی نے اوبے خراسان کے تذکرات میں اس کی ان
 حرکات کی نسبت کچھ اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کی وفات جب ۸۸۸ھ (سلطنت میں ہوئی ہو۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
 ہزردی بفتح اے ہوز و رائے پہلے ہرات سے منسوب ہے۔ جو خراسان کے نہایت بڑے شہروں میں سے
 ہے۔ جسے اخف بن قیس نے عبد اللہ بن عامر کے ماتحتی میں صلح کے طور پر دستہ میں (فتح کیا تھا۔ تاشا
 بفتح فاء و الف و شین معجمہ و الف و نون تاشان کی طرف منسوب ہے۔ جو ہرات کے علاقہ میں ایک قریہ ہے۔
 سمعانی کے قول کے بموجب بعض اوس کو تاشان بابائے موحده بھی بتاتے ہیں۔ اس سے اوپر قاسان اور
 تاشان کا ذکر کیا چکا ہے۔ یہ چاروں ایسے نام ہیں کہ ان میں اشتباہ ہو جایا کرتا ہے۔ مگر تحقیق ان میں بڑا
 فرق ہے۔ ہم نے جو تصریح کر دی ہے اب شبہ بچھین ہو سکتا۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۲۲ نمٹ ۲۔

(۲) دیکھو تذکرہ ۳۴۔

ابو المظفر احمد بن محمد بن المظفر الخوافی

۳۶

شافعی فقیہ اور اپنے زمانہ کا بڑا بابلغ نظر تھا۔ امام الحرمین جوینی سے فقہ بڑھی اور اوس کے تلامذہ میں اول درجہ
 حاصل کیا تھا۔ طوس اور اوس کے نواحی کا قاضی بھی رہا تھا۔ اہل علم میں سبقت و مناظرہ اور مخالفوں کے سلک اور
 ہم بند کرنے میں نہایت مشہور تھا۔ علمی شغل اشغال میں ابو حامد غزالی کا رفیق و دمساز رہتا تھا۔ خداے تعالیٰ نے
 غزالی کو تصانیف میں اور خوافی کو مناظرہ میں سعادت عنایت فرمائی تھی۔ بمقام طوس ۵۸۵ھ (۱۱۸۵ء) میں المظفر
 نے وفات پائی۔ خواف بفتح خاء معجمہ و واء و الف و فائش پور کی ایک سمت کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے
 قریات اور دیہات آباد ہیں۔

۳۷ ابو الفتح احمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی ملقب بمجدالدین

امام ابو حامد محمد بن محمد بن غزالی کا بھائی شافعی فقیہ و اعظم خوش بیان شکل و صورت کا اچھا صاحب کرامات و اشارات تھا۔ اگرچہ فقیہ بھی بہت اچھا تھا۔ مگر وعظ کی طرف طبیعت مائل ہو گئی تھی۔ اکثر وعظ کیا کرتا تھا۔ اوس کے بھائی ابو حامد کی طبیعت جب تعلیم و تدریس سے تنگ آئی اور گوشہ اختیار کر لیا۔ تو نیا پتہ یہی مدت تک مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتا رہا تھا۔ اس نے ابو حامد کی کتاب احیاء العلوم کا ایک جلد میں خلاصہ کر کے ثبَابُ الْاِحْيَاءِ نام رکھا ہے۔ ایک اس کی اور کتاب بھی ہے جس کا نام اوس نے الذَّخِيرَةُ فِي عِلْمِ الدُّعَاةِ رکھا ہے۔ ملکوں میں اکثر سفر کرتا۔ اور صوفیوں کی بذات خاص خدمت کیا کرتا تھا۔ طبیعت میں گوشہ گیری و عزلت نشینی کی طرف بہت میلان تھا۔ ابن النجار نے تاریخ بغداد میں اوس کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اوس کے سامنے ایک شخص نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھی یا عبادی الذین اٰمنوا علی الْاَفْرِیْقَیْنِ لَا تَقْعَبُوا مَنْ رَحِمَہُ اللّٰہُ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِیْعًا۔ اِنَّہُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اسے ہا بے بندہ جنوں نے گناہ کر کے) اپنے اوپر زیادتی ان کی ہرین اللہ کی رحمت سے ناامید نہ رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ اور وہ بیشک بڑا بخشنے والا مہربان ہے (غزالی نے کہا اللہ تعالیٰ نے یا عبادی کہہ کر اپنے بندوں کو اپنی طرف انصاف کی شرافت بخشی ہے۔ پھر اپنے قول کی تائید میں یہ شعر پڑھ کر سنائے۔

وَجَّانَ عَلَى اللّٰہِ فِي جَنَبٍ جُہْمَا وَقَوْلُ الْاَعَادِیْ سَعَاۤتُہُ الْخَسِیْعُ

اوس کی محبت کے پہلو پر جو کچھ نوجوا ملامت کہ بھیج کر جاتی ہے بہت ہی خبیث ہے۔ اور دشمنوں کا یہ کہنا کہ وہ بددلی سے نکال دیا گیا ہو کچھ بخشنے والا ہے۔

اَصْمُ اِذَا نُودِیْتُ بِاسْمِیْ وَارْتَبِیْ اِذَا قِیلَ لِیْ یَاعْبُدْہَا السَّمِیْعُ

جب مجھے میرا نام لیکر پکارتے ہیں تو ہر اہم نام ہوں۔ لیکن جب اوس کا غلام کہتے ہیں تو میں نور اسن لیتا ہوں۔

لَا تَدْعُنِیْ اِلَّا بِمَا عِبَدَہَا فَادَّہُ اشْرَافُ اَسْمَائِیْ

مجھے اوس کا غلام حکم لپکار کر دو۔ اور نام کہی نہ لو۔ میرا سب سے اچھا نام یہی ہے۔

احمد کی وفات قزوین میں ۵۱۲ھ (۱۱۱۷ء) میں ہوئی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ۔ طوسی طوس کی طرف منسوب ہے۔ طوس یعنی طوس طوس و سکون و اووسین جہل غزاسان کا ایک پرگنہ ہے۔ جس میں دو شہر آباد ہیں۔ ایک کا نام ہے

طایران بطائے پہلہ و الف و بائے موحدہ و راسے پہلہ و الف و نون۔ دوسرے کا نام ہے نونان بعض نون و سکون۔ و او و قاف و الف و نون۔ ان دو نون شہزون کے متعلق کوئی ایک نہ ہر گاؤن سے زیادہ ہیں۔ غزالی بفتح غین مجہد و تشدید اسے مجہد و الف و لام خولزم و الون کے محاورہ میں غزال (سوت فروش) کی جانب نسبت ہے۔ کیونکہ وہ قنار (دھوبی) کو قناری اور قنار کو عطاری کہہ نسبت کیا کرتے ہیں بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ غزالی ہزارے مخفف غزال کی طرف منسوب ہے جو طوس کے علاقہ میں ایک گاؤن ہے مگر یہ اختلاف شہرت ہے۔ لیکن معانی نے کتاب الانساب میں ہی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

قزوین بفتح قاف و ذائے مجہد و کسراؤ و یائے تمانیہ دنون عراق عجم میں اہم تجارتی قلعوں کے پاس ایک بڑا شہر ہے۔ (۱) بعض دہ کتاب جس میں علم بصیرت اور نظر کا بیان ہے۔ لیکن یہ بات کہ اس میں نظر کا کس حیثیت سے بیان ہے اس کے اصل حقیقت تو اس وقت معلوم ہوگی جس وقت یہ کتاب سامنے آئے۔ لیکن مصنف کی حالت پر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں بصیرت روحانی کا ذکر ہوگا۔

(۲) مسودۃ الزمر نمبر ۳۹ آیت ۵۴۔

(۳) ۱۲۷۱ھ صلیبیوں کا پورا بیان مشروری ساسی نے اپنی تاریخ فرقہ ٹڈنڈس کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

۳۸ ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل معروف بہ ابن برجان

شافعی فقیہ اصول و فروع متفق و مختلف میں بڑا کامل و مجرب تھا۔ ابو حامد غزالی ابو بکر الاشاشی اور ابو الحسن الکلیا الہکمری سے فقہ چربی تھی۔ اس کے تمام فنون میں خوب ماہر تھا۔ کتاب الوجیز اصول فقہ میں اسی کی ہے۔ بغداد میں ایک مہینے سے کچھ کم مودت نظامیہ میں بڑا یا بھی تھا۔ ۵۲۰ھ (۱۱۲۶ء) میں بغداد میں ہی انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ برجان بفتح بائے موحدہ و سکون راسے پہلہ و بائے ہوز و الف و نون ہے۔

(۱) طبقات الشافعیین میں ہے ابن برجان بغداد میں ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ فقہ میں اس نے ایک کتاب البیہ مفصل کے نام سے تصنیف کی تھی۔ پھر الوسیط یعنی اوسط درجہ کی لکھی۔ اس کے بعد الوجیز یعنی مختصر لکھی۔ اور اور بھی کتنی ہی کتابیں تصنیف کیں۔ اس کے سامنے بڑے بڑے پیچیدہ فقہ کے سوالات پیش ہوتے اور وہ ہر چیز میں نہایت عمدہ فوہلی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی یافت اس فن میں ضرب المثل ہو گئی تھی۔ ابن خلکان اگرچہ اس کی وفات کی تاریخ ۵۲۰ھ بتا تا مگر شہر یہ ہے کہ وہ ۵۱۵ھ میں مرا۔

۳۹ ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی شمس نحوی مصری

فضلاً عن عصر اور صاحب تصانیف مفیدہ سے تھا۔ تفسیر القرآن الکریم کتاب اعراب القرآن کتاب النسخ والمسخ کتاب فی النجوم کا نام التفاضل (مسیب) ہے کتاب فی الاشتقاق تفسیر آیات دیکھی جو سیبویہ درج بطور مثال کے اپنی کتاب میں دی ہیں اور جو اپنی طرح کی پہلی ہی کتاب ہے کتاب ادب الکتاب (دراہج کتابا و نشان) کتاب الکافی نحویں کتاب المعانی (ریان مجاورات جو نظم میں اکثر آیا کرتے ہیں) دس شعر کے دیوانوں کی تفسیر اور اون کا املا لکھا کتاب الوقف والابتداء صغریٰ و کبریٰ (جلوں کی ابتدا اور انتہا کے بیان میں) کتاب شرح معلمات سبعہ کتاب طبقات الشعراء وغیرہ سب اسی کی کتابیں ہیں۔ حدیث ابو عبد الرحمن النسائی سے سنی۔ اور اوس سے روایت کیا کرتا تھا۔ نحو ابو الحسن علی بن سلیمان شمس نحوی ابو جعفر الزنجی ابن المنبری و فیضیہ و دیگر اعیان ابوبالی عراق سے پڑھا تھا۔ مصر سے ادن کے پاس تحصیل علم کے واسطے گیا تھا۔ مگر بڑے خیمس اور اپنے خرچ میں بڑی تنگی کیا کرتا تھا اگر کسی کو ایک عامہ عنایت کرنا چاہتا تو بخل اور لالچ کی وجہ سے قطع کر کے تین عامہ بنا کر دیتا تھا۔ اور کفایت شعاری کی غرض سے بازار سے اپنا سودا خود ہی لے آتا۔ اپنی حواج کا بار بھی اپنے اہل مفت پر اور آشنائوں پر ڈالتا رہتا تھا۔ مگر باوجود اس کے لوگ اوس کے پاس بڑی رغبت سے جاتے اور پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اوس نے مخلوق کو بہت فائدہ پہنچایا ایک خلق کثیر نے اوس سے علم حاصل کیا تھا۔

مصر میں بروز پنجشنبہ ۵ ذی الحجہ ۳۲۳ھ (۹۳۵ء) یا بعض کے قول کے بموجب ۳۳۳ھ کو اس نے وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوس کی وفات کا سبب اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ وہ دریائے نیل کے کنارہ مقیاس کے زینہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ دریا کی طغیانی کا موسم تھا۔ عروس میں کچھ اشعار کی باتیں سوج رہا تھا۔ کسی جاہل نے مجاہدہ نیل پر جادو کر رہا ہے تاکہ اوس سے طغیانی نہ آئے اور غلہ کران ہو جائے۔ ایسے لکھا ایک اگر ایک ایسی لات ماری کہ وہ دریائے نیل میں گر پڑے۔ اور پھر اوس کی کسی کو کچھ خبر نہ ملی۔ شمس لغت وزن و تشدید مانے مظلہ والہف و سین پہلہ اوس شخص کو کہتے ہیں چنٹھاس (مانے) کا کام کرتا ہے۔ مصر والے پتیل مانے کے برتن بنانے والوں کو شمس کہہ کرتے ہیں۔

ابن الماعز الی کو جب کبھی شک ہوتا تو کہتا ابو العباس بتاؤ یہ کیسے ہے۔ کیونکہ وہ اُسے فقہ سمجھتا اور اس کے حافظہ پر بڑا اعتبار کرتا تھا۔

ابو العباس کہا کرتا تھا میں نے عربی ادب اور لغت ۲۱۰۰ میں پڑھنا شروع کیا۔ اور ۲۱۰۰ سے فرنگ کے حدود کو دیکھنے لگا تھا۔ جب پچیس سال کا ہو گیا تو فرنگ کا کوئی مسئلہ ایسا باقی نہ رہا کہ جو مجھے سب سے اچھا یاد نہ ہو۔ ابو بکر بن جہاد المقری کہتا ہے کہ ثعلب نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا۔ ابو بکر۔ علمائے قرآن قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ اپنی مراد کو پہنچتے ہیں گے۔ حدیث ولے حدیث پڑھتے ہیں وہ بھی اجر پائیگی۔ اہل فقہ فقہ کیسے سکھاتے ہیں اوغنین بھی اپنا ثواب ملے گا۔ میں ہمیشہ نیک و عمر میں مشغول رہا۔ آخرت میں یہ معلوم میرا کیا حال ہو گا۔ ابو بکر کہتا ہے کہ اس کے بعد میں اس کے پاس سے اپنے مکان کو چلا آیا۔ اسی شب کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اِقْرَأْ اَبَا الْعَبَّاسِ عَنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَكَ اَنْتَ صَاحِبُ عِلْمِ الْمُسْتَطْعِلِ و ابو العباس سے جا کر ہمارا سلام کہو۔ اور اس سے کہدو کہ مجھے بڑا معزز علم دیا گیا ہے ابو جہاد روضہ باری جو اللہ کا ایک نیک بندہ تھا اس کی نسبت کہتا ہے کہ رسول اللہ کا اس تقریر سے یہ مطلب ہے کہ اس علم سے کلام کامل اور گفتگو اچھی ہو جاتی ہے۔ اور کل علوم میں انسان کو اس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ابو جہاد معروف بڑھوترہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں ابو العباس ثعلب کی مجلس میں بیٹھا تھا کسی نے اس سے ایک سوال کیا۔ ثعلب نے کہا مجھے نہیں معلوم کہا ان آپ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم آپ کی طرف تو سفر کرتے کرتے اونٹوں کے کھجے پھٹے جاتے ہیں ہر رک سے لوگ آپ کے پاس چلے آتے ہیں۔ ابو العباس نے کہا جتنی چیزیں میں نہیں جانتا ہوں ان کی گنتی کی برابر تیری امان کے پاس بھیڑ مکر بو کی میٹکیاں بھی ہوتیں تو وہ غنی ہو جاتا (یعنی بے انتہا باتیں میں نحو کی نہیں جانتا ہوں) کتاب الفصیح جو حجم میں چھوٹی مگر فائدہ میں بہت بڑی ہے اس کی تصنیف ہے۔ شعر بھی کہا کرتا تھا۔ ابو بکر بن العاصم الانباری نے اپنی آٹالی میں ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ شعر ثعلب نے مجھے ایک مرتبہ بتائے تھے مگر میں نہیں کہہ سکا کہ اسی کے ہیں یا کسی اور کے۔

اِذَا كُنْتَ تُوتِ النَّفْسُ تُفْهِجُهَا فَاَكْمَلْتُ النَّفْسَ لِقَىٰ اَنْتَ كُنْتَ

تو تو نفس کی قوت سے فدا ہے۔ پھر بھی تو اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ بھلا بتا تو ہے جس نفس کا تو تو ہے وہ بغیر تیرے کب تک زندہ رہے گا؟ (تیرا دیوار میری غنگی ہے تیرا جہاں میں کیسے زندہ رہ سکتا ہوں)

سَتَبْقَىٰ بَقَاؤُ النَّفْسِ فِي الْمَاءِ اَوْ كَمَا يَعْشُرُ قَبْلَ دَاخِلِ الْمَاهِ حَتَّىٰ

اوس کی زندگی ہوگی تو اتنی ہی ہوگی جتنی پانی میں گروہ کی یا خشک بیابان میں مچھلی کی۔

ابن الانباری کہتا ہے کہ اس میں ابو الحسن بن البرکاتی یہ شعر اور زیادہ کر کے ہمیں سنائے تھے
 اَعَزَّ لِي مِثِّي اَنْ تَصْبُرَتْ جَاهِلًا وَفِي النَّفْسِ مِثِّي مِنْكَ مَا سَمِعْتُهَا
 کیا تجھ اس بات سے دھوکا ہو اگر میں نے دیر رستی اپنے آپ کو تجھ پر صبر کیا تھا۔ حالانکہ میرے نفس کی تیرے صبر سے

یہ حالت جو رہی ہے کہ اوسے قتل کر لے کو تیار ہے۔

فَلَوْ كَانَ مَا بِي بِالصَّخْرِ لَهَذَا وَبِالزَّيْجِ مَا هَبْتُ وَطَالَ خَوْفُهَا
 جو حد نہ کہ مجھ پر ہے اگر پہاڑ پر بھی ہوتا تو اس کے بھی ٹکڑے ہو جاتے اور اگر ہوا پر ہوتا تو اس کا چلنا بند ہو جاتا اور مدتوں سکون کی نیند سوتی رہتی۔

فَأَشْكُوهُمُ مَا مِنْكَ فَيَا لِقَيْتُهَا
 صبر کی بہتر تر ہے۔ شاید اللہ ہمیں تمہیں اکٹھا کر دے۔ اوس وقت میں اون باتوں کی شکایت کروں گا جو تجھ سے مجھ پر آپڑی ہیں اور تیری خاطر سے میں نے برداشت کی ہیں۔

ابن الفرات نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ثعلب ربیع الاول ۲۸۰ھ (اکتوبر ۸۹۵ء) میں پیدا ہوا تھا۔ مگر بعض نے ۲۸۲ھ اور ۲۸۳ھ بھی بیان کئے ہیں لیکن واقعات سے دیکھا جائے تو وہ ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا ہو گا وہ کہتا ہے جب مامون خراسان سے ۲۸۲ھ میں آیا ہے تو میں نے اوسے دیکھا تھا۔ میں باب الحدید سے نکلا کر
 رہا ذکر کو جاتا تھا۔ تماشائی دو صفین بانہ ہے کھڑے تھے۔ میرے باپ نے مجھے کندھے پر چڑھالیا تھا۔
 جب مامون برابر کو آیا تو اس نے کہا یہ مامون ہے۔ یہ واقعہ ۲۸۲ھ کا تھا۔ یہ بات مجھے اوس کی ایک یاد
 ہے۔ میری عمر اوس وقت تخمیناً چار سال کی ہوگی۔ بروز شنبہ ۱۔ یا ۱۰ جمادی الاولیٰ ۲۸۹ھ (اپریل ۸۹۷ء)
 بغداد میں انتقال کیا۔ اور باب الشام کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا
 صحر کی نماز پڑھ کر وہ جامع مسجد سے نکلا۔ کانون سے اونچا سناٹا دیتا تھا۔ ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ راستہ
 پڑھتا جاتا تھا۔ ایک گھوڑے کا دھکا لگ کر گر پڑے میں گر گیا اور ایسی چوٹ آئی کہ نکلا تو ہوش نہ رہا۔ اسی
 طرح گھر کو اٹھا کر لیگئے۔ سرین سے کٹانے کی آواز نکلتی تھی۔ دوسرے روز مر گیا۔

ستیا رنجت حسین جملہ تشدید پاکے تمنا فیہ والف وراے جملہ شیبانی بفتح شین مجبور سکون پاکے تمنا فیہ وراے
 مومندہ والف و نون فسوب ہے شیبان کی طرف جو مکر بن مائل کا ایک غنی ہے۔ مگر شیبان و دہوئے

ہیں ایک شعیبان بن ثعلبہ بن عکابہ۔ دوسرا شعیبان بن دہل بن ثعلبہ بن عکابہ۔ بڑا شعیبان جھوٹے شعیبان کا چچا ہے۔

اس کی تصانیف میں سے بعض کتب کے نام یہ ہیں۔ کتاب الصنوں در صرف و نحو میں (کتاب اختلاف النحویں) کتاب معانی القرآن (قرآن کے خاص خاص محاورات کی تفسیر) کتاب المأخوذ فیہ العامة داود غلطیوں کا بیان جو عام لوگوں سے پوچھتے ہیں ہو کرتی ہیں (کتاب القرآت (قرأت سبعہ کے بیان میں) کتاب معانی الشعر (تفسیر محاورات اشعار جاہلیت) کتاب التصغیر کتاب المأخوذ وکلاً یقرب کتاب ما تجری والمالاجری راویں کلمات کے بیان میں جن پر دوسرے الفاظ کا عمل ہوتا ہے اور جن پر نہیں ہوتا (کتاب الشعر) کتاب الاشمال کتاب الایمان (قدما میں) کتاب الوقف والابتداء کتاب الالفاظ کتاب الہجاء کتاب النحاج کتاب الادسطار صرف و نحو میں (کتاب اعراب القرآن کتاب المسائل کتاب حد النحو وغیرہ۔

(۱) اسلام کے ابتدا عہد میں جب عربی صرف و نحو اور لغت کے اول اول تدوین شروع ہوئی تو اس وقت دو مقام کو ذرا بعبرہ جو حضرت عمر کے آباء کے تھے بڑے نامی ہو گئے تھے۔ اس کے عربی محاورات ایک دوسرے سے ایسے ہی مختلف تھے جیسے کچھ عربی پیش رو ملی لکھنؤ کی اردو میں تھے۔ ان میں بعبرہ کو بعض مسابون سے دہلی اور کوڈ کو لکھنؤ کہہ سکتے ہیں۔ ان میں کوڈ تو دنیا سے ہی رخصت ہو گیا۔ اور بعبرہ فقط ایک تجارت گاہ کے طور پر رہ گیا ہے۔ اور گوکہ اسلام کی ہی علامت رہی میں ہے مگر وہ ان اب کوئی علمی چیز چاہتے ہیں۔

(۲) یعنی میں ہمیشہ صرف و نحو کے پڑھنے پڑانے میں لگتا رہا۔ جس میں نہایت مشہور شاعریں ہیں مگر بڑے عمدہ۔ رایت ذیادہ۔ مرثیہ بزرگ وغیرہ۔

(۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم صرف و نحو صرف جائز ہی ہے بلکہ اسکا پڑھنا پڑانا مستحسن ہے۔ دیکھو تذکرہ ۱۱۷

(۴) ابو عبد اللہ احمد بن حنبلہ درباری صورت کا باشندہ ادرشام کے صوفیوں میں سب سے اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔ ۳۶۹

(۵) میں وفات پائی۔ ایک اور شخص شیخ یحییٰ بن ابی اسحاق احمد بن محمد بن القاسم رودباری کے نام کا بلند اوکا رہنے والا تھا اس نے مصر میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور یہاں صوفیوں میں اول مانا جاتا تھا۔ اس نے جنید وغیرہ سے

تعلیم پائی تھی۔ اور بہت قسم کے علوم جانتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ تصوف میں میرا استاد جنید ہے حدیث میں ابی اسحاق

مقدمین میں شریح اور ماہرین ثعلبہ۔ (۶) (۷) میں اس نے انتقال کیا۔ ماخوذ از تاریخ یا نفع و طبقات

وہ نضب کو جسے ہمارے یہاں گوہ کہتے ہیں۔ پانی میں جانا ایسا ہی ناگوار ہے جیسا کہ مٹی کو۔ وہ ہمیشہ پانی سے بچتا

اوس کی زندگی ہوگی تو اتنی ہی ہوگی جتنی پانی میں گروہ کی یا خشک بیابان میں مچھلی کی۔

ابن الانباری کہتا ہے کہ اس میں ابوالحسن بن البرکاتی یہ شعر اور زیادہ کر کے ہمیں سنائے تھے

أَقْرَبُ مِنِّي أُنْجُ قَصَبَتُ جَاهِلٌ وَفِي النَّفْسِ مِنِّي مِنْكَ مَا سَيُحْيِيهَا

کیا تجھ اس بات سے دہوکا ہو کہ میں نے دہر وستی اپنے آپ کو تجھ پر مبنی کر لیا تھا۔ حالانکہ میرے نفس کی تیرے جیسے یہ حالت ہو رہی ہے کہ اوسے قتل کرنے کو تیار ہے۔

كَلُمَا كَانَ مَابِي بِالْصَّخْرِ لَعْنًا هَا وَبِالزَّيْجِ مَا هَبْتُ دُحَالًا خَوْفَهَا

جو صدہ کہ مجھ پر ہے اگر پہاڑ پر بھی ہوتا تو اوس کے بھی ٹکڑے ہو جاتے اور اگر ہوا پر ہوتا تو اس کا چلنا بند ہو جاتا اور دھوئیں سکون کی نیند سوتی رہتی۔

فَصَبِّرْ الْعَلَّ اللَّهُ كَجَمْعٍ بَيْنَنَا نَأْشِكُوهُمَ وَمَا مِنْكَ فَيَاكِ لَقِيَهَا

صبر ہی بہتر ہے۔ شاید اللہ ہمیں تمہیں اکٹھا کر دے۔ اوس وقت میں ان باتوں کی شکایت کروں گا جو تجھ سے مجھ پر آپڑی ہیں اور تیری خاطر سے میں نے برداشت کی ہیں۔

ابن الفرات نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ثعلب ربیع الاول ۲۰۰ھ (اکتوبر ۸۱۵ء) میں پیدا ہوا تھا۔ مگر بعض

نے ۲۰۱ھ اور ۲۰۲ھ بھی بیان کئے ہیں لیکن واقعات سے دیکھا جائے تو وہ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوا ہو گا وہ کہتا

ہے جب مامون خراسان سے ۲۰۰ھ میں آیا ہے تو میں نے اوسے دیکھا تھا۔ میں باب الحدید سے ٹکڑے

بھاڑا کو جاتا تھا۔ تاشانی دو صفین بانسہ کھڑے تھے۔ میرے باپ نے جبکہ کندھے پر بٹریا لیا تھا۔

جب مامون برابر کو آیا تو اوس نے کہا یہ مامون ہے۔ یہ واقعہ ۲۰۰ھ کا تھا۔ یہ بات مجھے اوس کی ایک یاد

ہے۔ میری عمر اوس وقت تخمیناً چار سال کی ہوگی۔ بروز شنبہ ۱۰ یا ۱۰ جمادی الاولیٰ ۲۰۱ھ (اپریل ۸۱۶ء)

بغداد میں انتقال کیا۔ اور باب الشام کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا

حصہ کی نماز پڑھ کر وہ جامع مسجد سے نکلا۔ کانون سے اونچا سنا دیتا تھا۔ ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ راستہ

پڑھتا جاتا تھا۔ ایک گھوڑے کا دھکا لگ کر گروہ میں گر گیا اور ایسی چوٹ آئی کہ نکلا تو ہوش نہ رہا۔ اسی

طرح گھر کو ادھا کر لیگئے۔ سرین سے کٹانے کی آواز نکلتی تھی۔ دوسرے روز مر گیا۔

تیار بیعت سین ہلہ و تشدید یائے تھانیہ والے اور اے ہلہ شیبانی بیعت شین معبر سکون یائے تھانیہ و بایے

موسدہ والے و نون فسوب ہے شیبان کی طرف جو بکر بن دحل کا ایک غنی ہے۔ مگر شیبان دوہوئے

میں ایک شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ۔ دوسرا شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکابہ۔ بڑا شیبان محمد بن شیبان کا چچا ہے۔

اس کی تصانیف میں سے بعض کتب کے نام یہ ہیں۔ کتاب المصنوعون وصف و نحو میں (کتاب اختلاف النحویین کتاب معانی القرآن و قرآن کے خاص خاص محاورات کی تفسیر کتاب ما نحن فیہ العامة (ادون غلطیوں کا بیان جو عام لوگوں سے پلٹنے میں ہوا کرتی ہیں) کتاب القرآت (قرآت سبعہ کے بیان میں) کتاب معانی الشعر (تفسیر محاورات اشعار جاہلیت) کتاب التصریر کتاب ما یعرف و لا یعرف کتاب ما تجوی و لا یجری راون کلمات کے بیان میں جن پر دوسرے الفاظ کا عمل ہوتا ہے اور جن پر نہیں ہوتا کتاب الاشعار کتاب الامثال کتاب الامان (قدما میں) کتاب الوقف والابتداء کتاب الالفاظ کتاب الہجاء کتاب النحویات کتاب الاوسط (صرف و نحو میں) کتاب اعراب القرآن کتاب المسائل کتاب حد النحو وغیرہ۔

(۱) اسلام کے ابتدا محمد بن جب عربی صرف و نحو اور لغت کے اول اول تدوین شروع ہوئی تو اس وقت دو مقام کو ذرا بھر جو حضرت عمر کے آباد کیے تھے بڑے نامی ہو گئے تھے۔ اس کے عربی محاورات ایک دوسرے سے ایسے ہی مختلف تھے جیسے کچھ عربہ پیشتر دہلی لکھنؤ کی اردو میں تھے۔ ان میں بھرہ کو بعض مناسبتوں سے دہلی اور کوڈ کو لکھنؤ کہہ سکتے ہیں۔ ان میں کوڈ تو دنیا سے ہی رخصت ہو گیا۔ اور بھرہ فقط ایک تجارت گاہ کے طور پر رہ گیا ہے۔ اور گوکہ اسلام کی ہی مغلدرمی میں ہے مگر وہ ان اب کوئی علمی چرچا نہیں ہے۔

(۲) یعنی میں ہمیشہ صرف و نحو کے پڑھنے پڑانے میں لگا رہا جس میں نہایت مشہور شالین میں ضرب زید و غیرہ۔

(۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم صرف و نحو نہ صرف جائز ہی ہے بلکہ اس کا پڑھنا پڑانا مستحسن ہے۔ دیکھو تذکرہ ادیب (۴) ابو عبد اللہ محمد بن طہارہ دہلوی صاحبہ اور شام کے صوفیوں میں سب سے اعلیٰ درجہ کا شخص تھا۔ اس کا تعلق سہجری (۵۹۶ھ) میں وفات پائی۔ ایک اور شخص شیخ ابو حنیفہ امی ابو علی محمد بن محمد بن القاسم رودباری کے نام کا بغداد کا رہنے والا تھا اس نے مصر میں اگر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور یہاں صوفیوں میں اول مانا جاتا تھا۔ اس نے مجید وغیرہ سے تعلیم پائی تھی۔ اور بہت قسم کے علوم جانتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ تصوف میں میرا استاد مجید ہے حدیث میں ابراہیم بن علی غفہ میں یزید شریح اور ادب میں ثعلب۔ (۵۹۶ھ) میں اس نے انتقال کیا۔ ماخوذ از تاریخ یافعیہ و طبقات صحابہ وہ غضب کو جسے ہمارے یہاں گویا کہتے ہیں۔ پانی میں مانا ایسا ہی ناگوار ہے جیسا کہ مٹی کو۔ وہ ایشیہ پانی سے بچتی

رہتی ہے۔ کوئی ڈیڑھ فٹ کی لمبی ہوتی ہے۔ پاکستان کے میابانوں میں زمینوں میں سوراخ کر کے رہتی ہے۔
ایام جاہلیت میں عرب اسے کھایا بھی کرتے تھے۔

(۱۶) قاضی ابوالحسن محمد بن احمد بن البراء عبیدی بغداد کا باشندہ اور فارسی، قرآن تھا۔ شوال ۲۹۱ھ (۸۹۵ء) میں مرا
رطبقات القراء

۱۷، اس مورخ کا کہیں بیان نہیں ملتا بلکہ نام کا صحیح تلفظ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ غالباً ابن الفرات ہے۔ تاریخ یا فہ کے
۲۸۵ھ میں ذیل میں یہ حیات لکھی ہوئی ہے۔ اس سال ابوالحسن محمد بن عباس بن احمد بن الفرات بغداد میں مر گیا
اوس نے حدیث غاملی وغیرہ اوس زمانے کے استادوں سے بڑی علمی تلمیذ بن گیا۔ (دیکھو تذکرہ ۳۳) کہتا ہے میں نے
سنایا ہے کہ اوس کے پاس دو سو دوست (حاشی کے) تھے۔ جو علی بن محمد مصری سے اوس سے ملے تھے۔ اور اوس نے
تفسیر میں لکھی تھیں اور اتنی ہی تاریخوں کا مصنف تھا۔ اور بہت بڑا معتبر ثقہ مانا جاتا تھا۔
(۸) کتاب الایمان کا مضمون صحیح نہیں معلوم کیا ہے۔

۳۴ حافظ ابو طاهر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم سیلفی الاصفہانی مقبب صدر الدین

شافعی مذہب حدیث کے بڑے جلیل القدر حفاظ میں سے تھا۔ حدیث کی آج تو میں ملکوں کے سفر کئے اور
اکابر و شاخ سے ملا تھا۔ بغداد میں بھی آیا۔ اور ابوالحسن البیہقی الہراسی سے فقہ اور خطیب ابو کریم ابی جلی بن
علی التبریزی لغوی سے لغت پڑھتا رہا تھا۔ ابو محمد جعفر بن السراج وغیرہ ائمہ سے روایت کرتا تھا۔ ملکوں کے
سفر کرتا اور دنیا میں چاروں طرف چکر مارتا پھرتا تھا۔ ذی القعدہ ۱۱۵ھ (مارچ ۱۱۵۷ء) میں سکندریہ کی طرف
ایک پہونچ گیا تھا۔ یہاں وہ دھڑھڑ سے جہاز میں بیٹھ کر آیا تھا۔ وہاں کچھ روز اوس نے قیام کیا۔ لوگ اوس
کے پاس دور دور سے آتے حدیث سنتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ اخیر عمر میں اپنے زمانہ میں اوس کا
ثانی مد تھا۔ حامل ابوالحسن علی بن السلال وزیر الخافرجی عبیدی صاحب مصر نے ۱۱۵۷ھ (۱۱۵۷ء) میں اسی
مقام پر اوس کے لئے ایک مدرسہ بنا دیا اور اوس سے اوس کا ہاتھ مقرر کر دیا تھا جو آج تک وہاں سیلفی مدرسہ کے
نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ میں شام اور ملک مصر میں اوس کے بہت اصحاب سے ملا۔ اور اوس سے حدیث
سنی اور اجازت حاصل کی۔ اوس نے خود بہت کچھ لکھا ہے۔ میں نے اوس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں
دیکھیں اور بہت مفید باتیں نقل کیں۔ منجملہ اوس کے ابو عبد اللہ محمد بن عبد الجبار اندلسی کے قصیدہ میں کے

یہ چند اشعار بھی ادس کے لکھے ہوئے تھے۔ انھیں بھی میں نے لکھ لیا تھا۔

لَوْ لَا اسْتَفْغَلِي بِالْأَمِيرِ وَكَدِّهِ لَا طَلْتُ فِي ذَاكَ الْغَزَالِ تَغْزِي

اگرچہ میں امیر اور ادس کی وجہ میں مشغول نہ ہوتا تو میں اس غزال (معشوقہ) کے اوصاف میں لمبی لمبی غزلیں کہتا۔

لَكِنَّ الْأَوْصَافَ الْجَلَالَ حَدَّ بَنِي فَقَرْتُ وَأَوْصَافَ الْجَمَالِ بِمَعْنِي

لیکن غلٹ و جلال کے اوصاف نے مجھے اپنی طرف مشغول کر کے ایسا روک دیا ہے کہ مجبوراً اوصاف جمال مجھے گوشہ میں رکھنا پڑے ہیں۔

ادس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے انھیں کا غزات میں سے میں نے یہ شعر بھی نقل کیے ہیں جو جمیل کے جیٹنے سے جمیل کے مرنے پر لکھے تھے۔

وَلَا تَسْأَلِي عَنْ جَمِيلٍ لِّسَاعَةِ مِنْ الدَّهْرِ مَا جَاءَتْ وَلَا حَاجَ لِي بِهَا

جمیل کے مرنے کے بعد مجھے دنیا میں ایک ساعت تسلی نہیں ہوئی۔ اور اس کا وقت ادس دن سے کچھ بھی آگے نہیں آیا۔

سَوَاءٌ عَلَيَّ نَايَا جَمِيلٍ بَعْدَ مَعْرِ إِذَا مِتَّ بِأَسَاغِ الْحَيَاةِ وَلَيْسَ لَهَا

اے جمیل بن عمر تو میرے مرنے کے بعد زندگی کی سختی دوزخی بھاری ہے میرے لیے سب کیساں ہو گئی ہے۔

یہ شعر وہ بہت پرہیزگار تھا۔

قَالُوا نَفُوسُ الدَّامِرِ سَكَنَتْهَا وَأَنْتُمْ حِينْدِي نَفُوسِ النَّفُوسِ

کسی گھر کے رہنے والوں کو ادس کے نفوس کہا کرتے ہیں۔ مگر تم تو میرے نزدیک دگرگوں کے نفوس نہیں بلکہ انہوں کے نفوس اور جانوں کی جانیں ہو۔

ادس کے آمالی اور تالیق بہت کثرت سے ہیں۔ مگر مختصر کتاب میں اختصار ہی بہتر ہے۔ تقریباً ۱۷۱۶ سہری

(۱۷۱۶ء) میں بمقام صفہان پیدا ہوا۔ اور چاشت کے وقت بروز جمعہ یا شب جمعہ خجمر باد بیج الاخر (۱۷۱۶ء)

(۱۷۱۶ء) کو نغراسکندریہ میں انتقال کیا۔ ونگہ میں مدفون ہوا۔ ونگہ فصیل کے اندہ باب انصر کے

پاس ایک قبرستان ہے۔ وہاں طوطی وغیرہ کی طرح کے بہت سے اور صالحین بھی مدفون ہیں۔ ونگہ بفتح و کلام

عین پہلہ و لام دہائے ہوز۔

کہتے ہیں کہ یہ قبرستان عبدالرحمن بن ونگہ السنالی مصری صاحب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب

ہے مگر اس میں اس کے سوا اور قول بھی ہیں۔ رحمانہ تعلقے۔

میں نے علمائے محدثین و اواخر سے جس میں حافظ زینی الدین ابو محمد عبد اللہ بن عبد القوی السندی بھی داخل ہے جو اپنے زمانہ میں مصر کا بڑا محدث تھا حافظ سلفی کی ولادت کی نسبت روایت مذکور کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ مگر کتاب زہد الراضی المصنیع عن المقاصد والاغراض تالیف شیخ جمال الدین ابی القاسم عبد الرحمن بن ابی الفضل عبد المجید بن اسمعیل بن حفص الصفراوی اسکندری شاگرد حافظ ابو طاهر سلفی مذکور میں میں نے اس کے بعد لکھا دیکھا ہے۔ کہ حافظ ابو طاهر کہا کرتا تھا۔ میری ولادت تخمیناً ۳۸۴ھ یعنی ۹۹۳ء سے اس کی عمر اٹھانوے برس کی ہوتی ہے۔ انتہی کلام الصفراوی۔ حافظ محب الدین محمد بن محمود معروف بابن النجار غیبی کی تاریخ میں بھی کچھ ایسا ہی بیان ہے جس سے صفراوی کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ عبد الغنی بن محمدؒ کے کہتا تھا کہ میں نے حافظ سلفی سے اس کے تاریخ ولادت پوچھی تو اس نے کہا مجھے نظام الملک کا قتل چوبیس۲۸۴ھ میں ہوا ہے یاد ہے۔ اس وقت میری عمر کا دسواں سال شروع ہوا تھا۔ اگر اس کی ولادت کی نسبت مصراویوں کی روایت ۳۸۴ھ کی صحیح ہوتی تو وہ یہ نہ کہتا کہ ۳۸۴ھ میں جو نظام الملک کا قتل ہوا ہے وہ یاد ہے۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق اس وقت اس کی عمر ۱۲ یا ۱۳ برس کی تھی۔ اس عمر میں عاتق کے خلاف ہے کہ کوئی شخص کہے مجھے فلاں بات یاد ہے۔ بلکہ ایسی بات وہ کہا کرتا ہے جس کی عمر چار یا پنج چھ سال کی تخمیناً ہو کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صفراوی کا قول اقرب بصحت ہے اور وہ اس کا شاگرد بھی تھا اور اس کی زبان سے اس نے اس طرح سنا تھا کہ میں ۳۸۴ھ میں پیدا ہوا ہوں۔ صفراوی ایسا شخص ہے کہ جس کے قول میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے قاضی ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ الطبری کے سوا جس کی عمر ایک سو دو برس کی ہوئی ہے اور جو کا ذکر آئندہ (تذکرہ ۲۰۲ میں) آئیگا تین سو برس سے اس وقت تک کوئی شخص سو سے زیادہ تو کیا سو برس کا بھی نہیں ہوا۔ سلفی منسوب ہے اس کے دادا ابو ایہم سلفی کی طرف۔ سلفی بکسر سین پہلے وفتح لام وفا و ہائے ہوز فارسی لفظ ہے۔ عربی میں کوئے معنی سید نسب کے ہیں۔ ایک لب اس کا چراہ ہوا تھا جس سے ایک کے دو لب معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسرا اس کا اصلی لب تھا۔ اس طرح تین ہو گئے تھے۔ سلفی اصل میں سلبہ تھا۔ ب ف سے بدل گئی ہے۔

۱۔ سبائی خضر بکا کہنے والا۔ جوین کے ملک میں ایک بڑا مشہور شہر ہے۔

۲۔ ابو العباس عبد اللہ بن عباس علم الغنی علی اللہ علیہ وسلم کمین تین سال قبل سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ تولد کے بعد

فخر خدمت نبوی میں پیش کئے گئے۔ جناب رسالت مآب نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے علم حکمت یا علم کتاب قرآن عطا فرماوے۔ ابن عباس کو جو اخیر عمر میں علمی فضیلت اور زہد و تقویٰ کا جوہر حال تھا اور سلمان (رضی بنی ہاشم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ بنائے ہیں۔ حضرت ابوبکر عمر اور عثمان کے زمانہ میں اگرچہ اکی عمر کم تھی مگر سب ان کی بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث ان کی حرمت کرتے تھے۔ ان کے اخیر زمانہ میں انہیں قرآن کا سب سے اچھا مفسر خیال کرتے تھے۔ جانتے تھے کہ احادیث نبوی اور خلفائے ثلاثہ کے سنن فقہ تفسیر قرآن اشعار عرب اور حساب کوئی اکی برابر نہیں جانتا دور دور سے لوگ اکثر ان سے مسائل پوچھنے اور حدیث سننے آتے تھے۔ اور یہاں معتبر ذرائع سے ثابت ہوا ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر مجالس میں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک روز قرآن کی تفسیر کا دوسرے روز فقہ کا تیسرے روز ادب کا چوتھے روز انام عرب کا پانچویں روز اشعار کا۔ یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اسی زمانہ میں اشعار جاہلیت کی قدر و قیمت سمجھ گئے تھے۔ کیونکہ جب کبھی وہ قرآن کے کسی مقام کی تفسیر کرتے تو اشعار جاہلیت کا یا وہ حوالہ دیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب کبھی قرآن کے معانی میں اشکال پیدا ہو تو اشعار عرب کو دیکھو۔ اس سے تم کو مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ قوم عرب کی یہ ہی کتابیں ہیں کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سا علم لکھنا حاصل ہوا۔ کہا پوچھنے والی زبان اور دانشمند دل سے حضرت علی نے اپنی خلافت میں چند روز کے لئے انہیں بصرہ کا والی مقرر کر دیا تھا۔ مگر پھر حضرت علی سے اور ان سے کچھ ترخیش ہو گئی تھی۔ شتر برس کی عمر میں ۶۵ھ (۶۷ھ) میں طائف میں ان کا انتقال ہو گیا۔ محمد بن الحنفیہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اخیر عمر میں ان کی بصارت جاتی رہی تھی۔ از طبقات الفقہاء طبقات الاشراف ویرا الشاف۔

۳) حافظ نیک الدین محمد عبد الغنی بن عبد القدوس بن عبد اللہ بن سلامی مشہوری کے آباواجداد شام کے مشہور و اہم تھے۔ لیکن وہ خود مصر میں اوشبان ۱۵۷ھ (نومبر ۱۱۸۵ھ) میں پیدا ہوئے تھے۔ قرآن ادب فقہ حدیث پڑھنا اور کمال حاصل کر کے اور ایک منجم اور اور کئی مفید کتابیں لکھ کر دارالحدیث الکاملیہ کا جو تعلیم حدیث کے لئے بنایا گیا تھا شیعہ ہو گیا۔ یہ در ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ھ) میں قاہرہ میں قائم کیا گیا۔ اور اس کا بانی ملک کامل نصیر الدین محمد بن ملک عادل تھا۔ یہ دونوں دوسوین میں سے ایک تھا جو حدیث کی تعلیم کے لئے خاص کر بنائے گئے تھے۔ ایک تو یہی تھا۔ اور دوسرا دمشق میں تھا۔ جسے ملک عادل نور الدین محمود بن زنگی نے قائم کیا تھا۔ زنگی الدین بیس سال تک یہاں پڑھا اور صلاہ اس کا زہد و تقویٰ نہایت درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ بینا طالب علم اگر اس سے پڑھے۔ جو اپنے زمانہ میں بڑے بڑے عالم ہوئے۔ چنانچہ ابن خلکان بھی انہیں میں سے تھا۔ اس نے امام شافعی کی کچھ کواذیر ابو داؤد کو جمع کر لیا ہے۔

اور نہایت عمدہ حاشی اور سپر اضافہ کئے ہیں۔ ایک رسالہ الشریف والترجیب (جس میں کچھ احادیث جمع کی ہیں) اس نے لکھا ہے۔ جس کی ایک کاپی جرمن میں اس وقت موجود ہے۔ معرین اس نے ۱۲۵۶ء (۱۸۴۰ء) میں وفات پائی۔
دیکھو طبقات الثانیین (یہ بھی بیان لکھنے کے قابل ہے۔ کہ صحیح ابوداؤد کا کچھ حصہ جرمن میں موجود ہے۔ جس پر اس عبد العظیم مفتذری کے خود اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے حاشی چڑھے ہوئے ہیں۔

۴) امام جمال الدین ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابی الفضل عبدالمجید بن اسمعیل بن جنس الصفری مالکی مذہب کا عالم سکندریہ میں ۱۲۳۵ء (۱۸۲۰ء) دی ۱۲۳۵ء (۱۸۲۰ء) میں پیدا ہوا۔ اور ۱۲۳۸ء (۱۸۲۳ء) میں مرا۔ زہر الزیاض کے علاوہ اس نے ایک رسالہ قسارۃ سبعہ پر بھی لکھا ہے۔ جس کا نام ہے الاعلان فی القراءات السبعہ۔ از طبقات الفقہاء۔

۵) حافظ عبد الغنی بن عبد الواحد مقدسی حنبلی مذہب نے فقہ حدیث و شریعت میں بے شمار اور اصفہان میں پڑھی اور اپنے زمانہ میں علم میں کئی اہم کی برابر تھا۔ اس نے کتنی ہی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ زہر و روح و اتباع سنت میں نہایت مشہور تھا۔ اس کے حفظ و نصیحت کو لوگ دل و جان سے قبول کرتے اور امر و نہی پر کار بند ہوتے تھے۔ ۱۲۶۰ء (۱۸۴۵ء) میں اس نے انتقال کیا۔ حافظ ضیاء الدین نے اس کی سوانح عمری دو جلدوں میں لکھی ہے۔ از تاریخ یافعی۔ حافظ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد مقدسی حنبلی مذہب کا عالم اور شام کے ملک میں نہایت معتبر محدث اور حافظ سلفی کا شاگرد تھا۔ ۱۲۷۵ء (۱۸۶۰ء) میں وفات پائی۔ از طبقات الحفاظ۔

۴۴ ابوالفضل احمد بن شیخ العلامة کمال الدین ابی الفتح موسیٰ بن شیخ رضی الدین

ابی الفضل یونس بن محمد بن منتعب بن ملک بن محمد بن سعید بن حاکم بن عبد بن قیس بن
ابراہیم ملقب بشرف اللہین

ابو علی الاصل رُوسا فضلاً اور مقدسین اربل کے خاندان سے اور بہت بڑا امام فاضل عاقل نیک سیرت و خوب صورت تھا۔ کتاب التنبیہ (مصنف ابواسحاق الشیرازی) کی فقہ میں ایک نہایت عمدہ شرح لکھی ہے امام خزانہ کی کتاب اخبار علوم الدین کو دو مختصرون میں مختصر کیا ہے۔ ایک تو بڑا ہے دوسرا چھوٹا ہے۔ جب کتاب الاحیاء کا درس دیتا تو ہمیشہ حفظ پڑاتا۔ یعنی لکھ کر دیا کرتا تھا۔ اس کا حافظہ بڑا خوب کا اور مدغ بڑا

زبردست تھا۔ وہ خود بھی عالم تھا اور علمائے خاندان سے تھا۔ اس کے باپ دادا اچھا کا ذکر پہنچانے
موت پر آئیں گے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تقن فی العلوم سے اپنے باپ کی سی طرح تھا۔ انزع و اقسام کے علوم جانتا تھا۔ بہت کثرت سے
لوگوں نے اس سے ادب کیا تھا۔ ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین صاحب اربل رحمہ اللہ تعالیٰ
کے مدرسہ میں میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد شہر اربل میں مدرسہ بھی رہا تھا۔ یہ موصل سے اوائل
شوال ۶۱۰ھ میں وہاں پہونچا۔ اور والد کی وفات شب ووشنبہ ۲۲ شعبان ۶۱۱ھ میں ہوئی تھی۔
میں اس وقت صفیر میں تھا۔ مگر پڑھنے کو اس کے پاس جایا کرتا تھا جیسا وہ پڑھاتا تھا ایسا اچھا درس دیتے
ہوے میں نے اپنی تمام عمر میں بھی کسی کو نصیر نہ سنا ہے۔ ایک مدت تک وہ وہاں رہا۔ پھر حج کو چلا گیا۔
وہاں سے لوٹ کر جب آیا تو چند ہی روز قیام کر کے ۶۱۶ھ (۱۲۲۰ء) میں موصل کو چلا گیا۔ جہاں مدرسہ
قاہرہ اس کی تفسویر میں دیدی گیا۔ پھر اخیر عمر تک اسی شغل اشغال میں مصروف رہا۔ مخلوق کو اس کی
تعلیم سے بڑا فائدہ پہونچا۔ بروز دوشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء) کو اس نے وفات پائی
موصل میں ہی ۶۵۵ھ (۱۱۵۹ء) میں پیدا ہوا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس کا وجود دنیا میں نہایت غنیمت تھا۔ جب میں اس سے یاد کرتا ہوں تو دنیا میری نظر میں خالی دکھائی دیتی ہے
ایک بار میں نے اس کی عمر کی نسبت خور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کی عمر اسی قدر ہوئی ہے جس قدر امام
ناظر الدین ابو العباس احمد کی خلافت کی مدت تھی۔ کیونکہ امام مذکور ۵۵۵ھ میں خلیفہ ہوا تھا۔ اور اسی میں
شرف الدین پیدا ہوا تھا۔ اور وفات ایک ہی سن میں ہوئی۔

تنبیہ کی شرح اس نے اربل میں ہی لکھنا شروع کی تھی۔ اور ہم سے ہی تنبیہ کا ایک نسخہ عاریت لے لیا
تھا۔ ایک بڑے فاضل کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس پر کچھ مفید حواشی بھی تھے جب اس نے شرح
لکھی تو کچھ حصہ کے بعد وہ میری نظر سے بھی گزری۔ میں نے دیکھا کہ وہ حواشی بھی جو ہمارے نسخہ پر لکھے
تھے بعینہ اس شرح میں موجود ہیں۔ اس فاضل کا نام کہ جس کی یہ کتاب تھی اور اس پر اس کے ہاتھ
کے حواشی چڑھے ہوئے تھے شیخ رضی اللہ عنہ ابو داؤد سلیمان بن المظفر بن قانز بن عبد اللہ بن الجلی ہے جو
مدینہ نظامیہ بغداد کا مفتی اور بزرگ فاضل اجل تھا۔ اس نے فقہ میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جو چند روز قبل
میں تھی مگر اس کو مناسب دیتے رہے مگر اس نے قبول نہیں کئے۔ وہ بڑا متدین تھا ہذا

چہار شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ (۱۸۴۶ء) کو وفات پائی۔ شیخ زبیر مین دفون ہوا۔ عمر اوس کی ساٹھ سال سے کچھ اور پختی۔ حمد اللہ تعالیٰ۔ بغداد۔ مین وہ پڑھنے پڑھانے کے لئے ۵۸ھ کے بعد آیا تھا۔ اب شرف الدین مذکور کا ذکر سنئے اوس نے موصل میں اپنے باپ سے ہی پڑھا تھا۔ خانگی کاروبار کی وجہ سے کہیں کار اوس زمانہ کے طلبہ کی طرح، سفر مضین کیا تھا۔ فقہا تعجب کرتے تھے کہ اپنے وطن مین اور شہر مین عمت کے ساتھ اور کاروبار بنوی مین مشغول رہ کر اوس نے کیسے علم حاصل کیا۔ اور جو فوائد اوس سے پہونچے وہ پہونچے۔ اگر مین اوس کے محاسن پورے پورے لکھوں تو کلام بڑا طویل ہو جائیگا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) اَلْعَلَّامُ الرَّسُّ کالْفَخْرِ عَرَبِيٍّ مَشْهُورٌ مِّنْ نَّبِيْنِ بَابِ اجَانَا۔ مگر اس کا استعمال بکثرت ہے۔ اور اوس کے معنی لکھو دینے کے ہیں۔

(۲) بغداد کی قضا کا جہد اس کو بولایا تھا۔ اور الزباط الکبیر کی نگرانی بھی اس کے سپرد کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ مگر دو وزن کا مین کو اس نے منظور نہ کیا۔ اوس کی کتاب کا نام الکمال ہے۔

۴۵ ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ بن حبیب بن خذیر بن سالم القطری مولیٰ مشام بن عبد الرحمن بن معاویہ بن حشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم الاموی۔ بڑے دجیل القدر، علمائے تھا۔ احادیث خوب یاد تھیں۔ تاریخی واقعات اوسے بکثرت معلوم تھے۔ کتاب العتقاسی کی تصنیف سے ہے۔ جو نہایت مفید کتاب ہے۔ اور اوس مین ہر طرح کے معلومات موجود ہیں۔ اس کا ایک دیوان بھی ہے جس کے اشعار نہایت عمدہ ہیں یہ شعر بھی اوس کے ہیں۔

يَا ذَا الَّذِي خَطَا الْعِذَارُ يَوْجِبُ
حَطَيْنَ مَا جَاؤَ حَتَّهُ وَبَلَاؤُ

اسے وہ شخص جس کے پر پہونانے وہ خطا ایسے کہنے ہیں جنہوں نے میرے دل میں محبت کے اضطراب ادریخ عالم کو جوش دیا ہے۔

مَا قَطَعَ حُدُودِي اَنْ لَّخَطَا حِمَارُ
حَتَّ لَيْسَتْ بَعْلًا ضَيْكَ حَمَلًا

اوس وقت تک میرے نزدیک مجھ سے نہ تھا کہ تیری نظر شمشیر بنان ہے جب تک کہ تو نے اپنے غاصبین بہد حصار کی،

سائل خمین ڈالی تھی۔

اور اسی مضمون میں اوس کے یہ شعر بھی ہیں۔ مگر بعض نے کہا ہے کہ وہ ابو طاهر لکھنوی یا ابو الفضل محمد بن عبد الواحد بغدادی کے ہیں۔

وَمَعْدَنُ الْقَشْرِ الْعِندَ أَبِي سَيْكِهِ خَذَّ إِلَهُ يَدِهِ الْقُلُوبَ مُضْطَرَجًا
ایک نوجوان تھا جس کے غدار نے اپنے مشک یا اس کے خسارہ کو منقش کیا اور عاشقوں کے زخمی خون سے سرخ کیا تھا دینے اوس کے چہرہ پر سیلہ خطا نکل آیا۔ اور خسارہ نوجوانی کے جوش سے سرخ ہو رہے تھے۔
لَمَّا تَبَيَّنَ أَوْ حُضِبَ جُفُونُهُ مِنْ نَجْوَى جَعَلَ التَّجَادُ بَلْغَسْمًا
جب اس سے یقین ہو گیا کہ اوس کے مرگان کی تلوار زگس کی ہے۔ دیا اوس کی زگسین تکھیں تیز تلوار ہیں (تو اس نے غدار کے) ہنشتہ کا پرندہ بنایا یعنی چہرہ پر خطا نکل گیا۔

یہی مضمون بہار الدین اسد اللہ شجاری نے بھی لیا ہے اور اپنے قصیدہ میں کہتا ہے۔
يَا سَيْفُ مُقَلَّتِي كَهَلَتْ مَلَا حَةً مَا كُنْتُ قَبْلَ عِدَائِي بِمَكَاثِلِ
اوس اس کی خنجر پر چشم تو زخمی و خون میں اب کامل ہو گئی۔ جب تک اوس کا غدار نہ تھا تیرے پاس حاصل نہ تھی (یعنی چہرہ پر بال نہ ملے تھے تو پرندہ نہ تھا)

یہ بھی ابن عبد ربیع کے شعر ہیں۔
وَدَهَتْ نِيْ بِزُفْرَةٍ وَاعْتَنَاقِ ثُمَّ قَالَتْ مَتَى يَكُونُ الثَّلَاثِي
اوس نے مجھے مسکینوں اور ہائی مانی کے ساتھ گلے مل کر رخصت کیا۔ اور پوچھا کہ پھر اب ملاقات کب ہوگی
وَدَهَتْ لِيْ فَاشَرَقَ الْخُبْرُ مِنْهَا بَيْنَ ثَلَاثِ الْجُيُوبِ وَالْأَطْوَالِ
اسی میں اون گر باخون اور لہو خون کے درمیان دگڑی گردن پر اجیری نظر جا پڑی تو نور کی چمک دیکھ کر مجھے خیال آگیا کہ صبح کا اجالہ ہو گیا ہے۔

يَا سَقِيمَ الْجَفُونِ مِنْ فَاوِرِ سَقِيمِ بَيْنَ عَيْنَيْكَ مَصْرَعِ الْعُشَّاقِ
اے بغیر مرض کے مریض مرگان تیری دو ذہن آنکھوں کے درمیان عشاق کا قتل ہے داسی مجھ عاشق تیرے گلاں
إِنَّ يَوْمَ الْفَرَا قِطْعَ يَوْمِ لَيْسَ نِيْ مِثْ قَبْلَ يَوْمِ الْفِرَاقِ
اُسے جدائی کا دن بھی بڑے اضطراب کا دن ہے۔ کیا اچھا ہوتا جو میں فراق کے دن سے پہلے ہی مر جاتا۔
یہ بھی اسی کے ہیں۔

إِنَّ الْعَوَانِي أَنْ تَرَأَيْنَا كَطَاوِيَا بُدُّ الشَّبَابِ طَوِينٌ حَنَكٌ وَصَلَا

اگر حسین گانے والیاں دیکھیں کہ تو نے اپنی جوانی کی چادر نہ کر لی تو وہ تجھ سے دھال کی چادر نہ کر سکی۔

وَإِذَا دَهَوْنَاكَ عَمَّصَنَّ فَإِنَّهُ لَسُبُّ يَزِيدُكَ عِنْدَ هُنَّ حَالًا

اوجہ تجھے دھچکا لکھ کر پکارنے لگیں تو یہ ایسا رشتہ ہو گا کہ اس سے اون کے دل میں تیری طرف سے رنج اور گرائی زیادہ ہوگی۔

اوس نے منذر بن محمد بن عبد الرحمن بن الحکم بن ہشام بن عبد الرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان الحکم کی تعریف میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جو بنی امیہ میں سے اندلس کا بادشاہ تھا۔ اوس میں شاعر بھی ہیں۔

بِالْمُنْذِرِ بْنِ مُحَمَّدٍ تَعْرِفُ بِلَادَ الْأَنْدَلُسِ

منذر بن محمد سے بلا واندلس کو شرافت حاصل ہوئی ہے۔

فَالطَّيْرِ فِيهَا سَاكِرٌ وَالْوَحْشُ فِيهَا قَدْ أَلَسَ

اس کی وجہ سے ہند بھاگنے نہیں بلکہ پلے ہوں کی طرح ساکن رہتے ہیں اور وحشی مانوس ہو گئے ہیں۔

وزیر بن النفری نے کتاب ادب الخواص میں ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ قصیدہ مشہور ہوا۔ اور انیسویں مَعْدَا الْبَحْرِ لَوْنِ اُس کے کان تک پہنچا تو اوس کے جھوٹے مضمون اور تویہ کے سبب سے اوسے ایسا سخت ناگوار گذر ا کہ اوس کے ایک شاعر ایا دی نے ایک قصیدہ اوس کے معارضین لکھا جس کا اول یہ ہے۔

رَبِّعْ لَوْ يَنْسَبُ قَدْ دَسَسُ وَاهْتَاضَ مِنْ بَطْوَحِ

جہاں یزید موسوم بہ مدین جا کر رفتی تھی وہ مقام ادبڑ گیا۔ جہاں لوگ بات چیت کرتے تھے۔ بجائے اوس کے سکون و خاموشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس ایا دی شاعر کا نام ابو الحسن علی بن محمد الایادی التونس تھا۔

یہ شاعر بھی بن عبد ربہ کا ہے۔

يَغْفُ الْعَرَبُ فَعَلْتُ الْكَذِبَ طَائِرُ إِنَّ لَوْ يُصَدِّقُهُ رِخَاعُ لَوَائِرِ

کو بلا تو میں نے کہا سب سے بڑا جھوٹا ہند ہے۔ اگر اوٹ کا بلانا اس کی پیشین گوئی کی تصدیق نہ کر دے۔

۴۵) چچا چچی مامون غار کے الفاظ سے بڑھن اور بزرگوں کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ چچا زاد مامون نابہائی جان و غیرہ الفاظ بھرا
والوں کے واسطے استعمال کئے جاتے تھے۔ اور اب بھی مسلمانوں کے پرانے خیالات والے اس طرح بولتے ہیں۔ یہاں تک
جن کو کبھی نصیحت دیکھا اور سبھی انہیں شیریں الفاظ سے کلام کرتے ہیں۔

۴۵) بدوی شعرا کا خیال تھا۔ کہ کوئے کو یہ بابت پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ فلان قبیلہ اب اپنی جگہ چھوڑ کر کوچ کر چکا
اور پھر وہ بدشگنی کی آواز جلدی سے بول دیتا ہے۔ اور بولتے وقت اودھ کو مدہ کرتا ہے جب صحر کو کہ چھوٹنے والی جگہ
ہوتی ہے۔ اور چنان کہ شاعر کو خیال ہوتا ہے کہ اوس کی معشوقہ اس مقام پر پہنچی گی غرض اب التبتین تفرقا اور جدائی کے
کوئے کا کشر شعرا کو کیا کرتے ہیں بعض ادب بھی جس وقت لاوے جاتے ہیں تو بڑبڑاتے ہیں۔ یہ ادب کا بڑبڑانا
گویا کوئے کے آواز کی تصدیق کرتا ہے۔

۴۶ ابو العلاء احمد بن عبد اللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان بن احمد بن سلیمان بن داؤد
بن المظفر بن زیاد بن ربیعہ بن الحارث بن ربیعہ بن أنور بن اتحم بن آرقم بن النعمان
بن عبدی بن غطفان بن عمرو بن لیث بن خذیمہ بن تمیم اللہ بن اسد بن وبرة
بن ثعلب بن خلوان بن عمران بن آخاف بن قضاعة ثوخی۔

نعمی رَمَعُو النعمان کا رہنے والا، نعمی شاعر فنون ادب میں کامل بلکہ اکمل تھا۔ سخا اور نعمت میں
اپنے باپ سے اور حلب میں عبد اللہ بن سعد النعمی سے بڑے تھے۔ اس کی تصانیف کثیرہ
مشہور ہیں۔ اور رسائل محفوظ چلے آتے ہیں۔ اوس کی نظم کا مجموعہ جس میں اوس نے شعر کی بعض
اولاد جوہن کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ جو لازم نہیں ہیں بہت بڑے ہیں۔ کوئی پانچ جلد میں یا اوس
کے قریب قریب ہوگی اوس کی ایک اور کتاب رَمَعُو النعمان کی گرتی ہوئی چنگاری بھی ہے
جس کی اوس نے خود صی شرح بھی لکھی ہے۔ اور اوس کا نام رَمَعُو النعمان خط درگرتی ہوئی چنگاری کی
چمک رکھا ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اوس کی ایک کتاب الکلیات وَالنصوصون (جمل اور الیابین)
بھی ہے۔ جو التزمہ والتوف کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے کوئی سواجز ہونگے۔ یہ ادب میں ہے۔

مجہ سے یہ بھی بیان کرنا تھا کہ اوس نے اس کتاب کے سو جزون کے بعد بھی ایک اور جزو بچھا تھا۔ اور کہا تھا کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اوس کا اس کے بعد اور کوئی جزو بھی ہے یا نہیں۔ واقع میں شخص علامہ مصر تھا۔ (ابو القاسم علی بن الحسن بن مؤمنی اور خطیب ابوزکریا تبریزی وغیرہ اسی کے شاگرد تھے۔ ۲۷۰ ہجری اولیٰ ۳۶۳ مسمد و ۳۶۹ مسمد) بروز جمعہ غروب آفتاب کے وقت مرقہ میں وہ پیدا ہوا اور خطبہ کے آغاز میں ہی چپک سے اندھا ہو گیا تھا۔ دھنی آنکھ پر تو اوس کی سپید جالا آگیا تھا۔ اور دوسری بالکل بھوٹ گئی تھی۔ حافظ سیفی کہتا ہے مجہ سے ابو محمد عبد اللہ بن الولید بن عریب الایادی نے کہا ہے کہ وہ اپنے چچا کے ہمراہ ابو العلاء کی ملاقات کو گیا تھا اور کہا تو وہ ایک بہت بوڑھا آدمی تھا اور پشیمین کے مجاہد پر مٹھا ہوا تھا۔ عبد اللہ کہتا ہے میں بچہ تھا۔ اوس نے میرے سر پر ہاتھ پیر اور مجہ و عادی۔ اوس کی صورت اور اوس کی آنکھیں اس وقت تک میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ایک آنکھ تو اوس کی ناؤڑہ یعنی باہر کو نکلی ہوئی تھی اور دوسری میں ایک بڑا غار تھا۔ اور چہرہ پر چپک کے داغ جسم پتلا پتلا تھا۔

جب اوس نے کتاب لاملع العزیزی فی شرح شعر المتنبی لکھی اور لوگوں نے اوس سے آکر پڑھی اور تعریف کرنے لگے تو اوس نے کہا کہ متنبی نے جو یہ شعر لکھا ہے گویا اوس نے چشم غیب سے دیکھا اس وقت میری آنکھیں کھلی تھیں۔
أَنَا الَّذِي نَظَرْتُ لَا أَشْهَى لِي الْإِدْنِي وَأَسْمِعْتُ كَلِمَاتِي بِصَوْنِي
 میں وہ شخص ہوں جس کے ادب کو اندھا بھی دیکھ لیتا ہے۔ اور جس کے کلمات کو بہر اسی سن سکتا ہے۔

ابو العلاء نے دیوان ابو تمام کو مختصر کر کے شرح لکھی ہے اور اوس کا نام ذکر می جیبت رکھا ہے اور ایسے ہی دیوان ابوجعفر کی بھی شرح لکھی۔ اور اوس کا نام جیبت الولید (لوگوں کا کیل) رکھا ہے۔ اسی طرح ایک اور قیسری شرح دیوان المتنبی کی لکھی ہے۔ اسے نعیر احمد کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ان تینوں شرحوں میں ان کے اشعار غریبہ اور تیز ادب کے مضامین پر بحث کی ہے۔ جو مضامین کہ انہوں نے اور لوگ لئے ہیں یا ان پر لوگوں نے اعتراض کئے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے جواب دئے ہیں اور جہاں کچھ خطا تھی وہاں اعتراض کئے یا ان کے کچھ مناسب توجیہ کی ہے۔ پہلی مرتبہ وہ بغداد میں ۳۶۹ مسمد میں آیا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ ۳۹۹ مسمد میں آیا۔ اور ایک برس سات ہینہ ٹھہر کر عہدہ چلا گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر سے کہیں نہیں گیا تصنیف شروع کر دی۔ طالب علموں کو گھر پر پڑانا چاہا۔ ان طرف سے اوس کے پاس طالب علم آتے اور خاندانہ اور محتاط تھے۔ بڑے بڑے علما و زراعت اہل مقدرت راگوں قی نہ تاتو خطوط کے

فرید سے اوس سے ملاقات کرتے تھے وہ اپنے آپ کو رہن المؤمنین کہلاتا تھا۔ کیونکہ ایک تودہ اپنی مرضی سے اپنے گھر ہی رہتا تھا۔ دوسرے اوس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

پنیا لیس سال تک اوس نے اپنی (اعتقادی) دینداری کی وجہ سے گوشت نہیں کھایا۔ وہ اون جھکے متفقہ کی رائے پر چلتا تھا جن کے نزدیک گوشت کھانا اس سبب سے جائز نہیں کہ اس میں جانور ذبح کرنا پڑتا ہے اور اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ کسی جانور کو تکلیف دینا اون کے نزدیک مطلق جائز نہیں ہے۔

جب اوس نے شعر لکھنا شروع کیا ہے تو اوس کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ اوس کی کتاب لزوم میں یہ شعر بھی ہے۔
لَا قَطْلَ لَيْسَ بِأَلَةٍ لَكَ رُتْبَةٌ قَلَمُ الْبَلِيغِ دَخِيلٌ جَبَّ عِرْقُكَ
 فقط اپنی ہی کوشش سے کسی رتبہ کی جستجو کرنا فضول ہے۔ کسی بلیغ کا قلم نیست کے غمہ کی طرح ہوتا ہے۔

سَكَنَ الْيَتَامَى كَانِ السَّمَاءَ كُلَّهَا هَذَا اللَّهُ دُمُوعُ هَذَا الْغُرْلُ
 دو ساک تارہ ہیں کہ دونوں آسمان میں ہی رہتے ہیں دگر قسمت سے دیکھو ایک کے پاس نیزہ ہے اور دوسرے اوزار ہے۔

ابو العلاء نے بروز جمعہ ۳ ریاہ ۱۲ ربيع الاول ۳۴۹ھ (۹۶۵ء) کو معروفین وفات پائی۔ میں نے سنا ہے کہ اوس نے اپنی قبر پاس بیت کے لکھنے کی وصیت کی تھی۔

هَذَا اجْنَاؤُكُمْ وَمَا جِئْتُ عَلٰى أَحَدٍ
 یہ قصور قابل سزا میرے باپ کا ہے جو اوس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مگر میں نے کسی کے ساتھ یہی جرائی نہیں کی۔

یہ بھی انہیں جھکائے اعتقاد کے موافق ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا پیدا کرنا اور اسے اس عالم میں لانا اوس کے ساتھ برائی کرنا ہے کیونکہ اس سبب سے اوس پر حوادث و آفات نازل ہو کر رہے ہیں۔ وہ تین روز فقط بیمار رہا چوتھے روز مر گیا۔ اوس وقت اوس کے پاس بنی عمم کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

قیصرے روزان سے کہا۔ میں جو کہتا ہوں اسے لکھ لو۔ لوگ دوڑ کر قلم دوات لائے۔ لیکن کچھ ایسی باتیں کہیں جو درست نہ تھیں۔ قاضی ابو محمد عبدا اللہ تنوخی نے یہ حال دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو شیخ کی طرف سے صبر عطا فرمائے وہ اب مرنے والا ہے۔ دوسرے روز مر گیا۔ جب وہ مر گیا تو اوس کے

شاگرد ابو الحسن علی بن ہمام نے اوس کا مرقیہ کہا۔
اِنْ كُنْتُ لَمْ تُرَقِّ السِّدَّ مَا عَزَّهَا فَلَقَدْ اُرْقِيَتْ الْيَوْمَ مِنْ جَفْنِي حَمَا

اگر چہ تیرے نزدیک تو زہد کا وجہ سے کسی کی غوریزی روانہ تھی۔ مگر یہ کیا کیا کہ آج میری آنکھوں سے تو نے ہی خون بہا دیا۔

سَيَرُوتَ ذِكْرَكَ فِي الْبِلَادِ كَأَنَّهُ مَسْلُوعٌ فَمِائِعُهُ يُضْمِخُ أَوْفَمًا
 تو نے اپنا ذکر ملک میں اس طرح پھیلا دیا ہے کہ گویا وہ ملک ہے کہ سنے والے کے کانوں کو خوشبودار کر دیتا ہے اور ان کے
 منہ کو بھی (جو اوس کی صفت منہ سے بیان کرتے ہیں)
 وَ أَرَى الْحُجَّاجَ إِذَا اكْرَادُوا لَيْلَهُ ذِكْرًا لَكَ أَخْرَجَ فِئْتَهُ مَنِ الْحَمَا
 میں دیکھتا ہوں حجاج تیرے ذکر کا شوق کو ارادہ کرتے ہیں۔ تو جس شخص نے احرام باندھ لیا ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے خوشبودار
 سو گھنٹے کے گناہ کا، فدیہ نکالتا ہے۔

اس اول بیت میں بھی اسی اعتقاد کی طرف جسے اوس نے اپنا دین بنالیا تھا اشارہ ہے کہ جانوروں
 کو ذبح کرنا چاہئے۔ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔
 اوس کی قبر اوس کے خاندان کے گھر و منجھے صحن میں ہی ہے۔ اس صحن کا ایک چھوٹا سا قدیمی دروازہ
 ہے۔ جس کی خبر گیری کوئی مطلق نہیں کرتا۔ بالکل بے مرست پڑا ہے۔ اوس کے خاندان والوں کو کچھ
 پروا بھی نہیں۔

متمم بفتح تائے فوقانی و ضم نون مخفہ و غائے معجزہ قبل کائنات کا نام ہے جو قدیم زمانہ میں سحرین کے علاقہ
 میں جمع ہو گئے تھے۔ اور بازم تا صمد معاشرت کا حلف کر لیا اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی اسی
 وہ نہیں تمنیٰ کہنے لگے تھے۔ تمنیٰ کے معنی اقامت کے ہیں یہ قبیلہ اون تین قبیلوں میں سے ہے جو عربین
 حضراتی رہ گئے ہیں۔ اور وہ بہر اتمیٰ تغلب ہیں۔ مغربی بفتح میم و عین مہملہ و تشدید رائے مہملہ مغربۃ الغنم
 کی طرف منسوب ہے۔ جو شیراز اور ساد کے قریب شام میں ایک چھوٹا سا شہر ہے اور عثمان بن بشیر انصاری
 رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ انہوں نے وہاں اپنا گھر بنالیا تھا۔ اسے محرم ۴۹۲ھ (دسمبر ۱۱۰۲ء)
 میں فرسبیوں نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ اس وقت سے وہ فرسبیوں کے ہی قبضہ میں رہا۔
 ۵۱۹ھ (۱۱۲۶ء) میں عماد الدین زنگی بن آق سُنقر نے جس کا ذکر آئندہ آئیگا اوسے فتح کر لیا اور جن جن
 مسلمانوں کی وہاں املاک تھیں براہ مہربانی انہیں دیدین۔

۱) اگرچہ اس نام کو اکثر اہل علم ابو الغلبہ کہتے ہیں۔ مگر اس کا صحیح تلفظ ابو الغلبہ ہے۔

۲) حجاج اس کا صحیح تلفظ ہے۔ دیکھو تھاموس باب ۱۰ ج۔

۳) بعض اشعار ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کے آخر میں تافہ ردیف کی ایک خاص صورت اختیار کر لی جاتی ہے جیسے

شعر کا آواز سننے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اسے اہل عروض لزوم والا بلزم کہا کرتے ہیں کیونکہ شعر کے لئے ہر امر لازمی نہیں۔ اگرچہ تو بہتر اور اگر نہ تو کوئی ضرورت نہیں۔

(۴) الہمز والردف سے خیال ہوتا ہے کہ اس کتاب کا کچھ نہ کچھ نظم ہو گا۔ جس کے آخر میں ہمزہ اور اس کے بعد کوئی اور حرف ہو گا جسے اہل عروض ردف کہا کرتے ہیں۔

(۵) اسے بعض اہل علم نے ناظرہ بھی پڑا ہے۔ لیکن ابن خلکان کے کسی نسخہ میں ناظرہ نہیں ہے۔ اور نہ ابن خلکان کا بیان ہی اس سے ملتا ہے۔

(۶) ابوتام کا نام حبیب تھا۔ ذکر لئی حبیب کے معنی میں یادگار حبیب۔

(۷) اس میں دونوں باتیں نکلتی ہیں ایک تو لڑکوں کے کہل۔ دوسرے جو ولید نے کہل اور دل لگی کی باتیں بنائی ہیں۔ بختی کا نام ولید تھا۔

(۸) قنبر کا نام احمد تھا۔ یعنی احمد کی تصنیف جس کا اثر ان اوزن پر معبود کی طرح ہوتا ہے۔

(۹) دو قید خانوں کا قیدی۔

(۱۰) ابن خلکان کے حاشیہ پر جو جبرسن کے ایک کتب خانہ میں ہے اس مقام پر ایک نوٹ لکھا ہوا ہے کہ ابن خلکان کی تحریر سے یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ ابوالعلا اپنے آخری دم تک اسی عقیدہ پبدا ہو سکر وہ کہتا ہے کہ کتنے ہی دوسرے موصح کہتے ہیں۔ کہ وہ آخری وقت میں اس رائے سے پلٹ کر مسلمان ہو گیا تھا۔

ایک رسالہ میں جس میں قنبر کے اشعار پر بحث کی گئی اور اس کی سوانح عمری دی گئی ہے۔ اور جس کا حوالہ ذکر کرنا ہم نوٹ ۷ میں دیا گیا ہے۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ ابوالعلا نے ایک قرآن بنایا تھا۔ اور اسے وہ اپنے خیال میں قرآن سے مضمحل اور عبارت میں بہتر سمجھتا تھا۔ اس کا کچھ خلا جسے بھی وہاں لکھا ہوا ہے۔

(۱۱) ہر گاہ کہ وہ روشن تابدون کا نام ہو۔ اور میں سے ایک ہر گاہ راجع (تبر والا ساک) کہلاتا ہے۔ اسد و سرساک آغزل (بے صنیار والا ساک) ہے۔ وہ قسمیہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ ہر گاہ کہ وہ شے ہے جس سے کسی شے کو ادٹھا میں یا بے تدبیرین تفوہیم الخ ہیک کے شارحین نے لکھا ہے کہ ان تارون کا نام ساک بلند ہی کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو کچھ کے معنی بلند ہونے اور بلند کرنے کے ہیں۔

(۱۲) یہاں انوکے معنی میں نے دائرہ کے لئے ہیں اور اس شعر کے ترجمہ میں یافعی کی تقلید کی ہے جس نے اپنے تاریخ چین اوس کی تفسیر بیان کی ہے۔ اور قرآن کے سورۃ الصافات کی آیت ۱۴۷ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انوکے معنی ہر گاہ

تے ہیں اس کے سوا یا فعی ابو العلاء کی مشیاء و رسائل کا بھی ذکر کرتا ہے۔

(۱۳) احرام وہ دو بے سسے کپڑے ہوتے ہیں۔ کہ جنہیں حاجی حرم میں داخل ہونے سے پہلے پہن لیا کرتے ہیں۔ جب تک یہ لوگ سرخ ختم نہیں کر لیتے اس وقت تک خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور اگر غلطی سے کر لیا جائے تو فدیہ دینا ہوتا ہے۔ (۱۴) نعمان بن بشیر انصاری نے عکاسہ میں انتقال کیا تھا۔

۴۷ ابو عامر احمد بن ابی مروان عبد الملک بن مروان بن ذی الوزارین الاعلیٰ بن

عبد الملک بن عمر بن محمد بن عیسیٰ بن شہید الا شجعی اندلسی قسطنطینی۔
و شجاع بن زکریا کی نسل سے تھا جو مزج راہنہ کی لڑائی میں شجاع بن قیس الغفیری کے ساتھ تھا۔ اس کا ذکر ابن بشار نے کتاب الذخیرہ میں کیا۔ اور بہت بڑی تعریف کی ہے۔ اور اس کے کتے ہی رسائل اور نظمیں اور اس کے حالات بھی کسی قدر لکھے ہیں۔ اندلس والوں میں یہ شخص سب سے بڑا عالم تھا۔ عربی میں جو جو علوم میں انھیں سب کو اچھی طرح جانتا تھا اس سے اور ابن حزم ظاہری سے بہت کچھ کمابست و مرسلات ہوئی ہے۔ جس میں مدح و عبت و خوش طبعی کثرت سے برتی گئی ہے۔ ابو عامر نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن کے مضامین نئے نئے اور نادر ہیں۔ ابن حزم سے بعض یہ ہیں۔ کتاب کشف الذکر و ایضاح الشک کتاب التوابع والذوایع کتاب حانوت عطار۔ ابن کے سوا اس کی اور کتابیں بھی ہیں باوجود اس علم و فضل کے کہ طبیعت کا نہایت کریم و فیاض بھی تھا۔ لوگ اس باب میں عجیب و غریب حکایات بیان کیا کرتے ہیں۔ اس کے قصائد میں سے ہم بعض اچھے اچھے شعر بیان نقل کرتے ہیں۔

وَنَدْرِ سِبَاعِ الطَّيْرِ اِنْ كَمَاتَهُ اَذَالِقِيْتُ صَيْدَ الْكَلَامِ سِبَاعِ
شکاری پرندہ و بستی گدہ وغیرہ و مرار خوار جانور (جانتے ہیں کہ جب اس کے بہادر سپاہی سپاہیوں کے شکار کو جانتے ہیں تو وہ شکاری و بستی گدہ و بستی شیر) ہو جاتے ہیں۔

طَيْرُ جِئَا عَافُوهُ وَتَوَدَّهَ طِبَا لَا إِلَى الْأَذْكَارِ وَهِيَ شِبَاعُ
وہ اس کے اوپر دیکھ کر یہ شکار کب مارے اور کب ہم کھائیں، بھوکے ہونے پر گلوں کے بجا لوگوں کی نوکین اور خبیث بہار اگر ہوسلوں کی طرف لوٹاتے ہیں۔

اگرچہ یہ مضمون (شعر کا) پاکمال کیا ہوا ہے اور شعرائے جاہلیت و اسلام نے اس کو اس سے پیشتر بھی

لکھا ہے۔ لیکن اوس نے سانچہ میں بہت ہی اچھا ڈھالا اور نہایت لطف سے اسے لیکر لڑا کیا ہے۔ پیشتر بھی اوس کے نہایت عمدہ اشعار و اقوال سے ہیں۔

وَلَمَّا تَلَأْتُمْ مِنْ سُكْرِهِ وَظَاهَرُوا نَامَتْ هَيُونُ الْعَسَسِ

جب وہ نشہ میں چور ہو کر سو رہا اور اوس کے چکیداروں کی آنکھ بھی لگ گئی۔

دَقَوْتُ إِلَيْهِ عَلَى بُعْدِهِ دَلَوْتُ فِي دَسَائِمِ مَا التَّمَسِ

تو اگرچہ (اوس کا مکان) دو جتان میں اوس کی طرف بڑھا اس رفیق کی طرح ہے جسے معلوم ہو کہ اوس کا مطلب کہاں

أَدْبَ إِلَيْهِ دَبِيبُ الْكَرَا وَاسْمُ إِلَيْهِ سُمُّو النَّفْسِ

میں اوس کی طرف ایسے چلا جیسے نیند کسی دھکے ماندہ کی آنکھوں میں جاتی ہو۔ اور اوس کے مکان پر ایسے چڑا جیسے سانس اوپر کو چڑھتی ہے۔

وَبَيْتُ يَهْ لَيْسَ لِي نَاعِمًا إِلَى أَنْ تَبَسَّ وَتَضُرَّ الْغَلَسِ

وہاں تمام رات عیش و عشرت میں کاٹی یہاں تک کہ بڑے بڑے کے مسکرانے کی چمک ظاہر ہونے لگی۔

أَقْبَلَ مِنْهُ بَيَاضُ الطَّلَا وَأُشْفَ مِنْهُ سَوَادُ الْعَسِ

اوس وقت میں لے اوس کی گوری گردن دسے چاروں طرفوں کو بوسہ دیا اور لبوں کی دبان کہاں جھوٹی ہر سہی کو منہ سے چاٹا (اور چلایا)

ابو منصور علی بن الحسن معنیہ مَرَّ قَرَا قَوْلَ بَنِي اس مضمون میں نہایت ہی اچھا ہے۔

وَحَيَّ طَرَقَاهُ عَلَى غَيْرِ مَوْعِدٍ فَمَا أَنْ وَجَدَ نَاحِدًا فَارَ هَمْدٍ

ایک ہی دسے ڈیروں پر، ایک تاریکی میں ہم دونوں سے بغیر کہے سے جا پڑے مگر چنانچہ اوس کی آواز آجمل رحمی ہمیں راستہ بتانے والا کوئی بھی نہ ملا۔

وَمَا خَفَلَتْ آخِرُهُمْ فَيَرَانَا سَقَطْنَا عَلَيْهِمْ مَوْلَى يَسْقُطُ لَنَدَى

اون کے چکیدار غافل و نڈھے بلکہ ہم ہی اوس پر اس آہستگی سے جا پڑے تھے کہ جیسے آسمان سے شبنم گرا رہی ہے۔

یہ مضمون تو اور بہت شعر لکھا ہے۔ مگر اوس میں اصل قول درج ہو سب سے اعلیٰ لکھا گیا ہے وہ انھیں کا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

سَمَوَاتٍ إِلَيْهَا بَعْدَ مَا نَامَ أَهْلُهَا سَمَوَاتٍ الْمَاءِ حَالًا عَلَاحًا

میں اوس کی طرف چڑھ کر اوس وقت گیا جب کہ اوس کے لوگ سو رہے تھے۔ اس طرح ہر کہ جیسے بلدی کے بعد چکر چڑھے جاتے ہوں۔

اس کے اکثر اشعار ضحیت ہی فائق ہیں۔ اوس کی ولادت ۳۳۲ (۹۹۱ء) میں ہوئی تھی۔ بروز جمعہ پچاسشت کے وقت بتاریخ سلخ بنامی الاولی ۳۲۶ (۱۰۳۵ء) کو قطن بن انتقال کیا۔ اور دوسرے روز مقبرہ ام ۳۲۷ میں مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوس کے باپ عبدالملک کا کتاب الصلہ مصنفہ رابن بشکوال میں ذکر آیا ہے۔

شہید بضم شین مثلثہ وقع باوسکون یا سے تحانیہ ووال مہلہ۔ الشجعی بفتح ہمزہ ووسکون شین مثلثہ وقع جیم و عین مہلہ الشجعی بن یزید بن غطفان کی طرف منسوب ہے جو ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔

(۱) ذوالوزارین (دو وزارت والا) یا صاحب السیف والقلم (دونوں کا خطاب ہوا کرتا تھا جن کو مالی اور ملکی دونوں صیغوں کا اختیار ہوتا تھا۔

(۲) مزہج راہط کی لڑائی ۳۳۲ میں خلیفہ مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کی فوج میں ہوئی تھی۔ وفاق ابن الزبیر کا طرفدار تھا۔ اور اپنے بہت سے ہلاک ہونے کے ساتھ مارا گیا تھا۔ ۳۳۵ میں چند اشعار ہیں جن میں اس لڑائی کا کچھ ذکر آیا ہے۔ خلیفہ مروان نے اس لڑائی میں وضاح کو قید کر لیا مگر قتل نہیں کیا تھا۔ اسی کی نسل سے مرسیہ بن بنی وضاح بنت تھے۔ ازبغیات الممتس مزہج راہط شام کے ملک میں دمشق سے مشرق کو واقع ہے۔

(۳) ظاہری فقہائے اہل سنت کا ایک فرقہ ہے۔

(۴) حاجی خلیفہ کے بیان کے بموجب کشف الدک والیقض الفک (دھوکہ اور شک کے ظاہر کرنے) یعنی بہت بھڑکیا کے بیان میں ہے۔ التواہج والزواج کو مشرقلو گل کہتے ہیں۔ کہ جنات اور شیاطین کے ذکر میں ہے۔ حانوت خطار کو نبیات کہتے ہیں کہ صرف و دخون میں ہے۔ مگر اس کے نام سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔

(۵) عرب کی بدوی اقوام کا یہ قاعدہ تھا اور اب بھی ہے۔ کہ بلند مقامات پر شب کے وقت خوب آگ جلا کر آگے ہٹ کر آگے لگا کر بیٹھا یا سا فرار کا بہو لاہو پھرتا ہو تو روشنی کو دیکھ کر دھاوا نہ کرے۔ اور جو کہ پیاس سے جان بچا کر اپنے راستہ کا پتہ معلوم کرے۔ چنانچہ قرآن شریف کے سورہ اہل آیت میں ہے لَوْ قَالُوهُمْ یٰۤاٰنِیْۤا نَسْتُفَارُ۔ سَأَتَّبِعُکُمْ مِّنْہَا یٰۤاٰنِیْۤا نَسْتُفَارُ۔ (جبکہ دوس نے اپنے گمراہوں سے کہا کہ ہم)

آگ دسی، دکھا دی ہے۔ خدا دیکھو تو ہمیں ایمان سے تمہاری پاس درستی کی کچھ خبر لاؤں یا رہو کے تھک چکے ہو
انکار تمہارے پاس لے آؤں۔

۶۹، ابو حامد نے اپنے اخیر زمانہ میں شعر و سخن اور فصاحت و بلاغت میں امام تھا۔ اوس کے بعد پھر کوئی ایسا نہ ہوا۔ اور اوس کی
اولاد بھی نہ تھی۔ وہ بڑا فیاض طبع اور غنہ پیشانی تھا۔ طب میں اوس کی بہت بھی لیاقت تھی۔ از نبیائے الکثر۔

۴۸۔ ابو الحسن اجم بن فارس بن کزبان محمد بن حبیب الرازی اللغوی

کتنے ہی علوم میں خصوصاً لغت میں امام تھا۔ کیونکہ اوس نے اس فن لغت کی بہت کچھ جان بن کی تھی
اوس نے اپنی کتاب *المعجم فی اللغة* میں جو اوس نے لغت میں تالیف کی ہے باوجود اختصار کے بہت بڑا
مواضع کیا ہے۔ ایک اور کتاب *حلیۃ الفقہاء* بھی اسی کی ہے۔ اوس کے سوا اوس نے اور بھی عمدہ عمدہ رسالے
لکھے اور لغت کے ایک رسالہ میں کچھ ایسے مسائل کو حل کیا ہے جنہیں فقہائے بڑی توجہ سے پڑھتے ہیں۔ اسی
کتاب سے حریری صاحب المقامات نے جس کا ذکر انشا اللہ تعالیٰ آئندہ آتا ہے یہ اسلوب اختیار کیا ہے
اور مسائل فقہیہ کو مقامہ *طبیعیہ* میں بیان کیا ہے جس میں کوئی مسئلہ تک آگئے ہیں۔ یہ ہمارے میں راکر تھا۔
بدیع الزمان ہدانی صاحب المقامات نے جس کا ذکر بھی آئندہ آتا ہے اسی سے علم حاصل کیا تھا اس کے
اشعار بڑے جمید ہوتے تھے۔ چنانچہ اوس کے شعر ہیں۔

مَرَّتْ بِهَا هَيْعَةُ مُجْدٍ ذَلَّةٌ تَذَكُّتُ تَنْحِي لِمُرْكِي

ایک ترکہ دوزخ کی عاشقوں کے دل بوٹنے والی، اور ترکہ لیل کی بٹنی کر کی خوبصورت معشوقہ مارے پاس پہنچ گئی
تو تو بیکار فانی فانی
اَضْعَفُ مِنْ حُجَّةٍ مَخْشُوعَةٍ
نستور انداز وقتہ انگیز نگاہ سے نکستی جاتی اور محبت و دلیل نحوی سے زیادہ کمزور (اور نازک) تھی۔

یہ بھی اسی کے شعر ہیں۔
اِسْمَعُ مَقَالَهٖ نَاصِحِ جَمَعَ النَّصِيحَةَ فَلَمَقَهٗ

ناصح کی باتوں کو سن جو نیچے ابھی باتیں بتائے اور محبت کرے۔

اَيَّاكَ اَحْذَرُ اَنْ يَّبْلِيَتْ مِنْ الثَّقَاتِ عَلَيَّ لِقَاهُ

خبردار اس سے بچا کہ کہیں ثقات کے پاس ایک رات بھی اون کے بھر دوسرے گزارے۔

یہ بھی اوس کے ہیں۔

إِذَا كُنْتَ فِي حَاجَةٍ مِّنْهُ لَا
وَأَنْتَ بِهَا كَلْفٌ مُّغْرَمٌ

اگر کوئی شخص کو ایک ضرورت کے لئے جس کی تجھ بڑی خواہش اور از حد شوق ہے پہنچا جائے۔

فَارْسِلْ حَكِيمًا وَلَا تُؤْصِلْهُ
وَذَلِكَ الْحَكِيمُ هُوَ الَّذِي نَزَّهَهُمُ

تو تو ایک حکیم دانشمند کو بھیج اور کچھ نصیحت نہ کر و حکیم دانشمند درہم ہے۔

یہ بھی اوس کے ہیں۔

سَقَى هَٰذَا الْغَيْثُ لَسْتُ بِقَالٍ
سِوَى ذَا فِي الْأَشْجَارِ نَاصِرٌ

ہمدان پر خدا باران رحمت برسے اس کے سوا اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آنتون میں تو دھوک سے، آگ لگ رہی ہے۔

وَمَا لِي لَا أَصْفِي اللَّهَ عَابِدًا لَّدَيْهِ
أَفِدْتُ بَعْدَ انْشِيَانِ مَا كُنْتُ أَكْهَلُهُ

کیون میں صفائی قلب سے اوس شہر کے لئے دعا نہ کروں جس میں مجھے یہ فائدہ نصیب ہوا ہے کہ جو کچھ میں جانتا تھا بھول گیا۔

لَيْسَتْ الذِّمِّي أَحْسَنُ مِنْ غَيْرِائِي
مَدِينٌ وَمَا فِي جُوفِ بِلَاسِي دِرْهَمُهُمُ

جو باتیں اور علم میں خوب جانتا تھا وہ سب بھول گیا صرف قرض لینا یاد رہ گیا ہے۔ میرے گھر میں ایک درہم بھی نہیں ہے۔

اس کے اشعار کثرت سے اچھے ہوتے تھے۔ (سنہ ۳۹۰ھ) میں بقیام سے اوس نے انتقال کیا۔

رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور قاضی علی بن عبدالعزیز جو جانی کے مشہد کے مقابل مدفون ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ صفر ۳۹۰ھ

رجون ۳۹۰ھ میں اوس نے بقیام محمدیہ وفات پائی تھی مگر اول روایت بہت مشہور ہے۔

رازی میراے مہلہ الف و زائے عجمہ رے کی طرف منسوب ہے۔ جو دیرلم کا بڑا مشہور شہر ہے۔ زائے

میں اوس طرح زاد ہے جیسے ہر ذری میں مردا شاہجان کی طرف نسبت کر کے بڑا دیتے ہیں۔

یہ بھی اوس کے شعر ہیں۔

وَقَالُوا كَيْفَ خَلَّكَ قُلْتُ خَيْرٌ
نَّقَضَى حَاجَةً وَتَفَوُّتَ حَاجٍ

انہوں نے پوچھا کہ تیرا حال کیسا ہے میں نے کہا خیر ہے۔ بعض ضرورتیں تو پوری ہو جاتی ہیں اور بہتہ جاتی ہیں

إِذَا اذْهَمَتْ هُمُومُ الصَّدْرِ قُلْنَا
عَسَى يَوْمًا يَكُونُ لَهَا أَنْفِرَاجٌ

جب کہی سینہ میں رنج و الم کا ہجوم اور بہت زور ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ایک دو ایک دن ضرورت کا دگ ہوگی۔

نَبِيٌّ صَرَفِيٍّ وَأَفْسَرُ نَفْسِي دَفَائِلُ وَمَعْشُوقِي السَّجَّاجُ

میری بلی میری ندیم ہے۔ اور میرے دل کی دوست کتابیں ہیں۔ اور ایک جہراغ میرا معشوق ہے۔

(۱) بجل اگرچہ ایک مختصر کتاب ہے۔ مگر پھر بھی عربی زبان کا لغت ہے اچھی بڑی دو جلدوں میں ہے۔

(۲) طبیب مینہ النبی کا نام ہے۔ طبیبہ اوس کی طرف نسبت ہے۔ بتیسویں مقام کا یہ لقب اس واسطے ہو گیا ہے کہ اوس کے شریع میں طبیب کا ذکر آیا ہے۔ بعض اس مقام کو حزیبہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) ترکمان تو میں ہمیشہ قطع الطریق اور راہزنی میں مشہور و معروف ہیں۔ یہ معشوقہ اوس قوم کی تھی۔ اور اپنی قوی عادت اوس میں موجود تھی۔ عشاق کے دل لوٹ لیتی تھی۔

(۴) اہل سخا اپنے قواعد خویہ کے ثبوت میں وہ ہی سماعی دلائل پیش کیا کرتے ہیں جہاں زبان کی زبان سمجھتے ہیں۔ ان کے دلائل عقلی نہیں ہوتے صرف نقلی ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ اور کمزور دلیل کیا ہوگی۔ عربی میں جہاں ضعف کے معنی ہیں کمزور وہاں اوس کے معنی نازک کے بھی ہیں۔

(۵) یہ رے اوس لوگوں کے برخلاف ہے۔ جنہم ہی اور تواریخی روایتیں بیان کرتے اور مخلوق میں اوس کی دیانت و امانت ایسی مشہور ہوتی کہ روایت کے راویوں کے نام بتانے کی اوس کو ضرورت نہ سمجھی جاتی تھی۔ نقد کے معنی بھر و سہ کے ہیں۔ مگر یہ لفظ صفت کے طور پر اوس لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے جن پر بھر و سہ ہوتا ہے۔

(۶) ساکنین ہرمان اپنی جہالت کے سبب مشہور تھے۔ ابن فارس کا دعویٰ ہے کہ ان کی جہالت ایک مرض متعلقہ کی طرح ہے۔ جو مجہول میں بھی سرایت کر گیا ہے۔

(۷) دیکھو تذکرہ ۲۔

ابوایوب الحسن بن الحسن بن عبد اللہ بن جعفر النعمانی منسوبہ یثنتی

۴۹

کوفہ کا رہنے والا اور مشہور شاعر تھا۔ بعض نے اوسے احمد بن الحسین بن مرقۃ بن عبد الجبار بھی بتایا ہے وائے اعلیٰ کو نہا نسب صحیح ہے۔ وہ کوفہ کے باشندوں سے تھا مگر اباہم طفولیت میں ہی شام کو چلا آیا۔ اور وہاں چاروں طرف پھر پھر اگر اوس کی جگہ فنون ادب کی گئی۔ اور وہاں کمال حاصل کیا تھا۔ زبان عربی کے محاورات کو بہت ہی اچھی طرح ہی نظم و نثر میں بدوی عربوں کے طرز بیان کرتا۔ اور اوس کے غریب و عجیب بیانیے پرے بھلے کو خوب جانتا تھا۔ اوس کے سامنے کوئی بات ایسی پیش نہیں کی جاسکتی تھی کہ جس کے لئے

کلام عرب سے فوراً نظم و شعر میں شواہد نہ پیش کر دینا ہو۔ یہاں تک کہ شیخ ابو علی فارسی صاحب الايضاح و التعلیل نے ایک مرتبہ اوس کے دریافت کیا کہ بھلا بتاؤ تو ابو الطیب فعلی کے وزن پر ہماری زبان میں جمع کے کتنے لفظ آئے ہیں۔ مثنیٰ نے اسی وقت کہا تجلی اور ظریٰ صرف دو کلمہ آئے ہیں۔ شیخ ابو علی کہتا ہے میں نے اس پر تین روز برابر لغت کی کتابوں کا مطالعہ کیا کہ کہیں اور کوئی لفظ اس وزن پر مل جائے۔ مگر نہ ملا۔ ابو علی سا شخص جب کسی کے حق میں یہ بات کہے تو بس اوس کی (لغت میں) کمال فضیلت کے لئے یہی شہادت کافی ہے۔ تجلی جمع مجمل کی ہے جو ایک پرندہ ہے اور جسے عربی میں قبیج بھی کہتے ہیں۔ (مجل تیز اور قبیج کبک یا چکور کہتے ہیں) اور ظریٰ ظریبان (مثل قطران کے) جمع ہے یہ ایک ٹھوٹا سا چرچا بدلی کی قسم کا) بدبودار ہوتا ہے۔ رہے شعر تو اوس کے نہایت ہی عمدہ ہیں۔ وہ اس قدر مشہور ہیں کہ اوس کے (نمونہ کے طور پر) ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن شیخ تاج الدین کندی رحمہ اللہ تعلقے اوس کی دو بیتیں بیان کیا کرتا تھا جو اوس کے دیوان میں نہیں ہیں۔ مگر اوس کی روایت باسناد صحیح متصل ہے۔ ہج سے ندرت کے سبب میں اوس کا یہاں لکھ دینا مناسب سمجھا ہوں۔

الْحَيْنِ مُفْتَقِرٌ لِّأَيِّكَ نَظَرٌ مِّنِّي فَكَلْهَنَتْنِي وَقَدْ فَنَيْتَنِي مِنْ حَالِي

کیا تو نے مجھ اپنی آنکھ سے جتیری مہربانی کی علاج ہے دتیری طرف نظر کرتے، دیکھ لیا ہے کہ جس سے تو نے میری بہت کی تھی مجھ پر سے گڑھے میں پھینک دیا۔

كُنْتُ الْمَكْذُومَ أَنَا الْمَلُومُ لِأَنَّ نِيَّ انْثَرْتُ كَمَا لِي بِغَيْرِ الْخَالِي

اس میں تو ملامت کے لائق نہیں بلکہ میں ہی ملامت کے قابل ہوں کیونکہ میں نے ہی اپنی امیدیں خالق کے سوا دوسرے کی طرف لگائی ہیں۔

جس زمانہ میں مثنیٰ مصر میں تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ بیمار ہو گیا۔ اوس کا ایک دوست تھا۔ بیلری کے لیا میں اوس کی خوب خدمت کرتا رہا۔ لیکن جب مثنیٰ کو صحت ہو گئی تو وہ چہند روز تک نہ آیا۔ مثنیٰ نے اسے کہا جب میں بیمار تھا تو آپ نے مجھے بڑی مہربانی کی۔ خدا آپ پر مہربانی کی نظر رکھے۔ مگر جب میں اچھا ہو گیا۔ تو آپ نے میرے پاس آنا ہی چھوڑ دیا۔ اب یہ صرف آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ آپ مجھے بیمار کا دوست نہ بننے دیں۔ اور میری صحت کو قائم رکھیں۔

اہل علم کی اس کے اشعار کی نسبت مختلف رائیں ہیں۔ کوئی تو انہیں تمام پرانہ جو لوگ اوس کے بعد ہوئے ہیں

اولن پر اسے ترجیح دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جو ابو تمام کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن ابو العباس احمد بن محمد الناصبی شاعر جس کا اس کے بعد (تذکرہ ۵۰ء میں) ذکر آتا ہے کہ اسے کہ شعر و سخن (کی دیوار) میں فقط ایک گوشہ باقی رہ گیا تھا وہاں اگر قنبری داخل ہو گیا کیا اچھا ہوتا جو وہ مضمون اوس نے لکھے ہیں وہ میرے قلم سے نکلے ہوتے۔ یہ دونوں مضمون اوس نے ایسے لکھے ہیں جو پہلے کسی نے نہیں لکھے۔ ایک تو ان دو شعروں میں ہے۔

رَمَانِي الدَّهْرُ بِأَلَمِ نَزْرِ إِحْسَانِي فَوَادِي فِي غُشَاءٍ مِنْ نِبَالِ

دانشے ایسے مصائب مجھ پر ڈالے ہیں کہ میرا دل ان کے تیروں سے چھپ گیا ہے۔
فَصُرْتُ إِذَا أَصَابَتْنِي سَهَامٌ تَكَسَّرَتِ النَّصَالُ عَلَى النَّصَالِ
ادب میری یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ جب تیرے مجھ پر اگر گھٹتے ہیں۔ تو ان کے پیکان پیکانوں پر میری لگ کر ٹوٹتے ہیں۔ اور دوسرا یہ ہے۔

فِي مَجْهَلٍ سَتَرَ الْعُيُونُ خَبَائِرَهُ فَكَأَنَّمَا يَبْصُرُنَّ بِأَلَاذِنِ
وہاں یارِ دوست نے لکھا کہ چھپا تھا کہ اوس کے گرد و غبار نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ یا کوئی آنکھیں کاؤنسور دیکھتی تھیں

اہل علم نے اوس کے دیوان پر بڑی توجہ کی ہے۔ نہایت محنتوں سے شرحیں لکھی ہیں جن استادوں سے میں نے پڑھا ہے ان میں سے ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے اوس کی چھوٹی بڑی کوئی چالیس شرحیں دیکھی ہیں۔ اس قدر شرحیں کسی دوسرے دیوان کی کہیں نہیں لکھی گئیں۔ واقعی قنبری بڑا ہی خوش قسمت تھا اللہ تعالیٰ نے اوس کے شعر و سخن میں بڑی سعادت عطا فرمائی ہے۔

اوسے قنبری دینا ہوائی، اس لئے کہتے ہیں کہ اوس نے باؤیۃ السماوہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور نبی کا دعویٰ کئے قبائل اوس کے متبع ہو گئے تھے۔ یہ نامناسب حرکت سن کر زوہیر میر حمص جو حاکم قشتیڈیہ کا نائب تھا فوج لیکر قنبری کی طرف نکلا۔ اور اوسے قید کر کے اوس کے قلعین کو منتشر کر دیا۔ پھر ایک مدت تک قیدین رکھ کر اوس سے توبہ کرا کر چھوڑ دیا۔ اس روایت کو مورخین نے مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ مگر جو میں نے لکھا ہے یہی اصح ہے۔ یہی بھی کہتے ہیں کہ قنبری کہا کرتا تھا میں ہی ان لوگوں میں ان اول شخص ہوں جنہوں نے نبی شاعر ہونے کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

پھر قننی یہاں سے ۳۳۴ھ (۹۴۸ء) میں ابرہیم بن محمد بن عثمان کے پاس چلا گیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے بھی کوچ کر دیا۔ ۳۳۶ھ (۹۵۰ء) میں مصر پہنچا۔ کافور لاکشیدی اور انجو بن لاکشیدی کی نظر میں قصیدہ لکھا۔ اوس کی ایسی عزت تھی کہ کافور کے روبرو دونوں بیرون میں موزہ بچھنے کمر میں تلوار اور پر تلہ ڈالے ہوئے کھڑا ہوتا۔ اور جب سولہ ہر گز کہیں جاتا تو شاہی مالک میں سے دو حاجب اوس کے ساتھ جاتے جن کے پاس تلواریں اور پر تلہ ہوتے تھے۔ پھر جب کافور سے اوس کی خواہشیں پوری نہ ہو سکیں تو قننی نے اوس کی کچھ لکھی اور جان کے اندیشہ سے شب غید الضحیٰ ۳۳۷ھ (جنوری ۹۵۱ء) کو وہاں سے بھاگا۔ کافور نے کئی طرف کو اوس کے تعاقب میں سوار بھیجے۔ مگر وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ کافور نے اوس سے کسی صوبہ کے والی کر لئے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ اشعار میں اپنے بڑی تعلی کرنا اور شیخان مارتا ہے تو اسے خوف ہوا اور ایسے وعدہ سے انکار کیا، لہٰذا کون نے کافور کو اس پر بڑبھلا لکھا۔ کافور نے کہا بھائیو۔ یاد رکھو جس شخص نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دعوے میں دروغ نہ کیا۔ تو کیا اسے کافور کے ساتھ حکومت کا دعویٰ کرنے میں کچھ خوف ہوگا۔

ابو الفتح ابن جتعی سخوی کہتا ہے کہ میں ابو الطیب المتنہمی کا دیوان خود اسی سے پڑھا کرتا تھا۔ حسب میں نے اوس قصیدہ میں جس کا اوّل یہ ہے۔

أَهْلِبْ فِينَا الشُّوقَ وَالشُّوقُ غَلِبَ وَأَهْبِ مِنْ ذَا الْهَجْرِ الْوَصْلُ أَهْبِ

تیرے دیدار کے شوق سے میں اڑا کرتا ہوں مگر شوق غالب رہتا ہے۔ اور مجھے تعجب آتا ہے کہ اس پر بھی ذرا پس کو نفرت ہے۔ پد آپ کا وصل اس سے بڑھ کر تعجب کے قابل ہے۔

پڑھتے پڑھتے یہ قول پڑھا۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ قَوْلُ قَصِيدَةٍ وَلَا أَشْتَكِي فِيهَا وَلَا أَلْتَعِبُ

بھلا میں یہ جانتا تو کیا خوب تھا۔ کہ میں کوئی ایسا قصیدہ کہہ سکتا ہوں جس میں نہ تو میں کسی کی شکایت کران اور نہ ہی پر عتاب ہی کروں۔

وَيْ مَآ يَكُنْ وَدَّ الشَّعْرُ بِمَقِيٍّ أَقْلَهُ وَلَكِنْ قَلْبِي يَا ابْنَةَ الْقَوْمِ قَلْبُ

مجھ پر وہ مصائب نازل ہوئے ہیں کہ ادنیٰ اثر اداں کا یہ ہے کہ شعر کہنا مجھ سے چھوڑا دیں گے۔ مگر اے بڑے لوگوں کی بیٹی میرا دل بھی تو بہت بڑا ہے۔

تو میں نے بتنی سے کہا مجھے سخت ناگوار گزند ہے کہ سیف الدولہ کے سوا یہ شعر اور کسی کی تعریف میں کیوں لکھا جاتا ہے۔ بتنی نے کہا۔ میں نے تو اوس سے کہا یا تھا کہ ہشیا رہو ڈرتے رہنا۔ مگر کچھ نفع نہ ہوا۔ کیا میں نے اوس کی نسبت یہ شعر نہیں کہا۔

اَخَا الْجَوْدِ اَحْطَا النَّاسَ مَا اَنْتَ مَالِكٌ كَلَّا لُعْطَيْنِ النَّاسَ مَا اَنَا قَائِلٌ

اے صاحب بخشش وجود۔ لوگوں کو تو وہ چیز ملے تو دیدے جس کا تو مالک ہے۔ مگر وہ چیز جو میں کہتا ہوں ہرگز کسی کو مت دے۔

یہی سبب ہے جو میں کاغذ کے پاس آیا۔ اوس نے مجھے اوس کے پاس سورتدبیری اور ناقدرشناسی سے بھیجا ہے۔ سیف الدولہ کا قاعدہ تھا کہ ہمیشہ دربار کیا کرتا۔ وہاں شب کو علما و فضلا جمع ہوتے اور آپس میں اوس کے سامنے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بتنی اور ابن خالویہ نخوی میں کچھ بحث ہو گئی۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ابن خالویہ نے بتنی پر حملہ کیا۔ اور ایک کجی جو اوس کے ہاتھ میں تھی بتنی کے ایسی ماری جس سے اوس کے چہرہ پر خون نکل آیا۔ بتنی اوٹھ کر باہر چلا گیا خون اوس کے کپڑوں پر بہ رہا تھا۔ بتنی کے غصہ کا حال نہ پوچھو کہ اوس پر کیا گزری۔ اوسی وقت اوس نے مصر کا راستہ لیا۔ وہاں جا کر کاغذ کی مدح میں قصیدہ لکھا پھر وہاں سے بھیج دیا آیا۔ بلا و فارس کا قصد کیا۔ عَضُدُ الدَّوْلَةِ بن بُوَيَہِ الدَّیْلَمِی کی مدح سرائی کی۔ اوس نے اوسے بہت انعام و اکرام کئے۔

پھر جب یہاں سے لوٹ کر بغداد کو چلا۔ اور در شعبان ۳۵۵ھ (۹۶۵ء) کو کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ تو راستہ میں فاکک بن ابی الجہل الاسدی اپنے کچھ آدمی لیکر اوس کے سامنے آیا۔ بتنی کے ساتھ بھی کچھ آدمی تھے۔ دونوں میں باہم لڑائی ہوئی۔ بتنی اور اوس کا بیٹا محمد اور اس کا غلام مُغْلَجُ نَعْمَانِیہ کے قریب ایک موضع میں صافیہ یا حبال صافیہ کہتے ہیں اور جو سو واد بغداد کے جانب غزنی میں دیر کا قوئل کے پاس دو میل کے فاصلہ پر ہی مارے گئے۔ ابن رشیق نے کتاب العمہ کے باب منافع الشعر والمضار میں لکھا ہے کہ جب ابو الطیب نے دشمن کا قلبہ دیکھ کر بھاگنے کا ارادہ کیا تو اوس کے غلام نے کہا ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ لوگ کہیں کہ بتنی بھاگ گیا حالانکہ تو نے ہی خود یہ شعر کہا ہے۔

فَالْحِلُّ مَوَالِیْلُ وَالْبَسِیْدُ اَعْلَیُّ وَالْحَبُّ وَالْضَرْبُ وَالْقَطْلُ وَالْقَلْبُ

اگر وہاں ادریا بان مجھے خوب جانتے ہیں اور ایسے ہی لڑائی مار پیٹ اور کاغذ و قلم بھی۔

متنبی یہ نہ کر لیا اور لوگ مارا گیا۔ یہی بیت اوس کے قتل کا باعث ہوئی۔ یہ واقعہ بروز چار شنبہ ۲۴ یا ۲۵ رمضان ۹۱۶ء کا ہے۔ بعض نے اوس کے قتل کی تاریخ روز دوشنبہ ۲۲ رمضان یا ۲۳ رمضان بھی بتائی ہے۔ سلسلہ (۹۱۵ء) میں وہ کوفہ کے محلہ کنڈہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس سے اوس سے کنڈہ کہتے تھے۔ لیکن وہ کنڈہ قبیلہ سے نہیں تھا۔ بلکہ حنفی قبیلہ سے تھا۔ حنفی در ضم حمیم سکون میں دفن ہیں۔ العشر بن فنج (جس کا نام مالک ہے) بن اؤد بن زید بن شجوب بن غریب بن زید بن کھان بن سعد کو سعد العشرہ اس لئے کہتے تھے۔ کہ اوسکی اولاد بہت تھی۔ کہتے ہیں کوئی تین سو کے قریب بیٹے پوتے تھے۔ جب وہ سب کو ساتھ لیکر کبھی سوار ہوتا اور لوگ پوچھتے کہ یہ کون ہیں تو وہ کہتا یہ میرے عشیرہ یعنی خاندان کے لوگ ہیں۔ تاکہ کہیں نظر بد کا اثر نہ ہو۔

ہے کہ متنبی کا باپ کوفہ میں سُقار تھا پھر اپنے بیٹے کو لیکر شام کو چلا گیا تھا۔ اوس کے بیٹے نے وہیں شام میں ہی پرورش پائی۔ متنبی کی جھوٹے بعض شعر نے ان شعروں میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

أَحْيَ فُضْلٌ لِّشَاعِرٍ يَطْلُبُ الْفُضْلَ مِنَ النَّاسِ كَرَّةً وَعَشِيًّا

اوس شاعر میں فضیلت کہان سے آئی جو صبح سے شام تک لوگوں سے فضل و کرم کی درخواست کرتا رہتا ہے۔

عَاشَ حَيْنًا يَبِيعُ فِي الْكُوفَةِ الْمَاءَ وَحَيْنًا يَبِيعُ مَاءَ الْحِجَا

ایک مدت تک تو وہ کوفہ میں پانی بیچتا یعنی سٹے کا کام کیا کرتا تھا۔ اور اب مدت سے عرق جبین بیچتا ہے۔ اس قسم کی ایک نظیر آپ کو حریف میں ملے گی۔ جو اب المَعْدَا نے ابو تمام حبیب بن اوس مشہور شاعر کی نسبت کی ہے۔ جب متنبی مارا گیا تو ابو القاسم مظفر بن علی الطَّبَّسَنی نے یہ مرثیہ لکھا۔

لَا رَحِمَ اللَّهُ سُرْبَ لَهَذَا الزَّمَانِ إِذْ دَهَانَا فِي مِثْلِ ذَاكَ اللِّسَانِ

اے اللہ تعالیٰ اس زمانہ کی بری حالت کو غارت کر۔ جس نے ایسی زبان دے دی کہ ہم سے جدا کر دیا۔

مَا رَأَى النَّاسُ ثَانِي الْمُنْتَبِي أَيْ ثَانٍ يُرَى لِبِكْرِ الزَّمَانِ

متنبی کا ثانی لوگوں نے کہیں نہیں دیکھا۔ زمانہ کا جو بے نظیر شخص ہو اوس کا ثانی کہان ملتا ہے۔

كَانَ مِنْ نَفْسِهِ الْكَبِيرَةِ فِي حَيْشٍ وَفِي كِبَرٍ بَاعَ ذِي سُلْطَانٍ

اوس کا حوصلہ ایسا بڑا تھا کہ اپنے آپ کو وہ ایک شکر سمجھتا اور بڑا سبباری سلطان جانتا تھا۔

هُوَ فِي شَيْءٍ يَكُونُ وَلَا يَكُنْ ظَهَرَتْ مُعْجَزَاتُهُ فِي الْمَعَانِي

شعور من دین و نبی خدا را در انبیاء کے معجزات اجسام میں نظر آتے ہیں، لیکن اس کے معجزات معانی میں دکھائی دیتے تھے جیسی بھائے ہلہ و بٹے موحدہ و سین ہلہ ایک شہر کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ پورا صفہاں اور کلان کے درمیان واقع ہے اور جسے طیس کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ معتز بن عباد الکوفی صاحب قریبہ و شہید تہی کی یہ بیت اپنی مجلس میں ایک روز پڑھا تھا جو اس کے ایک مشہور قصیدہ میں ہے۔

إِذَا ظَفَرَتْ مِنْكَ الْعَيْنُ بِنَظَرٍ لَمَّا بَهَا مَعْلَى لَمَطٍ وَمَا زَمَهُ

جب آنکھیں تجھ کو ایک نظر ہو کر دیکھ لیتی ہیں تو رہا ہے، شکے ماندہ اور ناتوان اونٹ فوراً تروتازہ ہو جاتے ہیں معتمد اس بیت کو بار بار مزہ لے لے کر پڑھتا تھا۔ ابو محمد عبد الجلیل بن دعبون اندلسی اس کی مجلس میں موجود تھا۔ سنتے ہی اس نے بے ساختہ یہ شعر لکھ کر سنائے۔

لَكِنْ جَادَ مَشْعُرُ ابْنِ الْحُسَيْنِ فَأَتَانَا بِحَيْدُ الْعَطَايَا وَاللَّهْمَا فَتَحِ اللَّهُمَّا

اگرچہ تہی ابن الحسین کے شعر بہت اچھے ہیں تو کیا ہوا۔ تیری بخشش بھی تو بہت اچھی ہے بخششیں علی کو کھوئی ہیں تَنْبَأَ عَجَبًا بِالْقُرْبَى وَلَوْ دَرَى بِأَنَّكَ تَمْرُؤِي مَشْعُرٌ لَمَّا طَا وَہ شعور من کے غرور سے نبی بن گیا تھا، لیکن اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ تو اس کے شعر پڑھتا اور دوسروں کو سنانا ہے تو وہ خدا ہی بن جاتا ہے۔

افیلی نے بیان کیا ہے کہ تہی نے سیف الدولہ بن حمدان کو میدان میں ایک قصیدہ کہہ کر سنایا جس کا اول یہ ہے۔

لَكُلِّ مَرْءٍ مِنْ دَهْرٍ مَا تَعَوَّدَا وَعَادَاتُ سَيْفِ الدَّوْلَةِ وَالطَّرِيقِ الْمَعْلَا

زمانہ ہر شخص کو وہ چیز دیا کرتا ہے جس کی اسے عادت ہوتی ہے اور سیف الدولہ کی عادت ہے کہ دشمنوں کے برچھے مارا کرتا ہے (سو وہ ہی زمانہ اس سے دیتا ہے)۔

جب سیف الدولہ لوٹ کر مکان کو آیا۔ تو تہی سے پھر سنائے کہ تہی نے اسے بیٹھ کر سنایا کسی شخص نے دربار میں تہی کے ساتھ برائی کی عرض سے کہ اس کو جو بیٹھ کر دربار میں قصیدہ سنائے کی عزت حاصل ہوئی ہے محروم کو اس عرض سے اسوں سے کہا اگر آپ کھڑے ہو کر پڑھتے تو میں

خوب سن سکتا تھا۔ بیٹھ کر پڑھنے سے بہت لوگوں کو سنانی نہیں دیتا۔ ابو الطیب نے کہا کیا تو نے لنگل شریک
من دھری ما نعوکاس قصیدہ کا اہل شعر نہیں سنا رکھے تو زانہ نے بیٹھ کر پڑھنے کی عزت بخشی ہے میں
کھڑا ہو کر لکھ کر سناؤں، واقعی یہ بہت ہی اچھا اور جیتہ جواب تھا۔ اوس کے علو جہت و بلند ہی حوصلہ کے
تقدیر اور اوس کے دیگر اخبار و حالات بہت کثرت سے ہیں۔ مگر اختصار بہتر ہے۔ اسی پر ہم اکتفا کرتے ہیں^(۱۸)۔
اوس کے بیٹے کا نام محمد بن محمد بن حسین پہلے شدہ و وال پہلہ ہے۔

۱۱ اس کا ذکر پہلے ہی ہم نے کر دیا ہے۔ کہ اوس زانہ میں جب طالب علموں کی عمر پندرہ سولہ برس کی ہو جاتی تو وہ
تحصیل علوم کے لئے باہر نکل جاتے اور جہاں جہاں علما اور مدرسہ ہوتے وہاں جا کر استفادہ کرتے تھے۔ اس طرح
پر سفر کرنے سے بہت فائدہ ہوتے تھے اول تو اس طرح وہ ہی طالب علم جاتے تھے جنہیں تحصیل علم کا خود شوق ہوتا تھا
دوسرے جو طالب علم کمزور یا بے ہوتے اونہیں مسافرت میں علما کی وساطت وغیرہ سے کھانے پینے کا سامان ہتیا ہوتا تھا
اونہیں اپنے مصارف کی کچھ پروا نہ ہوتی تھی۔ پھر طالب علم کو جس فن کے سیکھنے کی ضرورت ہوتی وہ اوس طرح کے
استاد کو تلاش کر لیتا تھا۔ اس کے سوا ملکوں کے حالات معلوم ہوتے اور جا بجا پھر نے چلنے سے انواع و اقسام
کے تجربے ہو جاتے تھے۔ تیرہویں صدی ہجری کے اخیر تک یہ حالت ہندوستان میں بھی کسی قدر دکھائی دیتے تھے
جواب تقریباً بالکل نیست و نابود ہو گئی ہے۔

۱۲ میں نے یہاں کچھ عبارت بڑھاکر ترجمہ کیا ہے۔ تاکہ جو عربی محاورہ کا اصلی مطلب ہے وہ بخوبی صاف الفاظ
میں ادا ہوتا ملے۔

۱۳ خوشی سے میرے نزدیک وہ محاورات مراد ہیں جن کا اب استعمال اعلیٰ درجہ کا ندرام ہو۔ کیونکہ اگر اس کے معنی وہاں
جہلا کے محاورات لئے جائیں تو مبنی سے شخص کی کچھ نفیست نہیں رہتی۔ اونہیں تو عام لوگ بھی ذرہ توجہ کرتا
تو جان سکتے ہیں۔

۱۴ کلام عرب سے مراد یہاں بدویان عرب کے محاورات سے ہے۔ کیونکہ خالص اور اچھی عربی بدویان عرب کے سوا
اور کوئی نہیں جانتا۔ اونہیں کی عربی صحیح اور با محاورہ مانی جاتی ہے۔

۱۵ متنبی کی نظم کی کیفیت اس کے دیوان کے شرح میں دیکھنا چاہئے۔ جو نہایت مشہور ہیں۔

۱۶ یہاں جو لطف عربی عبارت میں ہے وہ ترجمہ میں نہیں ہے۔

۱۷ یعنی اس قدر کہ دو اخبار اور اتنا کہ کچھ ہون سے دکھنا مشکل پڑ گیا تھا۔ اوس کے سامنے اپنے سرطون کی

ہولی پر ملتے تھے گویا اون کے کان اون کو راستہ بتاتے تھے نہ آنکھیں۔

۸۰) بادۃ السامدہ دریائے فرات کے مغربی کنارہ ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقہ عرض شمالی پر واقع ہے۔

۸۱) انور لاشیدی کے کچھ حالات کا فور کے تذکرہ میں ملے گئے۔ دیکھو تذکرہ ۵۲۶۔

۸۲) یعنی ایسا نہ کہ جس تعریف کا تو فی الواقع مستحق ہے مجھے وہ تعریفیں دوسروں کے حق میں لکھنا پڑیں۔ میری اسی قدر کہ کچھ چھوڑ کر میں دوسرے کے پاس نہ جاؤں۔

۸۳) جس قدر کثرت سے دولت ان سفروں میں اس کے ہاتھ لگی اوس کے لئے فقط اتنا بیان کر دینا کافی ہوگا۔ کھٹک اللہ نے فقط تیس ہزار دینار اور وزیر ابن العیسیٰ نے بھی اسی قدر نقد اس کو دیا تھا۔ ماخوذ از یا فعی۔

۸۴) دیر عاقول وجہ کے کنارہ بغداد سے تیس میل تقریباً نیچے کو واقع تھا۔

۸۵) میثہو رنوب یہاں ٹھیک نہیں لکھا ہے۔ ابن خلدون نے اس نسب پر اپنی معمولی بیانت اور انصاف کے ساتھ بحث کی ہے۔ اوسے دیکھنا چاہئے۔

۸۶) اس قدر کثرت سے اولاد نہ ہونا بے شک حسد کا باعث ہوتا۔ اور جب لوگ حسد کرتے تو یقیناً جان کا خطرہ تھا اسی وجہ سے مشرقی اقوام میں طح طرح کے خیالات اور توہمات کرتے ہیں۔ گویا حقیقت حسد سے خوف کرتے ہیں۔

۸۷) جب کسی شرم والے عزت دار آدمی کا غیرت اور شرم سے منفق پڑ جاتا اور پسینا آجاتا ہے تو اوسے عربی میں ماء الوجه یا ماء الخیثاء عرف جمہور کہہ کرتے ہیں۔ جو شاعر کہ شرم دیکھا کو لائے طاق رکھ دے۔ اور نالا نقون کی طرح سر اٹکی کرے تو وہ اپنی عزت و شرم اور درجہ کو روپیہ کے بدلہ فروخت کرتا ہے۔

۸۸) یہ شاعر غالبی کا ہم عصر تھا۔ جو اپنی کتاب یتیم دین کچا شعرا ابو النصر ہرثمی کے اس کی روایت سے لکھتا ہے۔

۸۹) ابو محمد عبد الجلیل بن دھبہ مشہور شاعر اور بہت بڑا عالم تھا۔ شیبہ علاقہ اندلس میں پیدا ہوا ۴۸۰ھ میں جب کہ وہ نورقہ سے اپنے وطن کو جارا ہوا تھا۔ کچھ عیسائی لوگوں نے راستہ میں قتل کر دیا۔ از بنیات المتنس۔

۹۰) حسین ابو الطیب المتنبی کا باپ عام لوگوں میں عیدان سقا کے نام سے مشہور تھا۔ اسی واسطے متنبی کو کبھی کبھی ابن عیدان یا ابن سقا بھی کہا کرتے ہیں۔ متنبی ایام طفولیت میں ہی شعر گوئی لگاتا تھا۔ اوس کے ابتدائی شعر بھی نیک مشہور ہیں اوس کے لڑکپن کے کلام میں بھی نہ زناکت و خوبی نظر آتی تھی جس نے آئندہ چلکر اوس کے کلام کو عالم میں مشہور کر دیا اوس کی نوجوانی کو دن تو شام کے ملک میں گزرے۔ ان بدویوں میں اس وقت اوس کی بود و باش رسی۔ جو دیا میری فرست

مغربی بابا باون میں رہتے بستے تھے۔ ایک شخص ابو الحسن محمد بن یحییٰ علوی کوئی کہتا ہے کہ قنبر ایام طفولیت میں میرے
ہمسایہ میں رہتا تھا۔ لیکن اسی وقت سے وہ علم ادب کا شوقین تھا۔ پھر وہ برون عرب میں جا کر ایک عرصہ تک رہا۔ اور
وہاں سے جب واپس آیا تو پورا پورا ہمدانی ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے علم کا بڑا حصہ کتب فروزون کی دکانوں میں بیچا تھا۔
اوس کا حافظہ غضب کا تھا۔ ایک مرتبہ کتاب کا دیکھ کر پڑھ لینا اوس کے لئے کافی تھا۔ وہ کتاب اوس سے خط یاد ہو جاتی تھی۔ غرض
عربوں میں اوس کی بڑو بابت سے اوس کے پالا دچلن پر بڑا اثر ہوا تھا۔ اوس نے انھیں سے وہ بے باکی و جرات سیکھی
تھی۔ جو ہر ایک بات میں اوس کی نظر آتی اور شعر و سخن میں بلند حوصلگی و علوی ہمت کا جلوہ دکھاتی تھی۔ وہیں سے اوس نے
وہ خالص عربی زبان حاصل کی جس سے اوس کے ملک ولسے رنگ رہ گئے۔ اور جس نے اوس کے اشعار کی شہرت
مشرق سے لیکر مغرب تک نام میں پھیلادی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد وہ اسی سبب سے شہر میں بیٹھا۔
نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور لٹائیہ کے باشندوں میں سے چند آدمیوں نے مان لیا کہ وہ بنی مرثس من اللہ ہے۔ اوس نے
لوگوں سے کہا کہ میں اپنے اس زانہ کے لوگوں کی ہدایت کے واسطے آیا ہوں جو خال اور فصل ہو رہے ہیں دنیا
میں اس وقت جو ظلم و طغیان پھیلی ہوئی ہے میں اوسے عدالت و انصاف سے بھر دوں گا۔ جو لوگ خدا کے اور کر
مانیٹنگے انھیں ثواب ملیگا۔ لیکن جو لوگ عصیان و نافرمانی کریں گے۔ دن کے سر قلم کر دے جائینگے۔ اوس نے معجزات
کے اظہار کا بھی دعوے کیا۔ اور ایک علامت اپنے دعوے کے ثبوت کی یہ دکھانی کہ جس وقت خوب زور شور کا میاں
رہا تھا تو اس پہاڑ پر پانی چھو بھی نہیں جہاں وہ اوس وقت کھڑا تھا۔ اس قدرتی اظہار سے (جسے بعض سیدھے مسلمان مورخ
جادو کا اثر مانتے ہیں) بہت لوگ چکے میں آ گئے۔ مگر اس پیڑیہ مصنوعی کی یہ بڑی قسمتی ہوئی کہ حص کے والی کو ان حرکت کی
کی خبر پہنچ گئی۔ اوس نے اسے گرفتار کر لیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ جب قنبر قید خانہ کی کوٹھڑی
میں گیا۔ اور سردار بادشاہ کے کچھ میں کھینچ دئے گئے۔ پھر بھی کانٹھ میں جڑے گئے۔ تو پھر رسالت و نبوت کی بلند پروازی ان
سے سب اڑ گئیں۔ وہ خطر سب آنکھوں کے سامنے آکر موجود ہو گئے۔ جو اس زمانہ میں ایسے خیالات فاسد سے پیدا
ہو کر تے تھے۔ مجبوراً توبہ کرنی پڑی۔ اور منت سماجت کے بعد بد شکل رہی پانی۔ اس کے بعد کچھ ایام تک تو زانو پر خول
اور افلاس میں پڑا رہا۔ پھر کچھ اشعار بوالعشا کر لکھ کر بھیجے جو سیف الدولہ کی طرف سے انطاکیہ کا حاکم تھا۔ وہ اس سے
بہت خوش ہوا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں خود سیف الدولہ بھی کہیں انطاکیہ آ گیا۔ قنبر کو بھی اوس کے یہاں باریابی ہو گئی
اوس کے مع میں ایک قصیدہ لکھ کر اسے سنایا۔ وہ اوس نے نہایت پسند کیا۔ اور قصیدہ کہہ ایسا اچھا لکھا گیا تھا۔ کہ
سیف الدولہ کی نظر میں قنبر سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ رہا۔ اوس نے اسے پناہ دی اور حفاظت کا وعدہ کیا۔ لیکن باوجود

اس کے کہ اوس کے جوار میں رہا اور بہت کچھ فائدہ بھی حاصل کیا دو غرض اوس کی ثانیات میں بسا ہوا تھا دل سے فراق نہ ہوا۔ اوس نے درخواست کی کہ سیف الدولہ کے دربار میں اوسے بیٹھنے کی اجازت دی جائے۔ اور جو قصائد اوس نے اوس کی صفت میں لکھے ہیں انھیں منجھکر پڑھے۔ اور دربار میں جو سلام کرنے اور زمین بوسی کا قاعدہ ہے اوس سے مستثنیٰ کیا جائے۔ یہ درخواست ایک حد تک منظور بھی ہوئی۔ اور وہاں بڑے بڑے نامی گرامی شعرا سے اس کے مناظرہ ہوئے لیکن یہ اپنی جو صریح لیاقت اور فصاحت و بلاغت میں سب سے بلند رہا۔ ابوالعلا سا مشہور و معروف شاعر اوس کے حق میں کہا کرتا تھا۔ ابونواس فلان مضمون کو ایسے بیان کرتا ہے بجز ایسے کہتا ہے لیکن یہ شاعر رقیبی اوسے یوں ادا کرتا ہے۔ تثنیٰ میں اگر کوئی نقص تھا تو وہ طبع تھی۔ اس حرص کے سبب سے جا بجا اوسے غلت اڑھانا پڑتی تھی۔ اوس کا اخلاقی چال چلن بھی اچھا تھا۔ اوس کے مقام میں جو اکثر دولت مند ہوتے تھے بہت سے عیاش و بدکار ہو ا کرتے تھے۔ مگر بدوی صحبت کے باعث یہ ان باتوں سے کوسوں دور تھا۔ چنانچہ ایک شخص نے اوس کے حق میں کہا ہے۔ تثنیٰ اگرچہ پابند صوم و صلوٰۃ نہیں نہ تلاوت قرآن کا ہی عادی ہے۔ تاہم نہ تو وہ کبھی جھوٹ بولتا ہے اور نہ کبھی عہد توں کے میل جول سے ہی اوس کا دامن غفلت مٹوٹا ہوا ہے۔ جب سیف الدولہ رومیوں کے مقابلہ میں فیج لیکر گیا تو تثنیٰ بھی اوس کے ساتھ تھا۔ یہ دونوں ایک موقع پر اتفاقاً ایسے بھٹس گئے کہ دشمنوں کے ہاتھ میں قید ہو جائے گا اندیشہ ہوا تھا۔ مگر انہوں نے تموار سے اپنا راستہ صاف کیا اور غنیم کے نرغہ میں سے صاف نکل آئے اس وقت تثنیٰ کا تائب اور جبر ہو گیا تھا۔ کہ دشمنوں کا سہ نہ کرنا ہی ایک تعجب کی بات تھی۔ دربار کے بہت کثرت سے لوگ جن میں نامی شاعر بھی شامل تھا اس کے برخلاف ہو گئے۔ سیف الدولہ سے اس کا بگاڑ کر دیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ سیف الدولہ کو اوس سے کچھ ہمدردی نہ رہی۔ ایک دن چند آدمی دربار میں علمی گفتگو کر رہے تھے۔ عربیت کا تذکرہ تھا۔ ابن خالویہ نحوی سوالات کے جواب دیتا جاتا تھا۔ تثنیٰ بول اڑھا خاموش۔ تو فارسی شخص خوزستان کا رہنے والا عربی تو کیا سمجھتا ہے۔ خالویہ نے اس کا جواب ایک کلید سے دیا۔ جو اوس کی آستین میں چھپی ہوئی تھی۔ اگرچہ تثنیٰ کے اتنا زخم لگ گیا کہ خون اوس کے چہرہ پر سے جاری ہو گیا۔ مگر سیف الدولہ دیکھتا رہا۔ اوس نے ننگا ہاتھ ہلایا نہ زبان سے ہی کچھ کہا۔ اس کے بعد تثنیٰ نے اور بھی چند باتیں سیف الدولہ کی جانب سے ایسے ہی دیکھیں کہ جس سے قدیمی توجہ اور نوازش کے آثار مکرر نظر آتے تھے۔ تثنیٰ نے اس پر کچھ نہایت عمدہ اشعار لکھے سیف الدولہ کو ایسی باتوں پر ملاحت کی۔ اور اپنی عزت اور قدر کر کے کا حق بنایا۔ اور کہا کہ دشمنوں کے حملوں کے مقابلہ میں میری تائید کرنا چاہئے۔ لیکن کچھ نتیجہ نکلا۔ اوس کی درخواستیں سب نامنظور ہوئیں۔ آخر کار اوسے ان برسوں کیون سے نفرت ہو گئی

دربار طلب کو غیر یاد کہا۔ اور دمشق کو چلا گیا۔

یہ شہر اوس زمانہ میں انشیدئے خاندان کے قبضہ میں تھا۔ وہاں کا والی ابن مالک ایک یہودی تاجر کا باشندہ کا طور حاکم مصر کا ماتحت تھا۔ اوس یہودی نے قبنی سے کہا کہ کافور کی مع میں ایک قصیدہ لکھو۔ لیکن قبنی نے قطعاً انکار کیا۔ اور جب دیکھا کہ وہاں قیام کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے تو رملہ کو چلایا۔

وہاں کا حاکم ابن طغ تھا۔ اوس نے بڑی خاطر دلہی کی۔ کثرت سے انعام اکرام دئے۔ جن میں ایک گھوڑا تھا جس کا ساز و سامان سب طلائی تھا۔ اور ایک تلوار تھی جو سونے اور چاندی سے مزین و درصع تھی۔

پھر جب کافور نے تحریر کے ذریعہ سے قبنی سے آئے کی درخواست کی تو وہ مصر کو چلا گیا۔ یہ وزیر با تدبیر اصل میں ایک غلام تھا۔ اتنی سے اتنی کمین خدمتین کر چکا تھا۔ لوگ پہلے اوس کو نہایت محفلت کی نگاہ سے دیکھتے اور گالی گلوچ سے پیش آتے رہے تھے۔ اوس کی تو نہایت بڑی دست و پا نما موزون لب زبرین سوراخ دار جسے دیکھ کر اوس کے غلام دوستوں کو حسی آتی تھی۔ مگر وہ اکی قدرت اس وقت وہ ایک سلطنت عظیم کا مالک تھا۔ اب پیکل و شامل اور قبنی سے شخص کی مع سبائی کی امید۔ کہ تو بڑے بڑے انعام و اکرام دے۔ کچھ دھمکیاں ڈرایا۔ غرض جس طرح ہو سکا اپنی مع میں نہایت آبدار و معین اشعار جو کافور یہ اشعار میں بھرے پڑے ہیں اس شاعر سے اوس نے لکھوائے۔

ایک اور شہر جو شخص فاکہ الجون تھا۔ جس سے مصر میں قبنی سے ملاقات ہوئی۔ یہ امیر بہت اچھا آدمی تھا۔ ابوالطیب نے اس کی اچھے دل سے تعریف و توصیف کی۔

قبنی نے چو کافور کی مع میں قصائد لکھے تھے اوس کے صلہ میں اس نے کافور سے صیدا (سیرن) کی حکومت کی درخواست کی جسے کافور نے قطعاً منظور کیا۔ چونکہ قبنی نے لالچ کے سبب سے ایک حبشی کی بی سرائی کی تھی۔ ایسی حالت میں وہ مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ جس کے واسطے یہ ذلت گوارا کی گئی تھی۔ قبنی کو سخت غصہ آیا۔ کہہ کر تو سکتا ہی نہ تھا۔ بھانٹنے کا اناہ کیا۔ یہی نہایت مشکل تھا۔ کافور کے جاسوس چاروں طرف لگے ہوئے تھے۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت کی خبر دیکھتے تھے۔ مگر بڑی دشواریوں سے آخر کار یہ بھاگ کر بچا۔ بچانا کو نہ پہنچ گیا۔

اوس کے بعد وہ بغداد آیا۔ یہاں اوس وقت معزالدولہ بن بویہ کا وزیر المہلبی تھا۔ قبنی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اوسے امید تھی کہ قبنی اوس کی بھی ستائش میں کوئی قصیدہ لکھے گا۔ مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور یہ جملہ کیا۔ کہ میں صرف دایان ملک کی مع لکھا کرتا ہوں اور کسی کی نہیں کہتا۔ اس سے وزیر ایسا چڑ گیا کہ اوس نے عراق کو تمام چھوٹے بڑے شہر اکبر ہر قبنی کے برخلاف کہہ کر دیا۔ جس سے اوسے وہاں سے انکار کو جاننا پڑا۔

اربان مین ابوالغزری بن العنید نے اوس کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے جوا میں لے لیا۔ کچھ دنوں میں یہاں اس وزیر کے پاس را۔ پھر عرض مال الدولہ کے پاس شیراز کو چلا گیا۔ عہد الدولہ نے اوس کی نہایت عزت و حرمت کی۔ اور کوئی دو لاکھ درہم سے زیادہ اسے انعام و اکرام میں دے۔ جن کے تقریباً ایک لاکھ مہینے انبار پر یہ چہرہ دار ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ شیراز سے کوئٹہ کو واپس جاتا تھا تو راستہ میں مارا گیا۔ اس کے قتل کی تفصیل ایک خط میں لکھی ہوئی ہے جو اوس کے کسی ہم عصر نے دو خالیدی شاعر دن کو لکھ کر بھیجی تھی۔ یہ دونوں شاعر سیف الدولہ کے دربار میں رہتے تھے۔ یہ نوٹ اس قدر لمبا ہو گیا ہے کہ یہاں اوس پر سے خط کا ترقہ بہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ صرف اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ فاکم الاسدی جس کے ہاتھ سے وہ مارا گیا۔ اس کا دشمن ہو گیا تھا۔ مہنی نے اوس کے خاندان کی خصوصاً اوس کی بھتیجی حبشہ اور حبشہ کی ماں کی ہجو لکھی تھی۔ فاکم نے پہلے ہی اوس شخص کو اپنے ارادہ سے مطلع کر دیا تھا۔ جس نے اس ہجو کا حال اوس کو لکھ کر پہنچا تھا۔ اور اس شخص نے مہنی سے یہ سب ذکر کر دیا تھا اور مشورہ دیا تھا کہ اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو بد رتہ کے طور پر لے جائے۔ لیکن مہنی نے اوس کی بات مطلق نہ سنی بلکہ اولاً جواب دیا کہ میں یہ کھلوانا نہیں چاہتا کہ میں نے اپنی تلوار کے سوا اور کچھ کی پناہ لی ہے۔ لوگوں نے بہت منت سماجت کی۔ کہ وہ اپنے ارادہ سے باز آئے لیکن اوس نے کوئی نصیحت نہ مانی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مارا گیا۔

ماخوذ از کتاب التلخیص النبی من فضیلتہ اللہ تعالیٰ عنہ

۵۰ ابوالعباس احمد بن محمد الدارمی المصنعی من وبنامی

عجیب و غریب مضمون کے اشعار کہنے والا اور اپنے زمانہ کا اول درجہ کا شاعر تھا۔ سیف الدولہ بن جہان کے خاص مداحوں میں شمار ہوتا اور اوس کے قدرو منزلت میں مہنی کے بعد اس کے برابر کوئی نہ تھا۔ وہ عالم فاضل بھی تھا۔ اور ادیب کامل بھی بغتہ اور ادیب خوب جانتا تھا۔ اوس کے آمالی بھی بہت ہیں۔ جو اوس نے حلب میں طالب علموں کو لکھائے تھے۔ ابوالحسن علی بن سلیمان الاخفش ابن دینور نے ابو عبد اللہ الکرمانی ابو البرصنولی ابراہیم بن عبد الرحمن العروسی اور اوس کا اپنا باپ محمد المصنعی اوس کے استاد تھے۔ اپنے آمالی کے مضامین کی وہ انھیں سے روایت کیا کرتا تھا۔ ابوالقاسم الحسن بن ابی اسحاق حلبی اوس کا بھائی ابو الحسن احمد ابو الفرج البیضا ابو الخطاب بن عون الحویری ابو بکر الخالیدی

فاضل ابو طاہر صالح بن جعفر الباقی اس کے شاگرد تھے۔ یہ لوگ اس سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے ایک قصیدہ کے عمدہ شعروں نقل کرتے ہیں۔

أَمِيرُ الْعُلَاكِ الْعَوَالِي كَوَسْبِ
حَلَاءٍ لَهْ فِي الدُّنْيَا وَفِي جَنَّتِهِ الْخُلْدِ

اے نامور امیر تو ایسا بہادر ہے کہ ہمیشہ تیرے زیر و دنیا اور جنت الخلد میں تیری برتری پیدا اور قائم کیا کرتے ہیں۔

يَمُرُّ عَلَيْكَ الْحَوْلُ سَيْفُكَ فِي الظُّلَى
وَطَرْفُكَ مَا بَيْنَ الشَّكِيمَةِ وَالْكَبِدِ

جوں مال تیرا گزرے اس میں برابر یہی حال رہتا ہے کہ تیری تلوار دشمن کی گردنوں پر پڑا کرتی ہے۔ اور تیرے بے نظیر گھوڑوں کو نکالین لگی ہوئی اور زمین کسے رہتے ہیں۔

وَمِنْ صُنَى حَلْيَاكَ الدَّهْرُ مَفْعَلُكَ الْعُلَا
وَقَوْلُكَ لِلتَّقْوَى وَكَفُّكَ لِلرَّفْدِ

تیری عمر کا جو زمانہ گزر رہا ہے۔ اس میں تیرے کام برتری اور بلندی مراتب کے اور تیری باتیں پر ہمیز گاری کی ہوتی ہیں۔ اور تیرے ہمت بخشش کا کام کرتے رہتے ہیں۔

یہ بھی اسی کے شعر ہیں۔

أَحْقَاتُ قَانِ لَتِي زُرُقُ دُ
وَأَنْ عُهُودَ هَاتِلِكَ الْعُهُودُ

کیا یہ سچ ہے کہ میری قاتل زرو دے اور اس نے جو عہدہ بیان (دونا و محبت کے) کئے تھے وہ یہی عہدہ ہیں۔

وَقَفْتُ وَقَدْ فَقَدْتُ الصَّبْرَ حَتَّى
تَبَيَّنَ مَوْقِفِي أَنِّي الْفَقِيرُ

میں (اس کے پہلے گھر پر جا کر) ٹہرا تو دیکھا اس کا نشان بھی نہیں جس سے (میرا سب جاتا رہا اور ایسا بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا کہ گویا مجھ میں جان ہی نہیں ہے۔

فَشَكْتُ فِي عَدُوِّ فَقَالُوا
لِرَأْسِهِمُ الدَّارِ أَيْكُمْ مَا الْعَمِيدُ

اس سے میرے طاقت کنندہ دن کو شک گذارا کہ میں بھی مکان کا کھنڈ رہوں اور (مجھ سے اور) گھر کے کھنڈ سے کہنے لگے کہ تم دونوں میں کون سا ستون ہے۔

متنبی کے ساتھ اس کی چھیڑ چھاڑ رہا کرتی اور اشعار کے پڑھنے اور سننے میں دونوں شاعر آپس میں معاضہ اور مقابلہ کیا کرتے تھے۔ ابو الخطاب بن عون الحمیری نحوی شاعر کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ ابو العباس التامی کے پاس گیا دیکھا تو وہ بیٹھا ہے۔ سر اس کا درمٹہ کی طرح سفید ہے۔ فقط ایک بال سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ میں نے کہا حضرت آپ کے سر میں ایک کالا بال ہے۔ کہا ہاں میری جوانی کی یہی ایک

نشانی دی ہے مین اس سے بہت خوش ہوں۔ اور اوس مین مین نے کچھ شعر بھی کہے ہین۔ مین نے کہا
 سنائیے تو اوس نے یہ شعر پڑھے۔

رَأَيْتُ فِي الدَّائِسِ شَعْرًا لَبَقِيْتُ سَوْدَاءَ نَهْرِي الْعُيُونُ رُفِيتَهَا

مین نے اپنے سر مین دیکھا کہ ابھی تک ایک سیاہ بال باقی رہ گیا ہے یہ ایک ایسا تاشل ہے کہ جسے دیر سے دوستوں کی
 آنکھوں کو دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔

فَقُلْتُ الْبَيْضُ إِذْ تَرَوَّعَهَا بِاللَّهِ الْأَرْحَمُ عَرَّ بَلَّتَهَا

مین نے اپنے سپید بالوں سے جنہوں نے اوس سیاہ بال کو ڈرا رکھا تھا۔ کہا خدا کے واسطے اس بیچارہ کی عزت
 و سافری ہر دم کر دے۔

فَقُلْتُ لَبْتُ السَّوْدَاءِ فِي وَطْنِ تَكُونُ فِيهِ الْبَيْضَاءُ صَرَّتْهَا

کیونکہ کالی عورت اوس وقت گھر مین کم رہا کرتی ہے۔ جب کہ اوس کی دوسری گوری سوت گھر مین موجود ہو۔
 پھر کہا ابوالخطاب لیک گوری عورت ہزار کالیوں کو گھبرا دیتی ہے بہلا ایک کالی کا ہزار گوریوں مین کیا حال
 یہ بھی اوس کے شعر مین جنہیں لوگ وزیر ابو محمد المہلبی کے اشعار بتاتے ہین۔ مگر یہ غلط ہے۔

أَتَانِي فِي تَمِيصِ اللَّادِيَةِ هَذِي هَذِي بِي كِلْقَبٍ بِالْجَلْبِ

میرا ایک دشمن سرخ حرب کا قیص پہن میری طرف دوڑتا آیا جس کا لقب رین نے، محبوب کر رکھا تھا۔

وَقَدْ هَبَّتِ الشَّرَابُ بِفَقْلَتِهِ فَصَيَّرَ حَدَّاهُ كَسْنَا اللَّهْيَبِ

شراب اوس کی آنکھوں مین بطف دکھا رہی تھی۔ اور اوس کے خسارہ کو گویا آتشین شعلہ بنا دیا تھا۔

فَقُلْتُ لَهَا بِمَا اسْتَحْسَنْتَ هَذَا لَقَدْ أَقْبَلْتَ فِي زِيَّتِي كَحَبِيبِ

مین نے پوچھا کہ تجھے چن دل زوہب کیسے لا ہے۔ تو تو ایک عجیب و غریب روپ مین آیا ہے۔

أَحْمَرًا وَجَنَانًا كَسْتَكْ هَذَا أَمَا لَمْ تَصْبَعْهُ يَدًا مِ الْقُلُوبِ

کیا تیرے خساروں نے تجھے یہ لباس پہنایا ہے۔ یا عاشقوں کے دلوں کے خون مین نے ادھنیں رنگ ہے۔

فَقَالَ الرَّاحُ أَهْدَتْ لِي قَبِيصًا كَلَوْنِ الشَّمْسِ فِي شَفْوِ الْمَغْثِبِ

یہ شام نے مجھے یہ کپڑے ہدیہ دئے ہین۔ بعینہ اسی طرح جیسے غروب کے وقت شفق مین صبح
 کا رنگ ہوتا ہے۔

لَهَذَا كُلِّ فَاضِلٍ يَدُهُ تَمْسِي وَتَضْمِي نَفَاعَتُهُ ضَرْبٌ آرَهُ

یہ اس میں ہے کہ جو شخص فاضل مرتبہ ہے اس کا ہاتھ شب و روز (دوستوں کے ساتھ) پہلائی اور دشمنوں کے ساتھ ہڑائی کرنا

كَاشِحَةٌ فَلَيْسَ بِأَمْنٍ إِلَّا مَنْ تَضَيَّ ظِلَالُهُ وَاسْتَحَارَهُ

اوس کے پاس جان کر پناہ گیر ہو۔ کیونکہ جو شخص اوس کے سایہ میں نہ گیا اور اوس کی بناؤ حاصل کی اور کہیں امن نہیں

وَإِذَا كَانَتْ رَأْيُهُ نَظْمًا فَايَلُ فَيَأْتِيهِ يَدُهُ أَفْكَارُهُ

جب تو اس سے دیکھ کہ وہ سر جھکائے ہوئے اپنے انکار کسی دہلندہ منصب میں لگا تو ہرگز

لَمْ يَنْعِ بِالذِّكْرِ وَالذِّمَنِ شَيْئًا فِي ضَمِيرِ الْعَيُوبِ إِلَّا أَثَامُهُ

توبان لے۔ کہ اوس نے اپنے ذکا اور ذہن سے عالم غیب میں کوئی چیز بے پتہ لگا تو نہ چوڑ

لَا وَلَا مَوْضِعًا مِنَ الْأَرْضِ إِلَّا كَانَ بِالْأَمْرِ مُدْرِكًا أَقْطَارَهُ

نکوئی زمین پر ایسی جگہ رہی۔ کہ جس کے کناروں تک اس کی راج اور فکر پہنچ رہی ہو

زَادَهُ اللَّهُ لِنَبْطَةٍ وَكَفَاهُ خَوْفُهُ مِنْ زَمَانٍ وَحْدَانِهِ

خدا سے لگا اوس کے زور و قوت کو زیادہ کرے۔ اور زمانہ کے خوف و اندیشوں اور اپنی خبرداری کی ضرورت سے اور بچا

اوس کے اکثر شعر عمدہ ہوتے تھے۔ صَرِيحُ الدَّلَالَةِ بَصْرِيٌّ كَيْفَ اسلوب پر شعر لکھتا تھا۔

مصر میں مدت تک رہا۔ اوس کے اشعار کا اکثر حصہ اسی جگہ کے ملوک اور سردسار کی تعریف میں تھا

المعز بن بشار بن منصور بن القاسم بن المهدي جليل الله اور اوس کے بیٹے عزیز اور اوس کو بیٹے

حاکم بن العزیز اور جو ہر سپہ سالار اور ابو الفرج بن کلس وزیر و غیر نامی گرامی لوگوں کی تعریف میں

اوس نے قصائد لکھے ہیں۔ یہ جتنے ممدوح ہیں ان سب کے حالات انشاء اللہ تعالیٰ ان کے تذکران

میں آئیں گے۔ امیر فخر رستمی نے تاریخ مصر میں اس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ وہ ایک درستی لہجہ میں

وفات پائی ہے لیکن ایک اور شخص نے جمعہ کے دن ۲۲ رمضان یا ماہ ربیع الآخر میں اس پر اور زیادہ

کہا ہے۔ میرے نزدیک اوس کی وفات مصر میں ہوئی ہوگی۔

انطاری کی بیعت ہمزہ و سکون نون و طاء و جہ و الف و کاف انطاکبہ کی طرف منسوب ہے جو ملک کے

قریب ملک شام میں ایک شہر و شہر ہے۔ رُفْنَقُ بِنْتِ رَافِعِ ہمزہ و کاف و سکون میں ہمزہ و فتح میں

وفات احمد ذکر کا لقب لکھا تھا۔

(۱) جگہ وہ بات ہے جو درست و صحیح اور واقعی ہو۔ نہزل وہ بات ہے جو بیہودگی کے ساتھ یا ہنسی کے طور پر چوٹ کھجی ہو۔
(۲) ابن الحجاج کے لئے دیکھو تذکرہ ۱۸۴۔

(۳) انگریزی مترجم یہاں کہتا ہے کہ عربوں کے نزدیک اسلام سے پیشتر اور اشاعت اسلام کے بعد بھی ایسے ہی شخص کو انسان کامل کہتے ہیں۔ گویا وہ اس پہلے میں اسلام کے دشمنوں کے ساتھ برائی روا رکھنے سے مطعون کرتا ہے۔ لیکن یہ بالکل مخالف ہے۔ اور اسی واسطے دیدہ و دانستہ اوس نے یہ اعتراض کہو لکر نہیں کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا قول انجیل میں منقول ہے کہ اگر ایک گال بر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا گال اوسکے سامنے کر دو۔ اگر کوئی ایک کوس بھگایا میں لیجائے تو دو کوس چلے جاؤ۔ لیکن برخلاف اسکے اسلام کہتا ہے۔ کہ جو شخص تمہارے ساتھ برائی کرے اوس کے ساتھ تم بھی اوسی قدر برائی کر لو۔ اور اگر رعافت کر دو تو اوس کا اجر خدائے تعالیٰ کے یہاں سے لیجنا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں امر میں کونسی بات ممکن العمل ہے۔ حضرت عیسیٰ کی ہدایت یا اسلام کی۔ اگر ایک گھنٹہ کے واسطے بھی دنیا میں حضرت عیسیٰ کی رائے عمل کیا جائے تو تمام دنیا تہ و بالا ہو جائے۔ علاوہ برین کوئی شخص جس کسی کو نفع او سوخت تک نہیں پہونچا سکتا جب تک کہ دوسرے کو ضرر نہ پہونچائے۔ نفع اور ضرر دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے جو شخص دوستوں کو نفع اور دشمنوں کو ضرر پہونچاتا ہے اگر وہ انسان کامل نہیں تو کیا وہ انسان کامل ہے جو دوستوں کو ضرر پہونچاتا ہے اور دشمنوں کو نفع۔ اسی طرح یورپ والوں کے اکثر اقراض مخالفہ پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔ مگر باد نے تامل او کی غلطی کہہ جاتی ہے۔

(۴) رقمش نزو عربی لفظ ہے نہ فارسی ترکی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے مجاہد کو اسکے معنی بالکل نہیں معلوم۔

۴۵۔ ابو الحسن احمد بن جعفر بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد بن برمک برمکی ندیم جو غنطہ کے لقب سے مشہور تھا بڑا فاضل شخص تھا۔ طرح طرح کے فنون اخبار سلف علم نجوم و نوادر اور فن مناد مست سے خوب واقف تھا۔ ابو نصر بن المزیان نے اوس کے حالات اور اوس کے اشعار جمع کئے ہیں۔ براہم خاندان سے تھا۔ اپنے زمانہ کے طرفا میں بے نظیر باقت رکھتا اور شعر بہت ہی اچھے کہتا تھا۔ چنانچہ یہ اسی کے شعر ہیں۔

أَنَا ابْنُ أَنَا سِمْثُولِ النَّاسِ جُودُهُمْ
فَأَضْمُوا أَحَدِيثًا لِلْإِثْمِ شَهْرُهُمْ

میں ان لوگوں کا بیٹا ہوں کہ حکمی جو خوشی کے مخلوق کو مالدار کر دیا۔ اور جن اپنے جو د و نوال کی شہرت سے دنیا میں نام چلا جاتا ہے۔

فَلَمْ يَخِلْ مِنْ احْسَانِهِمْ لَفْظٌ مُخْبِرٌ وَلَمْ يَخِلْ مِنْ تَقْرِيرِ طَيْمٍ بَطْنٌ وَفَشْرٌ غَالِي
 مجھ کا لفظ اُن کے احسان میں نہیں روکنے کوئی خبر مرنے والا نہیں جس نے اُن کو اس کا ذکر کیا اور کوئی کتاب ایسی نہیں اُن کی تعریف کا
 یہ بھی اُسی کے شعر ہیں۔

فَقُلْتُ لَهَا تَخَلَّتْ عَلَيَّ يَقْطِي فَنَجَوْدِي فِي الْمَنَامِ لِمَشْتَهَامِ
 میں نے اُس (اپنی محبوبہ) سے کہا۔ تو میری بیداری کی حالت میں (میرا ہائی کرنے میں) میرے ساتھ کیج کر رہی ہے۔ ہلا خواب
 اس پریشان پر اپنی بخشش کر (اور اپنا دیدار نہاب میں ہی دکھا جا)
 قَالَتْ لِي وَصِرْتُ تَنَامُ اَيْضًا وَتَقْطَعُ اَنْ اَزْوَكَ فِي الْمَنَامِ
 وہ بولی کہ تو سو رہی کرتا ہے۔ اور اس پر تجھے یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ میں خواب میں تجھے ملاقات کر جاؤں
 یہ بھی اُسی کے ہیں۔

اَصْبَحْتُ بَيْنَ مَعَا شَرِّهِمْ وَالدُّنْيَا وَتَقَبَّلُوا اِلَّا خَلَقَ مِنْ اَسْلَامِ فِهْمِ
 میں ایک ایسے گروہ میں آجڑ ہوں بخشش کے کاموں سے دور ہاگئے ہیں۔ اور یہوں نے نہ اخلاق انہی اسلاف کی کیا
 قَوْمٌ اَحَاوِلْ يَنْتَلِمْ كَمَا نَسَا حَاوَلْتُ تَشْفِ الشَّعْرَ مِنْ اَنَا فِهْمِ
 ایسے لوگ ہیں کہ اگر میں ان سے کہہ دوں کہ تم اس کی بخشش کروں تو کیا میں انکی ناکوں میں بال نوچنے کی کوشش کرتا ہوں؟
 هَاتِ اسْتَعْنِيَا بِالْكَبِيرِ وَغَنِي ذَهَبَ الذِّينَ يُعَاشُ فِي اَكْنَا فِهْمِ
 آجڑ مجھ ایک بڑا پالہ، تو بھر کر پلا۔ اور یہ گیت گاکر سننا۔ وہ لوگ دنیا سے بول گئے جنگ کثف (ماقت) میں زندگی بھی طرح
 بسہ مرنی تھی

يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الذِّينَ فِرَا فِهْمِ اِخْدَى الْبَلِيَّةِ
 اے سواریوں! جو کفار ایک ملائے (غیم) ہے
 يَوْمَ نِيَكُمُ الصَّبَّ الْمَقِيْمُ بَقْلِهِ خَيْرَ الْوَصِيَّةِ
 یہ عاشق جو تم سے پیچھے چٹا جاتا ہے سب سے اچھی چیز اپنا دل نہا دے
 سپرد کرتا ہے۔

یہ بھی اُسی کے ہیں

وَقَالَتْ لِي كَيْفَ جَاءَكَ بَعْدَنَا اَفِيْ تَوْبٍ مُّشْرَ اَنْتَ اَمْ تَوْبٌ مُّقَرَّرٌ
 جب اوس نے مجھ سے پوچھا۔ ہمارے بعد تیرا حال کیا رہتا ہے۔ کیا وہ تمہارے ذکر کی بات میں رہتا ہو یا غفلت میں جس کی طرف پھرتا ہو
 فَقُلْتُ لَهَا لَا تَشْأَلْنِيْ فَاَسْتَنْتِ اَرْفُوحٌ وَاَعْدُوْنِيْ حَرَامٌ مُّقَرَّرٌ
 میں نے کہا اس کا حال تو مجھ سے پوچھ رہی ہیں صبح سے شام تک غفلت کا احرام بانہر رہتا ہوں درمیان پر تو میری غفلت کی سب چیزیں عام ہیں
 اوس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ اوس میں اکثر شعر اچھے ہیں۔ اوس کے حالات بہت مشہور
 ہیں۔ اوس کی مشہور ابیات میں سے یہ قول ہے۔

وَرَقَّ الْجَوْشَقِيُّ قَتِيلٌ نَدَا عَثَابُ بَيْنِ مَخْطَئِهِ وَالزَّمَانِ
 آسان ایسا صاف تھا۔ کہ جسے دیکھ کر لوگ کہنے لگے۔ کہ یہ تو جحفہ اور زمانہ کے درمیان کچھ جگڑے کے آثار ہیں؟
 ندیم صورت کا براتا تھا۔ ابن رومی نے یہ شعر اسی وجہ سے اوس کے حق میں کہہ دیا
 مَقْتُلٌ مَّخْطُؤُهُ يَتَقَيَّرُ مَوْجُوعٌ مِّنْ قَتِيلٍ شَطْرُ نَجْجٍ وَمِنْ سَمْرَطَانِ
 میں نے سمجھا کہ جحفہ نے اپنا ہر گلی ہوئی آنکھیں شطرنج کے اتنی اور کیکڑے سے ماریت لی ہیں (جو ایسی شکل میں)
 وَارْتَمَتْ لَمْنَا دَمِيْهِ تَحْتَهُوا اَلَمْ اَلْعَيُّوْنَ لِلدَّهْرِ اَلَا ذَانِ
 اوس کا ہم نشینوں پر خدام کو کہ جہنم (اوس کی شرین گفتاری سے) کالوں کی لذت اٹھائے کہو اسلو (اوس کی بھڑکی)
 آنکھوں کا رنج برداشت کیا ہے

اوس نے ۲۲۰ (۲۳۰) یا بعض کے قول کے بموجب ۳۲۳ء میں بمقام واسط وفات پائی
 کہتے ہیں کہ اوس کا تابوت واسط سے بغداد میں لا کر اوسے دفن کیا تھا پھر ۳۲۳ء
 جحفہ بنعجم و سکون مائے ہمد و فتح ظلمے معجز اوس کا (چڑونا) لقب ہے جو عبدالعزیز بن
 اوس سے دیا تھا۔ خطیب کہتا ہے۔ کہ وہ شعبان ۳۲۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ اوس کا ذکر تاریخ
 بغداد میں اور کتاب الافانی میں بھی میں نے دیکھا ہے۔

(۱) بنی حبیہ سو سکتا ہے تو اپنی تصویر خیالی میرے پاس لکھیں نہیں سکتا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجھ کو تو خواب میں بلاتا ہے

دیکھو تذکرہ ۵۲ نوٹ ۳۔

(۲) بٹے مجھ سے سخت ناراض ہو جائے ہیں۔

۳) یہ ماضی کھرب سے اوکی مشوق کی طرف خطابیہ اس وقت جب کہ وہ اپنے پہلی قیام گاہ سے اٹھ کر دوسری جگہ کو جا رہی ہیں۔ جہاں ان کو اپنے خندانہ چارہ کی امید ہے۔

۴) یہ لفظی ترجمہ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ جہاں رشتہ کے معنی صاف ہونے کے ہیں۔ وہاں نرم مزاج ہونے کے

۵) مالک مین اور فارس مین جس مہر کو شطرنج کے کھیل میں فیل اور ہاتی کہتے ہیں۔ اسے انگریزی میں بشپ (شاہ پادری) کہتے ہیں۔

۶) دیکھو تذکرہ ۲۳۔

۷) مصنف کتاب الفہرست لکھتا ہے۔ کہ جھنڈ نے علم تاریخ بڑے بڑے عالم اور راویوں سے پڑھا تھا۔ اور غنچور ایجاہا تھا۔ ایک ادارہ اور ادب باش مزاج کا آدمی تھا۔ مذہب کی طرف اس سے بہت کم بالکل توجہ نہ تھی۔ اس نے باورچی گری کے کام کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اور شہر طبرستان اور دن کی ایک تاریخ بھی بنائی ہے۔ ایک سالہ سبکباج کے بیان میں لکھا ہے۔ سبکباج ایک قسم کی پٹنی ہوتی ہے۔ جو مسودہ دیکر اسے بناتے ہیں۔ ایک سالہ تعلیمہ مستقیم کے اور ایک اور سال اپنے زمانہ کے بیان میں تصنیف کیا، جو ایک در سالہ میں دن نمونہ کا ذکر کیا ہے جنکی پیشین گوئیوں پوری ہوئی ہیں اس کتاب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس کی دانشمندی اور عاجز و ابالی کے سبب اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ تاریخ بغداد کے خلاصہ میں بھی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سب سے اچھا معنی تھا۔ اس کے سوا اصناف آغانی و صاحب کتاب الفہرست دونوں جھنڈ کا مال کہہ بیان نہیں کرتے۔ شاید اس کے حالات قابل بیان نہ ہونگے۔

القسط

۵۵۔ ابو عمر احمد بن محمد بن العاصی بن احمد بن سلیمان بن عیسیٰ بن دراج اللندی منصور بن ابی عامر کا کاتب اور شاعر تھا۔ صاحب تاریخ اندلس نے شعرائے مجیدین و علمائے متقدمین میں اسے شمار کیا ہے۔ ابو منصور شعابی نے کتاب تنبیہ الدہر میں اس کا ذکر کیا اور اس کے حق میں کہا ہے۔ کہ سرزمین اندلس میں اس کا وہ ہی درجہ تھا۔ جو شام کے ملک میں تھی کا۔ وہاں وہ شعرا نامی گرامی میں شمار کیا جاتا۔ اس کا کلام نظم و نثر سب اچھا ہوتا تھا۔ پہر سی کے ساتھ اس کا جو حصہ کلام بھی نقل کیا ہے۔ ابو الحسن بن بشام نے بھی کتاب الذخیرہ میں اس کا حال لکھا ہے۔ اور اس کے یہاں اس کا نظم کے کچھ نمونے دئے ہیں۔ میں نے اس کے دیوان میں جنکی دو جلدیں ہیں لکھا دیکھا ہے کہ منصور بن ابی عامر اس سے حکم دیا تھا کہ ابو اسحاق کی اس قصیدہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھیں اور اس نے نصیب بن عبد الحمید

صاحب خراج مصر کی تھی۔ اور یہاں اول شہر میر ہے۔

اَجَارَةُ شَيْتَانِ الْبُوكِ غَيُورُ
و ميسور ما مير جي لک نیک غمیر

اسے ہمارے دو نمونہ کی تین تیرا پ تو بڑا غیرت والا ہے اور یہاں بھی جگہ کسی امید ہو سکتی ہے جہد سے بڑا سخت شہر

چنانچہ اوس شخص کے مقابلہ میں امکانیت فصیح و بلیغ قصید لکھا۔ بس میں یہ شعر بھی ہیں۔
أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ الشَّوْءَ هُوَ الشَّوْءُ وَأَنَّ يَتَوَاتَ الْعَاخِرِينَ قَبُورُ

کیا تو نہیں جانتی کہ بدہالی، رہنا ہی مرنا ہے اور عاجزون کے مکانات قبرین ہی ہو جاتی ہیں۔
تَحْوِثِي طَوْلَ الشَّفَارِ وَائِيَهُ لَتَقْبِلَ لَقَبَ الْعَامِرَتِي سَفِيرُ

زنجے طول سفر سے ڈراتی ہے۔ لیکن یہی سفر عامری کی دست بوسی کا سبب لئے دے دیتا ہے
وَعَيْنِي أَرَدَ مَا الْمَقَاوِرَ آخِنَا إِلَى حَيْثُ مَاؤُ الْمَكْرَمَاتِ فَيُفِيرُ

مجھ پر کہ میں بیا مانوں کا بد مزہ وہ رنگ پانی پیتا پلا تا وہ ان پہونچ جاؤں جہاں جو درو کم کا پائیزہ پانی ملتا ہے
اسی میں وہ اپنی زد و جد کو اور ایک اپنی صغیر سن بیٹے کو وداع کرتا اور کہتا ہے۔

وَلَمَّا تَدَانَتْ لَكَ وَدَاعٍ وَقَدْ نَفَا بِصَبْرِي مَنَهَا رَمَتْهُ وَزَفِيرُ

جب کہ وہ اُس وقت رحمت کر کے کو پاس آئی۔ بڑا دسکی فریاد و زاری نے میرے صبر کو برباد کر دیا تھا
كُنَّا سَدَنِي عَهْدَ الْمَوَدَّةِ وَالْهَوَىٰ وَفِي الْمَهْدِ مَشْغُومُ الشَّدَا وَصَغِيرُ

تو مجھے مین دینے لگی کہ میرے مہر و مروت و محبت کو بھولنا نہیں۔ اس وقت ہوا میں ایک بچہ تھوڑا سا بچہ چلا رہا تھا
يَعْنِي بِمَرْجُوعِ الْخَطَابِ وَلِخُطْبَةِ بِمَوْقِعِ أَنْهَوَاءِ النَّفُوسِ حَبِيرُ

اگر اوس سے خطاب کیا جاتا تو جواب دینے کا بل نہ تھا۔ مگر سیلان نفوس کے موقع کو اس کی نگاہ خوب جانتی تھی
تَبَوُّؤُ زَمَنُوعِ الْقُلُوبِ وَهَذَتْ لَهْ أَوْ رُحْ حَقُوقُهُ وَنَحْوُ

اوس نے قلوب کے محفوظ مقام میں گہر نیا اٹھا۔ اور شوقین ہاتھ اور فرش اوس کے سے پہلے ہوئے تھے
كُلُّ مُفْعَدَةِ الشَّرِّ أَرَبُ مَرْضَعُ وَكُلُّ نُحْيَاةِ الْمَحَاسِنِ طَبِيرُ

ہر چیز جو شر کے پکڑنے والی بن جائے وہی شر کے دودھ پالنے کو موجود ہے۔ اور جو چیز کو حسن بزرگ کو کھلیں دیکھیں وہی حسن بزرگ کو کھلیں دیکھیں
عَصِيَّتْ شَمِيعَ النَّفْسِ فِيهِ وَقَادُونِي رَوَّاحُ لَقَدْ آتِ السَّرَّاءِ وَكُنُوزُ

برکت کا یہ نفس ہو سکتا ہے اس کی ہر شے غصہ کو ہی تھا اسے میں نہ ملا اور چلیا ہوا شام میں بزرگوں کو کھلا دے اس کو سنی گات

وَعَارِجَاتِ الْبَيْنِ بِي وَصَفَتْ بِهَا جَوَارِحُ مَنْ ذَعَرَ الْفِرَاقَ تَلْفِيزُ
ظن کا بازو ہوا اڑے گیا۔ اور اس کے مضطرب دل نے جو خوف جدائی سے پریشان ہو رہا تھا اس کے منہ سے وحوش کو اڑا دیا۔
وَكُنُوشَاتُ شَيْخِي وَالْهَوَا جَرَّتْ لِي عَلَى وَرَقَاتِ السَّرَابِ يَمُوزُ
اگر وہ مجھے دیکھتی جلد ہر کی پیش کے شعلہ چھیرے ٹھک رہی ہو۔ اور سلاخی نہر نہرانی ہوئی جگہ ہر ہر بار ہی نمی
اسلط جزا لہا جزا اذ اسطاً عَلَى حَزْرٍ وَجَنِي وَالْأَصِيلُ عَجِيزُ
اور دوہر کی تشنہ مجھے غلوب کر لیا تھا جبکہ اس نے میرے خسارہ پر حوک کیا تھا۔ اور شام بھی (گرمی میں) دوہر کے ہی برابر تھی۔
وَأَسْتَشِشُ النُّكْبَاءَ وَنَهْيَ كَوَارِجِ وَأَسْتَوْبِي الرِّمَاضَ وَنَهْيَ الْقُفُورِ
جسکین (دست کی) تمچھی ہواؤں سے سانس لیتا جاہلاؤں والی تھیں۔ اور گرمیت پر پاؤں رکھ دیکر چلتا تھا۔ جو گرمی سوئپ رہا تھا۔
وَالْمَوْتُ فِي عَيْنِ الْجَبَانِ تَلَوْنُ وَلِلذَّعْرِ فِي سَمْعِ الْجَبَرِيِّ صَفِيرُ
نامر کی نظر میں موت کی طرح کی صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور بہادر کے کان میں خوف کی ہبسی آواز ہوتی ہے۔
لَبَانٌ لَهَا آتِي مِنَ الْبَيْنِ جَارِعُ وَأَتِي عَلَى مَنْصِ الْخَطُوبِ صَبُورُ
تو اسے صاف غلام جھاناکر میں زیادتی اور انصافی دشمنی سے بے پروا ہوں۔ اور اگر مصائب طانت سو جائے البین تو یہی ہرگز سکنا ہوں
أَمْرٌ عَلَى مَحَلِّ التَّنَافُعِ مَا لَوْ إِذَا رَنَجَ إِلَّا الْمُتَشَرِّفِي وَزِيرُ
جو شخص کہ بیابانوں کے خونوں پر امیر ہوا اسے جب کہ وہ چکی دی جائے تو اس کے لئے تلوار ہی ذیر ہے
وَلَوْ بَصُرْتُ بِي وَالسُّرْمِي حُلَّ غَزْمَتِي وَجَزَيْتِي بِالْجَنَانِ الْفَلَاةِ سَمِيرُ
اگر وہ مجھے دیکھتی جسکیر بڑا غم رات کا سفر نہا۔ اور جبکہ میر (قدموں کا) گنڈ بیابان کے بہر تو ان سے بات بیت کرنا تھا
وَأَعْقَفْتُ الْمَوَاتَةَ فِي عَسَقِ الدَّجَلِ وَلِلَّاسِدِ فِي غَيْلِ الْغِيَاضِ رَمِيرُ
اور جسکین میں رات کی سخت تاریکی میں بیابان میں ہلکتا پھرتا تھا۔ اور جہاڑیوں میں شیر کے پنہ کے کچل شوشہ کی آواز ہی تھی
وَقَدْ جَلَّتْ طَرِيقُ الْمَجْرَةِ أَهْجَا عَلَى مَفْرَقِ اللَّيْلِ الْبَسِيمِ قَشِيرُ
جبلکہ کشتن کے راستوں پر خیال ہوتا تھا کہ اندھیری رات کے سیر ہو رہا یا جا گیا ہے۔
وَتَأْقِبُ غَزْمِي وَالْأُطْلَامُ مَرْقِعٌ وَقَدْ عَصَّ أَجْفَانُ النُّجُومِ قُفُورُ
جبکہ میرے غم کا جوش اور دماغِ اظلام تاریکی میں سورج کو نہر لالہ دو نور باخوف دلا رہے تھے
اور سستی و شکستگی نے ستاروں کے جگمگ بند کر دیے تھے۔

لَقَدْ أَقْنَعْتُ أَنَّ الْمُنَى طَوَّعَ بِهَيْثِي وَأَنْتِي بِعُطْفِ الْعَامِرِ تِي جَدِيرُو

نوا سے یقین ہو جانا کہ نصیب میں سے کتنا بہت کتنا ہے اور میں مامری کی نوازش کے لائق ہوں۔
یہ بہت بڑا قصیدہ ہے۔ مگر یہاں اسی قدس کا فی ہے۔ جبکہ میں نے یہاں اس قصیدہ کا ذکر کیا ہے تو
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو نواس کا اس قصیدہ کا بھی ذکر کر دوں جس کے ہم وزن ابو عمر نے اپنا قصیدہ
کہا ہے۔ ابو نواس بغداد سے مصر کو اسی غرض سے گیا تھا۔ کہ ابو نصر الخصب بن عبد الحمید صاحب دیوان خراج
مصر کی وجہ سے لایا گیا۔ یہ قصیدہ اوس نے اوس سے کہہ کر سنایا یا جو جس سے اس سے وہ گیا تھا۔ اوس کے
منزل کا اسمین ذکر کیا۔ میں نے اس کی ایک بیت مذکورہ ابو اسحاق ابراہیم بن عثمان الغفری میں لکھ دی ہے
اوس سے کہتا تو ذکر کرنا یہاں ضرور نہیں بڑا قصیدہ ہے۔ کہ محمد اشعار یہاں نقل کرتا ہوں۔

تَقُولُ الْبُتِّي مِنْ بَيْتِيهَا خُفَّ مَحَلِّي عَزِيزٌ عَلَيْنَا أَنْ تَرَاكَ تَسِيرُ

وہ کہتی ہے جس کے خیر سے میں نے کہا کہ تجھے باتے دیکھنا ہم پر سخت گران گذرنا ہے۔

أَمَّا دُونَ مَضَى لَلْبُتِّي مُطْلَبٌ بَلَى أَنْ أَنْبَابُ الْبُتِّي لَلْكَشِيرُ

کیا مصر سے قریب نہ دولت کمانے کی کوئی اور جگہ نہیں (نہیں) بلکہ حصول دولت کے اسباب تو یقیناً بہت ہیں۔

تَقُولُ لَهَا وَاسْتَعْجَلِي بَوَا دُرْ جَزَتْ فُجْرِي مِنْ جَزِيرَتِي خَدِيرُ

تو میں نے اس سے کہا۔ اور جب وہ دوڑ رہی تھی تو اس کو روک کر کہہ کر سی ہلیان بھی پیچھے ڈالیں جس کے اوکلی نصیب ان کو روکنے سے علم رکھتی ہیں

فَرْنِي أَكْثَرُ مَا سَدَّ نِيَابَ بِرَحْلِي إِلَى مَلَكَةٍ قِيَمَتِهَا الْخَصِيبُ أَمِيرُ

مجھے جانیکے لئے چوڑے۔ کہ میں اوس شہر کی طرف جہاں نصیب میرے سفر کر کے اوکلیاں بہت کم شہر دشمنوں کو زیادہ کر دوں

إِذَا لَمْ تَزُرْ أَرْضَ الْخَصِيبِ رَكَا مَبْنَا فَا مَحِي قَمِي بَعْدَ الْخَصِيبِ تَزُورُ

اگر جا رہے اور نصیب کے ملک کو نہ جائیں تو جہاں نصیب کے بعد میرے کون جو ان مرد ہے جس کے پاس جائیں۔

فَمَا جَارَةُ جُوْدٍ وَلَا حَسْلٌ دُوْدٍ وَلَكِنْ يَصِيرُ الْجُودُ حَيْثُ يَصِيرُ

جو خوشش نہ تو اوس سے کہیں آگے بڑھی اندر پہنچے ہی۔ بلکہ وہ میں رہتی ہے جہاں وہ رہتا ہے۔

فَتَنِي تَشْرِي مَحْشَى الثَّنَاءِ بِمَالِهِ وَتَعْلَمُ أَنَّ الدَّائِرَاتِ تَدُورُ

”جو جو اپنے احوال میں کتنا ہی ہول لیتا ہو۔ کیونکہ جتنا ہمت کی گرو میں اپنا دکر لے کر میں (جو بیکاری حاصل کرتا ہے) کہنا چاہے

یہی اسی نصیب میں رہن۔

تو پہلے ہمارے تعریف کرنے کے لئے کونسی چیز باقی رہی ہے۔ اس پر ابو نواس نے ایک ساعت کے لئے گردن جھکانی اور پھر سر اوٹھا کر یہ شعر پڑھا۔

اِذَا سَحَجَ اَعْيُنُنَا عَلَيْنَاكَ بِصَالِحٍ فَانْتَ كَمَا تُنْشِئُنِي وَتُفَوِّقُ الذِّئْبُ نَشْنِي

جب ہم ٹھیک ٹھیک تیری تعریف کریں تو ماننا جائے کہ جیسی تعریف کرنے میں تو دیسا ہی ہے۔ بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر ہی ہے۔

وَإِنْ حَبَرَتِ الْأَلْفَاظُ مَسَائِدَ حَتِّهِ لَغَيْرِكَ إِنْسَانًا فَانْتَ الذِّئْبُ نَشْنِي

اگر ترے وہ اکسی اور آدمی کی مع میں ہم سے کچھ الفاظ غل جائیں تو ماننا جائے کہ اصل مقصود ہمارا تو ہی ہے ابو عمر مذکور کے ایسا تبیین سے ایک یہ شعر بھی ہے۔

إِنْ كَانَ وَادِيكَ مَمْنُونًا مَا مَمْنُونُ عَدْنَا وَادِي الْأَنْكَرِ أَفْلَعَلِي فِيهِ الْأَنْكَارُ

اگر تیری وادی میں (سیری) رسائی ممکن نہیں تو دہوی خواب گولنے کے لئے ضرور دیرین کیا تعجب ہے جو وہاں میں تیرے مولیٰ مانگ

اس شعر میں وہ ایک اور شاعر کے خیال کو باندھتا ہے۔

بَلْ سَبِيلُ إِلَى بَقَائِكَ بِالْحُسْنِ فَإِنَّ الْحَمْلَى كَثِيرٌ وَالْوُشَاةُ

کیا تیری کی چک پہر یونین کہیں تیری ملاقات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے کیونکہ تیرے قبیلہ کی گہری ہوئی زمین میں تو جاس بہت کثرت

محرمت شدہ (محرمت) میں اس کی ولادت اور بروز یکشنبہ ۷ اجادی الاخرہ ۸۳۳ (دستخط) کوئی

کی وفات ہوئی ہے۔ ترجمہ العبد تعالیٰ۔

وَرَجَّحَ بِنَفْسِهِ مَهْلًا وَفَتَحَ رَأْيَهُ مَهْلًا مَشْدُودَ الْوَلَفِ وَجِمْ اَوْسَ كَ دَادَا كَانَامَ هُوَ قَسَطَلِي بَفَتْ قَافَ

وسکون سین مہلہ و تشدید لام قسطلہ کی طرف منسوب ہے۔ جو اندلس میں ایک شہر ہے اور یہ قسطلہ و کاف

بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ نہیں معلوم کہ یہ وراج جس کی طرف منسوب ہے آیا ابو عمر کا دادا ہے۔ یا کوئی اور

شخص۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۱) ابو عامر محمد بن ابی عامر لمطب المنصور (۸۳۳ء) میں ہشام المومنی بادشاہ کی تخت نشینی پر سلطنت قریباً مابین یعنی وزیر اعظم

مقرر ہوا تھا۔ جیسا جو کہ مقابلہ میں کوئی بچا جس سے زیادہ کی فتح کے بعد سا بخر ماوشاہ نزار سے اسے سلطنت وکٹا لے۔ میں ایسی

ہوئی۔ کہ اسی رخ میں گر گیا اگرچہ ہر سال دو مرتبہ صیف ششنا کے موسم میں وہ غنیم کے مقابلہ کر جاتا۔ تاہم اسے اتنی فرصت بخوبی ملتی تھی

کہ وہ اہل ملک کی خبر گیری کرتا اور انہیں انعام و اکرام عطا رہتا تھا۔ اور بنیات۔

(۲) خلیفہ ہارون الرشید نے سلسلہ (مستم) میں ہر کے خراج پر غور کیا۔ اور اسے بین وہان سے شہاد ہا تھا۔ اخوند از الملکین
(۳) یہاں میں غنیمتینہ غالباً اوسے مسیح استعمال کیا گیا ہے جس طرح گلہ بان عرب کی عادت ہے۔ اور یہی ذکر ہم مذکرہ ۲۰ نوٹ
میں کرتے ہیں۔

(۴) نفلی تبر پستان۔

(۵) ثاقب الظلام مثل سبار کو کہتے ہیں۔

(۶) دیکھو تذکرہ ۱۷۔

(۷) یہاں شاعر کی مراد خلیفہ ہارون الرشید سے ہے

(۸) والی کی حیثیت سے اوسکو منبر خطیبہ بیان کرنے اور سخت برہنہ ہو کر رہا کر کے کا اعتبار تھا۔ الملکین اور قیزانہ الحاسن بن سہب
کو خلیفہ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں کہیں کہیں الی کو بھی سرائی وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا تھا۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا
چاہئے کہ غصیبہ کا والی کہیں نہیں رہا۔ جس سے اوسے منبر پر خطبہ پڑھنے کا اقتدار ہوتا۔

(۹) یہاں بھی خلیفہ سے مراد ہارون الرشید سے ہی ہے

(۱۰) یعنی ہم سورہین۔ اور خواب میں تصویر خیالی بھی کھیل لیں۔

(۱۱) ایام جاہلیت میں منور تھا۔ کہ شیوخ قوم اپنے معرظہ میں کے لئے دیرون کے قریب زمین کا کچھ حصہ محفوظ کر لیا کرتے اور
اوسے جمعی کہتے تھے جمعی کے معنی منوع کے ہیں۔ اوس میں کوئی دوسرا شخص اپنے جان و نفس پر آمادہ نہ تھا کہ کھتا تھا۔
متاخرین شمار جمعی کے لفظ سے وہ مقام مراد لیتے تھے جہاں انکی مشورہ کا سکھن فرض کیا جاتا تھا۔

(۱۲) الادب کسی کہتا ہے کہ قطلہ ساحل بنادہ سے چودہ میل مشرق کو واقع ہے۔ اور کا مدی کہتا ہے کہ اوسے اب کا شکر کہتے ہیں

۵۶۔ ابو الولید احمد بن عبد العزیز بن احمد بن غالب بن زید بن المخزومی الاثر السی تقرطی
مشہور شاعر تھا۔ ابن بشام نے ذخیروں میں کہا ہے۔ کہ ابو الولید غزلی شرف نظم و نوین انتہائے کمال کو پہنچ گیا تھا
نبی خرم کے شعر کا خاتمہ ہی پر ہوا ہے۔ رمانا دس کا مسامد تھا۔ لیاقت میں کوئی دوس کہہ کہ مخلوق میں نہیں پہنچ
کھتا تھا قوت (وزارت) کو ایسے استعمال کرنا کہ دشمن غلوب و مقہور اور دوست کامیاب و با مراد رہتے تھے۔
نظم و یا شعر و نوین انداز نے اوسے قوت بیانیہ نہایت ہی اچھی حلافزائی تھی۔ ادب میں اوس کے سامنے
بھروان اور بدرتابان کی کچھ کمی تھی۔ اشعار میں وہ اثر تھا کہ جو ادھی کیا چیز ہے۔ چمکد لڑا رہی اوسکا گنگا نہیں

کہا سکتے تھے۔ نیز میں اس سے اسے سنی غریب کہنے کی تہذیب ملی تھی کہ جہاں غلو سنی کے کلمات سے نظم کا لطف کہا جاتا تھا وہ نظریہ کے بڑے زبردست تھا کی اور ادین تھا۔ ادب اسکا کمال شعر اوس کے عقیدہ مرہب بھی اوس کا مالیشا زبان بھی خوب متنی تھی۔ ہر وہ نظریہ سے سلا کہ در سلا ۱۸۴۷ء میں مستند عقاید صاحب اشبیلیہ کے پاس چلا گیا۔ مستند نے اپنے خواص میں داخل کر لیا۔ غلو میں اوس سے باتیں کرتا اور ریاست میں اوس کے اشارات پر چلتا تھا۔ اوس کے پاس وہ ایسا تھا جیسے اسکا وزیر ہو۔ ابن بتام نے اوس کے کتنے ہی رسائل اور نظم بھی دیکھے تھے۔ اسی میں اوس کا یہ قول بھی ہے۔

بیتنی و بینک الو ششت لم یضغ
بیتنی و بینک الو ششت لم یضغ
بیتنی و بینک الو ششت لم یضغ
بیتنی و بینک الو ششت لم یضغ

یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت

یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت

یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت
یابا لعا خطہ منی و کو یذکشت

اوس کے نہایت سریے قصائد ہیں اگر اطالٹ کا خوف نہ ہوتا تو میں کہہ اداں میں سے کہتا۔ اور اوس کو
آپ کا کلام میں سے ایک قصیدہ نونہ ہے جس میں یہ شعر بھی ہیں۔

يَقْضِيٰ عَلَيْنَا اِلَّا سَىٰ نُوَلِّا مَا سَتَيْنَا

فَلَا وَحِثْنِ فِتْنَا حَكِيمٌ ضَا عُرُونَا

جب ہزاروں قہاسے غیاث میں اُصروف تہا تو نوح کا صدر ہم پر آیا ہوا کہ دنیا ہی سے چلے گئے ہوتے۔ اگر ہم نے ان کو سمجھنا
استغفار کے کام نہ لیا ہوتا۔

عَالَتْ لِقَدْرُ مَا مَنَّا خَدِثْ سُدَّ وَأَوَّكَتْ لِمَنْ بَضَا يَا لَيْنَا

سُودًا وَكَانَتْ كَلِمَةً نَبِيًّا لَنَا

جیسے تم مرد جاہلوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ دن تاریک ہو گئے ہیں۔ حالانکہ چپ چم ہے تو ہماری رائے میں بھی روشن نہیں۔

بِالْأَنْسِ كُنَا وَمَا نَحْنُ بِفَقْرٍ قَدَا
وَالْيَوْمَ لَكُمْ وَ مَا يَرْجَى تَلَا قَيْتَا

وَالْيَوْمَ نَخْلَعُ مَا يَسْبِيحُنَا وَمَا يَزِيدُنَا حُجًى تِلْكَ الْأَقْيُسُ

کون دن تھا کہ عبداللہ کا کچھ خوف ہی نہ تھا۔ ایک آج کا دن ہے کہ اس پر دو ممال و ملاقات ہی نہیں ہے۔

یہ طر النبا قصیدہ ہے۔ ہر ایک بیت اس کی خوب ہے۔ مگر طویل سے ہمارا مقصود فوت ہو جاتا ہے۔

عجب عجب! (سائنس) میں ابن زیدون نے مقام اشبیلیہ وفات پائی۔ رحمہ اللہ

ابن کثیرؒ نے کتاب الضحیٰ میں اس کے باپؒ کو ذکر کیا۔ اور بہت تعریف کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ

اوس کی کنیت ابو یوسف تھی۔ بیٹرو میں مشنری (مسیحی) میں انتقال کیا۔ جنازہ قرطبہ میں لاکر اوس کو سپرد کردیا۔

۱۔ ربیع الاخر ۱۰۸۰ء کو مدفن کیا۔ ۱۰۸۱ء میں پیدا ہوا تھا۔ بوڑھے بے بین خضاب کیا کرتا

تہا تجھ سے دعا ہے۔

ابوالولید کا ابو بکر ظہم ایک بیٹا بھی تھا جو معتدین عباد کا وزیر ہو گیا تھا۔ یا اوس روز مارا گیا جس روز

یوسف بن تاشقین نے ابن عبدالمکد سے اوس کی مملکت پر غالب ہو کر قرطبہ لیا تھا جس کا مزید حال محمد بن

ابن تاشفین کے بیان میں آگے آئیگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ واقعہ ۲۔ صفر ۷۵۷ھ میں واقع ہوا ہے۔

ابو بکر قرطبی میں مارا گیا۔

زیرِ دُورِ بقیعِ اے مجھ کو سکون یا ستم تھا نہ وضم دال ہمارا داؤد لون۔ قریبی کا ذکر محمد بن عبد ربہ

معنفہ کتاب عقد الفریزہ کے بیان میں اور پرچہ میں افادہ کی حاجت تھیں۔ یہ طریقہ گورنمنٹ کے لئے

۷ مسلمانوں سے سوال مسئلہ: (دیوبند میں جو ملی مسئلہ اسلام) میں اپنا پسین لپاتا ہے۔

[illegible]

(۲) قطارِ تارادہ کی جمع ہے جس کے معنی میں کے ہیں۔ مگر میں نے بیانِ آبدار کلام کے لئے ہیں۔

(۳) اس وقت اکثر ہندی کا غضب کیا کرتے تھے۔ دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۳۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۴۵۔

(۵) اگر ابن زبدون کا کسی کو زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو مسٹر ڈی ساسی کا رسالہ "انگلزنی یونیورسٹیل (زبدون)" دیکھنا چاہئے۔ اس میں قریب کے لینے کی تواریخ مسلمان (مسلمان) لکھی ہوئی ہے وہ غلط ہے۔ دیکھو مسٹر ویٹرس کی کتاب اسپیسین کیٹیکم یہ جتنا کہتے تھے میرا ارادہ ہے کہ ابن زبدون کا مشہور رسالہ اور اس کی شرح مصنفانِ نباتہ چھپا دوں۔ مگر معلوم نہیں کرو چھپا یا نہیں۔

۵۔ ابو جعفر احمد بن محمد الخولانی اندلسی اشبیلی معروف ابن آثار

مشہور شاعر تھا۔ مستند عباد بن محمد لکھی صاحب اشبیلیہ کے لیے شعر میں گنا جاتا اور شعر سخن کے تمام فنون کو خوب جانتا تھا۔ اسی کے ساتھ عالم بھی بڑا تھا۔ اس نے خوب مواد جمع کیا تھا مالیف و تصنیف اس کی بہت ہے لیکن نظم میں اس کا پایہ ایسا بلند تھا۔ کہ اسے سب مانتے تھے اس فن میں اس کی جو بیان شمار سے زائد ہیں۔ اس کے عمدہ اشعار میں سے کچھ ذیل میں نقل کرتے ہیں

لَمْ يَذَرْنَا مَخْلَدَتَ عَيْنَاكَ فِي خَلْدِي مِّنَ الْغُرَامِ وَلَا مَكَادَتَ كَبْدِي

بڑی نگہیں ہیں غامی تھیں کہ اوہوں نے میرے دل میں کسی دایمی شینگائی پیدا کر دی ہے۔ اور میرے ہجر کی کیا طبعی گند رہا ہے

أَفْذِيرُ مِزْنَ زَائِرٍ رَامَ الدُّنُوْفَ لَمْ يَسْطَعْ مِّنْ عَرَقٍ فِي التَّمْعِ مُشْفِدٍ

میں اس آئینہ پر زبانِ جاؤں جس نے پاس آنچا تو تھکا کیا۔ مگر آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے اور سوزِ حیاں ہو چکے باعثِ پاسن آسکا

خَافَ النُّعُونَ وَافْخَانِي عَلَى غَبْلٍ مَّقْطِلًا جَنِيْدَهُ الْإِسْمِ الْجَنِيْدِ

اوسے وہ غانوں کی آنگھو کا خوف تھا اس دھیرے پاتھاری ہلادی آیا۔ اس وقت اس کی گردن میں سن جلال کہ اس کوئی مزید نہ تھا

عَالِيَةً الْكَاسُ فَاَنْشَوْتُ دُمَامُهَا مِّنْ ذَاكَ الشَّنْبِ الْمَعْمُولِ وَالْيَرُو

جین بھوہ سے پیلا دیا۔ تو اس میں کی ضرب بدن میں اور اس کو دیکھ کر ترنگائی جو غیر میں من شہد اس پر دیکھ میں اس کو ان کی مرض تھے۔

حَتَّىٰ إِذَا غَارَتْ أَجْفَاؤُهُ سَنَدَتْ وَصَحَّرَتْ رِيْدَ الْعَثْبَيْنَا وَطَوَّحَ يَدَيْ

دیکھو ہماری شراب پینے پیتے، ہانگ روت ہوئی کہ اس کی نگہیں بند ہو کر نہ لگیں۔ اور پھر کہہ تھانے اور میری ہاتھ کے نقشہ میں دیا

جس کا ذکر اللہ تعالیٰ آئندہ آتا ہے۔ اور فاضل اور شاعر ہونے کے ساتھ ہی کام کا بھی آدمی تھا۔ قسطنطنیہ کی کئی
 سرحدیں طے ہو کر گیا۔ اور وہاں کہیں سے اسے کتا بن میں سر آئین کثرت سے جمع کیں۔ ان خوف میں یہ کتا بن اوس
 جامع مسجد شافریں اور جامع مسجد آمدین بطور وقف کے دین جوا تک اوس مسجد کے کتب خانوں میں موجود
 اور ساری کی کتابوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک سے بہتر خزائن عثمان بن ابوالعلاء المعری سے اوسکی ملاقات ہوئی
 تھی۔ ابوالعلاء نے اوس سے شکایت کی کہ میں نے مخلوق سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ مگر پھر
 وہ مجھے ستاتے رہتے ہیں۔ ابونصر نے کہا۔ آپ اور اوس سے کیا ملا تو ہے۔ آپ نے اوس کے لئے دنیا
 اور آخرت دو چھوڑ دیئے ہیں۔ ابوالعلاء نے کہا۔ کیا آخرت بھی۔ اور یہی فقط بار بار کہے۔ اور پھر مخزون منعم
 ہو کر سر نیچے ڈال لیا۔ تب تک ابونصر بیٹھا رہا پھر اوس سے بات نہ کی۔

ایک سے ابونصر کا کہیں جن میں وادی بڑا خاکی گندہ ہوا تھا۔ اوس مقام کی خوش خانی اور وہاں
 کی حالت کو دیکھ کر اوس کے دل میں جوش و دہشا۔ اور یہ اشعار کہے۔

وَقَاتِلْنَا لِقَاءَ الْأَرْضِ ضَاوَادِ وَقَاهُ مُضَاعِفَ النَّبْتِ الْعِصْمِ

ایک وادی سے نہیں جتنے ہوئے ریت کی لپٹ سے بچا دیا۔ اوس کے گنجان دغخون نے اوس سے ہو کر سایہ دار کر دیا تھا۔
 نَزَلْنَا دُونَ فَخْخٍ عَلَيْنَا حُتُو الْمَرْضِعَاتِ عَلَى الْعِطِيمِ

ہم اوس کے ایک دغخ کینچے اترے۔ اوس ہم پر جیسی سخت کی جیسے کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پڑائے
 بچہ پر کرتی ہیں۔

وَأَرْشَفْنَا غَلَاظَ زُرَا لَا أَلْزَمْنِ الْمَدَامَةَ لِلشَّرِيمِ

اوس نے پیاس کے وقت ہمیں ایسا شیریں پانی پلایا جو نہ یمن کے لئے انکوری شرب سے بھی لذت نہ رکھتا۔

مِزَاعِي الشَّمْسِ أَلْنِي قَابَلْتُ مِزَاجَهَا وَيَا ذُنُ اللَّيْلِ نِمْ

جہاں جہاں آفتاب سے اوسکا سامنا ہوتا ہے۔ اسے خوب دیکھتا اور جہاں ہے گریم کے جو نکون کو کھوئی آئے کا دیتا ہے۔

مِزْقُوعُ حَصَاةٍ حَايَةِ الْعِذَارَى قَتَلْتُ مَسَّ جَانِبِ الْعَقْدِ النَّظِيمِ

اوس کی لکیر میں جو کھڑی رہے انہیں بن ڈالیں کہ راتوں میں پڑا دیکھ کر اس پر کھڑے ہوں کہ وہ ہاتھ مار کر ٹوٹی ہیں تو کہیں کہیں

یہاں بات اپنی مضمون میں نہایت بریں ہیں۔ ابوالعلاء المعری نے بھی کتاب زینت الدہر میں اسکا
 ذکر کیا ہے۔ اور یہ شعر بھی نقل کئے ہیں۔ اوس میں یہ شعر بھی ہیں۔

فَلْيُحْلَلْ طَالًا فِي دِقَّةِ كَيْفِ أَقْلِنْدَسْ لَا عَرْضَ لَهُ

میرے پاس ایک لڑکا ہے جو ننھا اور تپلا ہے بعینہ اقلیدس کے خط کی طرح کہ جس کا عرض مطلق نہیں ہوتا۔

وَقَدْ رَنَا هِيَ عَقْدُ خَفِيفَةٍ فَصَارَ رُكَا لِنَقْطَةِ لَاحِظَةٍ وَكَلَمَةٍ

اوس کی عقل خفیف کے اوس انتہا پر کہ پہنچ گئی ہے۔ کہ گویا وہ نقطہ ہے جس کی جزئی نہیں (یعنی مقدار ہی نہیں)

اوس کے متعاطیج تو کہیں کہیں لوگوں کے ہاتھ میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر اوس کا دیوان بھی

کیا ہے میں نے سنا ہے قاضی فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اہل علم سے جو سفر کو جانا تھا کہا کہ

کہ اوس کا دیوان تلاش کرے۔ اوس نے جہاں جہاں گیا اوسے ڈھونڈا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اور قاضی

فاضل کو لکھ کر کہا کہ مجھے اوس کا یہ نہیں چلتا۔ اس خط میں کچھ بیات بھی تھیں جن میں یہ مصرع بھی تھا

وَأَقْصَرُ مِنْ شِعْرِی الْمَنَارِی الْمَنَارِی (جہاں جاؤم مناری کے شعرون سے جگہ خالی ہی ملتی ہے)

اوس نے سنکر (دعائے) میں وفات پائی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مناری یعنی سیم دونوں واقعہ ورائے مجموعہ مناز چڑو کی طسٹہ منسوب ہے۔ جو خُزْتُ بُرْتُ کے پاس

ایک شہر ہے۔ یہ مناز گزرو نہیں ہے جو اعمالِ غلط کا ایک قلعہ ہے جس کا ذکر تقی الدین غم صاحب حجاز

کے بیان میں آگیا خُزْتُ بُرْتُ زیادہ کا شہر ہو محسن ہے۔ بُزْراً عَالِظُ مَیْ مَعْدُہ ورائے مجموعہ و

دعین جہلہ ایک بڑا قریہ ہے۔ اور طلب اور منہج کے عین وسط میں واقع ہے۔

(۱) کوئی چیز کسی نیک کام کے واسطے ہمیشہ کیواسطے دیدینا۔ کہ عام مخلوق اوس کا استعمال کیسے اور متمتع ہو۔

(۲) آخرت کے چھوٹے بیٹے میں ابو العلاء پر اوس کے اسلامی اصول سے منحرف ہونے کی وجہ سے ظفر تھا۔ دیکھو تذکرہ ۶۷

(۳) خرقہ ابو الفدا میں اوس کا پورا بیان دیکھنا چاہئے۔

(۴) یہ مصرع صرف اس وجہ سے زیادہ مشہور ہے۔ کہ اوس میں منازِی ال اور منازِیل دو لفظ ہم آواز آئے ہوئے ہیں

مناری تو شاعر کا نام ہے اور منازیل منزل کی جمع بمعنی مکان ہے۔

(۵) سلفت عثمانیہ کے نقشہ پر قبلائی میں اس مقام کا نام خُزْتُ بُرْتُ لکھا ہوا ہے جو توفیقاً سولہ میل مشرق کو نزوات سے عرض

شمالی ۳۸ درجہ ۲۵ دقیقہ پر واقع ہے۔

۶ غلط ازبختیہ کا ایک شہر ہے اور وہ ان جہل کی شمالی نوک پر واقع ہے۔

۵۹۔ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن علی بن یحییٰ بن صدوق الثعلبی معروف ابن خثعم

کاتب دمشق

نہایت عمدہ شعرا میں سے تھا۔ ملکوں میں خوب پہنچا اور لوگوں کی مدح سرائی کرتا تھا۔ بلاد مجرمین بھی پہنچا وہاں بھی امر کی مدح لکھی۔ ایک مرتبہ ابو الفقیان بن خنوس شہر شاعر سے طلب میں اوس کی ملاقات ہوئی۔ اوس نے اپنے شعرا سے سنا ہے۔ ابو الفقیان سنتے ہی بولا۔ اس فوجان نے مجھے موت کی خبر سنائی ہے کیونکہ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک اہل ہنر اپنے فن کا کامل اور ماہر پیدا ہو اور وہ اوس فن کے بڑے صاحب کمال کی موت کی دلیل نہ ہو۔ ابن خثعم طلب میں ایک دفعہ گیا تو اوس وقت سچ کی طرف سے نہایت تنگ تھا۔ ابن خنوس مذکور کے پاس لکھ کر بھیجتین یحییٰ بن احمد اور انخس شمس کی التجا کی۔

لَمْ يَبْقَ عِنْدِي مَائِيَّاتٌ مِّنْ خُجْرِي وَكَفَاكَ عِلْمًا مُنْظَرِي عَنْ خُجْرِي

میرے پاس کوئی ختم بھی باقی نہیں کہ اسے ایک جگہ سکون کسی سے پوچھنے کی نسبت اس کے لئے سیر مال دیکھنا چاہی
إِلَّا بَقِيَّةٌ مَّا وَرِثَهُ صُنْثُمَا عَنْ أَنْ تَبَاعَ وَأَيْنَ أَيْنَ الْكُثْرِي

مگر میں نے اپنے چہرہ کی اب کا بقیہ کچھ کچھ فروخت سے بچا کر کہا ہے اور چون بھی تو لینے والا کہاں ہے۔

ابن جیوس نے جب یہ دونوں بیت دیکھیں تو کہا کہ انت نعم المشتري (تو بہت ہی اچھا خریدار)

کہتا تو نہایت بہتر ہوتا۔ یہاں اوس کے اشعار کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اوس کا دیوان خوب مشہور ہے۔

اگر اس کے اور اشعار بالکل بھی نہ ہوتے اور صرف ایک قصیدہ باقی ہوتا جس کا اول یہ ہے۔

خُذَا مِنْ صَبَا سَجْدًا مَّا ثَالِغِيہ فَقَدْ كَادَرِيًا مَّا يَطْبُو بَلْبِيہ

جنگ ہندو شمال ہمارے تہذیب و اس کو مل کی چیں حاصل کہ کیونکہ اس کو کچھ شہرین اوس کے ہوش ٹوٹنے کے لئے جانی ہیں

تو اوس کی شہرت کے لئے کافی تھا۔ اوس کے اکثر قصاید اچھے ہیں۔ اس قصیدہ کا تتمہ یہ ہے

وَأَيُّ لَمَّا ذَاكَ الثَّيْمِ قَائِرٍ مَتَى هَبْتَ لَكَ الْوَجْدَ الْبَسْرَ حَطِيہ

اس سیم سے بچنے رہنا۔ کیونکہ جب وہ ملتی ہے تو ادنیٰ مصیبت جو اوس سے

پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مشق میں ہنسنا دیتی ہے

خَلِّصْ لَوْ أَجَبْنَا لَعَلِّمَتْنَا مَحَلَّ الْهَوَىٰ مِنْ مُغْرِمِ الْقَلْبِ صَبِيه
 اسے دوستو۔ اگر تم ہی کسی سے محبت کرنے تو معلوم ہو جانا۔ کہ جس کا دل محبت میں چور ہو اوس پر عقل کا کیا اثر ہوتا ہے
 تَذَكَّرُوا الذِّكْرَ لِي تَشَوْقُوا وَذُوا الْهَوَىٰ يَتَوَقَّوْنَ وَمَنْ يُغْلِقْ بِهِ الْحَبْطُ يَصْبِيه
 وہ اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے۔ یا اسے شوق بڑھتا ہے اور عاشق کو آرزو میں ہو اگر نہی ہن محبت جس شخص کو کھلتی ہے
 اوسے دیوانہ بنا دیتی ہے۔

عَرَّاهُ عَلَىٰ يَاسِ الْهَوَىٰ وَرَجَائِيهِ وَشَوْقًا عَلَىٰ بُعْدِ الْمَرَارِ وَقُرْبِهِ
 مَذَابِ اُوراس کے ساتھ عشق و محبت کی امید و یاس۔ شوق اور اوس ساتھ ملاقات کا وقت قریب یا بعید
 وَفِي الرُّكْبِ مَطْوِيٍّ الصُّلْبِ عَلَىٰ جَوِيٍّ مَتَىٰ يَذْعُمُهُ دَاعِي الْعَرَامِ يَلْبِسُهُ
 قافلہ میں ایک شخص ہے جس کے سینہ میں آتش سو گن لپٹی ہوئی ہے جب اوسے فتنہ داعی بکاڑتا ہے تو وہ کہتا ہے یا نہیں

اِذَا خَطَرْتُ مِنْ جَانِبِ الرِّمْلِ نَفْوِيكَ تَقْضَمْنَ مِنْ مَشْهَادِ دَاوُدَ دُونَ صَحْبِهِ
 جب ریگستان کی طرف سے (جہاں محبوب رہتی ہے) کوئی روانہ ہو گا تو اسے تو اس میں مافتی کے لئے مدد و نجات
 تو اسے گراؤ کی دوا اوس میں نہیں ہوتی

وَمُتَجَبِّبَاتٍ بَيْنَ الْأَسْنَتَيْنِ مُعْرِضٌ وَفِي الْقَلْبِ مِنْ اغْرَاضِهِ شُلُّ حَبْبِهِ
 اور دفا ندین) ایک ایسا شخص بھی ہے جسے (خافت کے لئے) سنان چپائے اور وہ (شرم سے) سنبھیرے
 چلا جاتا ہے۔ گرد مافتی کے دل میں او کی روگردانی ہو یا (دود) کہ جسے اوس کے چہانہ علیہ ہوا کر سکتی ہیں
 اَفَا رَاَ اِذَا اَنْشَبَتْ فِي الْحَمَى رُسْتَه خَدَا رَاَوْ حَوْفَا اَنْ يَكُونُ لَحْبَسِه
 مجھے شک ہے جیسے کہ میں قید میں رہنے کی آواز سنتا ہوں۔ ابراہیم شاد و فرخ کہ کہیں اوس کی محبت میں کوئی نہیں رہتا
 یہ بڑا انبیا قصیدہ ہے۔ گروہم اسی پتھر کرتے ہیں۔
 یہ بھی اوس کے شعبہ ہیں۔

سَلُّوا سَيْفَ الْحَاظِرِ اَلْمُتَشَقِّقِ اَعِنْدَ الْقُلُوبِ دُكْمٌ لِلْحَقِّ
 اوس کے سرگمان کی کینچی ہوئی تلوار ہے جو کہ (دما شقون کے) دلوں میں آنکھوں سے
 آنسو بہانے کے لئے خون باقی ہے یا نہیں

اَمَّا مِنْ مُعِينٍ وَ لَا عَٰذِرٍ اِذَا عَفَّتِ الشُّوْقُ يَوْمَ رَفْعِ
 اے۔ نہ کوئی معین مددگار ہے اور نہ مدد کرنے والا۔ کہ جس روز اسے شوق سستا ہے تو اس سے نرمی کرے
 عَجَلًا لَنَا صَارِمًا مُعْلَتًا مُضْطَنًّا الْمُؤَشِّعَ وَ الْمُتَشَقِّقَ
 وہ ہمارے سامنے اس طرح جلوہ افروز ہوا کہ گھما کی تیرا تلواریں کہیں (مہم کام نازک دنگے میں) حایل ڈالے اور نطق باندھ کر
 مِنَ الشُّرْكِ مَا سَمِعْتُمْ اِذْ رَمَى
 وہ تیری جینوں سے ہے کہ گروں کا تبرج وہ پہنکتا ہے تو اسے قاتل نہیں جس قدر کہ اس کی اکہنہ ہم گلاہ خون ریزی کرتی
 وَ لَيْلَتُهُ وَ اَفِئْتُهُ زَارِرًا
 کسی کسی رات میں اس کے پاس ملاقات کو گیا ہوں اور حالت میں کہ رات پہرے غرابی سو باتیں کرتا رہا۔ اور سچے و الہم میرا
 وَ عَنِّي الْمُنَاقَاةُ مِنْ فُكَاكٍ اِلَيْهِ وَ لَمْ مُقَدِّمٌ مِنْ فُسْرٍ
 مجھ اور کسی خون ریزی کے خوف نے پیادہ کے لئے اس کے پاس بھگایا۔ مالا کہ بہت پیش قدم (بٹنے خوف کے مقام پر)

وَ قَدْ رَاضَتْ الْكَاسُ اَخْلَاقَهُ وَ قَرَّبَ الشُّكْرُ مِنْهُ الشَّرَقَ
 پیالہ نرنے اس کی (دہشتی) اعلان کر دیا۔ اور شہ نے اس کے غصہ کے جوش کو فرو کر دیا ہے
 وَ حَقَّ الْعِثَاقُ فَجَبَلْتُمْ شَيْءَ الْقَبْلِ وَ الْمُعْتَشِ
 جیل گیری کا سہی پیدا ہو گیا تو میں نے اس کا ایسے شوق سے بوسہ لیا کہ جیسے بوسہ لینے والے اور بغل گیر یا کہنے میں
 وَ بَتَّ اَنْحَاظُ الْوَفْرِ كَرِيْمٍ اَزْ وَرَطْرَآ اَمْ خِيَالِ طَرَقِ
 ملاحظہ میں نے اپنی نگراؤ میں لگا کر کہا کہ جس سے میں ملا کرنا ہوں وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہے یا کوئی خیال ہے جو رات کے وقت دکھائی دیتا
 اَفَلَيْكُمُ فِي الْبُخْبَرِ كَيْفَ الْقَضَى وَ اَعْجَبُ لِلْوَصْلِ كَيْفَ اتَّقَى
 پھر دیکھتا ہوں دو گھنٹہ میں کاسعد نبی راہ کہے گئے گی اصل کو یاد کرنا ہوں تو اس پر پیچہ آئے کہ اس کا کہنا کہ اتفاق ہو گیا
 (جو بالکل غیر ممکن تھا)

وَ لَعَلَّتْ مَا عَرِيتِي دَهَانَ وَ لَمْ تُحَسِّنْ بَا جَلِّ مِنْهُ وَ دَقَّ
 میری جو چیزیں نذر ذلیل ہے سب محسن و مجسمہ کے لئے ہے۔ اور اس کی جو چیزیں جلیل و دقیق ٹری چھٹی ہے۔ سب میں کٹاؤ
 (اوس سے حسن چلتا ہے)

مجھے اوس کی دو بیتوں پر اوس کا ایک قصیدہ میں اور نہایت عمدہ میں تعجب آتا ہے۔

وَبَاخِرْ عَنِّي كُلَّمَا عَنَّ ذِكْرُكَ سَمِمْ أَمَاتِ الْهُوْلَى مَتَى فَوَادٍ وَاجِاهُ

ایک سی کے لوگ ایک وادی کے موڑ پر رہتے ہیں جب اونکا ذکر آتا ہے تو مشن میرے دل کو تڑپا دیتا اور اسے زندگی بخشتا ہے

عَمَّ شَيْءٌ بِمَنْ بَالُكَ قَسَمَتَيْنِ وَ دَارُكُمْ سَمِمْ لَوَادِي الْعَصَا يَا بَعْدَ مَا أَتَمَّتَا هُوَ (۹) دوسرے

جب میں زمین میں نہاتا تو مجھے اون کی تمنا پیدا ہوتی تھی۔ مگر اونکا مکان وادی عصا یا میں ہے۔ اے میری بہن کی ہوا آرزو کر کہ خدا

یہ بھی اوس کے شعر میں جن میں وہ اپنے مرشد دارون اور دوستوں پر غصہ کرتا ہے۔

يَا مَنْ يَجْتَمِعُ الشَّطَطَيْنِ اِنْ عَصَفَتْ لَيْلٌ رِيَا حِي فَقَدْ قَدَمْتُ اِعْذَارِي

اے وہ لوگو جو دو دریاؤں کے سنگم پر رہتے ہو جو میری آئے ہائے کے ہوائیں نہیں اور اگر گئیں تو اس کا مدد میں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔

لَا تَكْلُوكُنَّ رِيْحِي عَن دِيَارِ كَمْ لَيْسَ الْكِرِمُ عَلٰى ضَيْمٍ يَصْبَارِ

میں جو تمہارے دیار سے چلا گیا اس سے ناخوش نہ ہو۔ کیونکہ کوئی کریم ظلم و ستم پر صبر نہیں کیا کرتا۔

یہ بھی اسی کے شعر ہیں۔

اَلْطَنِّي لَا اسْتَطِنُّ اَحْبَلُ غَنَكَ الدَّهْرُ وَ دَرِي

کیا میری نسبت تجھے گمان ہے۔ کہ کہیں تجھ کی بین انہی محبت تجھ سے نہیں اوتھ سکتا۔

مَنْ ظَنَّ اَنْ لَا يَبْدُ مِثْلُهُ فَاَنْ مِثْلَهُ اَلْعَفْ بَدْر

دیار رکھے وہ شخص جو گمان کرتا ہے کہ مجھ سے کوئی پارہ نہیں۔ میرے باطن اس کے نیچے اور تہ میرے ہیں

و مشق میں وہ نہ سہمہ (۱۰) میں پیدا ہوا۔ اور وہ ۱۱ رمضان ۱۱۵۷ (۱۱۵۷) کو وفات

پائی۔ رحمد اللہ تعالیٰ۔ بعض نے اسکی وفات ۱۱ رمضان کو بتائی ہے۔ مگر اول قول صحیح ہے۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۱۰ نوٹ ۱، و تذکرہ ۱۲ نوٹ ۵۔

(۲) یعنی میں نے اپنی عزت بجا کر رکھی ہے۔ مجھے اس بات سے غیبت آتی ہے۔ کہ ایسے لوگوں کی تعریف کروں۔

اور روپیہ کاؤں جو اس تعریف کے قابل نہیں ہیں۔ دیکھو تذکرہ ۹ نوٹ ۵۔

(۳) نجد کی بلند زمین عرب میں اپنی خوشبوؤں اور پھولوں کے جبے مشہور ہے۔ بعینہ اسی طرح جیسے خط کشمیر

ہندوستان میں اپنی سرد اور قریح بخش آب و ہوا کی وجہ سے مشہور ہے۔

(۴) نقلی ترجمہ دونوں دوستوں دیکھو تذکرہ ۲۲ نوٹ ۱۔

۹۵) منتخب جمع صاحب کی ہے یعنی اوس کے ساتھی اوس کے ساتھ نہیں ہوتے۔ داؤد و داود و داود کا سا تھی دواؤ
 ۹۶) دیکھو تذکرہ ۸۴ کا اول شعر اور نوٹ ۳۔

۹۷) رقیقین مدینہ کے پاس ایک داوی ہے۔ شعر اے جاہلیت اس کا بہت ذکر کیا کرتے ہیں۔ عرب میں
 اور بھی کئی جگہوں کا بھی نام ہے۔

۹۸) داوی غصا یا کا ذکر سیوطی بخاری اور بایا قوت کی کتابوں میں کہیں نہیں ملتا۔ معلوم نہیں کہ یہ مقام کہاں ہے۔

۹۹) لہذا کے محاورہ کے معنی روزنی نے اپنی شرح میں دئے ہیں۔ معلو امر القیس کا شتران شعر دیکھنا چاہئے۔
 ۱۰۰) یعنی اگر بن نے تم سے کوئی سخت بنا دیا۔

۱۰۱) اس شعر کا مفہوم ٹھیک ٹھیک میں متعین نہیں کر سکا۔

۶۰۔ ابو الفضل احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم المسدانی نیشاپوری
 بہت ہی بڑا ادیب فاضل لغت کا ماہر تھا۔ ابو الحسن الواحدی صاحب التفسیر کی محبت میں رہا کرتا تھا۔
 پہر اور دن سے بھی پڑا۔ عربی زبان میں خصوصاً لغت اور ذرائع امثال عرب میں بہت ہی بڑا کمال
 حاصل کیا۔ ان فنون میں اوس کی کئی مفید تصانیف ہیں جس میں کتاب الاشغال بھی ہے جو اوس کے
 نام سے مشہور ہے۔ اور جس کا مثل اس فن میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اوس کی کتاب الشاعری
 فی الاسامی بھی اپنے باب میں بہت عمدہ ہے۔ اوس نے حدیث بھی سنی اور دوسروں سے
 روایت بھی کیا کرتا تھا۔

یہ شعر وہ بہت پڑا کرتا تھا۔ میرے نزدیک اوس کے ہونگے۔

تَنَقَّسَ صَبْحُ الشَّيْبِ فِي لَيْلٍ عَارِضِي قُلْتُ عَمَّا بَكَتْنِي بَعْدَ اَرِي
 میرے رخساروں کی رات پہر پڑا ہے کی صبح غلی زمین نے کہا شاید یہ دائری سفید کرنے پر کفایت کرے گی۔
 فَلَمَّا رَمَا حَاتِبُهُمْ كَأَجَابْنِي اَيَا لَيْلٍ قَرَّتْ لِي صُبْحًا بَغِيرَ مَعَارِ

مکربہ اور بھی پہلی نوادس پر مجھے غصہ آیا۔ کہنے لگی کہ کوئی صبح ایسی ہی ہوتی ہے جس کے بعد دن نہ نکلتا ہو۔
 بروز چار شنبہ ۲۵ رمضان ۷۸۵ھ درمیان ۲۸۵ھ کو نیشاپور میں وفات پائی۔ اور میدان زیاد کے
 دیوارہ پر مدفون ہوا۔

سیدانی فتح سیم و سکون یاے تختانیہ و وال و الع و لون میدان زیاد بن عبد الرحمن کی طرف منسوب ہے جو نیشاپور کا ایک محلہ ہے۔

اوس کا بیٹا ابوسعید بن احمد بھی بڑا فاضل اور دیندار تھا۔ کتاب الانساب فی الانساب اوس کی تصنیف ہے۔ (۳۳۷) (۳۳۷) مین اوس نے انتقال کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) کتاب الانساب کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا ہے۔

(۲) یعنی ایسی کتاب جس سے اسما و معرفہ کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔

(۳) اس کتاب میں بھی اسما و معرفہ کے مفہوم بتلائے گئے ہیں۔

۹۱ ابو الفضل احمد بن محمد بن الفضل بن عبد الحاق معروف ابن خازن
کاتب شاعر

کے آبا و اجداد دینور کے رہنے والے تھے۔ مگر یہ خود بغداد میں پیدا ہوا اور وہیں وفات پائی تھی۔
بہت بڑا فاضل اور خطاطی میں مکتاے روزگار تھا۔ ابوالفتح نصر اللہ شہر کا تہ کا باپ تھا۔ مقامات
حریری کے اوس نے کتنے ہی نسخہ لکھے ہیں جو آج تک لوگوں کے پاس موجود ہیں اوس کے بیٹے نے
اوس کے اشعار جمع کئے اور دیوان بنایا ہے۔ اشعار نہایت عمدہ ہیں الفاظ بھی اوس کے اچھے
ہیں اور معانی بھی۔ بعد اوس کے شعر ہیں۔ جن میں بہت ہی اچھا مضمون باندھا ہے۔

مَنْ يَشْتَرِكُ بِخَيْرٍ مِنْهُ مَنْهُ وَ مَنْ يَشْرِي
يَخْتَصُّ بِالْأَشْعَافِ وَالْمَكَلِينِ

جو شخص بد سادہ ہو جائے وہ اپنی آرزوں سے محروم رہتا ہے۔ اور جو بڑا چلتا ہے اور چالاک کرتا ہے وہ اپنی حاجت

پوری کر لیتا ہے اور قدرت پا جاتا ہے

أَنْظُرْ إِلَى الْأَلْفِ اسْتَقَامَ فَعَالِيَهُ
بِحُجْرٍ وَأَفَازٍ بِرَاغِي حَارِجِ التُّونِ
دیکھو الفدا کو سب سے پہلے نقطہ سے محروم ہو گا ورنہ نصیب کی گے باعث اوسے حاصل کیا

یہ بھی اوس کے شعر ہیں۔

مَنْ لِي بِأَسْمَرٍ خَجْنُوهُ بِمَشْلِدِ
فِي لَوْنِهِ وَالْقَدِّ وَالْعِلَانِ
کون شخص ہے جو مجھے اس اسمر دگنی ننگ، سداوے سے اوس کو گون اس کے سر ننگ خداوند کے اور یکے برون کہہ کر

مَنْ رَأَى قَائِدَ رِجْ صَبْرًا عَلَى طَرَفِ السَّانِ وَطَرَفِ الْوَسْثَانِ
 جو شخص اوسے جاسے جاسے کہ اس کے گھبراؤ کو کم نیزوں کی نوکوں اور اس کی نگاہ خواب آلود دونوں کے مقابلہ کے لئے میر کی زد بتا
 رَاحَ الْقَبَا شَيْئًا لَا يَخُصُّ الصَّبَا سَكَرَانَ بِي مِنْ حُبِّهِ سَكَرَانَ
 جوانی کی شراب اوسے دوہرا کرتی ہے نہ صبا کا جو نکلا۔ وہ تو جوانی کے نشہ میں ہے اور مجھ پر اس کی محبت کا دوہرا نشہ چڑھا جو
 طَرَفِي كَطَرَفِ جَارِحِ مَرَحٍ مَشَى أَرْسَلَتْ فَضْلَ عَيْنَيْهِ عَنَانِي
 میری آنکھیں ایسی ہیں جیسے کوئی غیب سرکش لاک گھوڑا ہو۔ جیسی میں ان کی باگ ڈال رہی چھوڑتا ہوں تو وہ مجھے بے نیازی میں
 بھٹکے اوسے کے ہیں۔

أَيَا عَالِمٍ إِلَّا سِرَّ رَأَى نَكَبٌ عَالِمٌ بِضَعْفِ اضْطِغَابِي عَنْ مَدَامَا خُلِقَ
 اے واقعہ سر در نہانی، اس کی ناز و نفوں کی عادت کے مقابلہ میں میرے صبر و فیکسائی کی کچھ دہری کو تو خوب جانتا ہے
 فَفَرَّغَ عَرَا جِي فِيهِ تَقْتِيرٌ لِحُظِّهِ وَحَسَنَ عَزَائِي فِيهِ تَحْسِينُ خَلْقِهِ
 میری محبت کے جو شہنشاہ جو اس کے ساتھ ہے فتور ڈال دے جیسا کہ اس کی نگاہ میں ہے اور اس کے چوتھے سے مجھے تسلی
 وہ بھی نکلی اور غریبی دیدے جو اس کے صبر میں دی ہے۔

فَحُلُّ الرِّوَا سِي دُونَ مَا أَنَا حَالٌ بِقَلْبِي الْمَعْنَى مِنْ تَحَالُيفِ عَشَقِ
 مفید و پھاروں کا جو اوس سے کہ جو اس کا تحالیف عشق سے میں اپنے آفت زدہ دل میں اٹھائے ہوئے ہوں۔
 حَكِيمٌ أَوْ قَاسِمٌ أَوْ زِي كَوْحَسْ نِي أَوْ سَكِي فَصْدُ كَهْوَلِي أَوْ كِهْمُ تَحْلِفِ دِي نَحْيِي يَهْ شَعْرُ كِهْمِ يَهْ تَهْ
 رَحْمَ الْوَا لَوْ حَجْدَ لَيْنِ سَلِيمُ هَمُّ مِنْ سَا عِدِيكَ مُبْضَعٌ بِالْمُبْضَعِ
 خدا زمین کے پڑے ہوئے پر دم کرے۔ جن میں کے بیماروں کا تو اپنے ہاتھ کے علاج کرنا ہوتا تو انہیں شتر و قہم ہی بنا دیتا،
 فَصَايِبُ تَاتِيهِمْ بَعْصَايِبُ فَشَرْتُ فَتَطْوِي أَدْوُ عَانِي الْأَنْفَعِ
 پھر تو (مريضوں کی) عصائب ڈرو ہوں، یہ کہ پاس عصائب دیکھ کر آنا اور پھیل کر ہاتھ پر ہاتھ باندھنا چاہنا جو
 أَفْصَدُ هَمُّ بَا سِدَا مَ أَفْصَدُ هَمُّ وَخَرَّ أَبَا طَرَفِ الزَّمَا حِ الشَّرْعِ
 داند تو نے اس کی فصد کھلی ہے یا نہایت سیدھے نشان پر لگنے والے نیزوں کی نوکوں سے انہیں چمک رہا ہے
 وَشَتْ الْمَبَا ضِعْ أَمِ كُنَّا شَهْ أَسْهَمُ أَمِ ذُو الْفَقَارِ مَعَ الْبَطِينِ الْأَشْرَعِ
 یہ شتر و نی کبست ہے۔ یا نیزوں کا ترکش۔ یا ذوالفقار (تلوار) ہے۔ یہ جو چمک رہا ہے۔

غَرَّ رَأَيْتُ قَيْسِي اِنْ لَقَيْتُكَ بَعْدَهَا يَا عَمْرُوَ الْبَعَثُ عَمْرُوَ عَمْرُوَ
 مجھ موت ہی آجائے اسے عَمْرُوَ عَمْرُوَ اس کے بعد بغیر زرہ پہنے میں تیرے سامنے آؤں گا
 اسی حکیم نے ایک مرتبہ اس کی ضیافت کی۔ اور بڑی خاطر داری کی تھی۔ اور اسکے مکان میں باغ اور
 حمام بھی تھا۔ وہاں بھی اسے لے گیا تھا۔ اور پھر ابو الغضن نے یہ اشعار کہے۔

وَأَقْبَيْتُ مَنَزَلَهُ فَلَمْ أَجِدْ جَسَدًا
 اَبًا تَأْتَانِي بِسَرٍّ ضَالِكٍ
 میں اس کے مکان پر گیا تو دیکھا کہ کوئی دیوانہ ایسا نہیں جو نہشت و انت دکھاتا ہو مجھ سے نہ ملتا ہو۔
 وَالْبَشَرُ فِي وَجْهِ الْعَلَامِ أَمَّا رُحَّةُ
 غلام کے منہ پر روشنی اس بات کی نشانی ہے کہ مالک مکان کا منہ بھی اس کے بعد بے کس ہی رہا
 وَوَحَلْتُ جَدَّتَهُ وَزُرْتُ رَجِيمَتَهُ
 فَكَلَّمْتُ رِضْوَانًا وَرَأَيْتُ مَالِكًا
 میں اس کے باغ میں گیا اور اس کے حمام میں بھی پہونچا اور مالک (مکان کی) مہربانی و غایت کا شکر ادا کیا
 پھر میں نے ان بیتوں کو دیکھا کہ وہ تو حکیم ابو القاسم بہتہ الدین حسین علی الاہوازی طبیب اصفہانی
 کی ہیں۔ عماد کاتب نے اپنی کتاب خیرہ میں اس کی بیان کی ہیں۔ اور کہا کہ اس نے شہر
 (صفہ) سے کچھ بعد وفات پائی ہے۔ اور پھر انہیں بیتوں کو ابو الفضل بن اعزاز کے ذکر
 میں اس کی بتائی ہیں۔ خدا جانے کس کی ہیں۔

یہ بھی اسی کے شعراء ہیں۔

وَأَمْرِي بِتَيْمِيهِ إِلَى الْعَرَبِ لَقَطَةٌ
 وَنَظَرُهُ الْقَتَانُ يُعْزِي إِلَى الْهَيْدِ
 (میرا مشرق) ایک تیلی گرو لایا جس کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرب، مگر اسکی گفتگو غیر خواہ تہی ہو کہ تہمت کا
 تَجَنُّعَتْ كَأَسِّ الْقَتْرِ مِنْ رُقْبَائِهِ
 لَسَاعَةٍ وَصَلَ مِنْهُ أَخْلَى مِنَ الشَّهْدِ
 میں نے صبر کے بار کا گھونٹ پیا جس سے اس کے گھاہوں سے بیکر بچے ایک ساعت کا وصل میرا گیا جو شہد سے بھی شیرین تر تھا
 وَهَادَتْ أَعْمَاءَ مَارَ وَخَوْلَتِ
 سَوْمَى وَاحِدٌ مِنْهُمْ عَمِيرٌ عَلَى الْخَدِ
 میں نے اس کے عام اور خالوں (داموؤن) کو راضی کر لیا بجز ایک غیرت دار (خال) کے کہ اس کے خاں پر
 كُنْتُ قَطْرَةً مِنْ سَكِّ أَوْ دَعْتُ مَجْلَنَارَةً
 رَأَيْتُ هَذَا غَرَسَ الْبَنْفَسِ فِي الْوَرْدِ
 جو ایک شک ۱ سیاہ کا نقطہ اور انار کے پھول میں لگا ہوا ہے۔ میری نظر میں وہ نقشہ کا پھول ہے جو گلایہ کے پھولوں کا

یہ بھی اوس کی شعر ہیں۔

وَ اِنِّیْ خِیَالِکَ فَاسْتَعَارَتْ مُقَلَّتِیْ مِرْوَاغِیْنَ الرَّیْقِیَا شَمْصُورَ دَعْدَعِیْ

یہ خیال یہ پاس آیا۔ تو میری آنکھ نے قیبوں کی آنکھوں سے بچا کر میری نگاہ کی گرتے ہوئے ہڈی تندرست کی ایک پیکر

کَا اَسْتَمَلْتُ شَفَاغِیْ لَشَرِّ مَسَلْ مَسْنُوْ لَا کَفَاغِیْ خُصْمُ مَوْدَعِیْ

ابھی یہ ہے لیوان کا دل پر یہ ہے ہی نہتے لکڑی کے اک کے اک ہو جائے اور نہر سے ہاتھ نہ لے لیا گیا تھا گزرتے ہیں

وَ اَطْلَعْتُهُمْ فُطُوْا فُكُلْ قَائِلْ لَوْ لَمْ یَزِدْ وَ خَیْ لَا یُطْمَحِیْجِ

اگر کسی بیچ بچہ گمان ہو اور وہ بیان کیے کیونکہ ہر ایک کو رہا تھا۔ اگر اوس کی تصویر خیالی اوس کے پاس نہ ہوتی تو وہ سوا نہیں

فَاَنْصَلَعَ یَنْسِرُقْ نَفْسُهُ فُکَاثْ طَلَعَ الصَّبَاحُ بِهَا وَ اِنْ هُوَ یَطْلُعْ

اس سے وہ تصویر اپنی جان بچا کر اوتے پاؤں پیٹ گئی (تب جب ہوش آیا، کیا، تو) اوس کے آنے کے وقت

گر یا صبح ہو گئی تھی حالانکہ صبح ہوئی نہ تھی۔

اوس کے اکثر اشعار کے مضامین اپنے ہوتے ہیں۔ وفات اوس کی غرض سے (۱۳۵۷ھ) میں ہوئی

اوس وقت اوس کی عمر سینتالیس سال کی تھی۔ حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب المنتظم میں کہا ہے

کہ وہ ساڑھے تین مہرے دالہ علم رحمہ اللہ تعالیٰ

اوس کی بیٹا ابو الفتح رحمہ اللہ (۱۳۵۷ھ) میں زہد تھا۔ مگر جبے اوس کی تاریخ وفات نہیں معلوم

(۱) دیکھو تذکرہ ۱۰ قوت ۷۔

(۲) انگریزی مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ اس سے کیا ہے۔

دو ابوالفتح مشہور کتاب کا باب تھا جس نے کئی مرتبہ مقامات میری کو لکھا جسکی نقلیں اب تک مخلوق کے پاس

موجود ہیں۔ اور جس نے اپنے باب کے اشعار جمع کر کے ایک دیوان بنایا ہے۔

(۳) قہر گاہ کے نیز ایک قسم کی زردی مائل رنگ کی لکڑی سے بنے تھے۔ جس میں کچھ دور دور گانٹھیں ہوا کرتی

تھیں۔ میری رائے میں غالباً یہ لکڑی بانس کی ہوگی جسے ملنے لپٹنے استعارات میں (زر دیا جو رے رنگ ہوا)

آئینہ رکھ دیا ہے۔

(۴) اس کے معنی اس طرح بھی ہو سکتے ہیں۔

پھر نو دشمنوں کے گروہوں پر اپنی فوج لگادے ہوں کہ لکھا آیا اور پھیل کر دشمن دست بہ دست ہو کر محاصرہ کر رہا ہے۔

۷۵ حضرت علی کا حلیہ مبارک تاریخ ابوالفدا میں دیکھنا چاہئے تھا۔ اون کا پیٹ بہت بڑا اور سپندار بتائے ہیں جو غالباً سو یا صد اور سکی کمزوری کے جب سے ہوا ہوگا۔ یہ دو الفاظ زلوار و صل اللہ علیہ و سلم نے اذکود ی تھی۔

۷۶ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکیم نے قصد لیتے وقت خون ضرورت سے زیادہ نکال دیا ہوگا۔ جو اسے غصہ و غیظ سے شبا بہت دی ہے جس نے طرائفون میں بہت خون ریزی کی تھی۔ غصہ ایک قبیحہ کا نام ہے۔ اور غصہ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو بد مزاج ترش و ہوش۔ اس سر میں غصہ و غم اناس کی بولی میں بولا گیا ہے۔ اصل نام غصہ ہے۔

۷۷ مضیا و کے منہ نور کے ہیں۔ میں نے اس کے معنی بشارت کے لئے ہیں۔
۷۸ اس کے معنی اس طرح بھی ہو سکتے ہیں۔
میں اس کی نسبت میں گیا۔ اور اس کے تعظیم و وزن کو بھی دیکھا۔ اور رضوان دربان حبت کا اور مالک دار و غہ دورخ کا شکریہ ادا کیا۔

۷۹ یعنی اس کی نگاہ ہندی نوا کی طرح ہے۔ جوانی خوبی میں اس زمانہ میں بہت مشہور تھی۔ عرب اور فارس کے سپاہی ہندی تلواروں کو بہت پسند کرتے تھے۔ شعر ابھی ہندی تلواروں کا اپنے اشعار میں اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔
۸۰ گریہ نہیں معلوم کیا تلواریں ہندوستان میں کہاں بنتی تھیں۔ یہ سب ترہیز سیاست پوریز فرائیسی صاحب میں ہے۔
۸۱ کہ لوگوں نے بہت مشہور تھا۔ اور اندر کی تلوار بہت اچھی ہوتی تھی اور اسے دیکھنا چاہئے۔

۸۲ دیکھو تذکرہ ۲۔ نوٹ ۳۔ وہاں بتا دیا گیا ہو کہ عاشق معشوق دونوں ایک دوسرے سے خواب میں مل گیا کرتے ہیں اور
اسی سطرے قریب جان تک ہو سکتا ہے عشاق کو سونے نہیں دیتے۔

۸۳ کوئی عاشق صادق سو نہیں سکتا ہے۔ جب تک کہ اسے اپنے معشوق سے خواب میں ملاقات کرنا منظور نہ ہو۔
۸۴ اشعار بالا کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جسے ابن خلکان پاہا بتاتا ہے اون کے پسند کرنے والوں کا مذاق کیسا ہوگا۔ ابن خلکان کے مذاق سے ہر شخص اس کے متاخرین کے مذاق کا اندازہ کر سکتا ہے۔

۶۲۔ ابو بکر احمد بن محمد بن حسین آثر جانی ملقب ناصر الدین
تشریف اور غنیمت مکرّم کا قاضی تھا۔ اس کے اشعار پر لطیف اور نہایت خوب ہوتے تھے۔ عماد کا تب
اصفہانی نے کتاب غریبہ میں اس کا ذکر کیا اور کہا ہے۔ کہ آثر جانی غنفلان شباب میں اصفہان
کے مدرسہ نظامیہ میں پڑھتا تھا۔ نظام الملک کے اخیر عہد میں اس کے مدرسہ کے کچھ بزرگ

شعر کہنا شروع کئے تھے۔ اور اپنے اخیر حدیث ۱۰۰۰۰ تک جس میں کہ وہ مرا ہے کہتا رہا تھا۔ یہ ہمیشہ شکرِ مکرّم میں سے جسے شکرِ مکرّم بھی کہتے ہیں قاضی کا نایب رہا ہے۔ اوس کے اشعار بہت تھے۔ اوس کے مجموعہ میں جواب موجود ہے اوس کے شعرون کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ۱۰۰۰ (۱۰۰۰) میں جب میں عسکرِ مکرّم کو گیا تھا تو اوس کے بیٹے محمد بن علی الدین سے ملاقات ہوئی تھی۔ اوس نے مجھ اپنے باپ کے اشعار کا بڑا اشتیاق رکھا تھا۔ اوس کے شعر وہ فانی کا منبتِ آذربان ہے۔ مگر ایک مدت سے یہ لوگ نشرِ اوس کے شعر مکرّم واقع خورستان میں رہتے چلے آئے ہیں۔ ناصح الدین اگرچہ عجم کی پیدائش ہے۔ مگر اسکی اصل عرب ہے۔ اوس کے اسلاف قدیم انصاری تھے جن کا پچھلے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں تھا۔ وہ نسل کا (دو ہیاں سے) اوسسی راوڑ ہیاں سے ہنجر جی۔ لفظ و فصاحت میں قیادت و ایادھی کلام اور خوشنویسی میں فارسی بلکہ خطاطی کے میدان کا شہسوار اور بہان و دلیل میں سندھان کی مثل تھا۔ اور اوس نے فارس سے تہا جو علم کے لحاظ سے مکرّم کا ایک پہنچ گئے ہیں۔ غرض کہ صورت اور سیرت دونوں کی خوبیوں کا مجموعہ تھا۔ انتہی کلام العاد۔ میں نے اوس کے دیوان میں لکھا دیکھا ہے کہ بلاذخ خورستان میں کبھی تو وہ نشرِ مکرّم اور کبھی شکرِ مکرّم میں نائب قاضی رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی ناصر الدین ابو محمد عبدالقادر بن محمد کا نائب رہا۔ اس کے بعد عماد الدین ابو القادر جا کی نیابت کرتا رہا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے۔

وَمِنْ النَوَائِبِ أَتَنِي فِي مِثْلِ هَذَا الشُّغْلِ نَائِبٌ
یہ زمانہ کی گردش ہے کہ مجھے اس طرح کے کام میں نیابت پر کام کرنا پڑا ہے۔
وَمِنْ الْعَجَائِبِ أَتَنِي ضَبْرُ الْعَلَمِ نَائِبٌ

اور یہ بھی عجیب بات ہے۔ کہ ان عجیب اتفاقات پر مجھے صبر بھی حاصل ہو گیا ہے

یہ فقیر بھی تھا۔ اور شاعر بھی۔ چنانچہ وہ اس بارہ میں کہتا ہے۔

أَنَا أَشْعَرُ الْفُقَهَاءِ وَغَيْرُ مَدَافِعٍ فِي الْعَصْرِ أَوْ أَنَا أَفْقَهُ الشُّعْرَاءِ

اس میں شک نہیں میں اپنے زمانہ کے فقہاء میں سے بڑا شاعر ہوں یا کم از کم شاعروں میں سے بڑا فقیر ہوں

شُعْرًا وَآثَارًا قُلْتُ دَوْنَهُ الْوَرْمِي الطَّبِيعُ لَا يَتَكَلَّفُ إِلَّا لِقَاءَ

جب میں شکر کہتا ہوں تو موقوف اوسے خود اپنی طبیعت سے ہی کرتی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ بر دستری یا دگر آجائے

كَالْصُّوْرِ فِي ظِلِّ الْجِبَالِ إِذَا عَلَا لِشَّمْعٍ هَاجَ تَجَاوُزُ الْأَصْدَاءِ
 پسند اوی طرح جیسے ہاتھوں کے نیچے آواز کروب زور سے قانون میں پہنچی تو صد اور کسکوا ب بلند کرتی ہے
 یہ بجلی اسی کے شعریں ہیں۔

شَاوِرِ سَوَاكْ إِذَا نَابَكَ نَابَةٌ يَوْمًا وَ إِنَّ كُنْتَ مِنْ أَهْلِ الْمَشُورَاتِ
 جب کسی دن تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو کسی دوسرے سے مشورہ کر۔ اگر تو ایسا ہی عاقل ہوگا۔ تجھ سے مشورہ لیتوں
 فَالْعَيْنُ تَنْظُرُ مَا مَشَاهِدًا وَمَا نَائِي وَلَا تَرَى نَفْسَهَا إِلَّا بِخِرَاقَةٍ
 کیونکہ آنکھ اپنی قریب اور بعید کی چیزیں دیکھ لیتی ہے۔ مگر اپنے نفس کو دیکھنے کے لئے اوسو آئینہ کی ضرورت ہو کر رہتی
 یہ بھی اسی کے شعریں ہیں۔

مَا جُنِبْتَ آفَاقَ الْبِلَادِ مَطْوً إِلَّا وَ أَنْتُمْ فِي الْوَرَى مُتَطَلِبِي
 میں چاروں طرف بلکوں میں گھومتا پھرتا ہوں۔ اوس سے مجھے بجز آپ کے اور کسی کی تلاش میں منظور نہیں
 سَعَيْتُ الْيَكْنَ فِي الْحَقِيقَةِ وَالَّذِي تَحْدُزُنْ غَنَمُ فَنُو سَعَى الدَّخْرِ
 حقیقت میں میں آپ ہی کی تلاش کرتا ہوں۔ اور یہ جو اپنے پاس مجھ کو رہا ہے اور پھرتا رہا ہے اس کی تلاش کا اثر ہے
 أَخْجُزُكُمْ وَيُرْوِدُ وَبَعْبِي الْقَهْقَرَى غَنَمُ فَنُسِيرُ فِي شَلَّ سِيرِ الْكُتُوبِ
 میں تو تمہاری طرف سے نہ کرتا ہوں۔ مگر وہ انسا میرے منہ کو تمہاری طرف سے بہہ دیتا ہے۔ میرا فعل کار و کما
 فَالْقَصْدُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ الْأَنْصَسِ لَكُم وَالشَّيْرُ زَائِي الْعَيْنِ نَحْوَ الْمَغْرِبِ
 میں تو آپ کے واسطے مشرق اقصیٰ کی طرف سے نہ کرتا ہوں۔ مگر ظاہر نگاہ کے کہتے مغرب کی طرف جاتا ہوں معلوم ہوتا ہوں
 یہ بھی اسی کے شعریں جو اوس نے ایک بئس کو لکھ کر بھیجے تھے۔ ان میں وہ اس امر کی شجاعت
 کرتا ہے کہ اوس نے ابو بکر کو یاد دیکھا حالانکہ مدت تک وہ اوس کے پاس نہ گیا تھا۔

نَفْسِي فَرَاوُكْ أَتَّخِذُ الصَّاحِبَ يَا مَنْ هُوَ عَلَى فَرَضٍ وَاجِبِ
 اے صاحب میری جان آپ پہ سے قربان۔ اور آپ ہیں۔ کہ آپ کی ہوا خواہی مجھ پر فرض واجب ہے
 سَلَّمَ طَالِ تَقْصِيرِي وَمَا عَاتَبْتَنِي فَأَنَا الْغَدَاةُ مُقْصِرٌ وَمُعَاتِبٌ
 کیونکہ میں اتنی مدت نہ آیا۔ اور مجھ پر آپ نے کلمہ زدگی کا ٹھکانہ کیا۔ اس لئے میں آپ کی تقصیر اور ٹھکانہ زدگی کا ٹھکانہ کرتا ہوں
 وَمِنْ الدَّلِيلِ عَلَى مَا لَكَ أَنْتَنِي قَدْ غَشَتْ آيَاتُ مَا وَمَا لِي طَالِبِ

اس کی دلیل کہ آپ مجھ سے آندہ رہیں یہ ہے کہ میں ایک مدت غائب رہا۔ مگر کوئی میری تلاش میں نہ آیا
وَإِذَا رَأَيْتَ الْعَبْدَ يَهْرُبُ ثُمَّ لَمْ
يُطَلَّبْ فَمَنْ لِيَ الْعَبْدِ مِنْهُ بَارِبٌ
جب آپ دیکھیں کہ غلام بھاگ گیا۔ مگر کوئی اس کی تلاش میں نہ نکلا تو جان لو کہ غلام کا مالک ہی اس سے بھاگتا ہے
یہ بھی اوس کا کلام ہے اور عجب مضمون ہے۔

رَبِّهِ لِي وَ قَدْ سَأَوْنِيَتْ فِي سَخْوٍ لِي
خِيَا لِي لَتَا لِي كَيْفَ لِي رَا حِسْمُ
میری تصویر خیالی نے حکامین لاغری میں مساوی ہو گیا ہوں مجھے اوس وقت یاد کیا جب کہ مجھ پر کوئی رحم کرنے والا نہ تھا
فَدَلَسَ بِي حَتَّى طَرَقَتْ مَكَانَهُ
وَأَوْهَمْتُ الْفَنَى أَنَّهُ بِي عَارِلُ
اور آہستگی سے میرے لئے اپنی جگہ چھوڑ دی کہ میں اوس کی جگہ بٹ گیا۔ اوس وقت میں نے اپنے محبوب کو اس میں
ڈال رکھا تھا کہ مجھے رنی والوں میں نہیں بلکہ وہ خواب میں دیکھ رہا ہے۔

وَبَنَّا وَلَمْ يَشْفَعْ بِنَا النَّاسُ لَيْلَةً
أَنَا سَابِزٌ فِي جَفْنِهِ وَهَبُوا نَحْمُ
وہاں ہم رات کو رہے لوگوں نے ہمیں بانا بھی نہیں۔ میں اوس کی آنکھوں سے جاگتا۔ اور وہ سو رہا تھا
یہ بھی اوس کے ایک قصیدہ کا عمدہ شعر ہے۔

تَأْتُلُ سَخْتٌ ذَاكَ الصَّنِيفِ خَالًا
لَتَعْلَمَ كَمْ خَبَايَا فِي الزَّوَايَا
اوس کی کن پٹی کے نیچے کے خال کو دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ گوشوں میں کتنے خزانے چھپے ہو کر کتنے ہیں۔
یہ بھی اوس کے ہیں۔

شَبَبْتُ أَنَا وَالْتَحَى جَبِي
وَبَانَ عَتْنِي وَرَبْتُ عَنْهُ
میں بوڑھا ہو گیا میرے محبوب کے منہ پر ڈاڑھی لگ آئی۔ وہ مجھ سے الگ ہو گیا میں اوس سے الگ چلے جا۔
وَأَمِضْ ذَاكَ السَّوَادُ مَشَى
وَأَسْوَدَ ذَاكَ الْبَيَاضُ عَشَى
میرے پاس (بالوں میں) جو سیاہی تھی وہ سفید ہو گئی۔ اوس کے پاس (چہرہ پر) جو سفیدی تھی وہ بال بال لڑی سیاہی
یہ بھی اوس کے ہیں۔

سَأَلَ الْفَضَا عَنْهُ وَ أَعْصَى لِلصَّدَى
كَيْمًا يُجَنِّبُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالِهِ
ماشق نے فضا سے محبوب کا حال پوچھا۔ اور صدا کے لئے کان لگایا کہ وہ جواب دے اوس کا کہا ہوا کہ
نَادَاهُ أَيْنَ تَرْمِي مَحْطَرًا خَالِهِ
فَأَجَابَ أَيْنَ تَرْمِي مَحْطَرًا خَالِهِ
یہ بھی اوس کے ہیں۔

میں جب اوس عاشق نے فضا کو پکارا کہ میرے نزدیک دوس نے اپنا اسباب کہاں اوتا رہا ہوگا تو اوس نے جواب دیا کہ تیرے
نزدیک اپنا اسباب کہاں اوتا رہا ہوگا۔

یوسفؑ
تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ مَا عَمِلْتُ لِيُفْعَلْ بِنِي وَأَنَا نَسِيْتُ
بِجَهْلِي كَمَا قَدْ سَاءَ نِي مَا أَعْمَلْتُ

اگر میں بائیں ہوتا تو جو چیز میں بناتا ہوں نہ جات تو میری جہالت سے مجھے اپنے فحش ہوتی ہجرت پر پانے جانے سو رہتا ہوں
کا لٹھ بڑھنے بی بی الریاض و انما رُبُّهُنَّ الْهَازِلُ لَا يَنْتَبِهْنَ فِيهِمْ
مہرے کو، نگہ بون میں پشیمان رہتا ہے۔ مگر بل ہزار داستان جو جس کے کیونکہ دو گاتی ہے
اسی طرح سے ایک اور شخص کو تو...

يَقْتَضِيهِ أَهْلُ الْفَضْلِ وَ ذُو الْوَرَعِ مَعَايِبِ الدُّنْيَا وَ آفَاتِهَا
دنیا کے معایب سے نجات اور غیب کو چہرہ پر کراہی نفس پر زیادہ آیا کرتے ہیں -
كَالْتَيْنِ لَا تَخْشَى مِنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا الْآتِقِ لِقَاءِ أَهْلِهَا

پرندہ ن کا سا حال ہے کہ نہ اون میں سے نہ وہی پرندہ اور قید کے جاتے ہیں جلی آواز میں دل پر اپنی گنتی
یہ مضمون ایسا ہے بیاد اسحاق غری کے ایک بے قصیدہ کے ایک شعر میں ہے جس کا ذکر
اوپر (تذکرہ) میں آچکا ہے۔

لَا غَرْوَ أَنْ تَجْعَلَ عَلَيَّ خُصَامِي سَبَبُ احْتِرَاقِ الْمَسْدِي دُخَانُهُ

کہ جب تعجب نہیں ہو جسے فضائل و کمالات بہرہ پر کوئی تہمت لگائیں (یعنی میں اپنی ہر کے سبب کسی بلا میں نہ
بازن) خوشبودار لکڑیوں کا دھواں ہی اون کے بجائے جانیگا سبب ہوتا

ہم اوس کی نظم کے انہیں مقاطع پر اخصا کرتے ہیں۔ بڑے بڑے قصائد میں سے خوف اہل کے
باعث یہاں نہیں لکھتے۔

أَجِبْتُ الْمَرْءَ ظَاهِرًا وَ جَمِيسًا لِحَاجَةٍ وَ بَاطِنًا وَسَلِيمًا

میں اوس شخص کو دوست رکھتا ہوں جو ظاہر میں اپنے دوست سے خوش دلی سے پیش آئے اور باطن میں دل کا صاف
نمود بخشنے و مہربانی ہونے

اکسی قسم کا خوف ہی کیون نہ ہو مگر اوس کی دوستی پاؤں مار ہو۔ کیا ہر شخص کی دوستی پاؤں مار۔ ہاں کرنی ہے یہ بیعت یعنی ان اوپر کی دو بیعتوں میں سوا آخری بیعت معکوس بھی پڑ ہی جاسکتی ہے اور غری مذکور کے دیوان میں بھی موجود ہے۔ خدا جانے کس کی ہے۔ ناصح الدین کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔ جن کے مضامین بہت ہی پر لطف ہیں۔ وہ (سلسلہ) (سلسلہ) ہیں پیدا ہوا۔ اور بیعت الاول (سلسلہ) میں بمقام شتر یا دو سہری روایت کے بموجب غنکر مکرّم میں مرا ہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اتر جان بفتح ہمزہ و تشدید رائے مہل و جیم والف و نون بلاد خوزستان کے علاقہ اہواز میں ایک شہر ہے۔ اکثر لوگ اوسے رائے مخففہ کے ساتھ بوسے میں مبتنی نے بھی اوسے اپنے شعر میں رائے مخففہ کے ساتھ باندھا ہے۔

أرجان آیتہا الجیاد و فائتہ
عزّی الذی نذر الوشیج مکشرا

ارجان کو۔ اے تیر گھوڑو۔ میرا عزم یہ ہی ہے کہ جس نے نیرون کو ٹوٹا ہوا پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ جو ہری نے صماح میں اور عازنی نے اپنی کتاب میں جس کا نام اوس نے مَا أَفْقَ لَفَقَ وَ انْتَرَقِ مُسْتَاہِر کہا ہے بتشدید لکھا ہے۔ شتر یعنی تائے فوقانید و سکون سین مہل و فتح تائے فوقانید و رائے مہل خوزستان ایک مشہور شہر ہے۔ جسے عام لوگ شتر کہا کرتے ہیں۔ غنکر مکرّم (الشکر کا کرم) میں مکرّم کی نسبت اختلاف ہے۔ اکثر تو کہتے ہیں کہ کرم بہائی ہے منظر بن رسیہ ان بن عقیلہ بن ذکوان بن جہان بن الحمر زق بن غیلان بن حادہ بن ثعن بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس بن غیلان بن منظر بن یزار بن یعد بن خندان کا۔ میں نے یہ نسب ابن الکلبی کے مخبرہ سے لیا ہے۔ اگرچہ یحسان اوس کے نسب میں باطل نہیں ہے۔ مگر مکرّم مذکور کرم الباہلی الحادوی منسوب بہ حادہ مشہور ہے۔ وادع علم۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بنی مجنونۃ العامری کا مکرّم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جہان بن یوسف الشقی کا مولیٰ ہے جسے اوس نے خزر زاد بن بارس کی لڑائی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ اسی سے اوس کا یہ نام ہو گیا ہے۔ خوزستان بضم خائے بمعنی وادع و رائے معر و سین مہل ایک وسیع اقلیم کا نام ہے جو بعبر وادع فارس کے درمیان واقع ہے۔

(۱) انصاف مع ہے نام پر معنی مدد کار کی۔۔ لقب اون لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جہت کر نیکے بعد امانت کی تھی۔ یہ لوگ بنی فحطان میں کے دو قبیلہ انوکس اور خزر بنج تھے۔

اوس کا نام خود تھا۔ گرا بن غلامان اوس کا نام اوس ہی سہی پر لکھتا ہے جس طرح کہ بطری سامانی مویج لکھتا ہے۔ یاشکر
کشی سلسلہ میں کی گئی تھی۔ اس کا ذکر جو پرائس نے اپنی تاریخ مسلمانان جلد اول کے صفحہ ۴۷۲ میں کیا ہے۔

۶۳۔ ابوالحسین احمد بن نمیر بن احمد مفلح طرابلسی ملقب بہ ہندب الدین

عین الزمان

مشہور شاعر اور صاحب دیوان تھا۔ اوس کا باپ بھی شعر پڑھا کرتا اور طرابلس (شام) کے بازاروں
میں گیت گاتا پڑھتا تھا۔ ابوالحسین مذکور جب پڑھا ہوا۔ تو قرآن مجید حفظ کیا اور نعت و ادب پڑھ کر شعر
کہنے اور دشت میں گرا رہے لگا۔ نہیب کا رافضی کہتا ہے جو بہت کہتا اور زبان کا بڑا نصیب تھا جب اوس
نے کثرت سے جو کرا شروع کر دی تو بوری بن اماک مفتکین الی دشت کو غصہ آیا۔ اوسے قید کر دیا۔
مرت تک قید میں رہا۔ بوری نے چاہا کہ اوس کی زبان کاٹ ڈالے۔ مگر لوگوں کے کہنے سننے سے
قید سے چھوڑ کر ملک بدر کر دیا۔ اس سے اور ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن صفیر معروف ابن القیسہ انی سے
سکا تبت اور جاب و سوال ہو کر تے اور ایک دوسرے کی جو لکھا کرتے تھے۔ دونوں حلب میں رہتے
وراپنے نہر میں ایک دوسرے پر سختی مارتا تھا۔ جیسے کہ ہمیشہ لوگوں کی عادت ہو کرتی ہے۔ ایک
قصیدہ میں اوس کے یہ شعر ہیں۔

وَ اِذَا لَکَرِیْمٌ رَّأَى الْخَمُولَ نَزِیْرٌ فِی مَشْرِیْلٍ فَالْخَمْرُ اِنْ یَسْرِحَ لَا

جب کوئی بزرگ دیکھے کسی مقام پر وہ گناہی میں پڑا ہوا ہے تو خمر و عقل کا مقتضی یہ ہی ہے کہ وہ ان سے بچ کرے

کَالْبَدْرِ لَمَّا اِنْ قَضَاوَلْ حَبْدَنِ حَلَبُ الْکَمَالِ فَمَا زُوْهُ مُتَنَقِّلًا

جیسے بڑے کرب وہ گھٹ جاتا ہے تو کمال حاصل کر کے لئے کوشش کرتا ہوا و عقل مکان کو اسے حاصل کر لیتا

سَهْمًا لِّحَلِیْکَ اِنْ رَضِیْتَ بِمَشْرِیْبِ رَفِیْقٍ وَ رَزَقٍ اَللّٰهُ قَدَّ لَآءُ الْمَلَا

تف ہے جنہی عقل پر اگر کسی گندے چٹکے سے پانی پینے پر راضی ہو۔ اوصوف کہ اللہ کا گدو ہو رزق سے وہ بھی عقل پر پڑا ہو

سَاہْمَتْ حِلْسُکَ مَرَّیْعَشْکَ قَاعِدًا اَفْلَا قَلِیْتُ ہِیْنَ نَا حِیْثَ الْفَضْلَا

تو نے اپنے اڈٹوں کی جال بلی بیٹھے بیٹھانے دن کاٹے۔ بہلا کیوں نہ کیا۔ کہ ادھیں لیکر اچے صحراؤں کے اندر نہ بٹ گیا تھا۔

فَارِشُ تَرَوْقٍ کَالشَّیْءِ سَلِّ قَبَانِیْ مَتَّیْعَہُ مَا اَخْضَى الْقِرَابَ وَ اَخْمَلَا

جو بڑا دھن کو۔ نیکی فضیلت ہے بلحاظی جیسے توار میان سے نکلتی ہے تو اوسکی دونوں طرف پر وہ جو ہر چہ میں بیان نے

چہا رکھا تھا ظاہر ہو جاتے ہیں۔

لَا تَحْسِبَنَّ ذُنُوبَ نَفْسِكَ مِثْلَ ثِقَةِ نَامُوسٍ إِلَّا أَنْ تَعِيشَ مَذَلًّا

یہ مدت سمجھ کر تیری جان بانی نہیں ہے تو موت آجاتی ہے۔ بلکہ موت یہی ہے کہ ذلیل ہو کر تو اپنی زندگانی بسر کرے

لِلْفَقْرِ لَا لِلْفَقْرِ بِشَيْءٍ إِلَّا مَا آتَاكَ مَا آتَاكَ أَنْ تَمُوتَ سَلَامًا

اپنی زندگانی فقرا و بربا بان میں لگا۔ ز فقیر میں۔ جسے ملے جائے ہے کہ جب تک خدا تجھے زندہ رکھے تو اس کی

عیادتوں کا سعی بننے کی کوشش کرتا رہے

لَا تَرْضَ مِنْ دُنْيَاكَ مَا أَذَاكَ مِنْ دَفْسٍ وَكُنْ طَيِّفًا جَلَاثِمًا خَجَلِي

دنیا کی اون عیادتوں سے راضی ہو جو تجھے بے مروتی کے قریب کرتے ہیں بلکہ دعوت سے رہو اور غل بیانی کی طرح ہو کہ چھ اور

وَمِنْ أَلْبَحِيرٍ يَهْجُرُ قَوْمَ كَلْبٍ أَمْطَرُ شَهْمٍ شَهْمًا أَجْتَوَا لَكَ خَطَا

وہ ہر کی گری ہے میں اون لوگوں کو چھوڑ کر ہاگ باجو اگر وہ تو ان پر شہد کا منبر بنا کر جو وہ تجھے کڑا مغل تو توڑ کر دیتے ہیں۔

مِنْ غَاوٍ رَجَبَتْ مَغَارِسُ وَوَدَّ فَإِذَا مَحْضَتْ لَهْ الْوَفَا وَتَا وَ لَا

اور اوسے بھی چھوڑ کر ہاگ جو بے وفائی کرے اور جس کی دوستی کی جرمن بری ہو جلاوگی ہیں۔ کہ جب تو اوس سے

دوستی کا حق و فدا داری اور صدا دلی ہو تو اگر کرب توں اوس میں تویل (یعنی لمبا و نکلیے پیسی) کر

لَقَدْ عَلِمَ بِالْزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ذُنُوبُ الْفَضِيلَةِ عِنْدَهُمْ أَنْ تَكُنْ كَلًّا

مرا لحد میں زمانہ کو اور زمانہ کے لوگوں کو خوب جانتا ہوں۔ اون کے نزدیک فاضل و کامل ہونا ہی بڑا گناہ ہے

طَبِيعُوا عَلَى لَوْحِ الطَّبَاعِ فَخَيْرُ هِمٍّ إِنْ قُلْتَ قَالٍ وَأَنْ سَكْتَ تَقُولَ

دن کی طبیعت کی خیر میں ہی کیونگی سبھی ہوئی ہے۔ اون میں جو بہت اچھا ہے وہ ایسا ہے کہ اگر میں کہہ کہوں تو بہت

اور اگر خاموش رہوں تو (میری طرف سے) بنا کر مشہور کر دیتا ہے۔

أَنَا مَنْ إِذَا مَا الدَّهْرُ هَمَّ وَخَفَضَ سَامِعُهُ هَمَّتْهُ السَّمَاكُ إِلَّا عَزَّ لَا

میں وہ شخص ہوں کہ جب زمانہ مجھے نیچا دیکھا یا اجاتا ہے تو میری (صدی) ہمت سناک غزل تار تک مجھ پر بلند کر دیتی

وَلَوْ خَطَابُ الْخَطْبِ وَهُوَ تَجْمَعُ زَارِعُ أَكُلُ الْعَيْسِ مِنْ هَذِهِ الْأَكْلَا

وہ کہنے والا ہوں سخت باتوں کو وہ گول مول ہی کیوں نہ کہی گئی ہوں۔ اور چلانے والا ہوں بہت ہی چھلکے ہوئے

اونہوں کا جس وقت چارہ نہیں رہتا۔

نَدْعُكُمْ مَغْتَنِبَ الصَّبَاحِ وَرَاوَهُ عَزَمَ كَعْدِ الشَّيْفِ صَادَفَ مُقْتِلًا
گمان کی بات ابھی میری ایسی روشنی ہوتی ہے کہ جیسے اوس کے سامنے صبح کا سورج نکلا ہو۔ اور عزم میرا وہ غیب کا ہے
جیسے تلوار کی دھار کہ مکرانے ہی قتل کر ڈالتی ہے۔

اوس کی عمدہ نظم میں تہ و قصیدہ بھی ہے جس کی ابتدا یہ ہے۔
مَنْ زَكَّيْتُ الْبَدْرَ فِي صَنْدِ الْوَدَّيْنِ وَمَوَدَّ السَّخَرِ فِي مَدَائِمِنَا
کس نے جو دہریں رات کے چاند کو سیدھے نیزہ کی نوک سے ملا دیا ہے اور اوس مائی در تلوار کی دھار میں کس نے جو
وَأَنْزَلَ الْيُسْرَ الْأَعْلَىٰ إِلَىٰ فَلَکٍ مَدَارُهُ فِي الْقُبَا وَالْخُسْرَانِ
اور نیزہ اعظم کو کس نے اپنے نگاہ میں لا کر اوتا دیا ہے جس کا مدار ایک قبائے خرد وانی کے اندر ہے۔
طَرَفَ زَنَا أَمَّ قَرَابَ سَلِّ صَارِيهِ أَوْ غَيْدَ نَامِ أَمَّ أَعْطَانِ عَطِي
وہ انگہ ہے جس کے دیکھنے سے دل میں نہیں ہوتا یا کوئی بیان ہے کہ نیزہ تلوار کی ہوئی ہے۔ وہ پہلا میرا ہے کوئی چکدار چہا
أَذَلَّتْ بَعْدَ عَتَرٍ وَهَوًى أَبَدًا يَسْتَعْبِدُ اللَّيْثُ لِلْعَبِي الْكِنَاسِ
میں تو بڑا عزت والا نغور تھا۔ مگر اوس نے مجھ کو دایا۔ عشق ایسی چیز ہے جو شیر کو بھی ہرن کا جو جھاڑیوں میں
چہیتی پھرتی ہے ہمیشہ غلام بنا دیتا ہے۔

یہ بھی اوس کے ہیں۔

أَمَا وَذَارُبُ مِسْكَ مِنْ ذَوَائِبِهِ عَلَىٰ آعَالِي الْقَضِيبِ الْخَيْرَ رَانِي
کیا وہ ذوقِ شک نہیں ہے جو اوس کی کاکلون سے چکدا چہری کی چوٹی پر دینی اوس کے سرو قد نازک بدن پر پہنچتا ہے
وَمَا تُجَنِّ عَقِيْقَتِي الشَّقَاةُ مِنَ السَّرِّقِ الرَّحِيْقِي وَالشَّغْرِ الْجَمَانِي
ایسا ہی محبت کا شہ داور عشق اور نیوون کی طرح کے دانت اوس کے دو زلیوں میں جو عقیق کی طرح ہیں چپے ہوئے ہیں
تَوَقَّلْ لِلْبَدْرِ مِنْ فِي الْأَرْضِ مَحْشُوَّةٌ إِذَا بَحَلَىٰ نَقَالِ ابْنِ الْفَسْكَانِي
جو دہریں رات کے چاند سے جب کہ جو چمکتا ہو اگر چہا جاتے کہ زمین میں نہر کہ کس سے صد ہے کہ ایک کہ فلان شخص کا کسر
(یعنی یہ محبوب سے)

أَنْزِلِي عَلَىٰ بَشْتِي مِنْ مَحَارِسِنِي كَمَا لَفَّتْ بَيْنَ مَسْمُوعٍ وَمَرْزُئِي
اوس نے مجھ کو اپنی بہت خرمیوں سے دایا ہے جو اوس کے دو قسم کا محبوب ہیں جو کانون سننے جاتیں اور انگھوں سے دیکھ جاتی ہیں

اَبَا مُوَارِسٍ قِي لَيْسَ الشَّامُ مَعَ الظَّهْرِ الْعَرَبِيَّ وَالْمُتَّقِ الْجَزَارِيَّ
 فارس والون کی کسی گردن کشی۔ شام والون کی کسی نرمی۔ عراقیوں کی کسی دانائی۔ مجازیوں کی کسی بول چال۔
 وَمَا الْمَدَامَةُ بَالًا لِّلْبَابِ أَفْئَكُ مِنْ قَصَاعَتِهِ الْبَسْدِ وَفِي الْفَاذِ تَزْكِي
 شرب بھی عقل کو تباہ کرتا غارت نہیں کرتی جیتے۔ ربوہ کی نصاحت رکے الفاظ میں
 یہ بھی اوسے کے ہیں۔

أَمَكَزَتْ مُشَافَرَةً وَفِي دُخَانِ وَطَلَى وَجْهَتَهُ فَاغْتَرَفَتْ
 اوسکی نگاہ۔ مشافرت کرنے سے بھاری کیا۔ دیکھنے نے نہیں پایا۔ درج بہت زیادہ اور اہل تاج و تخت اور اعزاف کرنا پڑا۔
 لَا تَحْجَا لَوْ أَخْبَرَكَ فِي خَدِّهِ قَدْ قَامَ مِنْ دَمٍ يَجْفِي لَطْفَتْ
 یہ خیال نہ کرو کہ اوس کے رخسار پر بوجہ خال ہے وہ یہی آئینوں کے خون کا ایک قطرہ جم گیا ہے۔
 ذَاكَ مِنْ نَارِ قَوْلٍ أَدْنَى بَدْوَةٍ فِيهِ سَاخَتْ وَالطَّفَتْ شَمَّ طَفَتْ
 بکلا وہی دہشتی ہوئی، دل کی آگ کی ایک چمک داری تھی جو اوس کے رخسار پر، اب، میں جا کر ڈوبی اور بج گئی پہرہ پہرائی ہے
 یہ بھی اوسے کے ایک قصیدہ کے شعر ہیں۔

لَا تَغْلِبْ لَطْفِي فَمَا مَيَّتُ عَمَّا مَاتَ الْمَرْئِيْبُ
 اپنی نافروشی کا حال چبا کر اس مجھے مغالطہ میں نہ ڈال۔ کہیں ہو کہ بازو کی نشانیاں بھی چپا کرتی ہیں
 آيْنُ ذَاكَ الْبَشْرِ يَا مَوْلَانِي مِنْ هَذَا الْقَطُوبِ
 یہ مولاسیہ۔ یہ ہشتاپہرہ کہاں اور یہ چین جبین اور ترشس روی کہاں
 میں نے شجاع حافظ محدث زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقویٰ سندری مصری رحمہ اللہ تعالیٰ
 کی خود ہاتھ کی ایک نسخہ بردیکھی ہے اوس میں وہ کہتا ہے۔ کہ ہمہ سے ابوالمجد قاضی الشؤید اور کہتا
 تھا کہ شام میں ابن منیر اور ابن القیسراتی دو شاعر تھے۔ ابن منیر ابن القیسراتی پر طعنہ مارا کرتا اور کہا
 کرتا تھا کہ جس کسی کے ساتھ وہ رہتا ہے اوس کے لئے بڑا منحوس ہوتا ہے۔ اتفاقاً ایک
 مرتبہ ایک مغنی نے انا بک عماد الدین زکی صاحب شام کے روبرو جب کہ وہ قلعہ جبہ کو محاصرہ کئے
 پڑا تھا یہ شعر گا کر سنائے۔

فَوَيْلٌ لِّمَنِ الْمَعْرِضُ الْعُضْبَانِ اِذَا نَقَلَ السَّوْاسِي اِلَيْهِ عَدِيًّا مُكَلِّمٌ زُوْرُ

مجھ اوس شریعہ غضب ناک پرورش سے کیسا رنج ہوتا ہے جب کہ کوئی مخیر اوس سے جا کر کوئی بات ایسی کہہ دیتا ہو جو بالکل غلط ہوئی
 سَلَمْتُ فَارَوُرِيْزُوْجِيْ قَوْسٍ جَابِيَةٍ كَاثِبِيْ كَاثِسٍ خَمِيْرٍ وَهُوَ مَحْمُوْرٌ
 میں نے تو سلام کیا۔ اور وہ ابروؤں کی قوس میں شکن ڈال منہ پھیر کر ملے دیا۔ گویا میں تو پیالہ شراب ہوں اور وہ بھی

نشر میں ڈوبا ہوا ہے (پینے کی حاجت نہیں ہے)
 زندگی نے اسے بہت ایسا نہ کیا اور پوچھا کس کے شعر میں کسی نے کہا ابن نمیر کے۔ اوس وقت
 ابن نمیر حلب میں تھا۔ زندگی نے والی حلب کو لکھا کہ ابن نمیر کو فوراً ہمارے پاس بھیج دو۔ اوس نے فوراً
 بھیج دیا۔ لیکن ابن نمیر جس شب کو جعیر میں پہنچا اوس روز تا باک زندگی مارا گیا۔ اوس کا مفصل حال زندگی
 کے حال میں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئیگا۔ قاضی السویدا کہتا ہے کہ اس کے بعد اسد الدین شیر کوہ صفا
 رحمت نے نور الدین محمود بن زندگی اور لشکر شام کو لیا۔ اور حلب کو لوٹ آیا۔ اور زین الدین علی پڑا
 مظفر الدین صاحب اربل نے مالک شرتی کے لشکر کو لیا۔ اور سیف الدین غازی بن
 زندگی کے پاس موصل کو چلا گیا۔ اور اوس سے موصل کا حاکم کر دیا۔ جب ابن نمیر لشکر کے ساتھ حلب میں آیا
 تو ابن القیسرانی نے اوس سے کہا۔ کہ تو مجھ پر اس قدر غصہ مارا کرتا تھا اور اب سب کے جواب میں بھی
 ایک واقعہ کافی ہے۔

ابن القیسرانی نے ابن نمیر کی نسبت جس نے اوس کی جو کچھ تھی یہ شعر کہے ہیں۔
 ابْنُ نَمِيْرٍ يَّجُوْثٌ رَمِيْ جَبْرًا اَفَاذَ الْوَرِيْ صَوَابٍ
 اے ابن نمیر تو نے میری جو کچھ تو نے ایک ایسے عالم کی جو کچھ کہ جس نے اپنی راہ میں سب سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا
 وَلَمْ تَضِيْقْ بِذَاكَ صَدْرِيْ قَايْنٌ لِّيْ اُنْسُوَةَ الصَّحَابِ
 اے دل تو کیوں اس سے تنگ ہوتا ہے۔ میرے سامنے صحابہ رسول اللہ کا نمونہ موجود ہے۔ ذکر نہیں
 لوگ بڑا کہتے اور وہ خاموش رہتے تھے

ابن نمیر کے اشعار نہایت لطیف اور فائق ہوا کرتے تھے۔ طرابلس میں وہ ۷۸۵ھ (۱۳۸۳ء) میں
 پیدا ہوا۔ اور جمادی الاخرہ ۸۱۵ھ (ستمبر ۱۴۱۳ء) میں بمقام حلب وفات پائی۔ جیل چشمن میں
 ایک شہید کے قریب جو وہاں ہے مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے ایک مرتبہ اوس کی
 قبر کی زیارت کی ہے۔ اوس پر یہ تین لکھی ہوئی ہیں۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي فَلْيَكُنْ مُؤَقِّتًا إِنَّ الذِّمِّيَّ الْقَاهُ يُلْقَاهُ

جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اوس کو یقین کر لینا چاہئے کہ جو میرا حال ہوا ہے وہی اوس کی بھی ہونا ہے
فَيَرْحَمُ اللَّهُ أَمْرًا زَارَنِي وَقَالَ لِي يَرْحَمُكَ اللَّهُ

اوس شخص پر اللہ رحمت کرے کہ میری زیارت کرے اور مجھے کہے اللہ تجھ پر رحمت کرے
حافظ ابن عساکر نے ہی تاریخ دمشق میں اوس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ خطیب مدید ابو محمد عبد القاهر
بن عبد العزیز خطیب حماء نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابو الحسن ابن منیر شاعر کو اوس
کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ میں ایک بلند پہاڑی پر باغ میں کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے
اوس سے پوچھا کہ کیا حال ہے میرے پاس اوپر چڑھ آؤ۔ کہا میں اپنے تعفن کے سبب سے
نہیں چڑھ سکتا۔ میں نے کہا کیا تو شراب پیتا ہے۔ کہا اے خطیب شراب سے بھی بدتر شے
میں نے کہا کیا۔ کہا تجھے معلوم ہے کہ میں جو لوگوں مثالب و برائیوں میں قصا یہ کہا کرتا تھا اوس
سے میرا کیا حال ہوا ہے۔ میں نے پوچھا اوس سے تیرا کیا حال ہوا۔ کہا میری زبان میرے
نخل کر اتنی لنبی ہو گئی ہے کہ جہاں تک نظر جاتی ہے اور پھر سوج کر سخت بڑ گئی ہے۔ اور جو قصیدہ
میں نے اس قسم کے کہے تھے وہ سب کئے ہو کر زبان میں لپٹ گئے ہیں۔ میں نے اوس
دیکھا کہ وہ بر نہ پاتا تھا اور نہایت ہی پہنچے پورائے کپڑے پہنے تھا۔ اور یہ بھی مجھے آواز آئی کہ
کوئی شخص اوپر چڑھ رہا ہے۔

لَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ ظُلُّ مِنَ السَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلُّ

جب میں خواب سے اٹھا تو دل پر نہایت خوف چھا گیا۔

پھر میں نے دیوان ابی الحکم عتید اللہ میں جس کا ذکر آئندہ آئے گا لکھا ہوا دیکھا کہ ابن منیر
رحمۃ اللہ علیہ میں دمشق میں مرا ہے۔ اور اوس نے اوس کے مرثیہ میں ایسی ستین
لکھی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے وہ دمشق میں مرا ہے اور میں سے یہ بیت بھی ہیں جو اوس
نے اپنی عادت کے موافق نہرل کے طور پر لکھی ہیں۔

أَتَوْبِيرُ فَوْقَ أَعْوَادِ مِيرِيرٍ وَغُلَّوْهُ رِشْطِي نَهْرَقَ لَوِطِ

وہ او سے کھڑیوں پر لائے جو اسے لئے چلتی تھیں اور قلو طاندی کے کنارہ غسل دیا۔

وَأَسْحَوْا أَلْمَاءَ فِي قَدْرِ مُرَصَّعَتِهِ وَأَشْعَلُوا شَمْعَهُ رَعِيدًا أَنْ يَلْقُو طِ

اور ایک مرصع دیگی میں پانی گرم کیا۔ جس کے نیچے شاہ بلوط کی لکڑیاں جلائی تھیں

اس صورت میں ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا ضرور ہے کیا تب ہے وہ دمشق میں رہا ہو۔ پہلا

حلب میں لاکر دفن کیا ہو۔ والدہ اعلم

میں بغیم نیم و کسوف و بایکے تھائی و رائے ہند۔ منقطع بغیم نیم و کسوف و بایکے تھائی ہند۔ طرابلس

نفع طالع ہند و رائے ہند و الف و بایکے موعود و مشہور و لامع و غنیمہ و سید۔ ہند و بایکے تھائی ہے

طرابلس کی طرف جو ساحل شام پر غلبہ کے قریب ایک شہر ہے۔ کہیں کہیں اس میں ایک

ہندہ زیادہ کرتے اور اسے اطرابلس بھی پڑھتے ہیں۔ اہل فرنگ نے سات سال کے

محاصرہ کے بعد اسے مستقمہ (مستقیمہ) میں مسلمانوں سے بہین لیا ہے۔ اس وقت

ابو علی غار بن محمد بن غار اس کی والی تھا۔ اس کی بیان بہت لبتا ہے۔ جو شش نفع نیم و کسوف

واؤ و نفع شش مثلثہ و لون

۱۱۔ اہل سنت و جماعت شیعان علی کو رافضی کہا کرتے ہیں۔ عماد الدین بن خیریدین کہتا ہے کہ ابن نیر

غانی شیعہ تھا۔ اور اس کا مقابل ابن اقیلی کہتا ہے کہ ابن نیر

۱۲۔ نفی ترجمہ۔ جب دیکھ کہ گندامی اس کی گہر کی جہان ہو گئی ہے۔

۱۳۔ نفی ترجمہ۔ حماقت ہے تیری عقل پر۔

۱۴۔ گندہ چشمہ سے یعنی ایسے مربی سے جو مزاج کا کینہ ہو جس کی بخششوں سے جو خوشی حاصل ہوئی

وہ اس وجہ سے گندی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی زبان سے بجا الفاظ نکالتا ہے۔

۱۵۔ یہاں کئی شعرون میں تجنیس نفی سے خوبی شاعر نے پیدا کی ہے۔ گویا۔ ہے کہ ایسی نفی خوبیوں سے

مضمون کا لطف پورا پورا ادا نہیں ہو سکتا۔

۱۶۔ نفی ترجمہ۔ جیسا کہ ہر کی گرمی سے اون لوگوں سے جدا ہو کر۔

۱۷۔ شاعر کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اونٹوں کے کہانے کے لئے جا۔ کہ کسی جگہ نہیں رہتا۔ تو

وہ ان سے کسی دیکھ کر جہان اسے دانہ چارہ ملتا ہے اون کو کھیلایا جاتا ہے۔ اور اس طرح پردہ نہایت کمزور ہو جاتا ہے

۸۰) اُدینہ عورت تہنیز نورو سان کی بی بی تھی۔ یہ سمہ رایے اپنے نورو بنانے والا گذرا ہے کہ اوس کی بی بی کا نام نینو اود نینو کے استعارہ کے معنی میں متعل ہونے لگا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اوس خوبصورت چاند کے سے چہرہ کو ایسے قاسم بدلا کر کہہ دیا ہے جو نینو کی مانند سیدہ ہے۔ اور کسی نے اوس کی نگاہ میں جو بیانی طور کی لہجہ خلاق کو قتل کرتی ہے جادو بھر دیا ہے۔

۹) یہاں مافق اپنے مشق کے من کو دیکھ کر ایسا بہوت ہوتا ہے کہ اوسے آفتاب سمہتا ہے۔

۱۰) ہیرا بہت سخت مگر خوبصورت چمکاتا ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے یہ اس مشق جسم اور خوبصورتی میں ہیرا تو ہے مگر چمکدار اور طائم۔ اور ایسے ہی استعارہ میں نینو کی مانند ہے۔ گزراں کہا تا اور چمکتا ہوا غلطی موضع اخلاط کی طرف منسوب ہے جو ملاوہ بحرین میں ایک موضع کا نام تھا۔ جہاں دو درویشوں سے جہانوں میں نینو اگر فروخت ہوا کرتے تھے۔

۱۱) یہاں ابن سے مراد بنت ہے۔ مسلمانوں میں عورتوں کی طرف خطاب کرنا شرم کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اس واسطے شعر اصنعہ تذکرہ میں ہی اپنی مشق سے خطاب کرتے ہیں۔ اور بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ لڑکوں کی دائرہ ہی پہنچ کر جب نکلنا شروع ہوتی ہے اوس کی بیان کو ہی شاعرانہ مضمون میں داخل کر لیا۔ ۱۲) ایام جاہلیت کے شعرا عرب اہل فارس کی غروانہ چال ڈال کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں۔ چن چن امر الدقیس نے بھی اپنے معلقین اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۳) دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۷۔

۱۴) سونچا دیا ہے اور وٹمس کے دہانہ پر واقع ہے۔

۱۵) دیکھو تذکرہ عماد الدین زنگی۔

۱۶) یہاں عربی میں ولد کہا ہوا ہے۔ مگر والد ہونا چاہئے۔

۱۷) یہ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا الْآخِرَةَ
آئینہ عمل آخر و ذکر اللہ کثیراً (مسلمانو تمہارے لئے اور خاص کر اون لوگوں کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کے
خدا سے ڈرتے اور کثرت سے یاد اللہ کیا کرتے تھے پیر کی کوئے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔)

۱۸) صاحب براصدا لاطلع کے مدد سے جو شہنشاہ کے قریب ایک پہاڑی ہے۔

۱۹) دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۷۔

(۲۰۱) اون کا آگ کا بنی اور نہنا ہوگا اور آگ کا ہی پھوٹنا۔ سورہ ۳۹ آیت ۱۶۔

(۲۱) دیکھو تذکرہ - ۳۳ -

(۲۲) قلو طندی غالباً و شق کے قریب ہوگی۔ کیونکہ وہاں لاکر اوس کو غسل دیا گیا تھا۔ اور اوس سے ابن کلان اوس کا مراد و شق میں تسلیم کرتا ہے۔ مگر اس ندی کا کہیں جغرافیہ میں پتہ نہیں ملتا۔ نہ تو عربی جغرافیہ دان اس کا کچھ حال لکھتے ہیں اور نہ کوئی اور سیاح اس کا کچھ ذکر کرتے ہیں۔

۴۶ - قاضی رشید ابو الحسین احمد بن قاضی رشید ابی الحسن علی بن قاضی رشید ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن حسین بن الزبیر غسانی اُتسوانی

بڑا اہل فضل ہوشیار اور رؤسا کے خاندان سے تھا۔ کتاب یحیٰ بن الجئان و ریاض الاذکار اوس کی تصنیف سے ہے جس میں اوس نے کتنے ہی مشاہیر فضلہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک اوس کا دیوان بھی ہے۔ اس کے بہائی قاضی مہذب ابو محمد حسن کا بھی ایک دیوان ہے۔ دو نو بہائی نظم و نثر دونوں ہی لکھتے تھے۔ قاضی مہذب کے ایک نادر و بدیع قصیدہ میں یہ پیر

شعر ہیں :-
و ترمی الخیرۃ و الخیر کم کتا تشقی الریاض و تجذول لکائن
بکشان او بہتارون کو دیکھو تو بینہ ایسا معدوم ہوتا ہے کہ ککشان ایک بابا بھی سی نہر ہے جو مرغز این پانی پہنچاؤں
لو لم تلکن ہنرا لما عامت بہما ابد استخیرم اخوت و الشطان
اگر وہ نہر نہ ہوتی تو برج حوت (چمبلی) اور سلطان دیکھو اسے تارہ اوس میں نہرتے
یہ بھی اوس کے قصیدہ کا ایک شعر ہے۔

و ما لی الی ما یسوی الفیصل مکتہ و لو انہ استغفر اللہ زعمہم
دریاے نیل کے پانی کے سوا مجھ کو کہیں کے پانی چننے کی پاس نہیں۔ استغفر اللہ گو وہ زعمہم کا ہی پانی کیوں نہ ہو۔
اوس کے مضامین بہت لپے ہوتے تھے۔ پہلا شعر اوس نے مصرعہ میں کہا تھا۔ عباد کا بننے
کتا باللیل والذیل میں اوس کا ذکر کیا ہے۔ یہ مہذب اپنے بہائی رشید سے شعر کہنے میں لپکا

مگر باقی علوم میں شید اوس سے ذی علم تھا ہند ب مقام قاہرہ جب سلاطین (مسی سلاطین) میں مرا
 نجرہ و اللہ تعالیٰ رہا قاضی رشید سوا اوس کا ذکر حافظ ابو طاهر سیاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
 ایک تعلیقہ میں کیا۔ اور کہا ہے کہ سکندریہ میں دو ادین سلطانہ (سختہ تہائے سہ کاری)
 اپنی مرضی کے خلاف ۵۵۵ھ و ۶۲۳ھ میں ناظرہ قہر کیا گیا تھا۔ اسی جگہ محرم ۵۲۳ھ (اکتوبر
 ۱۱۲۸ھ) میں ازراہ عداوت ظالمون نے اوسے قتل کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عماد الدین
 کتاب نے بھی اوس کا کتاب الشیل والذیل میں جو اوس کے خریدہ کا تتمہ ہے ذکر کیا۔
 اور کہا ہے کہ یہ علوم کا دریائے زخار اور بحر مکتب تھا۔ اس کا اور اس کے بہائی ہند ب کا
 میں نے اپنے خریدہ میں ذکر کیا ہے۔ شاہ ورنے اوسے اس وجہ سے کہ اوس کا سیلان اللہ
 شیر کوہ کی طرف تھا ظلم سے ۶۳۳ھ میں قتل کر دیا۔ وہ سیاہ فام اور شہر کا طبرائے غر ز شخص تھا۔
 علم ہند و ریاضی اور علوم شرعیہ و شعر و ادب میں یکتائے روزگار تھا۔ امیر محمد الدین
 ابوالنفوس مہر ہف بن اسامہ بن مسعود نے جو اوس کے شعر مجھے سنائے اور کہا کہ اوس
 نے خاص اوس کی زبان سے سنے ہیں اون میں یہ شعر بھی ہے۔

جَلَّتْ لَدُنِّي الرَّزَايَا بَلْ جَلَّتْ هَمَّتِي وَهَلْ يُفَضِّرُ جَلَاؤُ الصَّارِمِ الذُّكْرُ
 اگر وہ مصائب بھی مجھ پر بڑی چڑھی ہیں۔ مگر سیری ہمت بھی تو بڑی ہی ہے۔ بہلا فولا کی تیر لو اگر قصص کے
 صدمہ سے بھی کچھ نقصان پہونجا کرتا ہے۔ دمصاب کی رگڑ بھی کیا نقصان پہونجا سکتی
 غَيْرُ مَنِي غَيْرُ مَنِي خَسَنَ فَيْتَمَّتِي صَرَفَ الزَّانِ وَ كَمَا يَأْتِي مِنَ الْغَيْرِ
 زمانہ کی گردش کسی اور کو حسن اخلاق سے بدلے تو بدلے۔ میرے اوپر بغیرت زمانہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا
 لَوْ كَانَتْ النَّارُ لِبَلَا قُوَّتٍ تَحْرِقُهُ لَكَانَ يَشْتَبِيهِ الْيَا قُوَّتُ بَاغْجَرِ
 اگر بلاقوت کو بھی آگ جلا دیا کرتی تو ہر بلاقوت اور پتھر دونو ایک ہی سے ہوتے دیکھ فرق نہ رہتا
 لَا تَقْصُرُ رِقَابُ طَلَسَارِي وَ قِيَمَتُهَا قَاتِمَا هِيَ أَصْدَاثُ عَلِي دُرِّ رِ
 میری پورانی چادروں اور اون کی ادنی قیمت پر نہ جانا۔ وہ صدف ہیں جن کے اندر موتی بہر ہوئے ہیں
 وَلَا تَنْظُرَنَّ خِطَاؤَ النِّجْمِ مِنْ صِغَرٍ قَالَتْ نَمَّ نِي ذَاكَ مَحْمُولٌ عَلَى الْبَصِيرِ
 یہ نہ سمجھنا کہ تارہ جو چپ جائے نرن وہ چہوئے ہونے سے چپ گئے ہیں۔ بلکہ اس بات میں بینائی کا قصور ہے

اس بیت کا مضمون ابو العلاء المعری کے قول سے اخذ ہے جو اس نے اپنے لیے مضمون
قصیدہ میں لکھا ہے۔

وَالْبُغْمُ يَنْتَفِعِدُ الْإِبْصَارَ رَوَيْتَهُ وَالذَّبُّ لَا يَنْفِرُ إِلَّا لِلْبُغْمِ فِي الصَّغَرِ

اورتا رون کو جو آنکھیں چوٹا دیکھتی ہیں۔ اس چوٹا دیکھنے میں آنکھ کا قصہ ہے نہ مار دیا۔

عماد کا تب نخریدہ میں اوسکایہ قول بھی نقل کیا ہے جو اس نے کمال بن شادری کی نسبت کہا تھا
اِذَا مَا نَبَتْ بِالْمَرْوَةِ دَارُ يُوَدُّ وَحَا وَلَمْ يَزَلْ تَحِلْ غَنَاهَا فَلَيْسَ بِنَدِي حَزِيمٍ
اگر کسی مقام سے کسی عزیز کو محبت ہو اور وہ مقام (بلحاظ عزت یا دیگر اغراض کے) اوسکو لئے سوائق نہ ہو مگر اس پر ہی دل

سے دو کچن نہ کرنے تو وہ ہوشیار نہیں
وَمَهَبُهَا صَبَاؤُ لَمْ يَذَرِ أَكْثَرُ سَيَسْرِ عَجْمُ مَرْوَةٍ هَا الْجَامُ عَلَى غَسَمٍ
فرض کرو اسے اوس مقام کا عشق ہی کیونکہ کیا اسے نہیں معلوم کہ اوسکی مرضی کے خلاف اسے سوت وہاں سے
ایک دن نکال ہی دگی۔

عماد کہتا ہے کہ محمد بن عیسیٰ یمنی نے بغداد میں مجھے یہ شعر اس شخص سے سنا ہے۔ اور
کہا تھا کہ قاضی رشید نے یمن میں جب یہ شعر سنا ہے تب جو اس نے ایک شخص کی نسبت کہا تھا
لَيْسَ مِنْ جَابِ طُغْيَانِي رَجَائِكَ بَعْدَ مَا ظَنَنْتُ بِأَنِّي قَدْ ظَفَرْتُ بِمُتَّصِفٍ

اگر وہ اون اسیدوں میں سے ہے تو میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مجھے ایک نصف شخص پہ لگ گیا ہو گا میاں بی بی
فَائِكَ قَدْ قَلَّدَ نَمِي كُلَّ مَشْتَبِهٍ تَلَكْتُ بِهَا شُكْرِي لَدَى كُلِّ مُتَوَقِّفٍ

مگر اس میں تو نے میرے گلے میں برابر احسان ڈال دیا ہے کہ جان کہیں میں رہو گا تیرا شکریہ مجھ پر لازم ہے۔
لَا تَكُ قَدْ حَذَرْتَنِي كُلَّ صَاحِبٍ وَأَعْلَمْتَنِي أَنَّ لَيْسَ فِي الْأَرْضِ مَن لِّفِي

کیونکہ تو نے مجھے ہر ساتھی سے احتیاط کرنا بتا دیا اور سنا دیا کہ دنیا میں کوئی وفادار نہیں ہوتا۔
رشدید سب باد فام تھا۔ ابو الفتح محمود بن قاضی کا تب شاعر اس کی ہجو میں کہتا ہے۔

يَا شَبِيهَ كُفْمَانٍ بَلَا حَكْمِيَّةٍ وَخَاسِرًا فِي الْعِلْمِ لَا رَاحِيَا
اے تو دیباہ نامی (تھان) کے مشابہ ہے۔ مگر اس کی حکمت نہیں۔ تو نے علم کو ہوا دیا اس میں نرمی کچھ نہ کی۔

سَلَفَتْ أَشْعَارُ الْأَوَّلِيِّ كُلُّهَا فَصُرَتْ تَدْعِي الْأَشْوَدَ الشَّالِيَا

لوگوں کے تمام شعروں پر چورائے ہیں۔ اسی سے تجھے اسوؤں کے کھلنے کا رہنمائی
میرے نزدیک یہ شعر بھی اویسی کی نسبت کسی نے لکھے ہیں۔

اِنْ قُلْتُ مِنْ نَارٍ خَلَقْتُ وَفَقْتُ كُلَّ النَّاسِ فَهَمَّا

اگر تو کہے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور اس سے سب لوگوں سے بڑھ کر صاحبِ ہمسام ہوں
تو قلنا صدقت فما الذی

ہم کہیں گے کہ تو سچا ہے مگر یہ تو بتا کہ جب کس چیز نے تجھ کو آگ سے ہمسام (کوئلہ) بنا دیا ہے
ارشید میں کو سفیر ہو کر گیا تھا۔ اور وہاں کے لوگ کی طرح میں قصیدہ لکھے تھے۔ علی بن حاتم الجہانی
کی بھی تعریف کرتی تھی۔ اوس بن شیبہ بھی تھے۔

لَیْسَ اَجْدَبُ اَرْضِ الصَّعِيدِ وَاطْحَلُّوا فَلَسْتُ اَنَالُ الْقَوَاطِیْ فِیْ اَرْضِ قَطْمَانَ

اگر مصر کے بالائی ملک کی زمین خشک ہے اور وہاں کے لوگ قحط کی سختیاں اٹھایا کرتے ہیں مگر تم قحطان کے ملک میں
تھکا کا کچھ اندیشہ نہیں

وَمَذْكَفْتُ لِي مَارِبَ بَنِي رَبِي فَلَسْتُ عَلَى اَسْوَانَ يَوْمًا بِاَسْوَانَ

جسے مارب کی سرزمین نے میرے آرب و مقاصد کے پورا کر لی تھی لہذا اپنے سرسٹوں سے مجھ کو اسوان پر کسی دن
بھی افسوس نہیں آتا

وَاِنْ جَهِلْتُ حَقِّي زَعَايُفَ خَشْفِ فَقَدْ عَرَفْتُ فَضْلِي عَطَارَتِ هَدَانِ

اگر مجھ کو خف کے غم نے میرے حق کو فراموش کر دیا۔ نادان بن گئے مگر ہدان کے دربار تو میرے فضل و کرم کو خوب جانتی ہیں
مندان میں جو فاطمہ کے کا داعی رہتا تھا وہ سنکر بے جا بیات والی منہ کو لکھ کر چمک دین۔ یہی اس کے
غضب کا باعث ہوا۔ پھر اس نے رشید کو پکڑ دیا اور باندھ کر نکاح داعی کے پاس بھیج دیا۔ اوس کا مال
اسباب جتنا تھا سب لیا۔ وہ مدت تک میں رہا جب مصر کو لوٹ آیا۔ اوس وقت شاور
جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا رشید کو قتل کر دیا۔

جائز بن الحجاب نے رشید کو یہ شعر لکھ کر بھیجے تھے۔

ثَرَوْهُ الْفُكْرَاتِ بَعْدَكَ فَقَطْرُ وَحْمَلِ الْعَلَا بِبَعْدِكَ قَفْرُ

ہمارے چچے کاموں کی دولت تیرے بعد فقیر کی برابر ہو گئی ہے۔ اور تیرے کاموں کے پیچھے ہمارے بچے کی نظر آ رہی ہے۔

بک تھلکی ادا خللت اللہ یا حی و تَعَزُّوا لَآیَآمُ خَشِیْتُ تَمَشُّرَ
 جہت تو چارے پاس اگر گھبراہے تو دھمکی تارکیان تیرے سب سے روشن ہو جاتی ہیں۔ اور چھانچا ہو اور کچھ اقبال بچا تھا
 اَذُنِبَ الدَّهْرُ فِی مَشْرِکِ ذُنُبًا لَیْسَ مِنْهُ سَوْمِیَ اَیَا بَکَ تَعَزُّرُ

تیرے پہلے جانے میں زمانہ نے وہ گناہ کیا ہے۔ کرب کا عذر بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ تو لوٹ کر آئے
 غسانی نفع غین مجرمین جہلہ والے دنوں غسان کی طرف منسوب ہے۔ جواز کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ یہ ایک
 چشمہ غسانی نام کے کنارہ جو یمن میں ہو رہا تھا۔ اسی سے انہیں غسانی کہتے ہیں۔

انکو انی لظہم عمرو و سکون سین جہلہ و اذوالف و دنوں اسوان کی طرف منسوب ہے جو صعدہ یمن میں ایک شہر ہے۔ بحالی
 ہنو تیا یا ہو گزرتہ صحیح ہے۔ یہ مجھ سے شیخ حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بغدادی حافظ مصر نے کہا تھا یعنی اللہ پر آمین
 راہ چنان لکھان و ریاض الاذہان (دل کی باغ اور دنوں کے عرا) میں شعراء مصر کو ذکر کرو۔ اور غالبی ذکر کر کے پورے لکھی گئی ہے
 (۲) زبیر مجرم کہ میں ایک کنواں ہے جس کے پانی کو مسلمان متبرک کہتے ہیں۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۲۵ - نوٹ ۲ -

(۴) اسود البلدہ و سید البلدہ کا مطلب ہیک سمجھ میں نہیں آتا۔ جلدہ (کہاں) کے صحیح کے واسطے وہ
 یہاں بلدہ (شہر) کا لفظ لایا ہے۔ جس سے خروا و خواہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جیسے اور صد ہا بلکہ مطلب کو صحیح
 بہت چڑھا دیا جاتا ہے اور طبع یہاں بھی کیا ہو گا۔ لیکن سید البلدہ سے یہ بھی قیاس ہوتا ہے کہ قاضی رشید
 اپنے شہر اشعوان کا والی یا حاکم ہو۔ والہ اعلم۔

(۵) امیر عضد الدین غالباً اس اسامہ کا بیٹا ہے جس کا تذکرہ اس کتاب میں آئندہ آئے گا۔ دیکھو تذکرہ ۸۱
 عماد الدین کا تب صاحب خریدہ کہتا ہے کہ میں اس سے (معاذ اللہ) میں بمقام دمشق اس سے ملا تھا
 اس سے عضد الدین کہتے تھے۔ نہ عضد الدین جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے۔

(۶) عماد الدین کا تب خریدہ میں لکھتا ہے۔ کہ محمد بن عیسیٰ یمنی یا یافانی مشاعرہ میں نغید کو کہا کرتا تھا
 اور ایک نصرانی طریق کے خاندان میں جو یمنی تو ماہر اس کے نام سے مشہور تھا قیام پذیر ہوا تھا۔ محمد بڑا چوشتار
 و چمن اور ریاضی دان تھا۔ اور کہتا تھا کہ وہ مجھے طلم نہات اور منطق خوب جانتا ہے۔ عماد الدین اس زمانہ میں
 اقلیدس پڑھتا تھا۔ اس نے خود سے مرقع پاکر اس کتاب کے صفحات کو مل کر لیا۔ گزشتہ کے فرد اور خود
 اس سے بہت جلد شریک ہو گئی۔ مشاعرہ میں بھی یمنی بہر نغید کو آیا۔ عماد الدین سے اور اس سے خوب

غوب علی گفتگو میں ہوئیں۔ اس کے بعد پھر اس سے نہ معلوم کہ مینی کہاں چلا گیا۔ کبھی پھر دیکھنے میں نہ آیا۔

(۷) نعمان جو عربی فارسی کی کتابوں میں ایک نہایت دانشمند شہور شخص ہے کہتے ہیں۔ کہ سیاہ فام تھا۔

(۸) آشود سلخ (کالا چور) ایک قسم کا زہر ملا سانپ ہوتا ہے۔

(۹) یہ معاملہ صاف صاف اوس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتا جب تک کہ یہ باتیں نہ معلوم ہو جائیں۔

اولاً۔ سلطان علی بن ماتم ماکم صنعا قبیلہ مہران سے تھا۔ جو کہ ملان برادر خیر کی نسل سے ہے۔ اس واسطے

وہ خالص عربی نسل سے تھا۔ ثانیاً خندف حضرت اسمعیل کی اولاد سے ہیں۔ اس واسطے یہ عربی

میں داخل نہیں ہیں۔ خندف کے طابخہ قنوع اور مذکر کہین بیٹے تھے۔ مذکر کے قریش نکلے ہیں۔

اور اسی واسطے فاطمین مصر چر اپنے آپ کو قریشی اور آل رسول سے بتاتے تھے بنی خندف ہوئے۔

یہ شاعران کے برخلاف کہتا ہے۔ ثالثاً یہ داعی جس کا یہاں ذکر ہوا ہے حکومت فاطمین کی طرف سے

یہاں مخفی طور پر رہا کرتا تھا۔ دیکھو تذکرہ ۱۰ نوٹ ۹۔ یہ لوگ رشید بن کے اس وقت حوالہ کر دیا گیا تھا

اوس کے دشمن ہونگے۔ جو میں میں کسی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔

(۱۰) قاضی ابو المعالی عبد الغیز بن حسین بن الحجاب افلیی سعدی کا لقب جلیس تھا۔ کیونکہ وہ ص

مصر کے خاص جلسوں میں شریک رہا کرتا تھا۔ وہ بڑا دانشمند اور شاعر تھا۔ (۱۱) (۱۲) میں

مرا ہے۔ اخذ از حسن التماضرہ۔ صنف سید علی۔

۶۵۔ ابو العباس احمد بن ابی القاسم عبد الغنی بن احمد بن عبد الرحمن بن

خلف بن مسلم الفخیمی مالکی مفسر سی موصوف بالتقفس

بڑے اُدب سے تھا۔ اوس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے جس میں شعر نہایت علم ہیں

میں نے ایک قصیدہ اوس میں سے نقل کیا ہے جو اوس نے امیر جماع الدین جلدک

الثقوی (تقی الدین) سے معروف بوالی دیبا طکی مدح میں لکھا ہے۔ اور جس کا شروع یہ ہے

قُلْ لِلْحَبِيبِ أَطْلَقَتْ صَدْرُكَ وَحَطَّتْ قَتْلِي فَيَاكَ وَكَذُّكَ

میرے محبوب کے گھدہ تیری روگردانی کو ایک مدت میں گند مکی ہے۔ اور اس میں تمنا ہے کہ میں تیرے ساتھ لڑا کر

ان خست ان اسلو فزو علی قلبی فزو عندک

اگر تو چاہتا ہے کہ میری محبت کو چھوڑ دوں تو میرا دل جو تیرے پاس ہے مجھے بہرہ دے
 اَخْلَقْتُ حَشَايَ زِيَا ^{درا} رَتِيَا لَطِيفِ شَكِّ وَفَدَكْ
 ترسے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ یہاں تک کہ تصویر خیالی بھی تو نے ہماری زیارت کے لئے نہ بھیجی
 وَ اَنَا عَلَيْكَ كَمَا عَهْدَتِ وَاِنْ لَقِيتُ عَلَى عَهْدِكَ
 میں نے تو جو عہد تجھ سے کیا تھا اوسے ہی پر ہوں اگر وہ تو نے اپنا عہد مجھ سے توڑ دیا ہے۔
 اَخْرَجْتُ يَاقْتَرُ الْجَنِيْبَ حَشَايَ لَمَّا ذُقْتُ بَزْدَكَ
 اسی میرے محبوب کے منہ۔ جب میں نے تیری ٹہنڈک کا مزہ چکھا تو تو نے میرا دل جلادیا۔
 وَ شَهِدْتُ اَنِّي ظَلَمْتُ لَمَّا طَلَبْتُ اَلَيْكَ شَهِدَكَ
 اور جب میں نے تیرا شہد دینے ایک دوسرے تجھ سے مانگا تو تو نے شہادت دی کہ میں ظالم ہوں
 اَلْقَطَنُ غَضَبُ الْبَسَانِ نَفْسِي وَ قَدْ عَاشَيْتُ قَدْرَكَ
 کیا مجھے گمان ہے کہ مجھے جان کی مشابہت کے دیکھنے سے تعب ہوگا جب کہ میں تیرا قدر دیکھ چکا ہوں
 اَمْ تَخْرُجُ الشَّفَاحُ الْحَسَانِي وَ قَدْ شَافَتْ هَدْيَكَ
 ایسے زخارہ کے دیکھنے کے بعد میری بخاہ سب کی خوبصورتی کے دیکھ کر میں آسکتی ہوں
 اَمْ غَلَتْ اَسْ عِنْدَ اَرْكَ الْمَشْشُوقِ تَحْمِي شَكِّ وَ تَزْوَكَ
 کیا تجھ خیال ہے کہ تیرے عذار کا آس (یعنی کامل) بونوشہ دے ہے تیرے گلاب (زخارہ) کو (دوسوں) بچا چکا
 لَا وَ اَلَّذِي جَبَلَ الْهَوَى مَوْلَايَ حَتَّى ضَرَرَتْ عِبْدَكَ
 ہرگز نہیں۔ قسم ہے اوس شخص کی جس نے عشق کو میرا مولا کر دیا ہے کہ جس سے میں تیرا غلام بن گیا ہوں
 يَاقُلْتُ مَنْ لَأَنْتَ مَعَا طِفَّةً عَلَيْنَا مَا اَسْتَدَكَ
 اے دل اوس شخص کے جس کی چال ڈھال نرم و نازک ہے ہم پر تو کیا سخت و شدید ہے
 یہ بہت ہی عمدہ نصیدہ ہے۔ مگر ہم اطالت کے خوف سے اسی پر احقار کرتے ہیں۔ نفیس
 مذکور ملکون میں بہر کر لوگوں کی مع سرائی کیا کرتا اور انعام و اکرام مانگا کرتا تھا۔ عمار کا تب نے ہی
 خزیدہ میں اوس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ وہ بڑا فقیہ مالکی المذہب تھا۔ علوم و ادب میں
 بڑی دستگاہ رکھتا تھا۔ یہ شعر اوس کے ہیں۔

يَسْرُ بِالنَّيْءِ أَقْوَامٌ لَهُمْ سَعَةٌ
مِنْ الشَّرِّ وَأَنَا الْمُتَقَرُّونَ فَلَا
مِدَّ سَ وَدُ لُوكُ خُوشِ هُوتَ هِنِ - جُوصَاجِ مَقْدُورِ هِنِ - مَكْرُ خُلسِ هِنِ خُوشِ هُوتَ سَكْتِ
هَلْ سَرْنِي وَثِيَابِي فِيهِ قَوْمٌ سَبَا
أَوْرَاقِي وَعَلَى رَأْسِي بِرِائِنُ جَلَا
کیا عید سے پیشہ خوش ہو سکتی ہے مالا کہ یہ بے کڑے قوم سب کے سے ہیں یا عید بچے خوش مانا سکتی ہے
جب کہ اوہ میں میں میرے سر پر ابن جلا ہے۔

قَوْمٌ سَبَا سَ اوس کی مراد قناتیم کل مرق سے ہے اور ابن جلا سے وہ شخص مراد ہے۔
جس کے پاس عامہ ہو۔ اور اس میں بن و شیل الزیاجی شاء کے اس قول طرف اشارہ ہے
أَنَا ابْنُ جَلَا وَطَلَاغُ الثَّنَا يَا
مَتْنِي أَخْضَعُ أَلْعَامَةَ تَعْرِفُونِي
میں ابن جلا یعنی مشہور شخص ہوں۔ اور بلند یوں پر طلوع کرتا یا شکلات کو کہہ کیا کرتا ہوں جب میں عامہ کہتا
تو تم مجھے اچھی طرح جان جاؤ گے۔

عماد نے اوس کا ذکر کیا ہے انیل میں بھی کیا اور کہا ہے کہ وہ مصر کے بڑے فقہا میں سے تھا۔ قاضی
فاضل کو میں نے دیکھا کہ اوس کی تعریف کرتا تھا۔ میں نے ایک قصیدہ بھی دیکھا جو اوس نے مصر
اوس کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اوس کے دیوان سے میں نے یہ شعر بھی نقل کئے تھے۔

يَا رَا حَلًّا وَجَمِيلُ الْقَنْبَرِ يَتَبَقُّ
هَلْ مِنْ سَبِيلٍ إِلَى لَقِيَاكَ يَتَفَقُّ
اے جانے والے سا فوج کے ساتھ میری پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ کیا ایسا اتفاق ہو سکتا ہے کہ میری
ملقات کی کوئی سبیل ہو جا۔

كَأَنَّكَ جُفُونِي وَهَيْ دَائِيَّةٌ
وَلَا وَفِي لَكَ قَلْبِي وَهُوَ مُحْتَرِقُ
میرے پھر نے رو کر گو کہ خون بہا دیا اگر ہر بھی تیرے ساتھ انصاف نہ کیا اور گو کہ میر دل میں گیا کچھ بھی قیامت کا ایسا
اوس کی ایک داد تھا جسے قطرس کہتے تھے۔ ۲۴ رجب الاول سن۶۱۰ سن۶۱۰ کو شہد قوس
واقع مصر صید میں اوس نے وفات پائی۔ اس وقت اوس کی عمر شہر برس سے زائد ہو گئی رحمہ اللہ تھا
عقبنی فتح لام و سکون خانے مسجد ویم منسوب ہے۔ ثم بن عبدی کی جانب جس کا اصل نام مالک تھا
اور جو بعد ازاں کا بہائی تھا۔ بعد ازاں کلام عمر بن عبدی تھا۔ ان دونوں میں باہم جھگڑا ہوا۔ عمرو نے مالک کے
ایک نظم یعنی تہہ را را اس پر مالک نے ایک چٹری سے عمر کا تہہ بندم کیا یعنی کاٹ دیا۔ اس لئے

مالک کو لٹم اور عمرو کو بڑام کہنے لگے۔ قطرونی بضم قاف و سکون طاء مفعول و ضم و مین مفعول۔ اس نسبت کی نسبت میں نے ہم چند تحقیقات کی مگر مجھے اوس کی حقیقت کچھ نہ معلوم ہوئی صرف یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ مصر کا رہنے والا تھا۔ اس کے بعد بہا والدین زہیر بن محمد کا تب شاعر نے جس کا ذکر انشا و اللہ آئندہ آئیگا۔ مجھ سے بیان کیا۔ کہ یہ نسبت اوس کے دادا قطروش کی جانب ہے۔ بہا والدین اوس کا شاگرد تھا۔ اور اوس کے بعض اشعار نقل کیا کرتا تھا۔ اور جلدک ابو المنظر آزاد کردہ تھا اقی الدین عمر صاحب حماد کا جس کا ذکر انشا و اللہ تقائے آئندہ آئیگا۔ یہ جلدک بڑا دیندار اور فاضل شخص تھا۔ ۶۲۰ھ (۱۲۲۷ء) میں بمقام قاہرہ اسی برس سے زاید عمر میں اوس نے وفات پائی۔ یہ مجھ سے کہتا اور حافظ سلفی وغیرہ اسے روایت بھی کیا کرتا تھا۔ بہا والدین میر نے جو اوس کے اشعار نقل کئے تھے اون میں ایک لڑکے کی نسبت اوس کے یہ شعر ہیں جو علم ہندسہ اور ہریت سیکھتا تھا۔

وَذِي سِتِّينَ نَزَّ هُوَ بَوَّجُهُ مَهْنُوسٌ اَمَوْتُ بِرَفِي كُلِّ يَوْمٍ وَابْعَثْ
ایک ذی سِتِّین ہندسی چہرہ کے ساتھ جلوہ گر ہے جسے دیکھ کر میں ہر روز مرنے لگا ہوں اور جی اُٹھتا ہوں۔
مُعْطِطٌ بِأَشْكَالِ الْمَلَأَةِ وَبِهَيْبَةٍ كَأَنَّهُ بِأَقْلِيدِ سَائِقِ مَخْدُوتِ
اشکال ملاحظہ سے اوس کا چہرہ معطوط ہے۔ گویا اقلیدس اوس میں باقیین کر رہا ہے
فَهَارِضُهُ رَحْطٌ اَسْتَوَا وَوَخَاوُ بِهَنْقَطَةٍ وَالْقَصْدُ عَلَى مِثْلِ مِثْلِ
اوس کا ماضی خط استوا ہے۔ اوس میں کا خال ایک نقطہ ہے اور بنا گوش مثلث کی شکل ہے
یہ تین ابوجعفر علومی مصر کی طرف بھی منسوب ہیں۔ والد علم کس کی ہیں۔

۱۔ دیکھو تذکرہ ۶۲ نامح الدین آذربائی نوٹ ۷
۲۔ علوم اوائل سے مراد ہیں علوم منطق فلسفہ ریاضی وغیرہ۔ جو اہل اسلام نے حکماء یونان کی کتابوں کے ترجموں سے لئے تھے۔

۳۔ ہم نے چار گروان کی بالکل ہجیان کر دین سورہ سبأ آیت ۱۸
۴۔ مخیر بن ذہب لرامی شاعر شاعت اسلام سے چالیس سال قبل پیدا ہوا اور ۳۵۰ھ (۹۶۱ء) میں مر گیا
از شرح شواہد المغنی مصنف سیوطی۔ غالباً یہ شاعر وہ ہی شخص ہے جو عبد بنی حنظلہ کے لقب سے

مشہور ہے۔ دیکھو تذکرہ نوٹ ۷

۱۵) میثدانی نے اپنے انشال میں اس شعر کو نقل کیا ہے۔ این بلاء عربی محاورات میں اوس شخص کو کہتے ہیں جو مشہور ہو یہ محاورہ جملًا اَلَا مَوْرَد اوس نے کاموں کو ظاہر کر دیا (۱) سے نکلا ہے۔ اور اسی واسطے اوس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے سر پر عار نہ ہو۔

۱۶) خط استوا وہ فرضی خط ہے۔ کہ جہاں آفتاب ہرگز گزرے اور تمام دنیا میں دن رات برابر ہو جائے۔ ۲۱) طبع اور اہل دماغ کو ایسا ہوا کرتا ہے۔ اور اسی وقت اعتدال یعنی اور اعتدال خریفی ہوتا ہے۔ یہاں خط استوا سے مراد وہ سیاہی ہے جو ڈاڑھی نکلنے کے وقت ابتدا میں چہرے کے گرد نمودار ہوتی ہے۔

۱۷) غالباً یہ وہی شخص ہے جس کا نام تذکرہ ابن خنزاہ میں ابو جعفر سلیم عسینی لکھا ہے

۶۶۔ ابو العباس احمد بن ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور الہاشمی معروف بالستہ

بندہ حاصل تھا۔ اپنے باپ سے کبھی عہد خلافت میں باوجود قدرت دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ امور اذنی سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ حالانکہ اوس کا باپ دنیا کا خلیفہ تھا۔ مگر اوسے صرف انقطاع و عزت پسند آیا تھا۔ ستہ اوسے اس لئے کہتے تھے۔ کیونکہ السبت کو اپنے ہاتھ سے کچھ کسب کیا کرتا تھا کہ اوس ہفتہ کے باقی ایام کے لئے کچھ نہ بچ ل جائے۔ اور اشتغال عبادت کے واسطے فراغت حاصل ہو جائے۔ اسی واسطے ستہ مشہور ہو گیا تھا۔ اوس نے اپنی تمام عمر عسالت بسر کی۔ (۱) میں اپنے باپ سے پہلے ہی وفات پائی۔ رحمانہ تعالیٰ۔ اوس کے حالات بہت مشہور ہیں یحسان تطویل کی حاجت نہیں۔ اس کا ذکر ابن الجوزی نے شذوذا العقود و عقودہ میں کیا ہے۔ اور کتاب الثوابین (۱) اور لوگوں کی تاریخ جو دنیا تاج اور کنار کش ہو گئے ہیں (۱) اور المنتظم میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

۱۸) المنتظم ابن الجوزی کی کتاب کا نام ہے۔ جو ایک بہت بڑی تاریخ ہے۔ شذوذا العقود و عقودہ میں اوس کے ہیں۔ کتاب الثوابین شیخ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بنی متوطن قدس کی ہے۔

۱۹) تذکرہ مشہور ہے۔ از ماہی خلیفہ۔

۶۶ - ابو العباس احمد بن محمد بن موسیٰ بن عطاء اللہ صنیہا جی اندلسی حمری
 (مرید کا رہنے والا) معروف بابن اعریف کبار صالحین اور اولیائے متقو عین سے تھا۔ اوس
 کے مناقب مشہور ہیں۔ کتاب المحاسن وغیرہ جو اون لوگوں کے طریق کے متعلق ہیں اوس
 کی تصنیف ہے۔ ہن صوفیانہ خیالات میں اوسکی نظم بھی اچھی ہوئی تھی۔ یہ اوس کے شعر ہیں
 شَدَّوَالْمِطْبَیْ وَ قَدَّمَالُوَالْمُنَى وَ تَمْنِیْ
 وَ تَكْتُمُ بِأَلْسِنِ السُّوْقِ قَدَّ بَا حَا
 انہوں نے اپنی ماریون کی رین کسی جب کہ منی میں اپنی آرزو میں حاصل کر چکے تھے۔ اور ہر ایک نے
 اوس شوق زیارت نبی صلا اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کیا جو اون کے دل بخت اثر کر رہا تھا۔

سَارَتْ رِکَابُهُمْ تَعْدِی رَوْرُجُهَا
 یَطْبِئُ بِأَطَابِ ذَاکَ الْوَقْدِ أَشْبَا حَا
 اوں کا ظاہر وہ ہے جن سے اقدس کے خوشبودن کی مہک بھینتی جاتی تھی۔ کیونکہ اوس گروہ میں مقدس پاکیزہ لوگ
 لَسَیْ وَ قَرَّ الثَّنِی الْمُضْطَلَّ لَہُمْ
 رَوْحٌ اِذَا شَرِبُوْهُ مِنْ ذَکِرِہِ رَا حَا
 خدا کے ہی عمر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی نسیم سے اوں کے دل خوش ہوتے تھے۔ جب کہ وہ آپ کے ذکر مبارک کی غلہ پڑھتے
 یَا وَاصِلِیْنَ اِلَی الْمَحْتَارِ مِنْ غَیْرِ
 زُرْہُمْ وَ جُؤْ مَا وَ زَرْنَا فُحْنُ اَزْوَ اَحَا
 اسے وہ لوگوں جو بگزیدہ قوم ہنفر کی قبر مطہر کے پاس پہنچ گئے ہوں گو ہم نے جہانی زیارت کی ہے وگرم بھی محروم
 نہیں رہے (ہم نے رومانی زیارت کی ہے۔

اِنَّا اٰثَمْنَا عَلٰی غُذْرِہِ وَ عَن قَدْرِہِ
 وَ مَن اَقَامَ عَلٰی غُذْرِہِ کَمُنْجِ رَا حَا
 ہم جہان تھے وہاں ایک غدر سے بڑے رہے۔ مقدس نے ہن روک لیا۔ جو شخص ہن سے رہتا ہے وہ ایسا ہی
 جیسے اوس نے سفر کیا۔

اوس نے اور قاضی عیاض بن موسیٰ بنجیبی سے خط و کتابت ہو کر تلی تھی۔ جو نہایت ہی عمدہ ہے
 طرح طرح کے علوم جانتا تھا۔ قرآن مجید کی مختلف قرائتوں کا بڑا شوق تھا۔ اس فن میں اوس نے
 روایات کو جمع کیا۔ اور اون کے اسناد کی خوب چہان بین کی۔ اور دریافت کیا تھا کہ کہاں
 اون کا اتفاق ہے۔ غبار اور اہل زہد اس سے الفت کرتے اور اوس کی صحبت کی تعریف
 کرتے تھے۔ ایک بزرگ فاضل نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو محمد علی بن احمد معروف بابن
 خرم ظاہری اندلسی کے حق میں (جو ایک بڑا محقق عالم تھا) خود ابن خریف کے ہاتھ کا لکھا ہوا

ایک نقدہ دیکھا ہے جس میں اوس نے لکھا ہے کہ ابن خنوم کی زبان اور حجتان میں یوسف الشافعی کی تلوار دو نو بڑا دین یہ اوس نے اس وجہ سے کہا تھا کہ داہل بدعت کے ائمہ متقدمین و متاخرین وہ اکثر طعن کیا کرتا۔ رنولی بھی اوس سے پہنچتا تھا۔

ابن العزیز کی تاریخ ولادت یوم یکشنبہ بعد از طلوع فجر ۲ جمادی الاول ۵۷۳ھ و شہرہ عرم اور وفات شب پنجشنبہ اول شب ۵۷۳ھ در سال ۵۷۳ھ کو بمقام مراکش ہوئی۔ دوسرے روز ۵۷۳ھ کو مدفون ہوا کسی شخص نے والی مراکش سے اوس کی چغلی کہاٹی اتھی جس پر اوس نے جواب طلب کرتے ہوئے اسے مراکش میں پکڑ بولیا تھا۔ وہاں جا کر اوس کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اوس کے جنازہ پر جمع ہوئے اور بعض کرامتیں اوس سے ظہور میں آئیں۔ صاحب مراکش کو اوس کے پکڑ بولانے پر بڑی مذمت ہوئی۔ جو شخص کہ اوس وقت مراکش کا حاکم تھا اور جس نے اسے بلوایا تھا اوس کا نام علی بن یوسف بن تاشغین تھا جس کا ذکر اوس کے باپ کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا۔

قریٰ نسو بے قریٰ کی جانب قریہ بقیع میم و کسرائے محمد و تشدیدائے تختانیہ اندلس میں ایک بڑا شہر ہے۔

(۱) دادی بنی مین کہ مشعل کے قریب سلمان جا کر بنا سک حج کو نہ کرتے ہیں اور یہاں اون کا حج تمام ہو جاتا ہے (۲) اگرچہ حج سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ مگر بعض صورتوں میں بعض سلمان عذر و قرار دے گئے ہیں۔ اگر اون کی زمین حج کا کرنا ہوتا ہے اور عذر کے سبب سے وہ زمین جاسکتے ہیں تو وہ حج کے ثواب ملنے کی امید رکھ سکتے ہیں (۳) دیکھو نہ کردہ ۶۸ ابن الخطیبہ نوٹ ۱۔

(۴) عباسی مونی حجت کو ظالم بتاتے ہیں جس کی تلوار نے اسلام کی اس قدر مدد کی ہے کہ اسلام کو گویا از سر نو زندہ کیا ہے۔ یہی شخص ہے جس کی ہفتوں کے نتیجہ سے بنی عباس بلکہ بنی ہاشم نے مدتوں فائدہ اٹھایا۔ واقعی اس نے بہت لوگوں کو قتل کیا۔ لیکن یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر وہ اونہیں قتل نہ کرتا تو کیا نتیجہ ہوتا۔ اسلام نہ دہلا ہو جاتا۔ اس واسطے جن کو اوس نے قتل کیا وہ اسلام کے حکم سے اور صیف بنی ہاشم (۵) غالباً اصحاب کبار کی شان میں کبرگت نامی کی ہوگی۔

۶۸۔ ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن احمد بن ہشام بن الخطیبہ قمی فارسی

صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان صالحین سے تھا۔ باوجود زہد و صلاح کے علم ادب میں بھی اوس کو فضیلت حاصل تھی۔ قراءات سبعہ میں رئیس العلماء سمجھا جاتا تھا۔ ادب و غیرہ کی کتنی ہی کتابیں اوس نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔ خط اوس کا بہت پاکیزہ و یادداشت نہایت عمدہ تھی۔ جو کتابیں اوس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ لوگ اوس کی تبرک اور اعتبار کی وجہ سے بڑے قدر کرتے ہیں۔ اٹھ بجے بروز جمعہ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۰۸۸ھ کو شمع فاس میں پیدا ہوا۔ پھر دیار مصر میں جا کر قاضی اختیار کر لی۔ وہاں کے باشندے اوس کے بڑے معتقد تھے۔ انہوں نے اوس کے صلاح و تقویٰ کو دیکھا تھا۔ اوس نے حج بھی کیا۔ اور شام کے ملک میں بھی گیا تھا۔ پھر مصر میں اگر شمع کے باہر جامع راشدہ میں وطن اختیار کر لیا۔ کسی سے کچھ چیز لیتا تھا۔ پڑھانے کی اجرت بھی نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ مصر میں نہایت سخت قحط پڑا (جس سے اوس پر فاقوں کی سخت مصیبت نازل ہوئی) بزرگان مصر اوس کے پاس گئے اور درخواست کی کہ اوں سے کچھ قبول کر لے۔ مگر اوس نے بالکل انکار کیا۔ آخر بے مشورہ کیا۔ اور ایک شخص زوجہ کا نام فضل بن یحییٰ الطویل دہلند فاسم تھا اوس کی بیٹی کی درخواست کی۔ جو قاہرہ میں قاضی کے پاس عدل اور شمع میں تیراڑ تھا۔ ابن الخطیئہ نے اپنی بیٹی اوس سے دیدی۔ شادی کے بعد اوس نے اپنی ساس کو بھی بی بی کے پاس رکھنے کی استدعا کی۔ ابن الخطیئہ نے اجازت دیدی۔ اس سے اوں کا یہ مقصد تھا کہ ابن الخطیئہ سے اوں کے خراج کا جو حکم ہو جائے۔ اس طرح پر وہ اکیلا رہ گیا۔ اور کتاب کی اجرت سے تبرک کرنے لگا۔ آخر عمر ۱۱۶۲ھ میں بمقام مصر اوس نے وفات پائی۔ قرائت و تصغیر میں مہر و فن تھا۔ لوگ اوس کی قبر زیارت کرنے کو آیا کرتے ہیں۔ مین نے بھی ایک مرتبہ رات میں زیارت کی تھی۔ اس وقت وہاں کثرت سے لوگ جمع تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

وہ کہا کرتا تھا۔ سعادت اسلام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے کفن مدفون ہو گئی۔ اس سے یہ اشارہ تھا۔ کہ جناب ممدوح کے عہد مبارک میں اسلام کو ترقی ہوتی رہی۔ لیکن اوں کے بعد اوس میں منزل اضطراب شروع ہو گیا۔ کتاب الذوق فی المنطق کے مابین و حافظ الدین احمد ابو الیمون حنفی صاحب مصر میں مذکور ہے کہ ۱۱۶۲ھ میں تین مہینہ تک وہاں کوئی قاضی نہ تھا۔ پھر ذی القعدہ میں ابو العباس بن الخطیئہ کو منتخب کیا گیا۔ مگر اوس نے یہ شرط کی کہ قوانین دولہ

دفاع میں) کے رو سے وہ قضا کا حکم دیکھا بلکہ اہل سنت کی شرع شریف کے اصول سے فتویٰ دیا کرکے کما ہوا ممکن نہ ہوا جس سے دوسرا شخص مسترد ہو گیا۔ والدہ تعالیٰ اعلم۔
خطیبہ بصرہ کے محلہ دفتح طائے محملہ و سکون و پائے تختانیہ و ہمزہ و ہا۔ فارسی بفتح فا و اے و سین محملہ منسوب بفاس۔ جو مغرب میں کتبہ کے قریب ایک بڑا شہر ہے۔ اور جہان پر عالم و فاضل بہت کثرت سے ہوئے ہیں۔

۱) ابتدا میں قرآن جو لکھا گیا تھا اس وقت نہ تو اس میں اعراب ہی تھے اور نہ حروف متشابہ کی صورتوں میں تمیز کا ہی کوئی قاعدہ رکھا گیا تھا۔ اس وجہ سے ہزار ہا الفاظ مختلف طور سے پڑھ سکتے تھے۔ پہرآت کی تفریق اور اجزائے کلام کی تقسیم کے قواعد بھی نہ تھے۔ اس لئے کلام اللہ کو معانی سمجھنے میں بڑی دقت پڑتی تھی۔ اس وجہ سے اونیز قرآن شریف کے ایک خاص طرح پر پڑھنے اور بعض احادیث کے بموجب خاص خاص جگہ پر زور دینے کی بنا پر قرآن کی قرائتیں مختلف ہو گئیں اور سات بائد ابطہ صورتیں اس کی قرار پانگئیں۔ بیضادی اور زرخشری وغیرہ بڑے بڑے مفسر اور محدث اختلاف قراءہ کی جا بجا اپنی اپنی تفسیروں وغیرہ میں حوالہ دیا کرتے اور شبہ الفاظ کو بتا دیتے ہیں۔ کہ کس قرائت میں وہ کیسے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ سائنس قرائتیں درست مانی جاتی ہیں۔ ان سے قرآن میں نہ کو کوئی لفظ کم یا زیادہ سمجھا جاتا ہے اور نہ غلط خیال کیا جاتا ہے۔
۲) مڈی ساسی نے اپنی کتاب سونع عمری حاکمہ بآمر اللہ میں اس سجدہ کا حال بھی لکھا ہے
(۳) دیکھو تذکرہ ۲۴ طحادی نوٹ ۱۲۔

۴) کتاب الدول المنقطعة (تاریخ سلطنتہائے خود مختار) حاجی خلیفہ کے قول کے بموجب چار جہان میں گزیر بہت اچھی کتاب ہے۔ وزیر جمال الدین ابوالحسن علی ابن ابی منصور طاهر الانزوی کی تصنیف ہے جو ۶۲۳ھ میں مرآ ہے۔

۵) اس زمانہ میں مصر کے مالک فاطمیں تھے۔ اور ان کا مذہب شیعہ تھا۔ ابن حلیہ اس بیان سے جو اس نے حضرت عمر کی نسبت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت سے تھا۔

۶۹ - ابو العباس احمد بن ابی الحسن علی بن ابی العباس احمد معروف بابن الرفاعی مروصلی اور شافعی مذہب کا فقیہ تھا۔ ۹۱ھ میں تو وہ عرب تھا۔ مگر لٹاکے عین ایک قریب کے رہتا تھا جس کا نام اُمّ جینیدہ تھا۔ یہاں اوس کے پاس کثرت سے فقہاء جمع ہو کر بڑے معتقد

اور متوجع ہو گئے تھے۔ رفاعیہ اور بطاحیہ فقر جو کہلاتے ہیں وہ اوس کے نام سے منسوب
ہیں۔ اوس کے اتباع کا عجیب حال تھا۔ زندہ سانپوں کو کھا جاتے۔ جلتے تنوروں میں گہس
پڑتے۔ اور آگ بجھا دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ربطا کج کے شہر دن میں شیر و ن پر
ہوتے ہیں۔ اور اور بھی اون کے ایسے ہی کام مشہور ہیں۔ اونہوں نے اپنے میلہ بلی
مقرر کر رکھے ہیں جن میں بے شمار فقر جمع ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ سب کانسیج اوٹھاتے
ہیں۔ اس شخص کی اولاد نہ تھی۔ اوس کے بہائی کی اولاد تھی۔ وہ اس گرد و نواح میں آو
کی شیفٹ اور ولایت کی آج تک وارث ہے۔ اون کے حالات بہت مشہور ہیں۔ بان
کے لئے طول دینے کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ شیخ احمد باوجود اس کے کہ عبادت میں بہت مشغول
رہتا تھا۔ شعر بھی کہا کرتا تھا۔ یہ شعر بھی اوس کے ہیں۔

اداجن لیلی ہام قلبی پذیر کرم
انوح کما ناع الحام المطوق
جب رات کا اندھا ہوا جاتا تو تھاری یاد میں میرا دل تپنے لگتا ہے۔ میں اسی طرح زور کرتا ہوں میری لڑائی کرتا ہوں
و فوئی سخا ب یخطر الہم والاسی
و تخجی سجار بالاسی تتد فقی

میرے اوپر بار ہے جو غم و غم کا مینہ برساتا ہے۔ اور نیچے میرے سمندر میں جن سے رخ کے طوفان اڑھتے ہیں
سلوا اثم غم و کیف بات انیر با
نفلت الاسامی دوئہ و ہو موتوق
ام عمر ہے پوچھو اوس کے قیدی اگر گرفتار عشق نے رات کس طرح بسر کی۔ اوس نے اور قیدی تو عموماً دگر گروہ بند ہوا
فلا ہو مقتول ففی القتل راحة
ولا ہو عمنون علیہ فیظ لقی

نہ تو اسے قتل ہی کیا جاتا ہے کہ جس سے آرام مل جائے۔ اور نہ اوس پر کوئی احسان ہی کرتا ہے کہ جس کو اور رہائی
رفاعی کی تمام عمر اسی حالت میں گزری۔ آخر کار بروز پنجشنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۵۸ (ستمبر
۱۶۴۷ء) کو اتم بعیدہ میں شہر برس کی عمر سے زیادہ کا ہو کر مر گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یرفاعی کبیرا کے محمد و نادر الف و عین مملہ منسوب ہے ایک عرب کی طرف جس کا نام رفاع
تھیا۔ یہ بات میں نے اوس کے ایک اہل بیت کی کہی ہوئی نقل کی ہے اتم بعیدہ بفتح میں دیا
موجودہ کسور و سکون یا تختا مید و ال مفتوح بطا کج بفتح بائے مود و طائے مملہ و الف و یا محو تھانیہ و عا
موجودہ فیرون کی مجموعہ کا نام ہے۔ جو واسط اور بعدہ کے وسط میں پانی کے درمیان آباد ہیں اور عراق

میں بہت مشہور ہیں

راہیں صاحب کے بارے میں ایچ پی شرمز میں ان درویشوں کے عجیب و غریب کاموں کا بہت تفصیل سے حال لکھا ہے مگر مجھے یہ کتاب نہ ملی حد میں ان کی کچھ تفصیل لکھتا۔
۲۰، البطائح (نیشی یا دلدلی مقام) ایک بڑا وسیع خطہ اوس مقام پر واقع ہے جہاں درجہ و فوات و دودور یا اگر گئے ہیں۔

۷۰ امیر العباس احمد بن طولون صاحب دیار مصر شام و تغور

کوفلیفہ المعترف باللہ نے ۶۸۶ھ یا ۶۸۷ھ میں مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ پھر جس زمانہ میں الموفق ابو احمد ظلمہ بن الموفق کل جو اپنے بھائی المعترف باللہ کا نائب اور المعتقد باللہ کا باپ تھا والی زنگ سے لڑ رہا تھا ابن طولون نے دمشق اور شام کے تمام ملک پر اور انطاکیہ اور تغور پر قبضہ کر لیا۔ یہ احمد بڑا عادل جو او شجاع متواضع سیرت کا اچھا اور صادق الفرائست بڑا دور اندیش تھا سلطنت کے کام اپنے آپ کرتا ملکوں کی آبادی میں ہر وقت لگا رہتا اور اپنی رعایا کے حلال کو خود دیکھتا بھالتا تھا۔ اہل علم کا بڑا قدروان تھا۔ اس کے دسترخوان پر ہر روز خاص و عام سب حاضر ہوتے تھے۔ ہر مہینہ میں صدقہ کے لئے ایک ہزار چنانچہ مقرر کر رکھے تھے۔ ایک روز اوس کا ایک کارپرداز آیا۔ اور پوچھا کہ اگر کوئی عورت میرے پاس گئے جس کے پاس ازاد ہوا اور ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی بھی پہننے ہو اور مجھے سوال کرے تو کیا میں اسے بھی دیدن کر کے اس شخص سے آگے ہاتھ پھیلاؤں؟ سب کو دیکر۔ مگر باوجود اس سب صفات حسنہ کے تلوار بھی بڑی جلدی کھینچتا تھا۔ قضاعی کہتا ہے کہ ابن طولون نے جو آدمی گرفتار کر کے قتل کئے یا اوس کی قید میں مزے ادا نہیں میں نے گناہا اٹھا رہا ہوں کی تعداد بکلی تھی۔ اس سے قرآن مجید حفظ تھا۔ آواز بھی بہت اچھی تھی۔ کوئی شخص قرآن اوس کے برابر نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اوس نے ایک جامع مسجد بھی ۶۸۶ھ (۱۲۸۶ھ) میں مطہر و قاهر کے دریاں بنائی تھی جو اوس کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بات فرغانی نے اپنی تاریخ میں زیادہ کی ہے۔ مگر قضاعی نے اپنی کتاب الخطط میں لکھا ہے کہ اس کی تعمیر ۶۸۶ھ میں شروع اور ۶۸۸ھ میں ختم ہوئی تھی و اندر علم۔ اور احمد بن یوسف مصنف سیرۃ ابن طولون نے لکھا ہے کہ اس پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ اس کا باب ملوک تھا۔

نوح بن اسد سامانی عامل بخارا نے مامون کو غلاموں کے ساتھ شہر میں تحفہ بھیجا تھا۔ طولوں
 ۲۳۳۰ھ (۸۴۷ء) میں مرگیا۔ اُس کا یہ بیٹا احمد سمرقند میں ۲۳ رمضان ۲۳۳۰ھ (تہذیب ۳۵۰) کو پیدا
 ہوا تھا۔ جسے بعض کہتے ہیں کہ طولوں نے لیکر پال لیا تھا۔ یہ مصر میں ۲۱ یا ۲۳ رمضان ۲۳۵۰ھ
 (تہذیب ۳۶۹) کو پہنچا تھا۔ بعض نے روز و شنبہ ۲۵ بھی اوس کے وہاں داخل ہونے کی تاریخ
 بیان کی ہے اسی مقام پر اوس کا انتقال شب یکشنبہ ۲۰ رزی القعدہ کو اور فرغانی کے قول کے بموجب
 ۱۰ ماہ مذکور ۲۳۵۰ھ (مئی ۸۶۸ء) کو انتقال سے ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ میں نے اوس کی قبر کی زیارت کی
 ہے۔ جو ایک پورا نے قبرستان میں دروازہ کے قریب قلعہ کے پاس اوس راستہ پر جو قرائفہ صغریٰ
 کو جانا ہے واس کو قہقہہ میں واقع ہے۔ طوٹون بضم طائے ہلمہ و سکون واو و ضم لام و واو و نون کی
 نام ہے۔ سامانی بسین ہلمہ والف ویم والف و نون سامان کی طرف منسوب ہے۔ جوشاہان سامانیہ
 ماوراء النہر و خراسان کا مورث اعلیٰ تھا۔ سمرقند بفتح سین والف ویم مفتوحہ و راے ہلمہ مشدودہ والف
 ایک بڑا شہر ہے جسے معصوم نے ۲۳۲۰ھ (۸۴۷ء) میں خوارزمین بغداد سے اوپر کوا با کیا تھا جو
 نے اپنی کتاب صحاح میں چھ صورتیں حرف را میں اوس کے پڑھنے کی بیان کی ہیں اور میں سے ایک
 یہ ہے۔ یہاں اون جیونیوں کے لکھنے کا موقع نہیں۔ ابراہیم بن المہدی کے بیان میں ہم اوپر لکھ گئے
 (۱) انصوری جمع رزق کی ہے۔ تفرگھا کی کہتے ہیں۔ جہاں سے دشمن کے ملک میں گھس آئے کا خوف ہو۔ یہاں مراد
 حد دور سے ہے۔

(۲) ابوالحسن دس ہزار دینار بتاتا ہے۔

(۳) چادر وغیرہ ہر ایک کپڑا جو بدن کو ڈانک لیوے یعنی معزز لباس میں ہو۔

(۴) ابو محمد عبد اللہ بن محمد الفرغانی نے طبری کا ذیل لکھا ہے۔ از حاجی خلیفہ۔

(۵) احمد بن یوسف بن النایہ سیرۃ ابن طولوں کا مصنف ۳۲۳ھ (۹۳۵ء) میں مر ہے۔
 از حاجی خلیفہ۔

(۶) زرق الائمنا انترطون کا پہلا پیٹ کی بیماری ہے۔ میں نے اوس کا ترجمہ اہمال کیا ہے۔

(۷) کبھی کبھی اسے طیکون بھی لکھتے ہیں۔

(۸) دیکھو تذکرہ ۸۔

۱۔ ابو الحسین احمد بن ابی شجاع بونہ بن قناتخسرو بن تھام بن کوہی بن شیرزیل
اصغر بن شیرکوہ بن شیرزیل اکبر بن شیرشاہ بن شیرفتہ بن شہستان شاہ بن سس فرود
بن شیرزیل بن سسناد بن بھرام گور بادشاہ بن یزدگرد بن مہر مگرمان شاہ بن
شاہ پور بادشاہ بن شاہ پوروی الاکتاف (۱)

جس کا باقی نسب شاہان بنی ساسان میں مشہور ہے اطالت کی حاجت نہیں۔ اس ابو الحسین کا لقب
معزالدولہ تھا۔ وہ تین بھائی تھے جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آئندہ آئیگا۔ یہ معزالدولہ کا چچا ان ویلم
سے ہوا ہے چچا تھا۔ اور عراق اور ہوا کا مالک تھا۔ اسے اقطع یعنی ملٹا کہتے تھے۔ کیونکہ اس کا ایک
بیان ہاتھ اور دمنے ہاتھ کی کچھ انگلیاں کٹی ہوئی تھیں۔ اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ ابتدائے عمر میں جب
وہ چھوٹا بچہ تھا تو اپنے بھائی عمادالدولہ کا تابع تھا ایک مرتبہ اپنے دونوں بھائی عمادالدولہ اور گل الدولہ
کے اشارہ سے کرمان کو روانہ ہوا جب اس کے قریب پہنچا تو وہاں کا حاکم اس کے آنے کی خبر
سن کر بغیر لڑے بھڑے کرمان کو چھوڑ سیستان کو چل دیا۔ معزالدولہ جاتے ہی اس پر قابض ہو گیا۔
اس علاقہ میں کروں کے کچھ آدمی ایک جگہ قابض ہو گئے تھے۔ اور کرمان کے حاکم کو ہر سال کچھ خراج
دیا کرتے تھے اس عرض سے کہ انھیں اس کے پاس بساط بوسی کے لئے آنا نہ پڑے جب
معزالدولہ وہاں پہنچا تو انھوں نے سردار کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے معزالدولہ سے انھیں
محبوب و موافق کی درخواست کی کہ عادت معبودہ کے موافق وہ بھی انھیں رہنے دے۔ معزالدولہ نے
انھیں منظور کر لیا۔ اس کے بعد اس کے وزیر نے مشورہ دیا کہ عہد توڑ دیا جائے۔ اور غفلت کے وقت
اون پر بخون مار کر اون کے اموال و ذخائر لوٹ لئے جائیں۔ معزالدولہ بھی اس پر راضی ہو گیا۔ اور اس
کے وقت اون کی طرف چلا۔ ایک ناہموار راستہ سے روانہ ہوا۔ دشمنوں کو اس کی خبر بھی ہو گئی۔ وہ
اگر ایک تنگ گھاٹی میں اس کے انتظار میں بیٹھ گئے جب وہ لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا۔ تو جان و
طرف سے اس پر پیل پڑے۔ تمام فوج کو قتل و اسیر کر لیا۔ صرف چند آدمی بچ گئے۔ معزالدولہ سخت
زخمی ہوا۔ بیان ہاتھ اور دمنے ہاتھ کی چند انگلیاں کٹ گئیں۔ سر میں بھی بڑی ضرب آئی۔ تمام بدن چھوڑ

اگر قطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں سب ناموں کو مقید و منضبط کر دیتا۔ مگر میں نے جو اپنے ہاتھ سے نام لکھ دئے ہیں۔ ناقل و نصین اوسى طرح نقل کر لیئے وہ صحیح ہیں۔ اوس کے دونوں بھائی حماد و الدؤد علی اور رکن الدؤد احسن کا حال بھی آتا ہے۔

(۱۹) تاریخ ابوالفدا میں جو اوس کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور تاریخ گزیدہ اور ابن خلکان کے قلمی نسخوں میں یہ نسب شذوہ صورتوں سے لکھا ہوا ہے۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے جابجا مختلف ہیں۔ کہیں تو ناموں میں ایکسا تلفظ نہیں کہیں نام ہی کم درش ہیں۔ یہاں جو نام لکھے ہوئے ہیں غالباً یہ اہل ان کے مطابق نہیں جو ابن خلکان نے خود لکھے تھے۔ مگر یہ بات کوئی بڑی اور اہم نہیں ہے۔ کیونکہ اسی میں بہت بڑا اختلاف ہے کہ خاندان ثونیہ در حقیقت بنی ساسان کی نسل سے ہے بھی یا نہیں۔

(۲۰) دیکھو تذکرہ ۱۹ ابن منبہل نوٹ ۸۔ ابن خلکان کو اوس وقت یہ کب خبیہ ہو سکتا تھا۔ کہ اوس کی کتاب کے ناقل اسی نسب میں ایسے عجیب و غریب تبدلات کر دیں گے۔

(۲۱) دیکھو تذکرہ ۴۵۲۔

(۲۲) دیکھو تذکرہ ۱۶۸۔

۷۲۔ ابونصر احمد بن مروان بن دوستک کزوی حمیدی ملقب نصر اللہ ولہ صاحب مینا فارقین و دیار بکر

اوس وقت بادشاہ ہوا تھا جب کہ قلعہ صُغَاخ واقع دیار بکر میں بروز پنجشنبہ ۵ جمادی الاولیٰ ۴۱۱ھ کو اوس کا بھائی ابوسعید منصوبہ بن مروان قتل ہوا تھا۔ یہ ابونصر بڑا مسعود عالی ہمت ملکہداری کے فن سے خوب ماہر صاحب حزم اور محتاط تھا۔ جو عیش و عشرت اور سعادت او سے حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ ابن الأذرق الفارقی (باشندہ مینا فارقین) نے اپنی تاریخ (شہر مذکور) میں لکھا ہے کہ نصر اللہ ولہ نے اپنی تمام عمر میں ایک شخص کے سوا اور کسی پر جبر مانہ نہیں کیا۔ جس کا قیقہ اوس نے لکھا ہے یہاں اوس کے دو محلہ نے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ہمیشہ عیش و عشرت میں مشغول رہتا تھا صحیح کی نماز اوس کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ اوس کی تین سو ساٹھ نوٹیلین تھیں۔ ہر روز ایک سے خلوت کیا کرتا تھا۔ پھر دوسرے سال اسی روز دوسری مرتبہ اوس کی نوبت آتی تھی۔ وہ یہ بھی پہچانتا تھا۔

کہ اوس کی اوقات بھی طرح منقسم تھی۔ ہر روز ایک وقت مصالح دولت پر توجہ کرتا کچھ وقت عیش و عشرت میں اور کچھ اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں کے ملنے جلنے میں گزارا کرتا تھا۔ اس کی اولاد بھی بہت تھی جو اس کے پیچھے باقی رومی شعرائے عصر اوس کے پاس بہت جمع ہوئے۔ اور اوس کی وجہ میں قصاً لکھ لکھ کر اپنے دیوانوں میں ہمیشہ تک باقی چھوڑ گئے۔ اس کی خوشی نصیبی سے دو وزیر اوسے ایسے ملے تھے جو دونوں خلفا کے وزیر رہ چکے تھے۔ ایک تو اوس میں ابو القاسم الحسین بن علی معروف ابن الغزالی تھا۔ جس کا ایک دیوان ہے۔ جس میں نظم اور نثر دونوں طرح کے تحریرات ہیں اور نیز اور کئی تصانیف مشہورہ کا مصنف ہے۔ یہ پہلے خلیفہ مصر کا وزیر رہا تھا۔ اوسے چھوڑ کر امیر ابو نصر کے پاس آکر وزیر ہو گیا تھا۔ اور دومرتبہ اوس کی وزارت کا کام کیا تھا۔ اور دوسرا فخر الدلہ ابو نصر بن نخعیہ اوس کا وزیر تھا۔ ان دونوں کا انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ذکر آئیگا۔ یہ شخص اخیر عمر تک برابر اپنی سعادت و اقبال پر برقرار رہا۔ پھر ۲۹ ر شوال ۷۷۵ھ (نویں لاکھ) کو وفات پائی۔ جامع مسجد محمدیہ میں دفن ہوا۔ بعض کہتے ہیں سیدی کے قعر میں پہلے گاڑا گیا تھا۔ پھر وہاں سے بنی مروان کی مشہور قبرستان میں لے آئے جو جامع مسجد محمدیہ کے پاس ہے۔ ششتر برس کی عمر ہوئی۔ باطن برس ہمارت کی۔ جسے بعض نے بیالیس برس بھی بتایا ہے۔ رحمتہ تعالیٰ۔ مینا فارتین مشہور ہے اوس کے ضبط کی ضرورت نہیں۔ محمدیہ بضم میم و سکون ہائے پہلہ و فتح وال پہلہ و ثنائے مختلفہ مینا فارتین کے قریب ایک رباط ہے۔ سیدی بکسرین کہلہ و دال پہلہ و لام مشدودہ کسورہ اسی قعر میں ایک قبر ہے۔ جس کے تین ستون ہیں یہ عجیب لفظ ہے جس کے معنی ستر درمی کے ہیں۔ اس کے بعد اسکا مینا نظام الدین ابو القاسم نصر بادشاہ ہوا۔

۱۱، ابو الفضا اپنے جزافہ میں بیان کرتا ہے کہ ششتر و دینار کبر میں واقع ہے۔ عربی بنی مروان اور وفات منصور محمدیہ الدولہ کا حال تاریخ ابو الفضا میں دیکھنا چاہئے۔

۱۲، دیوانی لشعروال رسائل کے محاورہ کے معنی یہی ہیں جو میں نے یہاں لکھے ہیں۔

۱۳، رباط حدود ممالک اسلامیہ پر مستحسنہ مکانات یا بارکین اور سر زمین تحنین۔ جن کی تعداد ہزاروں ہوا کرتی تھی اور جن میں سناور گرفت آرام پاتے تھے۔ ان کی تعمیر و ترمیم اور صفائی وغیرہ کے اخراجات یا تو سرکار سے مقرر ہوتے تھے یا چندہ وغیرہ سے چلتے تھے۔ یا نذر مسلمان راجان کے واسطے جائداد میں وقف کر دیتے

تھے۔ دیکھو مذکرہ ۲۱ قاص الطبری نوٹ ۶۔ رابطہ میں جو کچھ فوجی خدمت کرنا پڑتی وہ ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا اس مضمون کی اگر زیادہ تفصیل دیکھنا ہو تو ابوالغذا کے جزائریہ میں خلاصہ ابن خوقل دیکھنا چاہئے۔ افسوس کہ اس زمانہ میں ایسے رفاہ عام کے کام میں رویہ خنق کرنا فضول سمجھا جاتا ہے۔
(۴) فارسی میں سہ ذلہ بارسہ ذرہ کہتے ہیں۔

۷۳۔ ابوالقاسم احمد موصوف بالمستغلی بن المستنصر بن الطاہر بن الحاکم

بن العزیز بن المعز بن المنصور بن القائم بن الہدیٰ عبید اللہ
کا باقی نسب تہذیبی کے ذکرین حرف عین میں آئیگا۔ اور جو اختلاف اس میں ہے اس کی کیفیت بھی وہاں لکھی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ اپنے باپ مستنصر کے بعد یار مصر اور شام میں حاکم ہوا۔ مگر اوس کے زمانہ میں اس خاندان کی حکومت میں اختلاف پڑ گیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی۔ شام کے اکثر شہروں سے اوس کی دعوت منقطع ہو گئی۔ ایک طرف تو ترکوں نے اوس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف فرنگی آکودے۔ خدا کہم اللہ تعالیٰ۔ فرنگی شام کے ملک میں آئے۔ اور انطاکیہ پر ماہ ذی القعدہ ۵۹۸ (نوبمبر ۱۲۰۱ء) میں چڑھائی کی۔ پھر ۱۶ جب ۵۹۹ء (۲۰ جون ۱۲۰۲ء) کو اوس پر قابض ہو گئے۔ دوسرے سال ۶۰۰ء میں معتزۃ الشکان کو بھی لے لیا۔ اس کے بعد شعبان ۵۹۹ء (جولائی ۱۲۰۲ء) میں چالیس روز سے زیادہ کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس بھی جمعہ کی چاشت کے وقت اوس کے قبضہ میں چلا گیا۔ ایک ہفتہ تک کثرت سے مسلمان قتل ہوتے رہے۔ صرف مسجد اقصیٰ میں شہر زار سے اوپر اوس کے مقتولوں کی تعداد پہنچ گئی۔ صغودہ کے پاس سے فرنگیوں نے ظروف طلائی و نقرئی اس قدر لئے کہ جن کی انتہا نہیں۔ تمام بلاد اسلام میں اس واقعہ کو سنکر بے درجہ کا تھک پڑ گیا۔ جس کا ذکر کسی قدر افضل بن ہامیر الجیوش کے بیان میں حرف ثین میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ افضل شاہنشاہ امیر الجیوش کے لقب سے موصوف تھا۔ اس نے بیت المقدس کو سکمان بن ارنق سے ۲۵ رمضان ۶۰۰ء جمعہ کے دن یا شعبان ۶۰۰ء میں لیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اوس نے ایک شخص کو اپنی طرف سے وہاں بکا والی کر دیا تھا۔ مگر اوس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ فرنگیوں کو روکے۔ فرنگیوں نے یہ مقام اوس سے لے لیا۔ اگر ارنق خاندان کے ہاتھ میں ہی رہتا تو مسلمانوں کے لئے بہت اچھا تھا۔

پھر فرنگی ساجل محر کے اکثر شہروں پر اوس کے ایام میں قابض ہو گئے۔ ماہ شوال ۹۳۵ھ میں انہوں نے خیفہ بھی لے لیا ۹۳۵ھ میں قیساریہ بھی اون کے ہاتھ میں چلا گیا۔ مستعلی کو کچھ اختیار نہ تھا۔ اہل روم (وزیر) ہی ہر ایک کام کا مالک تھا۔ اسی کے زمانہ میں اوس کا بڑا بیٹا نزار بھی سکندریہ کو بھاگ گیا۔ یہ نزار اصحاب دعوت (رفقاء اسماعیلیہ) کا جدِ اعلیٰ تھا۔ جو قلعۃ الموت اور نیز دیگر قلاع کے مالک تھے اس شخص کا حال بہت مشہور ہے۔ اور قصۃ بڑا لکھا ہے۔ جس کی بیان گنجائش نہیں ہے۔ مستعلی ۲۰ محرم ۹۳۵ھ (اکتوبر ۱۱۳۵ء) کو قاہرہ میں پیدا ہوا۔ اور عید غدیر خم کے روز ۸ ذی الحجہ ۳۵ھ (دسمبر ۱۱۳۵ء) کو اوس کی ہیبت ہوئی مصر میں بروز شنبہ ۱۱ صفر ۹۳۵ھ (دسمبر ۱۱۳۵ء) کو وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۱، اس کے خاندان سے ملو ابن خلکان کی فاطمین سے ہے۔ مگر چونکہ اوس کے نزدیک یہ لوگ بی بی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے نہیں ہیں اس واسطے وہ اس نام سے انہیں نہیں پکارتا۔

۱۲، دیکھو تذکرہ ۱۰ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نژاد ۹۔

۱۳، مصر کے معنی بصر کے ہیں۔ جو کثیر مسجد حضرت عمر کے پاس ہے۔ جسے اصفحن نے پورا کئے کینسیہ کے مقام پر بنوایا تھا اوسے مصر اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ اوس مقام پر بنا ہے جسے مسلمان وہ بصر خیال کہتے ہیں کہ جو حضرت یعقوب کا اوس وقت تکہ تھا جب کہ اوہ بنیں ایک یسری تاسان تک لگی ہوئی نظر آتی تھی۔ ۱۴، اہل بیت و عتبات بنو ہاشم کا اوس واسطے کہتے ہیں کہ اوس کی طرح امیر الجوش کہلاتا تھا۔ انڈونیزی۔

۱۵، بیت المقدس اوس زمانہ میں تاج الدولہ شمس شنجوقی کے قبضہ میں تھا۔ جسے اوس نے امیر شنگمان کو دیدیا تھا۔ افضل نے احماد الدولہ کو شمس شنجوقی کی طرف سے وہاں کا حاکم کر دیا تھا۔ اخذ از نویری۔ ۱۶، جسے اہل یروشلم کہتے ہیں۔

۱۷، نویری نے نزار کے حالات اس طرح لکھے ہیں۔

مستعلی کی ہیبت بروز شنبہ ۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوئی تھی۔ اور اس کا سبب افضل امیر الجوش تھا۔ کیونکہ وہ ایک متحیر کرتے ہی بسرعت تمام قلعہ قاہرہ میں آیا۔ اور مستعلی کو تخت سلطنت پر ٹھکن کر دیا۔ اور کسی شخص کو ترادعیا اعدا و اسماعیل اوس کے بھائیوں کے پاس بھیجا اور باپ کے مرنے کی اطلاع دیکر اوہ بنیں بہت جلد بلوایا۔ جب وہ آئے تو دیکھا کہ اوس کا سب سے چھوٹا بھائی تخت خلافت کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ اس پر ہر

خفسہ کے اونہیں تاب نہ رہی۔ افضل نے اون سے کہا آگے بڑھو اور خدا اور ہمارے خداوند المستعلی باللہ کے حضور میں زمین بوسی کرو۔ اور اس کی بیعت کرو۔ کیونکہ المستنصر باللہ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

نزار نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ میرے اگر کوڑے بھی کر ڈالے جائیں تب بھی تو میں اپنے سے چھوٹے بھائی کی اطاعت نہ کروں گا۔ میرے پاس تو میرے باپ کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کاغذ ہے جس میں اس نے مجھے اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اس سے جا کر میں ابھی لے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر کو فوراً کاغذ لائے کو گیا۔ اور سکندریہ کو چل دیا۔ افضل نے آدمی بھیجے کہ اسے واپس لے آئیں۔ مگر کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گیا۔ اور کیسے گیا۔ اس سے افضل کو سخت پریشانی ہوئی۔ مگر بعض اس روایت کو دوسری طرح بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ جب مستنصر باللہ مر گیا تو نزار جو دلی عہد محتاتخت پر بیٹھ گیا۔ اور اپنی بیعت کی تجویزین کرنے لگا۔ لیکن اسے افضل نے منظور کیا۔ وہ نزار کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے امرائے سلطنت اور بڑے بڑے اعیان و کابر کو بولایا۔ اور ایک مجلس منعقد کر کے اس سے کہا کہ نزار جوان ہو گیا ہے۔ اس کے مزاج کی سختی کا بار اوٹھا بہت مشکل ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی ابوالعاسم احمد کی بیعت کی جائے۔ اس تجویز کو سب نے بالاتفاق پسند کیا۔ فقط محمود بن قسطل نے اختلاف کیا جس سے نزار نے اپنا وزیر اور افضل کی جگہ امیر الجیش بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس واسطے ابن قسطل نے نزار کو اس کی اطلاع کی۔ لیکن افضل نے بڑی جلدی کی۔ اور احمد کو مستعلی باللہ کے لقب سے فوراً خلیفہ شہور کر دیا۔ اور سخت سلطنت برادے بٹھا کر خود وزیر بن گیا۔ اور امام علی بن النعمان قاضی القضاۃ اور شہر و کولوا کر تمام اعیان سلطنت سے مستعلی باللہ کی بیعت لے لی۔ اس کے بعد وہ اسمعیل اور عبداللہ کے پاس گیا جو قلعہ کی مسجد میں مقید تھے اور کہ خلیفہ مستعلی باللہ کی لوگوں نے بیعت کر لی ہے اور اس نے اکیسویں سال کیا اور اپنی بیعت کرنے نہ کرنے کا آپ کو پورا اختیار دیا ہے۔ اس کا اونھوں نے جواب دیا کہ جب خداوند تعالیٰ نے ہمارے مقابلہ میں اسے خلافت کے لئے منتخب کر لیا ہے تو ہم بھی اسے خلیفہ سمجھتے ہیں۔ اس واسطے اونھوں نے بیعت کر لی۔ اور شریف ثناء الملک محمد بن محمد الحسینی نے جو محکمہ انشاء کا کاتب تھا (دیکھو تذکرہ ص ۱۴۷ نوٹ ۵) تمام امراء سلطنت کے رو برو ایک سنبڑہ کر سنائی جو پہلے سے لکھی ہوئی تیار تھی۔ اس پر نزار اور عبداللہ اس کا بھائی دونوں محمود بن قسطل کے ساتھ سکندریہ کو بھاگ گئے۔ اس مقام کا حاکم اس وقت ناصر الدولہ افکیمن ترک تھا۔ جو امیر الجیش کے مالک میں سے تھا جس کا تذکرہ ابن خلکان نے اپنی کتاب

میں لکھا ہے جب یہ سارا قصد انہوں نے جا کر اوس سے کہا اور اُس سے وزارت دینے کا وعدہ
 کیا تو اوس نے نزار سے بیعت کر لی اور اوس شہر کے تمام لوگوں نے اوسے خلیفہ تسلیم کر لیا نزار نے
 پھر اپنا لقب مصطفیٰ لدین اللہ رکھا اوس کے بعد محمد بن مسلمہ بن فضل نے فوج لی اور نزار اور انھیں
 اور ابن مصلال پر چڑھ کر گویا یہ لوگ بھی سکندریہ میں اوسکے مقابلہ کو نکلے بڑی سخت لڑائی کے بعد فضل
 کو شکست ہوئی افضل مصر کو لوٹ آیا۔ نزار نے کچھ بدوی عربوں کی مدد سے مصر کے شمالی اقطاع میں تباہ
 قتلایں کرنا شروع کیا اور تمام ویرانہ بنا دیا اس واسطے فضل پھر سکندریہ کو گیا اور ذی القعدہ کے مہینہ
 تک اوسے محاصرہ کئے پڑا۔ باجس وقت کیشمکش پور ہی تھی اوس وقت ابن مصلال نے ایک خواب
 دیکھا اور غیر ملک والے بنجم سے دوسرے دن صبح کو خواب کی تعبیر پوچھی اوس نے کہا کہ میں نے خواب میں
 دیکھا ہے کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور فضل زمین پر میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اس پر اوس
 اجنبی نے کہا کہ جو شخص زمین پر چل رہا ہے زمین اوس کے قبضہ میں جائیگی یہ سنتے ہی ابن مصلال نے اپنا سب
 مال و متاع جمع کیا اور موضع لکھ کو جو برقہ کے قریب تھا بھاگ گیا اوسکے بھاگتے ہی نزار اور انھیں کی فوج
 لگھٹنا شروع ہو گئی اور آخر کار یہاں تک مجبور ہوئے کہ انہیں فضل سے اپنی جانوں کی اس ناگنا پڑی جب
 اوس نے جان کی امان کا وعدہ کر لیا تو انہوں نے سکندریہ کے دروازے کھول ڈالے چنانچہ وہ اندر
 گیا اور نزار اور انھیں کو پکڑ کر مصر کو بھیج دیا اسکے بعد نزار کو پھر کسی نے نہ دیکھا کہ وہ کہاں ٹھیکہ کئے
 ہیں کہ فضل نے اوسے دو دیواروں کے درمیان چنوا دیا تھا اوسی جگہ مر گیا نزار۔ اربع الاول سنۃ
 کو پیدا ہوا تھا رہا افیقین سوا و سکی نسبت بعد میں مشہور کر دیا تھا کہ اوسے قتل کر دیا گیا۔ ابن
 المصنوع کو فضل نے ایک خط بھیج کر اپنے پاس مصر میں بلالیا اور جب وہ آیا تو بڑی غلطی ہوئی اوسے کھا
 مانگوں اور گویری اس بیان کو میر خوند کے خلاصہ سے مقابلہ کرنا چاہیے جو مشرڈی ساسی نے اپنی
 کتاب یادگار سقا کان میں دیا ہے ابن خلکان کہتا ہے کہ نزار ہی اسماعیلیوں کا مورث اعلیٰ ہے
 اسی کو میر خوند نے بھی تسلیم کیا ہے جو کہتا ہے کہ خاندان اسماعلیہ کا ایک سردار حسن بن محمد بن زبرگ امید
 نزار بن المستنصر کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ مشرڈی ساسی کی دو کتابوں میں اسماعیلیوں کا بیان
 ہے اور بہت اچھی طرت لکھا گیا ہوا میں ہر ایک قسم سلوات ہیں جس قدر اوسکی ان کتابوں کی تعریف کی جائے گی
 (۲) خم اوس قبیلہ زمین کو کہتے ہیں جہاں کچھ پانی جمع ہو جائے مگر یہاں ہم ایک مقام کا نام ہے جو حرمین شریفین کے

در میان جمعہ سے تین میل پر واقع ہے وہاں ایک تالاب ہے جسے غدیر خم کہتے ہیں مسلمانوں میں شیعوہ فرقہ کے لوگ غدیر خم کی عید مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت جب اس مقام پر پہنچے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا تھا۔

۷۴۔ ابو العباس احمد بن امیر سیف الدین ابی الحسن علی بن احمد بن ابی الیثجا بن عبد اللہ بن ابی الحلیل بن شہزبان الککری معروف بہ ابن المشطوب

عماد الدین کے لقب سے مشہور تھا یہ مشطوب و داغدار، اوسکے باپ کا لقب تھا اوسکے چہرے پر خیم کا ایک داغ تھا یہ ابن المشطوب بڑا امیر کبیر اور بادشاہوں کے روبرو بہت ہی بڑا ذی حرمت بلکہ بادشاہوں میں ہی معدود ہوتا اور تمام مخلوق میں عالی ہمت کثیر الجود و واسع الکرم شجاع و دلیر عالی حوصلہ مشہور تھا بادشاہ اس سے خوف کھاتے تھے اوس کے قناع مشہور ہیں جن میں اوس نے بادشاہوں پر خروج کیا تھا۔ یہاں اوسکے ذکر کی کچھ حاجت نہیں دولت صلاحیہ کے امر سے تھا کیونکہ جب اوس کا باپ جسکی جاگیر نابلس کا ملک تھا امر تو سلطان صلاح الدین حمد اللہ قائلے نے ایک ٹلٹ اوسکی جاگیر میں سے بیت المقدس کے لئے مخصوص کر دیا باقی اوسکے بیٹے عماد الدین نے کور کو جاگیر میں دیدیا تھا اوس کا دادا ابو الیجا رعادیہ کا اور نیز خند و دیگر قلاع ہنگاریہ کا مالک تھا۔ یہ ایک مدت تک اسطغر ایوجاہ و حرمت پر برتار رہا مگر دینیات کے سال وہ واقعہ ہوا جو مشہور ہے اسکی تفصیل میں نے ملک کامل کے ذکر میں بیان کی ہے اس واقعہ کے بعد ابن المشطوب دیا مصر سے نکل گیا اور آخر کو اوسکا یہ حال ہوا کہ تل بیغور کے قلعہ میں جو موصل و سنجاہ کے درمیان واقع ہے ربیع الاول کے مہینہ میں محصور کیا گیا اس کا قصہ مشہور ہے محاصرہ کی حالت میں امیر بدر الدین لولوا نایک صاحب موصل نے اوس سے مراسلت شروع کی اور اس کو مکر کر کے اس کے وعدہ و دیگر اطاعت کرنے پر آمادہ کر دیا اور اپنے وعدہ کے استحکام کیلئے حلف بھی اٹھایا جس سے ابن مشطوب موصل کو چلا گیا کچھ تھوڑا ہی وہاں قیام کیا تھا کہ موصل نے اوس کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۷۸۵ھ کا ہے پھر دوسرے ملک شہر مظفر الدین بن الملک العادل کو باپن بھیجا اسکی گرفتاریا کیا

مقصود تھا کہ ملک اشرف کو راضی کر لے۔ کیونکہ اس وقت اخیر مرتبہ ابن المشطوب نے ملک اشرف کے ہی مقابلہ میں خروج کیا تھا۔ ملک اشرف نے اسے قلعہ حرّان میں قید کر دیا۔ اور نہایت ہی تنگ پکڑا۔

اسہنی وزنی بیڑیاں بیرون میں اور چوبی حصّہ بیڑیاں ہاتھوں میں ڈلوادیں کہتے ہیں وہاں اسے ایسی بری طرح رکھا گیا تھا کہ سرور و معنی کے بالوں اور کپڑوں میں جنوں میں تک کثرت سے پڑ گئی تھیں۔ میں اس زمانہ میں یہ چھابہ حالات اسی وقت سنا کرتا تھا۔ ایک شخص کی زبانی میں نے سنا ہے کہ اس کے کسی خادم نے ملک اشرف کو یہ دو بیت اوس کی خلاسی کے واسطے لکھا بھیجی تھیں۔

يَا مَنْ يَدُ وَاِهٍ مَسْعُودَةٍ اَسْرَفَاكَ مَا اَمْتُ مِنَ الْمُلُوكِ بَلْ اَنْتَ مَلَكٌ

اے وہ شخص کہ جس کے اتہال کے ساتھ آسمان ہمیشہ گردش کرتا ہے تو ملک نہیں بلکہ ملک ہے۔

مَمْلُوكُ ابْنِ الْمَشْطُوبِ فِي السَّجْنِ هَلَاكَ اَطْلُقْهُ فَاِنَّ الْاَمْرَ لِلَّهِ وَلاَ كُ

تیرا ملک ابن المشطوب قید خانہ میں مر رہا ہے اور سے چھوڑ دے۔ یہاں جزائشہ کے ادریکہ کسی کے اختیار میں نہیں آتا مگر ابن المشطوب اسی حالت قید میں ماہ ربیع الآخر ۶۱۹ھ (۱۲۲۲ء) میں مر گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وفات ابن المشطوب نے شہر اس عین کے دروازہ پر اوس کے لئے ایک قبہ بنایا۔ اور حرّان سے وہاں لاکر دفن کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے بھی اوس کی قبر دیکھی ہے۔ جب وہ قید خانہ میں تھا تو ایک ادیب نے یہ دو بیت اوسے لکھا بھیجی تھیں۔

يَا اَحْمَدُ مَا زِلْتَ عِمَادَ الدِّينِ يَا اشْجَعَ مَنْ اَمْسَكَ رُحْمًا بِلَيْمِينِ

اے احمد جو ہمیشہ دین کے لئے ستون رہا ہے۔ اور اے ابن سبک بہادر مضمون نے نیزہ دست ماست میں پکڑ لے

لَا تَأْسَ اِذْ حَصَلْتَ فِي سَجْنِهِمْ هَآيُوسُفُ قَدْ اَقَامَ فِي السَّجْنِ سِنَيْنِ

کچھ پنج و حزن نہ کر کہ تو اون کے قید خانہ میں پڑا ہے۔ حضرت یوسف کو دیکھو۔ وہ تو برسوں قید میں رہے تھے۔ یہ مضمون بختیاری کے قول سے لیا ہوا ہے جو ان ابیات میں مذکور ہے۔

اَمَّا فِي رَسُولِ اللّٰهِ يُوسُفُ الْمُسَوِّى لِيُنَالِكَ مَجُوسًا عَلٰى الظُّلُمِ وَالْاَمَلِ

تمہ سے آدمی کو جو ظلم و بہتان سے قید میں گرفتار ہے کیا حضرت یوسف کو جو اشر کے رسول تھے دیکھو کافی تسلی نہیں ہو سکتی

اَقَامَ حَبِیْلُ الصَّابِرِ فِي السَّجْنِ بَرْهَةً قَالَ يَدُ الصَّابِرِ الْجَمِیْلِ اِلٰى الْمَلِكِ

وہ قید خانہ میں ایک کراہنگ اچھے مبر سے پڑے رہے۔ آخر اسی مبر حیل نے اور نہین بادشاہی تک پہنچا دیا۔

امیر عباد الدین قیاساً ۵۹۰ھ (۱۱۸۶ء) میں پیدا ہوا۔ میں نے قاضی فاضل کے ایک رسالہ میں دیکھا ہے کہ امیر سیف الدین ابوالحسن علی بن احمد ہکاری معروف بالمشطوب نے ملک نامہ صلاح الدین کو ایک عیسیٰ کے ذریعہ سے اطلاع دی تھی کہ عباد الدین ابوالعباس احمد پیدا ہوا ہے اور اوس کی ایک اور عورت حاملہ ہے۔ قاضی فاضل نے راجا دشاہ کی طرف سے اوس کے جواب میں لکھا۔ امیر کی تحریر بارے پاس پہنچی جس میں دو بچوں کی خبر درج تھی۔ جن میں سے ایک تو بتوفیق ایزدی آکر اتر گیا ہے۔ اور دوسرا ستین ہے۔ اللہ تعالیٰ اوس کی قسمت میں سلامتی کا حکم لکھے۔ ہم کو اوس ستارہ سے خوشی ہوئی جو پر وہ سے باہر مل آیا۔ اور اوس محل کی خوشی کی امید ہے۔ جو ابھی کلینون میں باقی ہے۔

اب رہا اوس کا باپ سیف الدین المشطوب سواد سے اور بہار الدین قرا توش کو جس کا ذکر آئندہ انشا اللہ تعالیٰ آئیگا سلطان صلاح الدین نے فلکیوں کے خوف سے عکامین مقرر کر دیا تھا۔ یہ اوس کی حفاظت کے مقرر تھا کہ فلکیوں نے اوس کا محاصرہ کیا۔ اور اوس پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ سیف الدین وہاں سے چھوڑا بروہنچہ شنبہ یکم جمادی الآخرہ ۵۹۰ھ کو سلطان صلاح الدین کے پاس قدس میں پہنچا۔ ابن شداد اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ یکا یک سلطان صلاح الدین کے پاس یہاں سوت پہنچا۔ کہ اوس کا بھائی ملک عادل اوس کے پاس موجود تھا۔ بادشاہ ادمٹھا اور بنگلیہ ہوا۔ اور دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوا۔ پھر خلیہ میں لیوگر بڑی دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ مگر سیف الدین (بہت جلد) بروہنچہ شنبہ ۲۶ ریشال ۵۹۰ھ (۱۱۹۲ء) کو نائلس میں مر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ یہ تو عباد کا تب اصغہانی نے اپنی کتاب التبرقۃ میں لکھا ہے مگر بہار الدین بن شداد اپنی کتاب سیرۃ صلاح الدین میں کہتا ہے کہ سیف الدین بروہنچہ شنبہ ۲۳ ریشال سنہ مذکور کو قدس شریف میں ملا۔ اور سید اقصیٰ میں اوس کے جنازہ کی نماز پڑھائی گئی۔ اوس کے بعد اوسے اپنے ہی مکان کے صحن میں دفن کر دیا گیا۔ اور کدو دولت صلاحیہ میں کوئی شخص اوس کا شل نہ تھا۔ اور نہ منزلت و علو مرتبت میں اوس کا ہم پایہ تھا۔ اوسے امیر کہہ کر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ لفظ اوس کا نام سا ہو گیا تھا۔ کوئی دوسرا شخص اس معنی میں اوس کا شریک ہی نہ تھا۔ میں نے قاضی فاضل کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ امیر سیف الدین مشطوب امیر کہہ کر اراو کی وفات کی خبر آئی جو بروہنچہ شنبہ ۲۳ ریشال سنہ مذکور کو قدس میں پہنچی تھی۔ وفات کے روز اوس کی ننھا جو نائلس وغیرہ کے محاصل سے مقرر تھی تین لاکھ دینار تھے۔ قید فرنگ سے چھوٹنے کے بعد اوس کی زندگی کے پورے سونہرے عجب نہ

گزرنے پائے تھے کہ پیغامِ اجل آپہنچا خدا تعالیٰ پاک ہوا و زندہ کبھی مرنے والا نہیں وہی لوگوں کی بنیاد جسمانی کو توڑ ڈالتا ہے دیوانِ حاسہ کی ایک بیت کے مطابق ہے جو حسب ذیل ہے۔

فَمَا كَانَ قَيْسٌ هَلْكَهُ هَلَكٌ وَاحِدٌ وَلَكِنَّهُ بُنْيَانٌ قَتُومٌ تَهْدِمُهُ مَا
یہ بیت عبدہ بن الطیب نے اوس مرثیہ میں لکھی ہے جو اوس نفیس بن عاصم التمیمی کی موت پر لکھا ہے یہ قیس بادیہ سے نبی صلعم کے پاس بنی تیمم کے وفد کے ساتھ سوسہ میں آیا اور مسلمان ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے حق میں فرمایا تھا کہ یہ اہل اللہ کا سردار ہے۔ یہ شخص علم اور اپنی قوم کی سیادت میں بڑا شہسوار اور عامل تھا۔ عربی دانوں کے نزدیک اس شعر کے اعراب میں کچھ بحث ہے جس کے بیان کا بیان موقع نہیں ہے ابو تمام طائی نے (حاکم) باب مرثیہ میں یہ بیت دو اور ابیات کے ساتھ لکھی ہے وہ یہ ہیں۔

عَلَيْكَ سَلَامٌ يَا اللَّهُ قَيْسُ ابْنِ عَاصِمٍ وَرَحْمَتُهُ مَا شَاءَ أَنْ يَدْرَحَهَا
اے قیس بن عاصم تجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو اور رحمت ہو اور رحمت ہو اور رحمت ہو کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت کرتا ہے
تَحِيَّةً مِنْ عَادٍ فَتُحَرِّمُ الْيَدَى إِذَا نَزَّارَ عَنْ شَحْطٍ بِلَادِكَ سَلَامًا
یہ سلام او کی طرف سے ہے جسے معاصی نے اپنا نشانہ بنایا ہے اور او کی طرف سے ہے کہ جب وہ دور سے تیرے شہر کو آتا ہے تو سلام کرتا ہے۔

فَمَا كَانَ قَيْسٌ هَلْكَهُ هَلَكٌ وَاحِدٌ وَلَكِنَّهُ بُنْيَانٌ قَتُومٌ تَهْدِمُهُ مَا
قیس ایسا شخص نہیں کہ او کی ہلاکت ایک شخص کی ہلاکت ہو بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد ہے جو منہدم ہو گئی ہو
یہ قیس اون لوگوں میں سے اول شخص ہے جو زمانہ جاہلیت میں خسر بننے کی غیرت سے لڑکیوں کو زبردہ درگور کیا کرتے تھے۔ اسی کو دیکھ کر لوگوں نے یہ رسم اختیار کی تھی جسے اسلام نے رد کر دیا۔

امیر بدر الدین لولوند کو بروز جمعہ ۳ شعبان ۷۵۹ھ (جولائی ۱۲۵۹ء) کو قلعہ موصل میں مرا اور وہیں ایک قبرستان میں مدفون ہوا اس وقت او کی عمر انسی سال کی تھی برحمتہ اللہ تعالیٰ
(۱) شام کا ملک اس زمانہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے سرداروں کے قبضہ میں تھا جن میں

ہر ایک قریب قریب خود مختار تھا۔

(۲) ابن المشطوب کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات دیکھنا ہوں تو موسیو ہیکر کی کتاب دیکھنا چاہیے۔

(۳) ترکوں کی ایک قوم ہے یہ لوگ اس وقت موصل کے شمال مشرقی ملک پر قابض تھے۔

(۴) اس سے مراد سلطنت رسلطہ ہے جس میں فرنگیوں نے دیساٹ پر حملہ کیا تھا۔

(۵) ابن المشطوب چاہتا تھا کہ ملک کال کو مغرول کر کے اس کے بجائی ملک قاض کو مصر کا سلطان

مقرر کرے۔

(۶) اس قلعہ کا نام تل قعفر تل آعفر اور اتل الاعفر بھی کہتے ہیں موصل اور سنجار کے درمیان ایک ویران

پہاڑی واقع ہے وہاں ایک خوب پانی کا چشمہ بھی ہے۔ ماخوذ از مرصدا الاطلاع

(۷) تاریخ کابل ابن اثیر کا سلسلہ دیکھنا چاہیے۔

(۸) گم خوشہ خسرا کے غلاف کو کہتے ہیں جس کے معنی میں نے کلی کے لئے ہیں۔

(۹) ابن المشطوب اور اسکی سپاہ جو عکا کی حفاظت پر مامور تھی اونہوں نے فرنگیوں کا خوب

مقابلہ کیا مگر آخر کار چرڈنے انہیں قید کر لیا اور کل فوج کو قتل کر ڈالا۔ صرف چند سردار

بامید فدیہ رکھ چھوڑے۔

(۱۰) ابن شداد کی تاریخ کا ترجمہ جس کا حوالہ ابن خلکان نے بیان دیا ہے شلٹن نے لیٹن میں ایل عربی

متن کے ساتھ چھاپا ہے۔

(۱۱) دیکھو تاریخ ابن شداد۔

(۱۲) لفظی ترجمہ اسکی روٹی۔ مادہ میں اس لفظ کے معنی تنخواہ کے ہیں اور اسمیں کیسٹھ کا شک نہیں ہے

(۱۳) ایوبی دینار کی قیمت آجکل کے حساب سے ایک پونڈ انگریزی کے برابر ہوگی جسکے چند روپے چھوڑ دیئے

(۱۴) دیکھو دیوان حماسہ

(۱۵) لفظی ترجمہ ہے اونٹ کے بالوں والے لوگوں کا سردار۔ بدوی عرب اس وقت تک اپنے خیمہ ایک

قسم کے سیاہ کپڑے کے بناتے ہیں جو اونٹ کے بالوں سے بنایا جاتا ہے۔

(۱۶) تبریزی نے اپنی شرح حاسہ میں اسکی نسبت خوب بحث کی ہے۔ بحث یہ ہے کہ لفظ ھلکدہ کے

کاف کو کیا اعراب ہونا چاہیے۔ اسے منصوب پڑا جائے یا مرفوع۔

۷۵۔ ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن شعبان بن محمد بن جابر بن قحطان اللہ علیہ

ملقب صلاح الدین

اربل کے ایک بڑے خاندان سے تھا۔ اور ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین صاحب ابل کا صاحب تھا۔ مظفر الدین اس سے کچھ آندوہ ہو گیا اور اس سے ایک مدت تک قید کر دیا تھا جب وہاں سے خلاصی پائی تو بلاد شام کے لادوہ سے ۶۰۰ (۱۲۰۰ء) میں ملک القاہرہ ہار الدین ایوب بن الملک العادل کے ہمراہ روانہ ہوا۔ ملک منیث بن الملک العادل کی خدمت میں رہنے لگا۔ اسے وہ اربل سے ہی جانتا تھا۔ اس کے پاس وہ بہت اچھی طرح سے رہا جب منیث مر گیا۔ تو صلاح الدین دیار مصر کو چلا گیا۔ اور ملک کامل کی خدمت کرنے لگا۔ اس سے ملک کامل کی نظروں میں اس کی قدر بڑی ہوئی اور اس درجہ پر پہنچ گیا۔ کہ وہاں اس کے برابر کوئی بھی نہ ملتا خلوت میں بھی اس کا مشیر تدبیر ہو گیا۔ ملک کامل نے اسے امیر کر دیا۔ یہ صلاح الدین صاحب فضیلت تادمہ اور قسم قسم کے علوم میں اچھی دستگاہ رکھتا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ اسے امام غزالی کا رسالہ جو فقہ میں ہے اور اخلاصہ کے نام سے مشہور ہے حفظ یا د تھا۔ نظم بھی اچھی کہتا تھا۔ و بیت بھی اس کی بہت خوب ہوتی تھیں۔ بادشاہوں کے یہاں اسی سے اس کی رسائی ہوئی تھی۔ پھر ملک کامل بھی اس سے بگڑ گیا۔ اور محرم ۷۰۰ میں جب کہ وہ فرنگیوں کے مقابلہ میں منصورہ میں پڑا ہوا تھا اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ اور قلعہ قاہرہ کو بھیج دیا یہاں وہ نہایت سخت قید میں رہا آخر ۷۰۲ء تک محبوس رہا۔ پھر صلاح الدین نے دو بیٹیں لکھیں اور ایک گویے کیا و کرا میں اس نے ملک کامل کو سنا میں۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور پوچھا کس کی ہیں۔ معنی نے کہا صلاح الدین کی ہیں۔ اس پر ملک کامل نے اسے جھوٹے کا حکم دیدیا۔ وہ و بیت یہ ہیں۔

مَا أَمَرَ تَجَنَّبَكَ عَلَى الصَّبِّ خَفِي أَفْنَيْتَ زَمَانِي بِالْأَسَى وَالْأَسَفِ

عاشق پر جو تبہ سی ظلم و زیادتی ہے وہ کسی پر منتی نہیں۔ تو نے میری عمر کا زمانہ رنج و افسوس میں سب فنا کر دیا۔

مَاذَا غَضِبَ بِقَدْرٍ ذُنْبِي وَلَقَدْ بِالْكَفِّ وَمَا لَرَدِّتِ الْإِلَافُ كَفِي

جو غصہ ہے وہ میرے گناہ کے برابر نہیں بلکہ اس میں تو نے مبالغہ کیا ہے کہ جس سے میری بربادی کے سوا اور کوئی تیرا ارادہ نہیں۔

بعض کہتے ہیں وہ دو بیت جس سے اسے خلاصی ملی تھی یہ ہیں۔
 اِضْغَنْعَ مَا كُنْتُ أَنْتَ الْمَجْبُوبُ مَا لِي ذَنْبٌ بَلَى كَمَا قُلْتَ ذُنُوبُ
 کہ جو بوجھتا ہے۔ تو تو پیارا ہے۔ میرا گناہ تو کچھ نہیں۔ مگر چونکہ تو کہتا ہے تو بت گناہ ہیں۔
 هَلْ تَسْمِعُ بِالْوَصَالِ فِي كَيْلَتِنَا نَجْلُو صَدَّ الْقَلْبِ وَنَعْفُو ذُنُوبَ

کیا ایسی دہرائی بھی تو نہ کرے گا کہ ایک بات ہم مل کر کہیں جس سے میرے دل کے رنگ میل ہو تو ہمارا کلام ہیج ہو
 غرض جب وہ قید سے نکلا تو بادشاہ کے پاس اس کا وہی مرتبہ ہو گیا جو پہلے تھا بلکہ اس سے بھی
 بڑھ کر اس کی عزت ہو گئی۔ ملک کامل اپنے ایک بھائی سے ناراض ہو گیا تھا جس کا نام ملک فائز
 سابق الدین بابر اہم بن الملک العادل تھا۔ وہ صلاح الدین کے پاس آیا۔ اور چاہا کہ اس کے بھائی
 ملک کامل سے صفائی کرادے۔ صلاح الدین نے ملک کامل کو یہ شعر لکھ کر بھیجے۔

مِنْ شَرِّ صَاحِبٍ مَضْرُوبٍ لَيْكُونَنَّ كَمَا قَدْ كَانَ يُوسُفُ فِي الْحُسْنَى وَالْخَوْدِ

صاحب معرکہ کے مزدور ہے کہ ایسا ہو۔ جیسے حضرت یوسف بھلائی کے ساتھ اپنے بھائیوں سے پیش آئے تھے۔
 أَسْوَأُ قَبْلِكَ بِالْعَفْوِ وَأَفْقَرُ قَبْلَهُمْ وَكُوْلَاهُمْ بِرَحْمَتِهِ
 اونھوں نے بھائی کی۔ مگر امن کے مقابلہ میں اونھوں نے عفو کے ساتھ سلوک کیا اور جب وہ ممکن ہوئے

تو اونھوں نے امن پر غنابت کی اور محبت و دوستی کر دی۔

جب امپرو (فریدک ثانی) صاحب مقنیہ ۶۲۷ھ میں ساحل شام پر آیا۔ تو ملک کامل نے
 صلاح الدین کو ایچی کر کے اس کے پاس بھیجا۔ جب صلح کی شرطیں طے ہو گئیں اور امپرو نے قسم بھی
 کھائی۔ تو صلاح الدین نے ملک کامل کو یہ شعر لکھ کر بھیجے۔

نَزَّهَمَ الزَّعِيمُ إِلَّا نَبْرًا وَسُرْبًا سَلِمَ يَدُ فَعَلْنَا عَلَى أَفْطَلِهِ

لو شاہ امپرو نے افر کر کیا ہے کہ وہ صلح سے ماضی ہے۔ اور ہمارے ساتھ ہمیشہ اپنے اقرار پر رہے گا۔
 هَرَبَ الْيَمِينِ فَإِنْ تَعَرَّضَ نَالِكًا فَلْيَا كُنْ لَنَا لَكُمُ شَمَالِهِ

اوس نے (دعنا) تمہارا قسم کھانی ہے کہ اگر وہ اقرار کو توڑ دے تو اپنے بائین ہاتھ کا گوشت ہی کھا گئے۔
اوس کے یہ شعر بھی ہیں۔

وَإِذَا سَأَلْتِ بِذَلِكَ فَأَعْلَمْنَا لَكُمْ
قَطَعُوا إِلَيْكَ مَسَافِرَ الْأَجَالِ

جب تو اپنی اولاد کو دیکھے تو جان لے کہ اونہوں نے موت کا راستہ تیری طرف بنا دیا ہے۔

وَصَلَ الْبَنُونَ إِلَى لَحْلِ آبَائِهِمْ
تَجْمَعُ الْأَبَاءُ لِلْتِّزْحَالِ

اولاد جب اپنے باپوں کی جگہ پہنچتی ہے۔ تو اون کے باپ سفر کا سامان تیز کرتے ہیں۔

میرے ایک دوست نے یہ شعر بھی مجھے سنائے تھے اور کہا تھا کہ اوس کے یہ ہیں۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيهِ مَا سَمِعْتَ بِهِ
مِنْ كُلِّ هَوٍّ لَمْ يَكُنْ مِنْهُ عَلَى أَحَدٍ

قیامت کے دن ہر طرح کا خوف ہوگا۔ جیسا کہ تو نے سنا ہے۔ چاہئے کہ اوس سے سچتا رہو۔

إِلَّا إِذَا أَذَقْتُ طَعْمَ الْمَوْتِ فِي السَّفَرِ
يَكْفِيكَ مِنْ هَوٍّ أَنْ كُنْتَ تَبْلُغُ

یہی جانتا تھے کافی ہے۔ کہ اوس کی بول کو تو خیال میں بھی نہیں لاسکتا۔ بجز اس کے کہ موت کا مزہ تو سفر و نبوی میں

شرف الدین بن عثمن الشاعر دمشق نے ایک خط و شوق سے دیا مگر کو صلاح الدین کے پاس بھیجا تھا

میرے دوستا و عقیف الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن سنجوی مترجم و مصلی نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ خط

خاص ابن عثمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اور اوس میں اسے وصیت کی تھی۔ شروع میں اوس

کے یہ شعر تھے۔

أَبْنَتْكَ مَا لَقِيتُ مِنَ الْكِبَالِ
فَقَدْ قَصَصْتُ لَوَاعِيَهَا جَنَاحِي

وہ نے جو میرے ساتھ ساؤک کیا ہے وہ تجھ پر مین ظاہر کئے دیتا ہوں۔ اوس کے مصائب نے میرے بازو کو

وَكَيْفَ يُفِيئُ مَنْ عَنَتِ الرَّحَى أَيْ
مَرِيضٌ مَا يَدْرِي وَجْهَ الصَّلَاحِ

کیسے اچھا ہو سکتا ہے وہ مریض کہ جسے مصائب نے ستایا ہو۔ جب تک کہ وہ صلاح الدین کا مخدوم دیکھے۔

صلاح الدین مذکور کا ایک دیوان تو شعر میں کا ہے اور ایک دیوان و بیت کا۔ اخیر و دم تک اسکی

عزت و حرمت ملک کامل اور اور بلوک کے سامنے قائم رہی۔ جب ملک کامل نے بلا و دم

کا قصد کیا۔ تو یہ بھی اوس کے ساتھ چلا۔ راستہ میں سونڈا کے قریب بیمار ہو گیا اور جب بیماری کو سخت

ہو گئی تو لشکر سے راکھی طرف اسے لے گئے۔ مگر ۲۵ ذی الحجہ ۷۱۳ھ بمطابق ۱۲۳۳ء کو شہر میں

داخل ہونے سے پیشتر ہی مر گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بروز شنبہ ۲۰ رذ الحجہ کو اوس کا انتقال ہوا تھا۔ اوس وقت قبرستان باب خزان میں رہا سے باہر اوسے دفن کیا تھا۔ پھر اوس کے بیٹے نے اوسے دیار مصر میں لاکر کواۃ صغریٰ کے قبرستان میں آخر شعبان ۳۳۵ میں دفن کیا ہے۔ اوس زمانہ میں میں قاہرہ میں موجود تھا۔ اذازہ سے اوس کی عمر مرنے کے وقت کوئی ساٹھ برس کی ہو چکی تھی۔ اوس کا انتقال ہوا۔ پھر اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اوس کی ولادت کی تاریخ ماہ ربیع الآخر ۲۳۵ھ (اکتوبر ۱۸۷۵ء) ہے۔ اور اربل اوس کی پیدائش کا مقام ہے۔ اربل بکسر ہمزہ و سکون رائے ہلہ و بائے موحده و لام ایل کی طرف منسوب ہے جو موصل کے مشرق کی طرف ایک بڑا شہر ہے۔

۱۱) حاجب کا عہدہ ایسا تھا۔ جیسا آجکل انگریزی طرز ملکات میں جیمیلین یا پرائیوٹ سکرٹری کا جسے اسلامی حکومت میں کبھی کبھی خانسان بھی کہا کرتے تھے۔

۱۲) دیکھو تاریخ ذوال سلطنت روضۃ الکبریٰ مصنفہ گلین۔ اور نیز موسیٰ یوناد کی تلخیص التواریخ العربیہ فی الحروب و الصلیب

۱۳) ایک بادشاہ کا اس طرح قسم کھانا مصلحت وقت کے لحاظ سے ہو سکتا ہے جسے انگریزی زبان میں پالیسی کہتے ہیں۔ اور جس کا مراد عربی فارسی اور دو زبان میں نہیں ہے۔ ان الفاظ کو دیکھ کر انگریزی مترجم کہتا ہے۔ کہ ایسا حماقت آمیز مضمون صرف اصل عربی میں بن سکنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اگر ترجمہ کریں تو سیدھا مطلب ادا کرنا پڑے گا۔ اور عربی عبارت مضمون کا سا طرز اور ذہن میں الفاظ کی رعایت باقی رہیگی دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں شرب النبیذ کے محاورہ کا یہ مطلب ہے کہ اوس نے مجبوراً قہراً کمالی کھنکھنایا۔ (۱۴) یسے انون کا پیدا ہونا تیری موت کی نشانی ہے۔ انسانوں کے پاس بچہ اور موت دونوں آتے ہیں۔ لیکن بچہ پہلے آجاتے ہیں۔ اور موت پیچھے آتی ہے۔

۱۵) سوئڈا اور یاسے اؤڈوٹس کے دہان پر واقع ہے۔

۱۶) ابو نصر احمد بن جواد بن محمد بن عبد اللہ بن علی بن محمود بن حبیبہ الشربین الکوفی

الاصفہانی ملقب بن عبد اللہ بن علی بن محمود بن حبیبہ الشربین الکوفی

ملک کاتب اصفہانی کا چچا تھا جس کا ذکر انصار اللہ تعالیٰ آئندہ آئیگا۔ یہ عزیز الدین ایک رئیس کا بیٹا تھا

اور دولت سلجوقیہ میں مناصب خلیفہ پر ممتاز اور مقدم تھا۔ ذوی الحاجات اوس کے پاس آتے
شعر اوس کی مدح لکھتے اور یہہ اچھے انعام و اکرام دیتا تھا۔ ابو محمد الحسن بن احمد بن سلیمان بغدادی
مشہور شاعر ایک قصیدہ میں اوس کی نسبت کہتا ہے۔

اَمِنْ لَّوْ اَبْنَانُ خَوْ الْعِرَاقِ بِرِکَا بَکْمُرْ لِنَکْتَالَ مِنْ مَالِ الْعَزِیزِ بِضَاعُهُ

چلو چلو اپنے اونٹوں کی نخیل عراق کی طرف پھیر دین۔ تاکہ عزیز کی دولت سے تول تول کر بہن انعام
و اکرام ہاتھ آئیں۔

قاضی ابو بکر احمد بن محمد الارجانی نے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس کی مدح لکھی ہے۔ اور بیات
بانیہ جو اوس کے بیان میں آچکی ہیں ایک لنبہ قصیدہ میں اوس نے اسی عزیز الدین کی تعریف
میں لکھی ہیں۔ اس کا مضمون عموماً دو کاتب بھی اس پر بہت فخر کیا کرتا تھا۔ اپنی تالیفات میں اکثر اس کا
ذکر کیا ہے۔ یہہ اپنے اخیر عہد میں سلطان محمد بن ملک شاہ بن آلپ ارسلان سلجوقی کے خزانہ کا
متولی تھا اور سلطان محمود کو اوس کے چچا سلطان بہزور بن ملک شاہ کے بیٹی منسوب تھی۔ جب وہ
مرگئی تو اوس کے چچا نے وہ جہیز طلب کیا جو وہن کو دیا گیا تھا۔ اور جس میں انواع و اقسام کے تحفے
ہدایا اور ایسے عجائب و غرائب چیزیں تھیں کہ جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں مل سکتی تھیں۔
محمود نے ان سے انکار کیا۔ اور عزیز الدین کی جانب سے اسے خوف پیدا ہوا کہ یہ گواہی دیکھا
کیونکہ خزانہ دار ہونے کی وجہ سے اسے حال معلوم تھا اور یہہ مال و اسباب اوس کے ہمراہ بھیجا
گیا تھا۔ محمود نے اسے پکڑ کر قلعہ تکریت میں بھیج دیا۔ اوس وقت وہ قلعہ اوس کے قبضہ میں
تھا۔ یہاں کچھ مدت قید رکھنے کے بعد اوائل ۵۲۵ھ (۱۱۳۱ء) میں اوسے قتل کر ڈالا۔ رحمہ
اللہ تعالیٰ۔

عماد کاتب اوس کے بھتیجے نے اپنی کتاب خریدہ میں ذکر کیا ہے کہ اوس کا مولد اصفہان ہے
۵۲۵ھ (۱۱۳۱ء) میں پیدا ہوا تھا۔ اور تکریت میں ۵۲۵ھ (۱۱۳۱ء) میں اوسے قتل کیا گیا۔
اوس کی گرفتاری بغداد میں ہوئی تھی۔ عماد کاتب نے یہہ بھی کہا ہے کہ جب وہ قتل کیا گیا ہے تو
اوس وقت امیر نجم الدین ایوب سلطان صلاح الدین کا باپ اور اوس کا بھائی اسد الدین رشید
کوہ و دونوں قلعہ مذکور کے متولی تھے۔ انھوں نے اوس کی حفاظت کرنا چاہی تھی۔ مگر لوگوں نے

حمایت لئے کچھ نفع نہ بخشا۔

اَلْبَغِیْعَ ہمزہ وضم و سکون ہا جمعی لفظ ہے جس کی عربی میں عُقَاب کے معنی ہیں۔ اصفہان کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔ یہاں راہِ اودہ کی حاجت نہیں۔

(۱) زین الدین اور اوس کے بیٹے مظفر الدین کوک بوری والیان اور بل کے عہد میں مستوفی بہت بڑا عہدہ تھا جسے سکرٹری اسٹیٹ کہنا چاہئے۔ وزیر اعظم کے بعد اوس سے بڑا اور کوئی درجہ نہ تھا۔

(۲) اس سے اور ایک اور نفرو سے جرابن خلکان نے حریری کے تذکرہ میں لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ پانچویں صدی ہجری کے اخیر میں زندہ تھا۔ عماد الدین اصفہانی نے خریدہ میں اوس کے کچھ اشعار بطور نمونہ کے نقل کئے ہیں۔ مگر اس کے حالات مطلق نہیں بیان کئے۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۶۲ ناصح الدین آٹو جانی۔ اس قصیدہ کا پہلا مصرع یہ ہے۔ مَلَجَبْتُ آفَاقَ الْبِلَادِ مُتَطَوِّفًا۔

(۴) ملک شام کے بڑے بڑے شہر دو آب و جلد وفات اور ان کے قرب و جوار کے ملک اوس زمانہ میں بہت سے جاگیرداروں کے قبضہ میں تھے جو قریب قریب خود مختار باد حکومت کرتے تھے۔ اور قریب قریب ہمیشہ ہی آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ اس واسطے تکریب اور اور بہت سے مقام آج ایک کے قبضہ میں ہوتے تو کل دوسرے کے ہاتھ میں چلے جاتے تھے۔ مالک ہمیشہ بدلتے رہتے تھے۔

(۵) دیکھو تذکرہ ۳۲

اَرْثُ بْنُ اَكْسَبَ

- ۷۷ -

ملوک اَرْثُقیہ کا جدا مجدتر کمان قوم سے اور خلدوان جبل (عراق فارس) کا حاکم تھا۔ پھر فرخ الدولہ ابو محمد بن بہمن کو چھوڑ کر سلطان محمد بن ملک شاہ کے خوف سے ۷۸۴ھ یا ۷۸۵ھ میں شام کو چلا گیا۔ اور تاج الدولہ قشش جو قی کی طرف سے جس کا ذکر انشا اللہ تعالیٰ آئندہ آتا ہے قدس پر قابض ہو گیا تھا جب اَرْثُقیہ اوس تاریخ میں مر گیا جسے ہم آئندہ بیان کریں گے تو اوس کے دو بیٹے بیٹے شلمان اور ایل غازی باب کی جگہ والی ہوئے۔ ان پر فضل شاہنشاہ امیر الجیش نے جس کا ذکر آئندہ آتا ہے انشا اللہ تعالیٰ مصر سے فوج لیکر چڑھائی کی۔ اور شوال ۷۸۴ھ (۱۳۸۲ء) میں مقام

چھین لیا۔ یہ دونوں سجائی علاقہ جزیرہ فراتیہ کو چلے گئے۔ اور دیا بکر پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ مار دین کا آجکل جو مالک ہے وہ اسی کی نسل سے ہے۔ اس کے بیٹے نجم الدین اربل غازی نے سلطنت میں شہر پار دین پر قبضہ کیا تھا۔ اسی سلطان محمد نے پہلے بغداد میں اپنا شہنشاہ مقرر کیا تھا۔ اور اس کا بن اڑتق خاق کے عارضہ سے فزات کے یاغراۃ کے راستہ میں طرابلس اور قدس کے درمیان ۳۹۰ھ (۱۰۰۰ء) میں مرا تھا۔ اڑتق فہم و فراست میں اعلیٰ درجہ کا اور بڑا اولوالعزم صاحبِ اقبال اور کام میں بڑی جدوجہد کرنے والا تھا۔ ۳۹۵ھ (۱۰۰۵ء) میں اوس کا انتقال ہوا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اڑتق بصرہ ہمزہ و سکون رائے مہملہ و ضم تائے فوقانیہ وقاف۔ اکتب بفتح ہمزہ و سکون کا و فتح میں مہملہ و بائے موحده۔ جسے بعض نے اکتسک بجائے بجا کے بے کے بھی بتلایا ہے۔ واللہ اعلم

(۱) ابن خلکان میں سلطان محمد بن ملک شاہ لکھا ہے۔ مگر ملک شاہ صحیح ہے۔ یہ واقعہ ملک شاہ کے زمانہ کا ہے۔ (۲) ۳۹۵ھ یا ۳۹۶ھ کی بجائے ۳۹۵ھ یا ۳۹۶ھ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ واقعہ تاریخ کامل ابن اثیر کے رو سے ۳۹۵ھ میں ہوا ہے۔ ۳۹۵ھ میں فخر الدین سلار سلطان ملک شاہ جس کی ماتحتی میں اڑتق بن اکتب تھا شرف الدولہ شمس بن قوش کی تنبیہ کو گیا اور ارد میں جا کر اوس کو محصور کر لیا۔ لیکن شرف الدولہ اس شہر سے بھاگ گیا۔ اوس نے ارنق کو رشتہ دہی تھی جس سے اوس نے شرف الدولہ کو نکل جانے دیا۔ اس سے ارنق نے جان لیا۔ کہ ملک شاہ اوسے پکڑ کر مار ڈالے گا۔ وہ شام کو اوس کے خوف سے چل دیا۔

(۳) بعض لوگوں نے اوسے شمس بنون پڑا ہے۔ مگر ابن خلکان نے اس کا صحیح تلفظ شمس بتا دیا ہے۔ (۴) شمس آجکل کے رواج کے مطابق انگریزی حکومت میں ریڈیٹ اینڈ بھٹ کو کہنا چاہئے۔ یہ فارسی محاورہ کے مطابق ہے۔ شمس کی عہد ریڈیٹسی کو کہتے تھے جس زمانہ میں خاندان سلجوقیہ کا آفتاب بروج پر تھا۔ تو خلفائے عباسی کی حکومت جاتی رہی تھی۔ اون کو اگر کچھ حکومت حاصل تھی تو نہ ہی حیثیت سے تھی۔ خاص بغداد میں بھی جہاں براہ راست وہ حاکم تھے انھیں سلجوقی حکومت کی مرضی پر چلنا پڑتا تھا۔ سلاطین سلجوقی خود تو اصفہان یا ہمدان میں رہتی تھی۔ مگر بغداد میں اپنی طرف سے شمس رکھتی تھی۔ تاکہ خلفا اپنی دارالسلطنت میں بھی سلجوقیوں کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کر سکیں۔

جب مغل سلجوقیوں کو مٹا کر یہاں غالب ہوئے۔ اہ فارس عراق اور شام پر قبضہ کر لیا۔ تو انھوں نے بھی ان ملکوں کے کسی شہر میں اپنی فوج حفاظت کے لئے نہ رکھی۔ اس قدر فوج اون کے پاس نہ تھی۔ کہ ہر ایک تمام

کی وہ حفاظت کر سکتے۔ بڑے بڑے مقامات پر مرث وہ اپنے شمعہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور تمام دریا یا اور امر کے ملک سے اون کی حفاظت کا عہد لے لیتے تھے۔

(۵) ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عثمان دمشق کو بڑی تیزی سے جارہا تھا۔ تاکہ ذنگبون سے جا کر اوس کی غلط کرے کہ راستہ میں قریبن کے پاس اوس کا انتقال ہو گیا۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ ابن خلکان میں جو لفظ ذرات یا غزاة لکھا ہوا ہے اسے غزاة پڑھیں تو معنی بہت صاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مطلب ہو گا۔ کہ جب وہ طرابلس سے قدس کو غزاکے واسطے جارہا تھا تو راستہ میں اوس کا انتقال ہو گیا۔ واقعہ اسلم کیا صحیح ہے۔

۴۔ ابوالحارث ارسلان بن عبداللہ البسائری ترکی

بغداد کے ترکوں کا مقدم اور سردار تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہاء الدولہ بن عضد الدولہ بن بونہ کا غلام تھا۔ واقعہ اس لئے امام قائم بام اللہ کے خلاف بغداد میں خراج کیا تھا۔ جس نے اسے تمام ترکوں کا مقدم بنایا۔ اور کل معاملات اوس کے سپرد کر دیے تھے۔ عراق اور خوزستان کے تمام منابر پر اوس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جس سے اوس کی عظمت و شان بڑھ گئی اور ملوک ڈرنے لگے تھے۔ پھر امام قائم کے مقابلہ میں اٹھا بغداد سے اسے نکال باہر کر دیا۔ اور مستنصر مجتبیٰ (خلیفہ فاطمی) صاحب مصر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ امام قائم مجبوراً امیر عرب محمدی الدین ابوالحارث ہارث بن النعمانی صاحب الحدیثہ و عمانہ کے پاس چلا گیا۔ اس امیر نے اسے پناہ دی۔ اور ایک سال تک اوس کے تمام مانجناج کا کفیل رہا۔ پھر طغرل بیگ سلجوقی آیا۔ اور بسائری مذکور سے لڑ کر اسے مار ڈالا۔ قائم یہ سن کر بغداد کو لوٹ آیا۔ کہتے ہیں کہ جس تاریخ پچھلے سال قائم بغداد سے نکلا تھا اسی تاریخ ایک سال کے بعد ہجیر وہاں داخل ہوا تھا۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے۔ اور بڑا مشہور واقعہ ہے۔ سلطان طغرل بیگ سلجوقی کے لشکر نے بغداد میں بسائری کو بروز چشمنہ روزی الحجہ اور ابن العظیمی (اسی تاریخ میں) کہتا ہے۔ بروز شنبہ اولی الحجہ ۴۴۷ھ (جنوری ۱۰۶۶ء) کو قتل کیا۔ اور شہر میں سرگٹھا کر باب النعمانی کے سامنے اوس کا دھڑ لٹکادیا تھا۔ بسائری بفتح بائے موحده وسین مہملہ والف وسین مہملہ کسودہ ویاے تھمانیہ درآ

بلکہ منسوب ہے فارس کے ایک شہر کی طرف جسے فارس والے بسا اور عرب والے فنا کہتے ہیں۔ اور عرب میں اوس کی نسبت فسوی ہوتی ہے۔ شیخ ابو علی فارس نسوی صاحب الایضاح جسے فسوی بھی کہتے ہیں اسی جگہ کارہنے والا تھا۔ اہل فارس جب بسا کی طرف نسبت کرتے ہیں تو اصل کے خلاف بسا سیری بولتے ہیں۔ یہ ایک شاذ نسبت ہے۔ ارسلان مذکور کا آقا بسا کا رہنے والا تھا اسی سے اوس کے ملوک بھی اوس کے ساتھ منسوب ہو گئے۔ اور بسا سیری کہلانے لگے تھے۔ یہ بمعانی کا بیان ہے جو اوس نے اویب ابو العباس احمد بن علی بن بابہ قاسمی سے نقل کیا ہے۔ یہ لفظ اپنی اصل سے بڑا دیا گیا ہے۔ امیر ہارث بن المجملی صفر ۳۹۹ھ واکتوبر ۱۱۸۸ھ میں مرا ہے۔ جو اٹھنی برس سے تاجدار کر گیا تھا۔ اوس کا نسب اس طرح ہے۔ ہارث بن المجملی بن حلیث بن قبان بن شعب بن المقلد بن جعفر بن عمرو بن المہنا۔ باقی نسب اوس کا المقلد بن المہنا کے بیان میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۱) مستعصم سے اول خلیفہ تھا جس نے ترکون کو اپنی خدمت میں ملازم رکھا تھا۔ اوس وقت ادون کی تعداد چار ہزار تھی اور دوسری فوج سے ادون کا لباس اور متیاری بہتر تھے۔ ان کا لباس ریشمی اور زربفت کا تھا۔ ماخوذ از کتاب مروج المذہب للابام مسعودی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۲) خطبہ جمعہ کے دن مسجد کا امام ہمیشہ پڑھا کرتا ہے۔ جو امام ابو حنیفہ کے نزدیک شرط اور فرض ہے خطبہ شرع میں اوس کلام کو کہتے ہیں کہ جس میں ذکر پروردگار عالم اور شہادتین اور درود اور نصیحت کا بیان ہو۔ اس میں سلاطین وقت کے واسطے دعا مانگنے کا بھی دستور ہو گیا ہے۔ اور بادشاہ وقت کا خطبہ میں تمام لینا اور سکھایا نا بادشاہ کے خاص حقوق قرار دیئے گئے ہیں۔ جس کا نام خطبہ میں لیا جائے اور جس کے نام کا سکھایا جائے وہ جائز اور حقدار حاکم سمجھا جاتا ہے۔

۱۳) خلفائے عباسیہ کی ماتحتی میں امارے عرب اسی طرح تھے جیسے ملوک غسان بادشاہان مردم کے تحت تھے۔ یا ملوک حیرہ و شاہان ایران کے مطیع تھے یہ لوگ قبائل عرب پر حکومت کرتے تھے۔

۱۴) یہ دونوں شہر جزیرہ فرات و دجلہ کے ملک میں واقع ہیں۔

۱۵) ابو عبد اللہ محمد بن علی المظفری تاجی حلب کا مصنف ہے اور حلب کا ہی رہنے والا ہے۔

۷۹ ابوالکارت ارسلان شاہ بن عزالدین معبود بن قطب الدیرمچ و دودین عماد الدین زنگی بن آق سُنقر صاحب موصل معروف اٹابک

ملک عادل نور الدین کے لقب سے ملقب تھا اس کے اہل بیت سے کتنے ہی لوگوں کا ذکر آتا ہے اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئیگا۔ نور الدین مذکور اپنے باپ کی وفات کے بعد جس کی تاریخ اس کے بارے میں بیان میں لکھی جا چکی موصل کا حاکم ہوا۔ یہ اچھا عاقل پادشاہ تھا امورات ملک کو خود جانتا تھا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس کے خاندان میں اس کے سوا کوئی کوئی اور شافعی نہ تھا۔ شافعیوں کے واسطے موصل میں اس نے ایک مدرسہ بھی ایسا خوبصورت بنایا تھا کہ بہت ہی کم کہیں دیکھنے میں آیا ہوگا۔ ملک عادل شب بیکشنہ ۲۹ رجب سنہ ۶۲۷ (جنوری ۱۲۲۸ء) کو (جب کہ وہ) دریا کے دجلہ میں (سیر کر رہا تھا) ایک شکار ڈرونگی (میں موصل سے باہر) شکار اسی قسم کی ایک کشتی ہے جسے مصر والے خرّافہ کہتے ہیں۔ اس کی موت کو اس وقت تک چھپائے رہا جب تک کہ اسے دارالسلطنت موصل میں نہ لے آئے۔ وہاں لاکر اسے در سے مذکور کے اندر اس کے مقبرہ میں دفن کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اس نے دو بیٹے ملک قاہر عز الدین معبود اور ملک منصور عماد الدین زنگی چھوڑے تھے جن کا ذکر ان کے واداروں معبود بن معبود و دودین زنگی کے بیان میں ہم نے لکھا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہئے۔ اس کے بعد کا بیٹا قاہر ملک کا مالک ہوا جس کا ذکر بھی اسی مقام پر ناظرین کو ملیگا۔ یہ امیر بدر الدین ابوالفضل لؤلؤ کا استاد تھا۔ جس نے آخر رمضان سنہ ۶۳۷ (جولائی ۱۲۳۹ء) میں موصل پر غلبہ حاصل کر کے قتل کر لیا تھا۔ یہ پہلے ہی سے وہاں کا نائب تھا۔ پھر خود مختار بن بیٹھا۔ اسی کا ذکر عماد الدین بن المشطو کے بیان میں آچکا ہے۔

۱۔ اٹابک فارسی دو لغتوں کا نام اور یہ اس سے مرکب ہے۔ اٹاباپ اور یک سرور کو کہتے ہیں۔ اٹابک کا اطلاق اس ستاد وزیر اعظم کو بھی خود بادشاہ پر بھی آیا ہے۔

۲۔ عز الدین معبود سنہ ۶۳۷ (۱۲۳۹ء) میں ملے ہوئے دیکھتے ذکرہ ۶۹۲

(۳) اس کا تمام خاندان غالباً حنفی تھا۔ نواز الدین محمود اوس کے دادا کا باب یقیناً حنفی تھا۔ لیکن حنفی سے شافعی یا شافعی سے حنفی ہونا کوئی اہم واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ اہل سنت میں چاہئے جس امام کی تقلید کرے یا بالکل تقلید ہی نہ کرے کوئی اس کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ وہ بختہ مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ ابن خلکان چونکہ شافعی ہے وہ اسے بڑی بے جا سمجھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ اکثر شافعی فقہاء کے تذکرات زیادہ لکھتا ہے۔

(۴) موصل کے قریب دریائے دجلہ کو الگھٹا (دریا) کہتے ہیں اور شط اس معنی میں کثرت سے متعل ہے۔

(۵) اس لفظ کا تلفظ تاریخ یا نعی سے اسی طرح لیا گیا ہے۔ وہ مشت میں اسے شتارہ لکھتا ہے۔

(۶) تخرافہ کے معنی ایک کشتی یا دو گلی کے ہیں۔

(۷) دیکھو تذکرہ ۷۴۔

ابو بکر ازہر بن سعد السَّمان

۸۰

قبیلہ بنو ہاشم کا مولیٰ اور صبرہ کار سننے والا تھا۔ حدیث حُمَیدُ الطَّوِیْلِ سے روایت کرتا تھا۔ اور اوس سے اہل عراق نے روایت کی ہے۔ ابو جعفر منصور کے خلیفہ بننے سے قبل اوس کے ساتھ ساتھ رہا کرتا تھا۔ جب منصور خلیفہ ہو گیا۔ تو ازہر اوس کے پاس تحنیت کے لئے آیا۔ مگر منصور نے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ اس لئے وہ موقع کا منتظر رہا۔ اور جب اوس کے دربار عام کا دن ہوا تو وہ ان پہنچا۔ اور خلیفہ کو جاکر سلام کیا۔ منصور نے پوچھا تو کیوں آیا ہے۔ کہا۔ امارت کی مبارکباد دینے آیا ہوں۔ منصور نے کہا اوسے ہزار دینار دیدو۔ اور کہہ دو مبارکبادی کا حق آپ نے ادا کر دیا۔ پھر بھی بتانا۔ ازہر چلا گیا۔ مگر پھر سال آئندہ میں موجود ہوا۔ پھر منصور نے اوس سے ملاقات نہ کی۔ ازہر بھی پہلے کی طرح ایک مجمع عام میں پھر اوس کے پاس نہا حاضر ہوا۔ اور سلام کیا۔ منصور نے پوچھا کیوں اب کس لئے آیا ہے۔ کہا میں نے سنا تھا کہ آپ بیمار ہو گئے ہیں۔ عیادت کے لئے آیا ہوں۔ منصور نے کہا اوسے ہزار دینار دیدو اور کہہ دو کہ تو نے عیادت کا حق ادا کر دیا۔ پھر میرے پاس نہ آنا میں بہت ہی کم بیمار ہوتا ہوں۔ ازہر چلا گیا۔ مگر دوسرے سال پھر جاوہر کا۔ اور دربار عام میں سامنے پہنچ گیا۔ منصور نے پوچھا کہ اب کیوں آئے۔ کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو ایک دعا کا استجاب آتی ہے۔ میں اسے آپ سے سیکھنے آیا ہوں۔ کہ! اوس میں کچھ اثر نہیں رہا۔ میں اسے

نبی مُنْقِد قلعہ شیر کے الگ ہون اور اون کے علما اور دلاوروں میں تھا ادب کے مختلف شعبوں میں اس کی کتنی ہی کتابیں ہیں۔ ابوالبرکات بن الستوفی نے تاریخ اربل میں اس کا ذکر تعریف کے ساتھ کیا۔ اور اون منتخب لوگوں میں شمار کیا جواہل میں آئے تھے۔ اور اس کے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں۔ علاوہ کتاب نے بھی خریدہ میں ذکر کیا اور تعریف کے بعد کہا ہے کہ وہ دمشق میں زمین بگاہ بعد اومین رہتا تھا۔ پھر ہان سے اس کا دل اڑھ گیا۔ جیسے کسی کریم النفس کا اپنے گھر سے اڑھ جاتا ہے۔ مصر کو چلا گیا۔ وہاں صالح بن رزیک کے عہد تک امیرانہ بسر کی سب لوگ اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ پھر شام کو چلا آیا۔ اور دمشق میں رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ دماغ کے انقباضات نے اس سے حصن گدایا میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد جب رشتہ میں سلطان مملک الہین رحمۃ اللہ تعالیٰ دمشق کا نالک ہوا۔ اس نے اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت امامہ کی عمدائی سے تجاویز لگتی تھیں۔ سما کے سوا اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مصر میں آیا۔ ہے تو خافرن الحافظ کا زمانہ تھا۔ اور وزیر اس وقت سادل بن سلا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ مگر اس نے کچھ ایسا کام کیا کہ وہ مار گیا۔ جیسا کہ اس کے بیان میں مذکور ہے۔ اس بیان کے لکھنے کے بعد مجھے ایک کتاب ملی جو اس نے اپنے ہاتھ سے رشید بن الزبیر کو لکھ کر دی تھی کہ وہ اسے کتاب انجمن میں شامل کرے۔ اس پر لکھا تھا کہ یہ کتاب مدینہ شریف میں لکھی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت خافرن الحافظ کے زمانہ میں مصر کو گیا تھا۔ اور ہان غاؤل بن السلا کے زمانہ قتل تک مقیم رہا تھا۔ کیونکہ اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ وہ اس کے قتل کے وقت وہاں موجود تھا۔ اس کا ایک دیوان بھی ہے جو لوگوں کے پاس دو جلدوں میں لکھا ہوا ملتا ہے میں نے خاص اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اور یہ شعر نقل کئے ہیں۔

لَا تَشْتَعِرْ حَلْدًا عَلَيَّ أَهْجَرًا نَيْمِمْ فَقَوْلَا كَضَعْفٌ مِنْ صُدُودٍ

اون کی جدائی سے اکراہ و بے پردائی سوداگ لے یعنی متنفر نہ ہو جا۔ کیونکہ ہمیشہ کے رکے رہنے سے تیرے قواضعیف ہو جائینگے۔

وَاعْلَمُوا بِأَنَّكَ إِنْ حَجَّتَ إِلَيْهِمْ طَوْعًا وَآلَا عُدَّتْ عَوْدَةُ سَلَ غِمْ

یہہ جان لے کہ اگر تو نے خوشی سے اون کی طرف رجوع کیا تو بہتر ہے۔ ورنہ اپنی مرضی کے خلاف رجوع کرنا ناگوار

یہ شعر بھی میں نے اوس سے نقل کئے ہیں۔ جو اس نے ابن طلیب مصری کے حق میں جس کا مکان
جل گیا تھا کہے تھے۔

أَنْظُرْ إِلَى الْيَوْمِ كَيْفَ تَسُوقُنَا قَسْرًا إِلَى الْإِقْرَارِ بِالْأَقْدَارِ

زبان کو دیکھو کہ ہمیں تقدیر کے اقرار پر کس طرح مجبور کرتا ہے۔

مَا أَوْقَدَ ابْنُ طَلَيْبٍ قَطْبَ دَلِيرٍ نَارًا وَكَانَ خَرَابُهَا بِالْأَسَارِ

ابن طلیب نے کبھی اپنے گھر میں آگ نہ جلائی کہ کسی کی ہانی کرے، مگر دیکھو اس کا گھر آگ سے ہی تباہ ہو گیا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ وجین بن حنظلہ مصری کتب فروش پر گذر تھا جس کا مصر میں ایک نہایت اچھا مکان
تھا اور آگ لگ کر جل گیا تھا۔ نیش الاماک ابو الحسن علی بن مفرج معروف ابن النعم نے جو اصل میں عزة
النعمان کا رہنے والا تھا مگر مصر میں اقامت اختیار کر لی اور وہیں مرا تھا اس کی نسبت یہ شعر کہہ میں
أَقُولُ وَقَدْ عَايَنْتُ إِسْرَ ابْنِ صَبِيحٍ وَلِلنَّارِ فِيهَا مَارِجٌ يَتَضَرَّعُ

جب میں سنہ ابن صوره کے مکان کو دیکھا۔ جس میں آگ کے شعلے بڑی تیزی سے اڑ رہے تھے تو کہا۔

كَذَا كُلُّ مَالٍ أَصْلُهُ مِنْ مِّمَّاءٍ وَشِئْنٌ فَعَمَّا قَلِيلٍ فِي نَفَايِدٍ يَعْدَمُ

یہی حال اس مال کا ہوا کرتا ہے جو اصل میں ناجائز طور سے وصول ہوا ہو۔ کہ بہت ہی جلد ہی اٹک کر معدوم ہوتا ہے۔

وَمَا خَوَّلَهُ كَافِرٌ طَالَ عُمْرُهُ كَجَاعَتُهُ لَمَّا اسْتَبْطَاعَتْهُ جَهَنَّمُ

وہ ایک کافر تھا عمر بہت دراز ہو گئی۔ اور جہنم میں پہنچنے کو۔ پر ہو گئی تھی اس لئے وہ دنیا کی ہی آگ اس پر چوٹی

دوسری بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مِنْ أَصَابَ مَالًا مِنْ مِمَّاءٍ وَشِئْنٌ أَذْهَبَهُ اللَّهُ عَنِّي

تھا اور سے ماخوذ ہے مہاوش کے معنی ایزام اور بہار کے معنی مہالاک کے ہیں۔ و نیز مذکور کا نام

ابو الفتح ناصر بن ابی الحسن علی بن خلف انصاری معروف ابن صنوره۔ یہ مصر میں کتابوں کا دال تھا۔ اور اس کا

کا کا خوب چلتا تھا۔ اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھا کرتا۔ بڑے بڑے رؤسا و فضلا یکٹھرا اور چہار شنبہ

کو اس کے یہاں آتے۔ یہ فروخت کی کتابیں اور خرید دیکھتا تھا۔ بازار کے آخر وقت تک اس کے

پاس بڑا جمع رہتا تھا۔ جب سلفی مر گیا تو اس کی کتابیں خریدنے کے لئے وہ سکندریہ کو بھی گیا تھا۔

۱۶ ربیع الآخر ۶۸۵ھ (اکتوبر ۱۲۸۵ء) میں اس کا انتقال مصر میں ہوا ہے۔ قوافہ میں مدفون ہے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن مسعود کا ایک قطعہ ہے جس میں وہ اپنے ضعف کا حال بیان کرتا ہے۔
فَأَعْجَبُ لِرُضْعَتِي دُونَ حَرْمِي كُلِّهَا قَلَمًا مِّنْ بَعْدِ خَطِّ الْقَنَانِي أَبْتَهَ الْأَسَدَ

تعجب ہے کہ میرا ہاتھ قلم اور مٹھانے کی بجائے شیر کے سینہ میں نیرن کو چرچر کر دیتا تھا
میں نے اوس کے دیوان سے یہ بیتیں بھی نقل کی ہیں جو اوس نے اپنے باپ نضرؓ کے بارے میں کہی تھیں۔

وَمَا أَشْكُو تَاكُونَ أَهْلٌ وَدُونِي وَلَوْ أَجِدْتُ شَكِيَّتَهُمْ شَاكُوْتُ

میں اپنے اہل محبت کی تلون مزاحی کی شکایت نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر شکایت سے کچھ فائدہ دیکھتا تو شکایت کرتا۔

مَلَكَتْ عَنَابَهُمْ وَيَكْسُتُ مِنْهُمْ فَمَا أَنْجُوهُمْ فَيَسْنَ رَجَوْتُ

میں ان کے عناب سے تنگ آگیا اور مایوس ہو گیا ہوں۔ مجھے ان کے لون کو دن میں ہونے کی امید نہیں تھی جن سے میں امید کر سکتا ہوں۔

إِذَا أَدَمَّتْ قَوَارِصُ مَرَقٍ إِدْنِي كَظَمْتُ عَلَى أَذَاهُمْ وَأَنْطَوْنِي

جب ان کے طعنہ میرے دل میں جا گئے تو میں نے اپنے غصہ کو فرو کیا اور ان کی اذیتوں کو چھ کر ڈالا۔

وَرُحْتُ عَلَيْهِمْ طَلْنِي الْحَيَا كَأَنِّي مَا سَمِعْتُ وَلَا رَأَيْتُ

اور صفا معہ بنا کر ان کے سامنے پہنچا گیا اور ان کی باتوں کو نہ تو میں نے سنا ہی تھا اور نہ دیکھا ہی تھا۔

تَجَنُّوْا إِلَيَّ ذُنُوبًا مَا جَنَحْتُمْ يَدَايَ وَلَا أَمْرًا وَلَا نَفْعِي

اور صحن نے مجھ پر ان گناہوں کی تہمت لگائی ہے جو میرے ہاتھوں نے کبھی نہیں کئے۔ اور میں نے حکم دیا کہ

وَلَا وَاللَّهِ مَا أَضْمَرْتُ لَكَ سِرًّا كَمَا قَدْ أَظْهَرُوهُ وَلَا تَوَيْتُ

اور یہ قسم خدا کی دل میں غدر کا ارادہ کیا یا اوس بات کی نیت کی جو مجھ پر وہ علانیہ جوڑتے ہیں۔

وَيَوْمَ الْحَشْرِ مَوْعِدًا وَاقْتَدُوْا صَحِيْفَتُهُ مَا جَنَوْهُ وَمَا كُنْتُ

حشر کے دن ہم اور وہ ملین گے۔ وہ ان کا اعمال ظاہر کر دیگا کہ کیا کیا انھوں نے جبر کیا ہے اور کیا کیا نہیں

دو بیٹیں اوس کی اور ہیں جو اسی زبونی اور وزن میں اوس نے ایک خط کے شروع میں اپنے

ایک رشتہ دار کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ وہ نہایت درجہ کی اچھی ہیں۔
تَقَا أَلَمَ الْفِرَاقِ النَّاسُ قَبْلِي وَسَرَّوْغَ بِالنَّوَى حَيٍّ وَمَيِّتٍ

محمد سے پہلے بھی لوگوں نے جدائی کے الم کی شکایتیں کی ہیں۔ اور زندوں اور مردوں نے جہلی کے خدا کا نام لیا
 وَأَمَّا أَنَا لِي مَا ضَمَمْتُ ضَلُّوْهُنَّ وَأَنَا لِي مَا سَمِعْتُ وَلَا رَأَيْتُ
 مگر جو رنج و غم میرے سینہ کے اندر ہے وہ تو میں نے نہ کبھی سنا اور نہ دیکھا۔

بات پر بات کہی جاتی ہے۔ اویب ابو الحسن یحییٰ بن عبد العظیم معروف جزا مصری نے اپنی بیعتیں
 مجھے سنائی تھیں۔ جو اوس نے کسی مصر کے اویب کی نسبت لکھی تھیں وہ ایک بڑا بولہا شخص تھا
 اور فارش کے سبب سے اوس نے اپنے بدن پر گندک ملی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ جب یہ حال میں
 نے سنا تو یہ بیعتیں لکھ کر اوس کو بھیجیں۔

أَيُّهَا السَّيِّئَةُ الْذَّيْبَةُ ادْعَاءُ مِنْ مُحِبِّ خَالٍ مِنَ التَّنَكُّبِ

اے سیلا اویب کسی دوست کی بات جو طعنہ سے خالی ہو اس سے سن۔

أَنْتَ كَيْفَ وَقَدْ فُرِّبْتَ مِنَ الْمَاءِ مِنْ كَأَيْدٍ أَدَّهَنْتَ بِالْكَزْبِ
 تو تو بولہا شیخ ہے اور اس لئے آتش (دوغ) سے بہت قریب ہو گیا ہے پھر تو نے اپنی بدن پر گندک کیوں ملی ہے
 میں نے امیر ابو المظفر اسامہ بن منقذ کو ر کے یہ شعر خود اوس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھے
 ہیں۔ جو اوس نے اپنی داڑھ اوکھڑنے کے وقت کہے تھے۔ اوس کا بیان ہے کہ یہ شعر اوس وقت
 کہے تھے جب وہ غلاط کے پاس پہنچا تھا۔ یہ ایک نہایت عجیب و غریب مضمون ہے۔ اور
 اس لائق ہے کہ دانتوں کی پہیلی ہو جائے۔

وَصَاحِبُ لَا أَمَلٍ الدَّهْرِ صِحْنُهُ كَيْشَقِي النِّفْعِي وَلَيْسَ عِي مُحْتَمِدٍ
 میرا ایک رفیق محبت تھا جس کی صحبت سے کبھی رنج و ملال نہیں ہوا۔ وہ میرے نفع کے لئے سستی کرتا تھا
 اور بڑی سی محنت و سعی کرتا تھا۔

لَوْ أَلَقَهُ مُذْ تَصَاحَبْنَا لَخَبِرَ بَيْكَا لِنَاظِرِي إِفْتَرَقْنَا فَرَقًا لَا بَدَى
 جب تک ہم اور وہ ساتھ ساتھ رہے کبھی میں نے اس سے نہ دیکھا۔ لیکن جب وہ میری آنکھوں کے
 سامنے آیا تو ہم اور وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔

عما و کتاب کہتا ہے کہ مجھے اوس کے طعنہ کی ہمیشہ آرزو رہا کرتی تھی۔ اور وہ یہی دوز سے اوس
 کی سخاوت کے منہ کو دیکھا کرتا تھا۔ آخر کار جب میں صفر ۳۵۰ میں اوس سے ملا تو اوس کی

پیدائش کی تاریخ پوچھی۔ کہا روز یکشنبہ ۲۷ جمادی الآخر ۸۵۵ھ (جولائی ۱۵۱۸ء) ہے میرے
 نزدیک وہ قلعہ شیخز میں پیدا ہوا تھا۔ اور دمشق میں دو شنبہ کی رات ۸۳ رمضان ۸۵۵ھ
 (نومبر ۱۸۸۵ء) کو انتقال کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دوسرے روز جبل قاسیون کے مشرق میں دفن
 ہوا۔ میں اوس کے مقبرہ میں گیا ہوں۔ جو دریائے نرید کے شمالی جانب بنا ہے۔ قرآن کی تجاویز
 وہاں پڑھ کر اوس کو بخش دی ہیں۔

اوس کا باپ ابو اسامہ مہر شہ ۸۳۵ھ (۱۳۷۸ء) میں مرا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
 شیخز بفتح شین مثلثہ و سکون یا کے تحتانیہ و زائے معجمہ مفتوحہ و رائے مہملہ حاک کے پاس (جسے
 اہل یورپ ابھیغیا کہتے ہیں) ایک قلعہ ہے جو منقذ خاندان کے نام سے مشہور ہے جس کا ذکر
 حرف عین میں اوس کے دادا علی بن منقذ کے بیان میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) یہ نام اگرچہ کئی نسخوں میں منقذ بال مہملہ لکھا ہوا ہے۔ مگر بذال معجمہ ہے۔

(۲) دیکھو تذکرہ ۲۵۸

(۳) یہاں میں نے کتاب میر کا مرجع ظاہر کر دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدینہ میں اس
 وزیر کے تقرر سے پیشہ نہ کیا تھا۔ کیونکہ اوس کا تقرر ۸۳۵ھ یا ۸۳۶ھ میں ہوا ہے۔

(۴) دلال الکتاب کے معنی میں نے کتب فروش کے لئے ہیں۔ مگر اصلی معنی اوس کے کتاب بیوانے والے
 کے ہیں جو دوسرے لوگوں کی کتابیں خریداروں کے ہاتھ فروخت کرا کے۔

(۵) ترجمہ اگر کوئی شخص حرام دنیا جائز طور سے دولت جمع کرے تو خدا اسے ہلاکت کی طرف بھیج دیتا ہے۔

(۶) دیکھو تذکرہ ۲۴ ابو جعفر طحاوی کا نوٹ ۱۲۔

(۷) رومی شعر کے قافیہ کا اخیر حرف جو اوس نظم کے اخیر میں سب جگہ آوے۔

(۸) غالباً مصنف نے یہ واقعہ اپنی کتاب کے حاشیہ پر اوس مقام پر لکھا ہوگا۔ جہاں ابن صدرہ کے مکان کے
 جل جانے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ناقل نے غلطی سے یہاں نقل کر دیا ہے۔ یہ اسی مقام پر زیادہ چہاں ہوتا ہے۔

(۹) ہزار اوس زمانہ کے بڑے نامی گرامی شعرا میں تھا۔ ابن خلکان اوس پر نہایت بہرانی کرتا تھا ۸۵۵ھ

(۱۰) ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۶۹۹ھ (۱۲۸۵ھ) میں انتقال کیا۔ ماخوذ از ذیل ابن خلکان مصنف الصفا
 جزاؤں کے معنی ہیں۔ اور نمون کا قصاص۔

(۱۰) بہرہ غالباً اوس وقت کا ذکر ہے جب صلاح الدین نے ملتان میں اوس پر تاخت کی تھی۔

(۱۱) دیکھو تذکرہ ۴۵۶۔

۷۲۔ ابو یعقوب اسحاق معروف ابن راہوئیہ

مروشا ہجہان کا رہنے والا اور خُظْلَہ کی نسل میں تھا جس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ابو یعقوب اسحاق بن ابی الحسن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ بن مطر بن عبید اللہ بن غالب بن عبد الوہاب بن عبید اللہ بن عطیۃ بن مرقہ بن کعب بن بہام بن اسد بن مرقہ بن عمرو بن خُظْلَہ بن مالک بن زید مناۃ بن نسیم بن رُہ ابن راہوئیہ۔ حدیث فقہ میں جیسا عالم تھا اسی طرح زہد و عبادت میں بھی بیکتاوی۔ عصر وراثۃ اسلام سے تھا۔ دارِ قُطَیْنی نے اس کا ادون لوگون میں ذکر کیا ہے جنھوں نے شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور بیہقی نے اوسے شافعی کے اصحاب میں بتایا ہے۔ اس اور امام شافعی سے جوازِ بیع مکانات کہہ کے مسئلہ میں بڑی بحث ہوئی تھی جسے شیخ فخر الدین اریزی نے اپنی کتاب مناقب الامام الشافعی رضی اللہ عنہ میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ جب لوگون نے اس کے فضل و کمال کو دیکھ لیا۔ تو اس کی کتابوں کو لکھنے لگے۔ اور مصر میں اوسکی تصنیفات کو (بڑی احتیاط سے) محفوق نے جمع کیا۔ امام محمد بن حُشَل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسحاق ہمارے نزدیک اسلام کے ائمہ سے ہے۔ اور اوس سے بڑھ کر آج تک کسی فقیہ نے پہلے سے عبور نہیں کیا۔ اسحاق کہتا تھا مجھے ستر ہزار حدیثیں حفظ یاد ہیں۔ اور ایک لاکھ حدیثیں میرے ذہن میں ہیں۔ میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سنی جسے حفظ نہ کر لیا ہو۔ اور نہ کبھی کوئی شخص ایسی حفظ کی کہ بھول گیا ہوں۔ اوس کی مُتَنَازِع مشہور ہے۔ وہ حجاز و عراق میں شام کو گیا تھا۔ اور سفیان بن عُیَیْنہ اور اوس کے طریقہ کے لوگون سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔ اور اوس سے بخاری مسلم ترمذی (سے ائمہ دین) نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ اس کی ولادت سلسلہ ۸۷۵ھ یا ۸۷۶ھ میں بتاتے ہیں۔ اخیر عمر میں نیشاپور میں رہنے لگا تھا۔ یہیں پرہ از شہان برہنہ چشمنہ یکا یک شنبہ یا شنبہ ۲۳۵ھ (جنوری ۸۵۰ھ) یا ۲۳۶ھ یا ۲۳۷ھ کو انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

راہوئے برا کے پہلے والے دہائے ہوز و واو مفتوحہ دہائے تختانیہ دہائے ہوزاوس کے باب ابراہیم کا لقب ہے۔ کیونکہ وہ مکہ کے راستہ میں پیدا ہوا تھا۔ فارسی میں راستہ کو راہ کہتے ہیں۔ اور وئیہ کے معنی پایا ہوا۔ گویا وہ راستہ کا پایا ہوا تھا۔ اس بعض نے راہوئے بضم ہائے ہوز و سکون واو و فتح یائے تختانیہ بھی بتایا ہے۔ اسحاق کہتا تھا کہ مجھ سے عبداللہ بن طاہر امیرِ اسان نے پوچھا کہ ابنِ راہویہ تجھے کیوں کہتے ہیں اور اس کے کیا معنی ہیں اور یہ تجھے برا لگتا ہے یا اچھا۔ میں نے کہا اے امیر میرا باب راستہ میں پیدا ہوا تھا۔ مرد کے باشندوں نے اس لئے میرے باب کا نام راہویہ رکھ دیا۔ میرا باب تو اس سے برائیا تھا۔ مگر میں تو کچھ برا نہیں سمجھتا۔ بخلاف بفتح الیم و سکون خائے معجمہ و فتح لام و وال پہلے غنظہ بفتح ہائے پہلے و سکون نوں و فتح طائے توفیہ و لام خطاب بن مالک کی طرف منسوب ہے جو تمیم کا ایک بطن ہے۔

۱، ابراہیم الکلبی کی مُلْتَقَطُ الْأَنْجُمِ کی جو فقہ کی ایک مشہور کتاب ہے باب البیع میں ہے۔ مکہ کے حرم کی زمین کی فروخت جائز نہیں ہے۔ اس موقع پر شراح نے یہ الفاظ زیادہ کر دئے ہیں۔ اگر کوئی خاص ضرورت اگر واقع ہوئی ہو۔ جیسے کوئی مکان بنانے کے لئے ان کا منتقل کرنا کچھ برا نہیں۔ اون کا حال اویسی طرح ہے جیسے اون کا تانا کاہے جو وقعت کی زمینوں پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قطب الدین نے بھی اپنی تاریخ مکہ میں اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ ۲، غالباً بیانِ اوس بل کی طرف اشارہ ہے جو کتب اور بغداد میں تھا۔

۳، اذْكَرُ وِجَاءِ تَدْعِ حَدِيثِ کی جگہ ذہبی نے اپنے طبقات الحفاطین لکھا ہے۔ اَعْرِفُ مَكَانَ مِائِدَةِ حَدِيثِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا۔ یعنی مجھے ایک لاکھ حدیث کی کتابوں میں ہر جگہ یاد ہے گویا میں ان ضخیم انکسوں سے دیکھ رہا ہوں۔

۴، مُتَشَدِّدِ احادیث کا وہ مجموعہ ہے جس میں ہر ایک حدیث کی اسناد دی گئی ہو۔ ابتدا سے لیکر ہر ایک حدیث کے راوی کا نام بالاتصال اوس شخص تک موجود ہو جس نے ان ضخیم جمع کیا ہے۔

۸۳ ابو عمر و اسحاق بن مرار الشیبانی سُجُوهی لُغَوِی

مُتَشَدِّدِ الْكُوفَةِ کا باشندہ مگر بغداد میں اگر سکونت اختیار کر لی تھی۔ نبی شیبان کا مولیٰ تھا۔ اون کے جو امین عربی زبان کی تکمیل کے واسطے رہا کرتا تھا۔ اسی سے اسے شیبانی کہنے لگے تھے یہ اپنے

(۱) مراد اطلاع اور مشترک مین کئی مقام لکھے ہیں جن کا نام زیادہ ہے۔ لیکن مراد لکھو نہ اون مین نہیں ہے۔
 زیادہ کے معنی ہیں کہیر۔ غالباً یہ مقام کوئی قریب قریب دیران پورا ناگاؤن کوڈ کے پاس ہوگا۔

(۲) مولیٰ کے بہت معنی ہیں اون مین سے اس شخص کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ جو کسی کے جوار اور پڑوس مین جا کر
 رہے۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

(۳) ابو بکر احمد بن کامل نے حدیث محمد بن جریر الطبری مشہور مورخ سے پر صحت تھی۔ اس نے بھی ایک تاریخ
 لکھی ہے جس مین اون قاضیوں کا بیان درج کیا ہے۔ جو شاعر بھی تھے۔ اور قاضی بھی۔ (۳۵۷ء تا ۴۹۶ء)
 مین وفات پائی ہے۔

(۴) یوم النکاح مین وہ اتوار ہے۔ جو ایسٹرنڈے سے پہلے آتا ہے۔ عیسائی لوگوں کے یہاں اس روز ایک
 تہوار ہو کر تار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس روز شہر یرושلم مین لوٹ کر آئے تھے۔ ۳۱ء کی پہلی جمعہ
 ۲۳۔ اپریل ۳۵۷ء کی تھی۔

۸۴۔ ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن بابان بن بہمن بن نثک

بنی نسیم کا مولیٰ از جانی الاصل ابن ندیم موصولی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے باپ کا اور نیز اس کی
 نسبت اور نسب کا ذکر اوپر (تذکرہ ۹ مین) آچکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ خلفا کے ندیموں
 مین تھا۔ ظرافت اس کی بہت مشہور ہے۔ اس کی بذلہ سنجی اور غنا و سر و دایسی تھی کہ زمانہ مین فرو
 تھا۔ لغت کا عالم اشعار کا پرکھنے والا شعرا کے حالات سے واقف تاریخ دانی مین کامل تھا
 مصعب بن عبد اللہ بن عبد اللہ الزبیری بن بکبار وغیرہ حدیث مین اس سے روایت کرتے ہیں۔
 حدیث فقہ اور علم کلام مین اس سے ید طولیٰ حاصل تھا۔ محمد بن عطاء اللہ شاعر کہتا ہے مین سمجھی
 بن اکثم کی مجلس مین بیٹھتا تھا۔ کہ اسی مین اسحاق بن ابراہیم الموصلی آیا۔ اور اہل کلام سے بحث کرنی
 لگا جس مین سب نے اس کے دلائل کی داد دی۔ پھر اس نے فقہ مین گفتگو کی۔ اس مین بھی
 چھی تقریر کی۔ اور قیاس اور حجت مین گفتگو کرتا رہا۔ پھر شعر اور لغت کا ذکر شروع ہوا۔ اس مین تو وہ
 سب پر ہی فائق رہا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو وہ قاضی سمجھی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا خدا
 آپ کو عزت عطا فرمائے جن باتوں مین مین نے بحث کی۔ اور جو حکایتیں مین نے بیان کیں۔

کوئی نقص اور طعن کی جگہ ہے۔ کہا نہیں۔ ابن الندیم نے کہا تو پھر کیا وجہ ہے کہ میں ان سب علوم میں ایسا مکی کمال رکھنے پر جیسا کہ اچھے لایق لوگوں کو حاصل ہے صرف فن واحد یعنی فقط غنائن ہی مشہور رہیں اور لوگ مجھے اور کسی صفت سے موصوف نہ کریں۔ عطوی کہتا ہے کہ قاضی یحییٰ نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اس کا جواب آپ ہی دینگے۔ عطوی اہل الجدل سے اور مناظرہ پر بڑا قادر تھا۔ قاضی یحییٰ سے کہا ہاں **أَتَعَزُّ اللّٰهَ الْفَاضِلَ** اس کا جواب تو میں ہی دوں گا۔ پھر اسحاق سے مخاطب ہو کر کہا۔ ابو محمد کیا آپ بخونین فرما اور خفش کی طرح ہیں۔ کہا نہیں۔ کہا تو کیا آپ نسبت اور معرفت شعر و سخن میں شمعنی اور ابو عبیدہ کے مثل ہیں۔ کہا نہیں۔ کہا تو علم کلام میں ابو الہذیل العلّیٰ اور نظامی کے مانند ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر قاضی یحییٰ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تو کیا فقہ میں اس کی برابر ہیں۔ کہا نہیں۔ پوچھا تو کیا آپ شعر گوئی میں ابو العتّاہیہ اور ابو نواس کے برابر ہیں۔ کہا نہیں۔ کہا تو ایسے جو آپ جس فن سے سوسبت کو نہیں مانتے وہ تو ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس میں آپ کا کوئی نظیر نہیں ہے لیکن دوسرے فنوں میں جو لوگ اپنے اپنے فنون کے اہل کمال گذرے ہیں آپ ان سے کم ہیں۔ اس سے ابن الندیم صنف پڑا اور اودھ کر چلایا۔ قاضی یحییٰ نے عطوی سے کہا آپ نے حجت کا حق تو پورا پورا ادا کر دیا۔ مگر پھر بھی اسحاق پر اس میں کسی قدر ظلم ہوا ہے حقیقت میں وہ ان لوگوں میں ہے جس کا نام میں نظیر بہت ہی کم ہے۔ میرے استاد عماد الدین ابو الجہد اسمعیل بن باطیش موصلی نے اپنی کتاب **التّیْمِیۃ وَالْفَصْل** میں ذکر کیا ہے کہ اسحاق بن ابراہیم موصلی بڑا فصیح البیان نادر و نئی باتیں بیان کرنے والا اور بڑا ظریف و فاضل تھا۔ حدیثیں اس نے سفیان ثعلبیینہ مالک بن انس و غیرہ بن بکثیر ابو معاویہ الضریریہ کے بیان سے لکھیں اور ادب اصمعی اور ابو عبیدہ سے حاصل کیا تھا مگر علم غناء و سرود میں وہ بہت بڑھ گیا۔ اسی سے اس کا میلان سب سے بڑھ کر اسی طرف ہو گیا۔ اور اسی صفت میں اس کی شہرت ہو گئی۔ خلفائے عباسیہ اس کی تعظیم کرتے اور اپنے پاس رکھتے تھے اور اس میں تو یہ کہتا تھا کہ اگر اسحاق کا نام غنائی صفت کے ساتھ لوگوں کی زبان پر جاری نہ ہو جاتا تو یہ اس سے قاضی کر دیتا۔ یہ منصب اس سے ہر طرح سزاوار ہے۔ عفت و صداقت دیانت و امانت میں وہ ان قضاۃ سے بہتر ہے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ مگر وہ غنائن مشہور ہو گیا ہے۔ اور اس کے تمام علوم کو گو کہ وہ اس کے سب علوم سے پہچ ہے مگر وہ دیا ہے۔ غناء کے فن میں اس کا نظیر تھا

تلم بھی اچھی کہتا تھا۔ ایک دیوان بھی ہے۔ یہ اوسی کے شعر میں جو اوس نے ہارون الرشید کو لکھی تھی
 وَأَمْرًا بِالْبُخْلِ قُلْتُ لَهَا أَقْصَرُ فَلَيْسَ إِلَيَّ مَا تَأْمُرِينَ سَبِيلُ
 جب بی بی بے بخل کے لئے کہا تو میں نے کہا بس اپنی صلاح رہنے دیجئے کو کہتی ہو ہو نہیں سکتا۔
 أَرَى النَّاسَ خُلْدَانَ الْجَوَادِ وَلَا أَرَى بَخِيلًا لَهُ فِي الْعَالَمِينَ حِيلُ
 میں دیکھتا ہوں لوگ جو دو کرم والے کے دوست ہوتے ہیں بخیل کا دوست میں عالم میں کسی کو بھی نہیں دیکھتا۔
 وَإِنِّي رَأَيْتُ الْبُخْلَ يَنْزِلُ بِنِي بِأَهْلِهِ قَالَ رَمَتْ نَفْسِي أَنْ يَقَالَ بَخِيلُ
 میں دیکھتا ہوں بخیل سے بخیل والا بدنام ہوتا ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے بخیل کہے۔
 عَطَايَ حِطَاءَ الْمَكْثَرِينَ نَكْتُومًا دَمَائِي كَمَا قَدْ فَعَلْتَنِي قَلِيلُ
 اکرم مل واپنی عمت بنائے کی وجہ سے میری بخشش اس قدر ہوتی ہے کہ جیسے دولت مندوں کی۔ حالانکہ تو مجھے
 ہے کبیری آمدنی قلیل ہے۔

وَكَيْفَ أَخَافُ الْفَقْرَ وَأُخْرِلُ الْغَوَى دَرَأِي أَمِيرًا لِمُؤْمِنِينَ حَبِيلُ
 تاہم مجھے فقر کا خوف کیوں ہونا چاہئے۔ اور دولت سے محروم میں کیوں رہ سکتا ہوں۔ امیر المؤمنین کی
 نظر تو (میری طرف) بہت اچھی ہے۔

اسحاق بہت لکھا کرتا تھا۔ ثعلب کہتا ہے کہ میں نے اسحاق موصلی کے ہاتھ کی لکھے ہوئے ہزا
 جزو سے اوپر دیکھے ہیں۔ یہ سب عربی لغت کے تھے۔ جو اوس نے عرب کے بدوؤں سے سنے
 تھے۔ میں نے اوس کے پاس جس قدر لغت کی کتابیں دیکھیں اوس سے زیادہ کسی کے پاس
 نہ دیکھیں۔ اس کے بعد اوس کی کثرت ابن الاثیر کی کے پاس تھی۔ اسحاق جو حکایتیں بیان کرتا
 تھا اوس میں سے ایک حکایت یہ ہے۔ وہ کہتا تھا۔ میرا ایک ہمایہ تھا۔ جس کی کنیت ابو حنیف
 مشہور تھی۔ اور لوطی کے لقب سے بدنام تھا۔ اوس کا کوئی بڑا پوسی ہمارا ہوا۔ ابو حنیف اوس کی جلد
 کو گیا۔ پوچھا تو کیا ہے مجھے پہچانتا ہے یا نہیں۔ میری نے ضعیف آواز سے کہا۔ ہاں تو ابو حنیف
 لوطی ہے۔ کہا تو ملاقات کی حد سے تجاوز کر گیا۔ خدا مجھے برسرے ڈاڑھٹائے (خلیفہ) معتمد کھا
 کرتا تھا۔ کہ اسحاق بن ابراہیم نے مجھے گانا کبھی ایسا نہ سنا یا کہ مجھ پرے ملک کے زیادہ ہو جانے
 کا خیال نہ پیدا ہوا ہو۔ اس کے اخبار و حالات بہت کثرت سے ہیں۔ اخیر عمر میں اپنی موت سے

دو سال پہلے ازما ہو گیا تھا۔ ۱۵۸۷ء (۱۰۷۷ھ) میں پیدا ہوا تھا جس میں کہ نام نافع فیہی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی چنانچہ اپنے موقع پر اوس کا بیان بھی آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وفات اس کی رمضان ۲۳۳ھ واپر ۱۵۸۷ء میں اہال سے ہوئی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ شوال ۲۳۶ھ میں مرا ہے۔ مگر پہلی روایت بہت مشہور ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ بروز پنجشنبہ بعد نماز ظہر ۵ ذی الحجہ ۲۳۳ھ کو اوس نے انتقال کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوس کے بعض دوستوں نے اوس کا مرقہ اس طرح لکھا ہے۔

أَصْبَحَ الْكُفْرُ نَحْتَ عَفْرِ التُّرَابِ نَاوِيَا بِنِي مُحَلَّةِ الْأَحْبَابِ
وہ کھیل کو دو تواب زمین کی خاک کے نیچے چلا گیا جو پہلے ہمارے دنیا سے سد ہارے ہوئے (اجاب کے) علم میں رہا کرتا تھا۔

إِذْ مَضَى الْمَوْصِلِيُّ وَانْفَرَّ عَنْ الْأَنْسِ وَحَمَتْ مَشَاهِدُ الْأَطْرَابِ
کیونکہ موصلی گذر گیا۔ محبت کو جلتے ہوئے خوشی کی محفلین مٹ گئیں۔
بَكَتِ الْمَلْهِمَاتُ حُرْنَ نَاعْلِيهِ وَكَبَّاهُ الْقَوَى وَصَفْوُ الشَّرَابِ
سرود کے آلات حزن و ملال سے اوس پر روتے ہیں۔ عشق و محبت اور شراب خالص (اوس کی یاد میں) گریہ و بکا کرتے ہیں۔

وَبَكَتِ آلَةُ الْمَجَالِسِ حَتَّى رَحِمَ الْعُودُ عَابِرَةَ الْمَضَارِبِ
مجالسِ عشرت کے آلہ ایسے روئے کہ عود کو مضارب کی حالت دیکھ کر رحم آگیا۔
کہتے ہیں کہ یہ مرقہ اوس کے باپ ابراہیم کی موت پر لکھا گیا تھا۔ مگر اول روایت صحیح ہے۔

۱) ابو عبد اللہ مصعب بن عبد اللہ بن مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام الأسدی الزبیری
اور نسل حضرت عبد اللہ بن الزبیر، عم زبیر بن بکاء قبیلہ قریش کا بڑا شاہ تھا۔ سوائے اوس کے حافظ
حدیث فقہی مورخ بھی تھا۔ ان لیاقتوں اور نسبی شرافتوں کی وجہ سے لوگ اوس کی بہت بڑی عزت
کرتے تھے اوس میں اگر کوئی نقص تھا تو یہی تھا کہ حضرت علی کو وہ اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ مدینہ میں ۲۳۵ھ
(۱۵۸۷ء) میں پیدا ہوا۔ اور ۲۳۶ھ (۱۵۸۷ء) میں مر گیا دیکھو ابن اثیر اور یافعی ۲۳۶ھ۔

۲) ابو عبد الرحمن محمد بن عبد الرحمن بن غطفانہ قبیلہ لکھت بن مکر بن عبد شامہ کا مولیٰ تھا۔ عباسیوں کے غلام

شعر گوئی اور کاتب کے منصب سے نام پیدا کیا۔ بصرہ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی تھی۔ قاضی ابن ابی دواد (تذکرہ ۳۱) اوس کا مرثی تھا۔ جس کے مرنے پر اس نے مرثیہ لکھے تھے (از اغانی) (۳) دیکھو تذکرہ ۳۱ نوٹ ۱۴۔

(۴) اللہ تعالیٰ قاضی کو ارجندہ قومی کرے۔ ان دعائیہ الفاظ سے قاضیوں کو اوس نامہ میں اسی طرح خطاب کیا جاتا تھا جیسے آج کل انگریزی زبان میں عدالتوں میں یو آر جرنل یا ڈرشنپ ٹرنل وغیرہ تعظیمی الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں۔

(۵) ابو اسحاق ابراہیم بن سَیَّار (زبدتار نہ یسار) بن یزید بصرہ کا رہنے والا ابوالہذیل کی بہن کا بیٹا بہت بڑا مشہور متکلم اور کتنی ہی کتابوں کا مصنف اور اسی قسم کے مضامین کا شاعر بھی تھا۔ اسے نظام (موتی پر دلنے والا) بھی کہتے تھے۔ یا تو اس وجہ سے کہ وہ قتی پر ویا کرتا اور اس کے مازار میں بجا کرتا تھا۔ یا اس سبب سے کہ سلسلہ کلام میں مضامین آباد کر کو ظم کرتا تھا۔ ابتدا سے جوانی میں اس پر بعض لوگوں کو کٹھنوی (یا محوسی) مذہب رکھنے کا شبہ ہوا تھا جو یزدان اور اہل ریح کو مانتے ہیں۔ اور قنویہ کہلاتے ہیں (پھر اخیر عمر میں حکمائے یونان کے مذہب کا معتقد مشہور ہو گیا تھا۔ مذہبی معاملات میں اوس کے خیالات کچھ ایسے معتدل و کزائل مشہور ہو گئے تھے۔ کہ دیدار ملان اور۔ کافر سمجھنے لگے تھے۔ معتدلیوں کا ایک فرقہ اسی نظام بانی کے نام سے نظامیہ کہلاتا ہے اوس زمانہ۔ بہت عالم کہتے تھے۔ کہ یہ نظام پیغمبروں کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ علانیہ طور پر جو اس تبلیغ کرنے والی رائے کو وہ نہیں بیان کرتا تو اوس کی وجہ صرف تلوار کا خوف ہے۔ اکثر معتزلی بھی اسے کافر کہتے تھے۔ اور اوس کے چال چلن کی خواہی کے ثبوت میں اسے شراب خوار بتاتے تھے۔ ۲۳۷ (۳۳۷) میں اوس کا انتقال ہوا (از عیون التواریخ مصنف ابن شاکر غلبہ ستانی مد خطہ مقرریدی و تاریخ بغداد مصنف خطیب) یہاں یہ بھی خیال کر نیچے قابل ہے کہ ابن خلکان نے نظام بخاری کا نام لیا ہے۔ جس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ نظام کوئی اور شخص ہو گا جس کا یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ مگر جب کہ ابن خلکان نے خود ایک مقام پر لکھا ہے۔ ابو اسحاق ابراہیم بن سَیَّار ملقب بہ نظام مشہور متکلم تو سب شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی شخص ہے غالباً اُس کا خاندان بخاری ہو گا۔ اور یہ بصرہ میں پیدا ہوا ہو گا۔ جس سے اسے دونوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ رہبرستانی بے کتاب الیکل و النخل میں نظام کے عقائد کے اصول کا بیان کیا ہے اسے دیکھا جائے

ابو الہدیٰ کا بیان اس کتاب میں آئندہ آئیگا۔

۶، ابو الہدیٰ اسمعیل بن حبیب بن سعید بن بایطش ملقب عماد الدین مؤصل کار ہنے والا اور اوس مقام کا شافعیین میں سب سے بڑا عالم تھا۔ (محرر ۳۵۷ھ) (۱۱۷۹ء) میں پیدا ہوا تھا۔ جوانی کے ایام میں شام کے ملک میں سفر کو چلا گیا تھا۔ کہ حدیث اور فقہ میں بڑے بڑے نامی گرامی عالموں سے جو بغداد دمشق اور حلب میں پڑھاتے تھے کمال حاصل کرے۔ چنانچہ بہت بڑا عالم اور مفتی ہو گیا۔ اور بہت کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بڑی بڑی کتابیں یہ ہیں طبقات یعنی فقہائے شافعیہ کی فہرست۔ مشتبہ الانتساب (یا مزیل الازتیاب عن مشتبہ الانتساب) المغنی جو الہدیٰ ابو اسحاق الشیرازی کی شرح ہے۔ کہتے ہیں کہ اس اخیر کتاب میں اوس نے بہت جگہ غلطیاں کی ہیں۔ حلب میں ۶۵۵ھ (۱۲۵۷ء) میں انہی سال کی عمر میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیین طبقات الفقہاء بغیات الطلب) یہ ابن خلدان کے استادوں میں بھی تھا۔

۷، علامہ ابو الفدا اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ کتاب التمزین والفصل یا والفصل جغرافیہ کے بیان میں ہے۔ اور اسی نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ ابو الہدیٰ کی ایک کتاب مزیل الازتیاب عن مشتبہ الانتساب ہے (دیکھو نوٹ ۶) غالباً یہ اوس کی کتاب مشتبہ النسب کا دوسرا نام ہوگا۔ ان دونوں کتابوں میں غالباً محدثین کے اشتباہ و اذعان کا ذکر ہے۔

۸، ابو معاویہ شہید بن ابی خازم بن شہید الواسطی جس کے آبا و اجداد بلخ کے رہنے والے تھے قبیلہ سلمیٰ کا مولا تھا۔ اوس نے حدیث بڑے نامی گرامی استادوں سے پڑھی اور بہت بڑا محدث تھا۔ بغداد میں آگیا اس علم میں بہت بڑی عزت تھی۔ اوسے بیست ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (۳۱۷ھ) (۹۲۹ء) میں وفات پائی انہی برس کی عمر ہوئی (از طبقات المحدثین)

۹، ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر (ناہینا) جو قبیلہ منقر کا جو نیم میں بطن سعد کی ایک شاخ ہے مولیٰ تھا کو فہم ۳۱۷ھ (۹۲۹ء) میں پیدا ہوا۔ ہشام بن عروہ اور الاعمش کا شاگرد تھا۔ ۳۱۷ھ (۹۲۹ء) میں مر گیا۔ (طبقات المحدثین) غالباً یہ اسی شہید کا بھتیجا تھا جس کا ابھی اوپر کے نوٹ میں ذکر ہوا ہے۔

۱۰، اس میں جو لطیفہ ہے وہ لفظ ابو حفص میں معلوم ہوتا ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حفص جو بڑے کے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کنولن پاک کیا کرتے ہیں۔ اس میں کچھ ایسا رمز ہوگا جس سے وہ لوطی کے لقب کا مستحق سمجھا جانا چاہئے تھا۔

۱۱) مجالس عشرت کے آلات سے ملائکہ خوشبو میں آلاتِ ثناء اور غراب وغیرہ ہیں۔

۸۵ ابو یعقوب اسحاق بن جُنَین بن اسحاق عبادی

مشہور طبیب علم طب میں کیا کئے عمدہ تھا۔ اور فن ترجمہ معرفت لغت اور فصاحت بیان میں اپنے باپ کے ہی برابر تھا۔ یہ حکمت کی کتابوں کا یونانی زبان سے عربی زبان میں اسی طرح ترجمہ کیا کرتا تھا۔ جیسا اوس کا باپ کرتا تھا مگر اس کے ترجمہ میں فن طب کی کتابوں کے ترجمہ سے علومِ کتابت کی کتابوں کے ترجمہ جو اسطو وغیرہ حکما کی تصنیف سے ہیں بہت زیادہ ہیں۔ یہ انھیں نقلنا اور روئے ماسکی ہدایت میں رہتا تھا جن کی خدمت میں اوس کا باپ رہتا تھا۔ پھر سب کو چھوڑ چھاڑا قائم بن عبید اللہ امام معتضد بادشاہ کے وزیر کے پاس چلا آیا۔ اور اوس کے محف و معون میں ایسا اعلیٰ ہو گیا کہ وزیر مذکور نے اس کو اپنا محرم سر رہا لیا۔ جوابت کسی سے نہ کہتا وہ اس سے کہتا تھا۔ ابن بطلان کے کتاب و غزوہ الیٰ طبائین لکھا ہے کہ (وزیر سے اور اس سے دل لگی کی باتیں بھی ہا کہتی تھیں) ایک مرتبہ وزیر مذکور نے سنا کہ اسحاق نے سہل لیا ہے۔ تو دل لگی کے طور پر اوس سے یہ بیتیں لکھ کر بھیجیں۔

اَبْنِیْ کَنْیَفْ اَمْسَیْتُ وَمَا کَانَ مِنَ الْحَالِ

بتائے کہ رات میں کیا کیفیت گذری۔ ہذا کا حال کس طرح رہا۔

وَكَمْ سَارَتْ بِكَ السَّائِقَةُ لِحَوِّ الْمَنَزْلِ الْخَالِي

اور اونٹنی تجھے خالی مکان (بیت الخلاء) کی طرف کتنی مرتبہ لی گئی۔

اس کے جواب میں اسحاق نے لکھا۔

بِخَيْرٍ بِتْ مَسْرُورًا رَحِيَّ الْبَالِ وَالْحَالِ

رات خیریت اور مسرت سے گذری اور میرا دل اور جسم دونوں اچھے ہیں۔

فَأَمَّا السَّنُورُ وَالنَّافِقَةُ وَالْمَرْتَبُ الْخَالِي

رہی سیر اور اونٹنی اور خالی مزیقہ و محل

فَإِجْلَالُكَ أَشْأَانِيهِ يَا غَايَةَ آمَالِي

سودا سے آپ کے اجلال فراموشی میری امیدوں کی غایت بالکل بھلا دیا۔

یہی کہانی میں نے کتاب الکلیات میں بھی لکھی دیکھی تھی۔ اوس میں لکھا تھا کہ پہلے وہ یمنین
اول شخص نے لکھی تھیں اون کے جواب میں دوسرے شخص نے یمنین لکھیں۔

كُتِبَتْ إِلَيْكَ وَالنَّعْلَانِ مَا أَنْ أَفْلَحْنَا مِنَ الْمَشْرِقِ الْعَنَيْفِ

میں تجھے یہ لکھ کر اس لئے بھیجتا ہوں کہ (اپنے) جو تون کو سخت چلنے کی مشقت سے بچاؤں
فَإِنْ سُرِمَتِ الْجَوَابِ إِلَى فَا كُتِبَ عَلَى الْعُنُو أَنْ يُوَصَّلَ فِي الْكَلْبِ

اگر تو مجھے جواب لکھنا چاہے تو اس کے عنوان پر لکھ دینا کہ بیت الخلا میں پھونچے

اوس نے اور اوس کے باپ نے علم طب میں بہت مفید مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اوس
کے باپ کا بھی ذکر آئندہ آتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اسے اخیر عمر میں فالج نے مار لیا تھا۔ بیچ
۲۹۸ء و ۲۹۹ء یا ۲۹۹ء میں اوس نے وفات پائی ہے۔

عبادوی بکیر عین ہلہ و بائے موحده والف و وال ہلہ عباد و خیرہ کی طرف منسوب ہے۔ یہ متفرق
قبائل کے کتنے ہی بطون تھے۔ جو حیرہ میں رہتے اور مذہب کے نصرانی تھے۔ بن میں
عدی بن زید العبادوی مشہور شاعر وغیرہ بہت لوگ نامی گرامی ہوئے ہیں۔ ثعلبی اپنی تفسیر میں
سورۃ المؤمنین میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت میں فَقَالُوا أَنَا مِنَ الْمُنْشَرِينَ
مِثْلَنَا وَقَدْ مَفَّحْنَا لَنَا عَائِدُونَ۔ (راویوں نے کہا کیا ہم اون دو آدمیوں (مومنوں)
اور ہارون (پروایان) کے مثل ہیں اور اون کی قوم ہماری عابد و خدمت گار ہے؟
کہتا ہے اے مُطِيعُونَ مُتَدَلُّونَ د یعنی مطیع اور متذل ہیں عرب اون لوگوں کو جو
کسی بادشاہ کے ماتحت ہوں عابدون کہتے ہیں۔ اسی واسطے عرب کی قوم کے (حیرہ والوں)
عباد کہنے لگے تھے۔ کیونکہ وہ لوگ ملوک عجم کے مطیع و منقاد تھے۔ جو بکیر عباد ہلہ و سکون پاک
تھانہ و فتح رائے ہلہ و ہائے ہوز قدیم زمانہ میں ایک شہر تھا۔ بنی منذر اور جو لوگ عرب عمرو بن
عدی اللخمی کی طرح پہلے ہوئے ہیں اوس کے مالک تھے۔ یہ عمرو بنی منذر اور اوکلی اولاد کا جد
اعلیٰ تھا۔ عمرو سے پہلے یہاں کا بادشاہ اوس کا مامون خَزَنَةُ الْأَبْرِشِ آردی ونگا والا تھا۔ شہر حیرہ

تو خراب ہو گیا۔ اور اوس کے پاس ہی شہر کو فتح اسلام کے زمانہ میں آباد ہو گیا تھا۔ اسی شہر میں
میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آباد کیا تھا

۱۱) یہاں ضمیر غالب سے میری سمجھ میں بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ اصل میں باپ اور بیٹے کی جگہ ضمیر میں ہی اہتمال کی گئی ہیں نام کسی کا نہیں ہے۔

۱۲) جب تک ارسطو افلاطون وغیرہ حکمائے یونان کی کتابوں کے عربی میں ترجمہ نہیں ہوئے تھے تو ان کی کتابیں زاویہ خمول میں جا پڑی تھیں۔ اگر اوس وقت ان کے ترجمہ عربی میں نہ ہو جاتے تو آج دنیا میں انہیں کوئی جانتا بھی نہیں۔

۱۳) اس قاسم بن عبید اللہ وزیر کا حال ابن خلکان نے ابن الرومی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ تذکرہ ۳۶ م دیکھنا چاہئے۔

۱۴) مختار بن الحسن بن عبد من بلقب بابن بطلان بغداد کا ایک مشہور نصرانی طبیب تھا۔ انطاکیہ میں وہ ۵۵۳ھ و ۵۵۴ھ میں ایک خانقاہ میں مرا تھا۔ تاریخ الحکامین اوس کا ذکر آیا ہے۔ و نحوہ الأقطابین غالباً اوس امور کا ذکر ہو گا جو طبیبوں کے لئے ضروری ہیں۔

۱۵) ان اشعار میں وزیر کا جو مقصود ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ کچھ تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن الفاظ منزل خالی میں اوس کو ایک مضحکہ آمیز طرز میں وہ شاعرانہ خیال ظاہر کیا ہے جو شعرا کے عرب میں بہت مروج تھا اکثر قصائد کے شروع میں کہا جاتا ہے کہ شاعر بہت دور سے سفر کر کے آیا۔ اور اپنی معشوقہ کے قیام گاہ پر پہنچا۔ دیکھا تو وہ مقام بالکل خالی اور میراں پڑا ہے۔

۱۶) یہ رسالہ تحریر و تقریر کے اشارات کے بیان میں ہو گا۔

۱۷) اسحاق کی تصنیفات سے بعض کتابیں یہ ہیں۔ کتاب المضرات۔ گنجائش و مخزن۔ تاریخ الاطباء و ادبائے الکمال (۸) دیکھو تذکرہ ۱۹۸۔

۱۹) عباد و جمع عبد معنی بندہ۔ مگر یہاں اوس سے وہ عیسائیوں کا ایک فرقہ مراد ہے جسے منطوری کہتے تھے۔

۱۰) عدی بن زید شاعت اسلام سے پہلے گذرا ہے۔ کتاب الاغانی میں اس کا ذکر بہت دیا ہے۔ اور ایشیا نیک جزل ۵ نومبر ۱۸۳۳ء میں اوس کا ترجمہ چھپا ہے۔

۱۱) دیکھو تذکرہ ۳۰۔

۱۲) بنی منذر حکومت حبشہ مجدیہ اور دیکا کا بیان ہمارے ترجمہ تاریخ کامل ابن فیہر حلد اول میں دیکھو۔

۸۶۔ ابو الفتح سعد بن ابی نصر بن ابی الفضل المہینی ملقب بہ مجتہد الدین

شافعی فقیہ فقہ اور خلافت میں بڑا امام تھا۔ اوس کا علم خلافت میں ایک شہرہ تعلیقہ بھی ہے۔ اس نے فقہ مرو میں پڑھی تھی۔ پھر غزنہ (غزنی) کو گیا۔ وہاں خوب شہرت حاصل کی فضل و کمال کو اوس کے سب جان گئے۔ غزنی نے جس کا ذکر اوپر (تذکرہ) میں آچکا ہے اس کی بیچ کی ہے۔ پھر بغداد میں آیا مدرسہ نظامیہ کی تدریس کا عہدہ دو مرتبہ اسے دیا گیا۔ اول مرتبہ ۳۸۵ھ (۹۹۵ء) میں۔ اس وقت ۱۸ شعبان ۳۸۵ھ تک کام کر کے علیحدہ ہو گیا۔ دوسری مرتبہ ۳۸۶ھ کے شعبان میں پھر اسی کام پر مقرر ہوا۔ مگر اسی سال ذی القعدہ میں اوسے لشکر کے ساتھ جانا پڑا۔ اور دوسرا شخص اوس کی جگہ مقرر کیا گیا۔ اس سے بہت لوگوں نے علم حاصل کیا تھا۔ اور اوس کے علم سے اور نیز اوس کے طریقہ خلافت سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ حافظ ابوسعدا السمعانی نے ذیل میں اوس کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ وہ ہمارے پاس مرو میں سلطان محمود سلجوقی کی طرف سے یلچی جو کرایا تھا..... پھر بغداد سے یلچی ہو کر ہمدان کو بھی گیا تھا۔ اسی مقام پر ۳۸۶ھ (۹۹۵ء) میں اوس کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اسمعانی ذیل میں کہتا ہے میں نے ابوبکر محمد بن علی بن عمر الخطیب کو کہتے سنا ہے کہ قزوین کا ایک فقیہ جو ہمدان میں امام اسعد کی اخیر وقت میں خدمت کرتا تھا مجھ سے کہتا تھا کہ جس وقت اوس کی موت کا وقت قریب آیا تو ہم سے کہا کہ مرہ سے باہر چلے جاؤ ہم لوگ نخل آگے۔ مگر میں دروازہ کے پاس کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے آواز آئی کہ اسعد اپنے منہ پر طباغچہ مارتا اور کہتا ہے۔
يَا حَسْرَتِي يَا عَلِيَّ مَا قَدْ طَلَتْ فِي جَنْبِ اللَّهِ۔ بہت دیر تک وہ روتا اور طباغچہ مارتا اور بار بار یہی کلمات کہتا رہا۔ آخر اسی حالت میں اپنی جان قابض ارواح کو سپرد کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

راوی کے ہی الفاظ تھے یا یہی مطلب تھا۔ میں ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ میں نے یہ بات کچھ بعد اپنی اد سے لکھی ہے۔ پٹنہ میں بکسیر مسکن یا کے تحتانیہ دفعہ ہونے نسبت ہے پٹنہ کی طرف۔ جو ناگرا میں ایک گاؤں ہے۔ خابراں سرخس اور ایشور کے درمیان خراسان کے ملک میں ایک علاقہ کا نام ہے۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۲۵ ابو حامد سمرقانی نوٹ ۲۔

۲۵۱ھ میں خلیفہ مستر غنہ باللہ شکر لیکر و بنس بن صدقہ کی تہیہ کے واسطے نکلا تھا۔ اور محرم ۳۸۵ھ میں قزوین

میں خوب لڑائی ہوئی تھی۔ ابن سعدؒ شکست کھا کر بھاگ گیا (از ابن اثیر) اسی لشکر میں عبدالہمیدؒ گیا ہوگا۔

۳) پہلی سفارت غالباً ۱۱۸ھ میں ہوئی ہوگی۔ جب کہ سلطان سبجوار اوس کے بھتیجے سلطان محمودؒ میں نا اتفاقی تھی۔ دوسری سفارت اوس وقت ہوئی ہوگی جب کہ سلطان مسعود بغداد کا حاکم تھا۔ اور اوس کا بھائی طغرل بہمان میں تھا۔

۴) بعض نسخوں میں اُجَلْہ کی جگہ عربی میں حائل آیا ہے۔ اوس کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ جب اوس کے حال کا وقت قریب آیا۔ حال صوفیوں کی اصطلاح میں اوس حالت کو کہا کرتے ہیں جو ان کو کسی کسی وقت جوش میں آجاتی ہے اور یہ صورت اونکو بہت کثرت سے عبادت و مراقبہ اور درود و وظائف کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب وقت یہ حالت ان پر طاری ہوتی ہے تو ان کے نزدیک ان کی روح خدا میں مل جاتی ہے۔

۵) پوری آیت اس طرح ہے۔ **وَاتَّبِعُوا الْحَسَنَ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ مِّن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَةَ لِّئَلَىٰ مَا فَوَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّآخِرِينَ** دامہ تبار ہے پروردگار کی طرف سے جو اچھی اچھی نصیحت کی باتیں تم پر نازل ہوئی ہیں ان پر چلو دگر اس سے پہلے کہ یکایک تم پر عذاب آنازل ہو اور تم کو اوس کی خبر بھی نہ ہو کہ میں ایسا نہیں کرتا اور تم میں سے کوئی کہنے لگے۔ اے افسوس میری اوس کوتاہی پر جو میں نے پاس خدا ملحوظ رکھنے میں کی اور میں تو ان پر حسنا ہی رہا، سورۃ الزمر آیت ۵۵ تا ۵۷۔

۵۷۔ **ابوالفتح سعد بن ابی الفضل محمود بن خلف بن احمد بن محمد بن علی**

صفہانی لقب شخب الدین

شافعی فقیہ اور واعظ تھا۔ اور ان فقہاء اور فضلاء سے تھا جو علم و زہد میں موصوف تھے۔ عبادت و تہجد اور فرائض میں مشہور تھا۔ اپنے ہاتھ کے کسب و مال کے سوا کچھ نہ کہا کرتا تھا۔ کتابیں لکھتا اور اوصیاء کو فروخت کر کے اپنی قوت بستی کرتا تھا۔ اُمّ ابراہیم فاطمہؒ جو زوّاد بن عبد اللہ حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل ابو القاسم بن احمد بن الحسن الجلووی ابو الفضل عبد الرحیم بن احمد بن محمد بن الفضل ابو القاسم بن الفضل بن عبد الواحد صنیۃ الدینی وغیرہم سے حدیث اپنے ہی شہر میں بڑھی تھی۔ اسے جب بغداد میں آیا تو ابو الفتح محمد بن عبد الباقی بن سلمان معروف باین البغلی وغیرہ سے ۵۵۷ھ (۱۱۶۱ھ)

مین اور پر صحت۔ اور ابو القاسم زہر بن ظاہر الشحامی و ابو الفتح سمیگیل بن الفضل الاخشیدی ابوالمبارک عبدالعزیز بن محمد الاندلسی وغیرہم سے اجازت حاصل کی۔ پہر اپنے وطن کو لوٹ کر آیا۔ اور مطالعہ و تعلیم سے تفرج و مہارت حاصل کر کے بڑی شہرت پائی۔ بہت کتابیں اوس کی تصنیف کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ابام غزالی کی کتاب الوسیطہ اور کتاب الوحیۃ کی مشکلات کی شرح اوس نے لکھی ہے۔ اور دونوں کتابوں کے مواضع مشککہ پر خوب بحث کی ہے اور دوسری مبسوط کتابوں سے مضامین اخذ کر کے اوس میں نقل کئے ہیں۔ کتاب تہذیب الثمتہ لابن سعد المتولی بھی اسی کی ہے۔ اصنفہا میں اس کے فتوے پر پورا پورا اعتماد تھا۔ بیع الاول یا بیع الآخر ۱۲۵۲ھ یا ۱۲۵۳ھ (۱۱۶۲ھ) میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ اور اسی جگہ شب بخشب ۲۲ صفر ۵۲۶ھ کو انتقال کیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

عجلی کبیر بن محمد جیم دلام منسوب ہے عجل بن نجیم کی طرف۔ یہ بقیۃ الفرس کا ایک بہت بڑا اور مشہور قبیلہ ہے۔ نجیم یعنی دلام فتح جیم و یا نے تھانی و میم۔ اور اوس کا پورا نام نجیم بن صغب بن علی بن کبیر بن وائل ہے۔ ابو عبیدہ کہتا ہے عجل بن نجیم عرب کے حقایق میں شمار کیا جاتا تھا۔ اوس کا ایک نہایت اچھا گھوڑا تھا۔ کسی نے اوس سے کہا۔ اچھے گھوڑوں کے نام یہاں کرتے ہیں تیرے گھوڑے کا کیا نام ہے کہا میں نے تو اوس کا ابھی تک کچھ نام نہیں رکھا ہے۔ کہا تو تواب رکھ۔ اس نے جاگ گھوڑے کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور کہا میں نے اوس کا نام انھو (کانا) رکھ دیا کسی عرب شاعر نے عجل کی نسبت کیا ہے۔

سَمْنِيْ بَنُو عَجَلٍ يَدِ اِيَّاهُمْ وَهَلْ اَحَدٌ فِي النَّاسِ اَحَقُّ مِنْ عَجَلٍ

بنی عجل نے میرے اوپر ایک عیب لگایا جو خود ان کے باپ میں ہی تھا۔ کیا کہیں لوگوں میں کوئی شخص مجھ سے بھی زیادہ احمق ہے۔

اَلَيْسَ اَبُوهُمْ عَارِ عَيْنَ جَدِّهِ فَسَارَتْ بِهَا اَمْثَالُ فِي النَّاسِ بِالْعَجَلِ

کیا ان کے باپ نے اپنے اچھے گھوڑے کی آنکھ نہیں نکال ڈالی۔ اور اس طرح پر لوگوں میں جہالت کے سارے ضرب المثل ہو گیا۔

۱) جزدان شہر اصفہان کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے۔ جہاں کے باشندہ اپنے گاؤں کو جزدان کہتے ہیں۔
ماخوذ از مرآۃ

(۲) ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل اپنے عہد کا بہت بڑا محدث تھا (۵۳۷ھ) میں بمقام مہمان پیدا ہوا۔ (۵۳۷ھ) (۵۳۷ھ) میں مرا۔ اوس کے تصانیف میں سے ہے۔ تفسیر القرآن۔ شرح صحیح البخاری و شرح صحیح مسلم۔ بغداد کے لوگ کہتے تھے۔ کہ احمد بن حنبل کے بعد ایسا لائق اور عالم کوئی شخص بغداد میں نہیں آیا۔ (۳) زہر الشحاحی (۵۳۷ھ) میں پیدا ہوا اور (۵۳۷ھ) (۵۳۷ھ) میں مرا۔ ماخوذ از تاریخ مکمل ابن الاثیر۔ (۴) یہ ایک عجیب کی بات ہے کہ اس اسماعیل بن الفضل اور عبدالعزیز بن محمد وغیرہ محدثین کا طبقات المحققین میں مطلق ذکر نہیں لیکن یہاں جو ضروری حالات ہیں یعنی ان کا زمانہ اور جہان دور رہتے تھے وہ سب دیکھ گئی ہیں۔ (۵) ابو سعد متولی نے جو تہ لکھا تھا اوس کا تہ اس نے لکھا ہے۔ (۶) ابو عبیدہ کا تذکرہ ابن خلکان نے لکھا ہے۔ دیکھو تذکرہ ۷۰۲۔ (۷) اب بھی عربوں میں ایسے نام ہوتے ہیں جن سے جہانی عیوب کا اظہار ہوتا ہے۔

۸۸۔ قاضی سعد ابو المکارم سعد بن الخطیب ابی سعید محمد بن مینا بن کریا بن ابی قدامہ بن ابی طشیج ممتاتی۔

مصر کا رہنے والا کاتب شاعر اور دیار مصر کے سرکاری دواوین کا ناظر تھا۔ اور بڑا صاحب فصیلت اور کتنی ہی کتابوں کا مصنف بھی تھا۔ سلطان صلاح الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت کو نظم کیا تھا۔ اور ایسے ہی کتاب کلید و منہ کو بھی نظم کا لباس پہنایا تھا۔ اس کا ایک دیوان بھی ہے۔ میں نے خود اوس کے بیٹے کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس کے چند قطعات نقل کئے ہیں۔ اوس میں سے ایک قطعو یہ ہے۔

تَعَالَيْتُنِي وَتَهْجِي عَنِّي اُمُورِي سَبِيلُ النَّاسِ اَنْ يَنْعَوَكَ عَنْهَا هِيَ
تو مجھ پر غصہ کرتا ہے۔ اور لوگوں کے طور پر بعض ایسے کاموں سے منع کرتا ہے۔ کہ تجھے وہ امن سے منع کیا کرتا
اَقْدَرُ اَنْ تَكُوْنَ كَحَمَلٍ عَنِّي وَحَقِّكَ مَا عَلَيَّ اَضْرُ مِنْهَا
تو کیا سمجھتا ہے کہ اس سے نویری آنکھوں کی طرح (میرے لئے مفید) ہو جائے۔ مگر تیرے حق کی قسم ہے
کہ یہہ آنکھیں میرے لئے جفہ و فہرین اتنا اور کوئی نہیں (انھیں نے مجھ عشق کی چندہ میں بھنسا لیا۔)

اسی نے ایک سوئے آدمی کے حق میں یہ شعر کہے تھے جسے اوس نے دمشق میں دیکھا تھا۔

حَكِيٌّ نَحْزَنُ مَا فِي الْأَسْرِ ضَمِنَ كُحْكِيمًا أَبَدًا

وہ دو زندیوں کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں جن کے مشابہ کبھی نہ ہوگا

حَكِيٌّ فِي خَلْقِهِ نَوَّارٌ وَفِي اخْلَاقِهِ بَدَدٌ ۱

پیدائش میں نور وہ نورندی کے مشابہ ہے اور اخلاق میں بد زندگی کے

تماثل نے یہ مضمون ان دونوں بیتوں میں ایک شاعر کے اس قول سے لیا ہے۔

ضَا حَلِيٌّ ابْنُ بَشَرٍ اِنْ مَدِينَتُ خَلْقٍ فَكَيْلُهُمَا يَوْمَ الْفَنَاءِ قَرِيْبٌ

ابن بشر ان شہر خلق کے مشابہ ہے۔ فجر کے دن وہ دونوں کے دونوں فرید و مجاہد ہیں۔

الْفَاظُ بَرَدٌ اَوْ صَوْرَتُهُ خَلْقِهِ نَوَّارٌ وَنَقْصُ الْعَقْلِ مِنْهُ يَزِيدُ

اوس کے الفاظ ایسے گندہ ہیں جیسے بد زندگی۔ اور اوس کی جہانی صورت ایسی (ست) ہے جیسے

نورندی۔ اور اس پر عقل کی کوتاہی اور زیادہ ہے۔

یہ اوس کے شعر ہیں جو ایک طویل قصیدہ میں لکھے ہیں۔

لِنَبْرِائِي فِي الْغَيْلِ اَيُّ تَحْرِقٍ عَلَى الصَّنِيفِ اِنْ اَبْطَأَ اَيُّ تَلَمُّبٍ

مات کے وقت اوس کی آگ کیسی تخریق و تلمب (تیزی و روشنی) کے ساتھ اوس جہان کو دکھائی دیتی ہے

جو پیچھے رہ گیا ہو۔

وَمَا ضَرَّ مَنْ يَعْشُوَانِي ضَوْفُ نَارٍ اِذَا هُوَ كَمْ يَنْزِلُ بِأَلِ الْمُكَلَّبِ

جو شخص اوس کی آگ کی روشنی کو دیکھ کر شام کو اوس کے یہاں آئے تو اسے کوئی شکایت کا موقع

نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ آلِ مَلَب کے یہاں پہن نہ رہ چکا ہو۔

یہ بھی اوس کے ایک نوجوان نحوی کے بارہ میں لکھی ہیں۔

وَأَهْبَيْتُ أَحَدًا لِي تَحْوُهُ نَجْبًا يُعْرِبُ عَنْ ظَرْفِهِ

ایک بچی کو اس کے چال وصال نے جو اس کے طرف اور عالی دماغی کو ظاہر کرتے ہی مجھے تعب میں ڈال دیا

عَلَامَتُ النَّانِثِ فِي نَفْطِهِ وَأَخْرَفَتِ الْعِلْدُ فِي طَرَفِهِ

اوس کے الفاظ میں (جو نرم و نازک آواز نکلتی ہے وہ) تانیث کی علامت ہے۔ اور اوس کی آنکھ میں (جو

علت ہیں (یعنی سچی نگاہ سے بیادوں کی طرح دیکھتا ہے)

اس کی تین بیستین سچائی بن نزار منجی کے بیان میں ہیں جس کا بیان حرفت کی تکرار میں کیا اس کی نظم میں بہت اچھے مضامین ہوتے ہیں۔ عماد الصغفانی نے کتاب خرید و یمن اس کا ذکر کیا۔ اور چند رقاعطیج بھی نقل کئے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس کے باپ خطیر کا ذکر بھی کیا۔ اور اس کے بھی بہت شعر نقل کئے ہیں۔ اون میں سے یہ شعر بھی ہیں جن میں شاعر اخفائے راز کے لئے نہایت مبالغہ کرتا ہے۔

وَ اَلْکُتْمُ الْیَسْرَ حَتّٰی عَنِ اِعَادَ قَدْرِ
اِلٰی الْمُسْتَرِ بِرِ مَوْ غَیْرِ دِیْنِ سَیَانِ
میں راز کو اس قدر مخفی رکھتا ہوں کہ جس نے مجھ کو کہا اس کے روبرو بھی اعادہ نہیں کرتا۔ اور اس کو کبھی سچو لٹا یا
وَقَدْ اَنَّ لَیْسَانِیْ لَیْسَ لَیْلِیْمُہُ
تَنَمَّی لَیْسَ الَّذِیْ قَدْ کَانَ نَاجِلِیْ

یہ اس طرح پر ہے کہ میرا کان میری زبان سے بھی دہ راز نہیں کہتا جو کسی نے مجھ سے چسپ کرکھا ہو۔
کاتب کہتا ہے میں اس سے قاصر ہوں ملا تھا۔ اس وقت وہ ملک ناصر کے لشکر کا متولی دینے فتر کا افسر تھا۔ اور وہ اور اس کے سب آدمی نصرانی تھے۔ مگر صابح الدین کی ابتدائے سلطنت ہی میں یہ مسلمان ہو گئے۔ مہذب الدین بن النعمی (نہیں لکھی) نے ائحد بن ممانی کی جھوٹ میں یہ شعر لکھے ہیں۔

وَحَدِیْثُ الْاِسْلَامِ وَ اِہْلِ الْحَدِیْثِ
بِاسْمِ الشَّعْرِ عَنْ ضَمِیْرِ حَدِیْثِ
یہ نو مسلم بالکل بجا توں والا یعنی ضعیف الاعتقاد ہے۔ اور سختے چہرہ سے دل کی جہانت کو دکھاتا ہے۔
لَوْ سَرَّ اَمِیْ کَبْضُ بَشْعِرِہٖ سِیْئُوْیَہٗ
نَزَادَ کَافِیْ حِلَآءِ مَتَرِ الشَّائِئِیْثِ
اگر سیویہ اس کی نظر کو دیکھتا تو علامت تانیث میں اس سے زیادہ کر دیتا رہتی اور اس کا کلام زنا نہ ہے)

حافظ ابو الخطاب بن وھبہ الکلبی جو ذمی السبین کے لقب سے مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ
بہت شہر اہل میں گیا۔ اور وہ ان کے سلطان ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ
کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غسل میلاؤ کی نسبت اہتمام دیکھا جس کا حال اس کتاب کے حرف
کاف تین اس کے نام کے تحت میں مذکور ہو گا تو ایک کتاب نصیف کی اور اس کا نام
الکُتُوْبُ فِی بَدْعِ السَّیْرَاجِ النِّیْرِ لکھا۔ اور کتاب کے آخر میں ایک طبع قصبہ بھی لکھا جو مظفر الدین

کی مدح میں تھا۔ اور جس کا اول یہ ہے۔

لَوْلَا الْوَشَاةُ وَهُمْ أَعْدَائُنَا مَا وَهَمُوا

اگر جاسوس و رقیب نہ ہوتے جو ہمارے دشمن ہیں تو دہلے دست ہم پر کچھ برائی کا وہم نہ کرتے۔
یہ کتاب اور قصیدہ سلطان کو سنایا گیا۔ پھر ہمارے روبرو اس کے بعد شعبان ۱۲۲۸ھ میں
یہ کتاب مظفر الدین کو سنائی گئی اسے یاد ہے کہ یہ قصیدہ بھی اوس میں تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد
میں نے یہ قصیدہ یعنی ایک مجموعہ میں دیکھا جو اسعد بن ہمتی کی طرف منسوب تھا میں نے دل میں کہا کہ یہ شاید کاتب
کی غلطی ہے اس کے بعد جب میں نے اسعد کا دیوان دیکھا تو اوس میں یہ قصیدہ پورا پورا موجود تھا۔ خدا اس
سلطان ملک کا دل کی مدح میں لکھا تھا۔ حمد اللہ تعالیٰ۔ اس سے پہلے گمان تھی ہوا کہ یہ اسعد کا ہو گا پھر میں نے
دیکھا کہ ابوالبرکات بن المستوفی نے ابن حنیہ کے ذکر میں تاریخ اربل میں اس قصیدہ کا ذکر کیا ہے۔
کہ میں نے اوس سے اوس کے پاس قول کے معنی پوچھے تھے

لَفَدَّيْرٍ مِنْ عَطَا جَمَا دَلِي كَفَّةُ الْحَرَمِ

تو خدا میں اوس پر بخشش کے سبب جس کے ہاتھ جادہ یعنی اور محرم ہیں۔
تو اوس نے کچھ ٹھیک جواب نہ دیا۔ آخر میں نے کہا۔ شاید ایک شاعر کے اس قول کی
طرح اس کا بھی مطلب ہو گا۔

يُسَمِّي ابْنُ اسْمَاءِ الشَّهْوِ رَفَفَهُ جَمَادَى وَمَا صَمْتُ عَلِيٍّ الْمَحْمُودِ

مہینوں کے نام سے اسے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ اوس کا ہاتھ جادہ ہی ہے اور جو کچھ اوس کے اندر
ہے وہ محرم ہے۔

ابن المستوفی کہتا ہے کہ ابن وحیہ اس پر بیس پڑا۔ اور کہا ان میں میرا مطلب ہے۔ جب مجھے
یہ حال معلوم ہوا۔ تو میں نے اپنے اس خیال کو ترک کر دیا کہ یہ قصیدہ اسی اسعد کا ہے۔ کیونکہ
اگر ابوالخطاب کا ہوتا تو جواب میں وہ توقع نہ کرتا۔ علاوہ بریں یہ قصیدہ ۱۲۲۸ھ میں صاحب
اربل کو سنایا گیا تھا۔ اور اسعد کا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے چنانچہ اوس کا بیان آئندہ آئیگا
اس وقت وہ حلب میں مقیم تھا۔ اسے دولت عاویہ کے کوئی تعلق نہ تھا یہ ہمارا قیاس ہے
درحقیقت خدا جانے ان دونوں میں یہ قصیدہ کس کا ہے۔ اسعد کو وزیر صفی الدین ابن شکر

سے اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا اور میرے چھپ کر بھاگ کر حلب کو چلا گیا تھا۔ کہ سلطان ملک
رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لی چنانچہ وہ اپنے اخیر وقت تک وہیں ٹھہرا رہا۔ اور اسی جگہ
سلخ جادوی الاودیۃ (نور برکت) میں یکشنبہ کو انتقال ہو گیا۔ بائیس برس کی عمر ہوئی
رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اور ایک مقبرہ میں مدفون ہوا۔ جو مقام کے نام سے مشہور ہے اور راستہ کے
کنارہ شیخ علی ہروسی کے مقبرہ کے قریب واقع ہے اور مکتا باپ خلیفہ ۶۔ رمضان ۷۵۷ھ (۱۱۵۷ء) میں
بروز چہار شنبہ مرا ہے۔

نیشا بکسریم سکون یا کے تھانی و نون والف۔ مائی بفتح میم ذیم ثانی معدودہ والف و تائے
فوقانی و تائے تھانی ابو بلج کا لقب ہے جو نصرانی تھا۔ مائی او سے اس لئے کہتے تھے کہ
"صرین ایک مرتبہ قوط عظیم پڑا یہ مخلوق کو خصوصاً مسلمانوں کے بچوں کو صدقہ دیتا اور کھانا کھاتا
کرتا تھا۔ اس سے اون کا قاعدہ سا ہو گیا تھا کہ جب وہ اسے دیکھتے تو پکارتے "مائی" پھر وہ اسی
مشہور ہو گیا یہ وجہ مجھ سے شیخ حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم شذری نے بیان کی ہے نفع اللہ
پھر اس کے بعد اس نے خلیفہ کا ایک مرثیہ سنایا۔ اور کہا غالباً یہ دو نون بیتین ابو طاهر بن سلیمان
کی ہوگی۔ وہ یہ ہیں۔

كُلُّوَيْتِ سَمَاءَ الْمَكْرَمَا ۖ وَكُوَيْتِ شَمْسُ الْمَكْرِیٰ
انعام و اکرام کا آسمان تہ ہو گیا۔ اور مدح کے آفتاب پر از صیرا بھا گیا۔

مَنْ ذَا الَّذِي قَتَلَ ابْنِ اَسْرَجٍ ۖ بَعْدَ مَوْتِ اَبِي الْمَلِیْجِ
ابو بلج کے مرنے کے بعد بھلا میں کس سے کسی قسم کی امید و خواہش رکھوں۔

پھر میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا۔ کہ یہ بیتین اسی کی تھیں۔ اور اس نے ابو بلج کی اصحبی
بہت حق لکھی ہے۔

نہا دیکھو تذکرہ ۱۰ نوٹ ۷۔

وہ میرے خیال میں ان مخلص اشعار کہ یہی معنی معلوم ہوتے ہیں جہین نے لکھے ہیں۔ شاعر کی طرف غالباً
یہ ہے کہ وہ محبوب کے حسن و خوبی سے ہوشیار رہنے اور احتیاط کرنے کو کہتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ
بھی کہتا ہے کہ یہی آنکھیں ہی فی الحقیقت میرے قاتل دشمن ہیں۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ سے محبوب کی

خانہ رانہ از احسن و جمال کا خیال میرے دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔

(۳) دیکھو نوٹ ۵

(۴) چلتی غولک یا وادے دمشق کو کہتے ہیں یا اوس کے قریب کے ایک گائون کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ چلتی دمشق کا ہی نام ہے اور بعض کے نزدیک وہ ایک عورت کی صورت ہے جس کے منہ پانی نکلتا ہے اور جو دمشق کے قریب ایک گاؤں میں بنی ہوئی ہے، ماخوذ از مرصد۔

(۵) یا یون کہو کہ اوس کی عقل کا نقص بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے تریب میں مین سے زخم کر لیا ہے کہ بڑو توراہ یزیدنیون کی جو دمشق کے قریب بہتی ہیں کوئی خاص صفتیں مشہور ہیں جس کے نسبت شاعر اشارہ کرتا ہے۔ مگر لیکن ہے اوس نے ان الفاظ کے نحوی معنی ہی مراد لئے ہوں۔ بڑو کے معنی ہیں ٹھنڈا اور قد کے معنی ہیں بل اور بڑو کے معنی ہیں زیادہ ہوتا ہے۔

(۶) دیکھو تذکرہ ۴۴ نوٹ ۵

(۷) بنی مہلب سب کے سب سخاوت و جود میں مشہور تھے۔ اور ہاناری میں اودن کی مثال دی جاتی ہے۔ ان اشعار کے، سلی معنی تو یہی ہیں جو ہم نے کچھ ہیں مگر جو لوگ کہ عربی صرف و نحو سے خوب واقف ہیں وہ خیال کریں گے کہ شاعر نے اپنے خیالات ایسے الفاظ میں بیان کئے ہیں کہ جو خوشی کے نزدیک خاص محاورات میں داخل ہیں۔

(۸) صلاح الدین کے عہد میں مسلمانوں اور نصرانیوں سے لڑائی تھی۔ اس واسطے مسلمانوں کے لشکر میں نصرانی نوکر نہ رکھتے تھے غالباً اسی وجہ سے انھیں مسلمان ہونا پڑا ہوگا۔

(۹) یہ سچو ثانی کی بڑی سخت بیوہ ہے اور اوس پر بڑا حملہ ہے اس واسطے انگریزی مترجم اوس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان اشعار کا مطلب ہی ایسا پیچیدہ ہے کہ اوس کا تعین ہی دشوار ہے۔ پہلے مصرعہ کے معنی فضلی ہیں ایک نیا اسلام والا وہی حدیث غیر ثقہ ہے یا اسلام کی حدیث داہی حدیث ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ دوسرے معنی ہی مسلمان کے موصوفے نہیں نکل سکتے۔

(۱۰) دیکھو تذکرہ ۴۷۔

(۱۱) منظور الدین کا اصلی نام کوک بورہی ہے دیکھو تذکرہ ۵۲۔

(۱۲) حب اہل عرب عربی اشعار کو خود ہی ذبحہ کیسین تو ہم ہندوستانیوں سے لگتے ہیں غلطی ہو جائیں تو کچھ

قدیم سیکر سے شہر پنجاب کا رہنے والا شافعی فقیہ شاعر اور بہار الدین کے لقب سے موصوف تھا۔
 فقیہ کی حیثیت سے خلافت و بحث و مباحثہ بہت کیا کرتا تھا۔ مگر شعر و سخن کا وہ سے ایسا شوق
 تھا کہ اسی میں مشغول رہتا اور اپنے شعر کہتا تھا۔ اسی فن میں اس سے شہرت بھی حاصل ہوئی
 اور اسی سے بادشاہوں کی خدمت میں پہنچا اور ان سے انعام و اکرام حاصل کئے۔ ملکوں میں
 خوب گھوما۔ اکابر و اعیان یا نہ کی میں سرائی کی اس کے اشعار زبان زد خلایق ہیں۔ قصائد اور قطعیہ
 جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ کریم نے اس کا کوئی دہان نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں کہ کسی نے
 اس سے مدون کیا ہے یا نہیں۔ یہ ہے بعد دمشق ہیں مجھے قبرستان خاندان اشرفیہ کے کتب خانہ
 میں اس کا دیوان مل گیا اس کی ایک برسی جلد تھی اسی میں میں نے ایک قصیدہ دیکھا جو اس
 قاضی کمال الدین شہر دہلی کی مدین لکھا ہے اس کے بعض شعر بیان لکھتے ہیں۔
 وَهَآءِذَا مَا خَطَرَ السَّائِلِ وَلَا أَنْتَ أَخْلَوْنِي الْغُرَاهُ بِجَالِدِ
 تیری محبت کی قسم کہ تیرے عاشق کے دل میں بھی بے پروائی کا کبھی خطرہ نہ آیا۔ تو تو عشق میں جو حال دسکا
 ہو رہا ہے خوب ہی جانتا ہے۔

وَمَتَى وَشَيْءٌ وَأَشْرَ إِلَيْكَ يَا نُّ سَأَلَ هَوَاكَ ذَا الْقَمِينِ عُدَّالِيهِ
 جب کوئی نفل و خیر تجھ سے چغلی کھائے کہ تیرے عاشق کے دل سے تیری محبت جاتی رہی۔ تو جان کے
 میں نہیں ہے۔ بس نے اس سے تیری محبت کو سبب سلامت کی ہے۔
 أَوْلَيْسَ لَكَ لَفِ الْمَعْنَى بِأَهْدٍ مِنْ حَالِهِ يُغْنِيكَ عَنْ كَسَالِهِ
 تیرے عاشق کی حالت کیا ایسی نہیں ہے۔ اس کی مخفی گنج کی شاہد ہو اور اس سے تجھے، اس کا حال اچھا نہیں
 جَدَّ دَثْ ثَوْبٍ سَفَامِيَهْ مَكَلَّتْ سَمُورُ خَرَامِيَهْ وَصَفَتْ جَهَنَّمَ وَصَالِيَهْ
 تو نے اس کے بدن کے پرے سے کبروئے۔ اس کا پردہ چھاڑ دالا۔ جو اس کی محبت کو چھپائے ہو
 تھا۔ اور اس کی کو کاٹ دیا جو تجھ سے اس کو ملا رہا تھی۔

أَفْزَلَهُ سَبَقَتْ لَهُ أَمْخَلَةٌ مَا لَوْ فَوْقَهُ مِنْ تَيْمَمِهِ وَدَلَالِيهِ
 یہ جو تو نے ترک تعلق کیا تو کیا اس سے کوئی لغزش ہو گئی ہے۔ یا اس کا سبب وہ غلت و دوستی ہے جس کا
 وہ عادی ہو گیا اور اس کی وجہ سے لاف گزافہ و زائد و غرور لگا ہے۔

يَا لَهْجَاتُكَ مِنْ أَسِيرٍ دَابَّةٍ يُغْدِي الطَّلَبُ نَفْسِي بِهَيْبَةٍ
 اور اس سیر پر تعجب آتا ہے جس نے اپنا خاصہ کر لیا ہو۔ کہ اپنی جان اور مال کو ایک آزاد پر سے فدا کر دے۔
 بَابِي وَأَمِّي نَائِلٌ بِمَخَاطِرٍ لَا يُتَعَلَّى بِالدِّمَارِ حَدٌّ نَبَالٍ
 میرے ماں باپ اور تیرا انداز پر قربان جو آنکھوں سے تیرا راز ہے۔ اور اس کے تیروں کی لوگ سے
 کوئی زرہ بچا نہیں سکتی۔

سَرَيَانٌ مِنْ مَاءِ الشَّيْبَةِ وَالصَّبَا
 وہ نوجوانی اور نئے اوٹھان کے پانی سے تروتازہ ہے۔ اور اس کے خسارہ اس کے پاک چشمہ سے جھلکتے ہیں
 تَشْرِيبِي الشَّوْاطِرُ فِي مَرَاكِبِ حُسْنٍ
 رشتہ دار تعجب! آنکھیں اس کی خوبی حسن کے جہازوں میں سفر کرتی ہیں۔ اور جمال کے دریاؤں میں غرق ہو کر لگی ہیں
 فَكَمَاءُ عَيْنٍ كَمَالٍ فِي نَفْسٍ
 اوس کا انتھائے کمال فی نفسہ کافی ہے بیٹے اوس کے کمال میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ ہی انتھائے
 کمال الالدین کو نظر پر سے بچاتا ہے۔

اتنا تو مشہور ہے۔ گراس میں بعض لوگ اور بھی دو بیتیں بتاتے ہیں۔ مجھے تحقیق نہیں کہ یہ بھی
 اوس کی ہیں یا نہیں وہ یہ ہیں۔

كُنْتُ الْعِزَّادُ عَلَى صِفَةِ خَدَّيْ
 عذار نے اوس کے خسارہ کے صنوبر ایک وزن کہا اور اوس میں اوس کے خال سے ایک نقطہ بھی لگا دیا
 فَسَوَادُ طَرَبِي كَكَلِيلِ صُدُوقِ
 اوس کے طرہ کے سواد بھری رات کی طرح ہے۔ اور اوس کی پشانی کی بیاض اوس کے یوم وصال کی طرح
 اگر طاعت کا خوف نہ ہوتا تو میں یہ کل قصیدہ نقل کر دیتا۔ یہ شعر بھی اوس نے ایک اور قصیدہ
 میں کہے ہیں۔

وَصُفِّفْتُ حُلُوًّا لَشَمَائِلٍ فَاتَزَوَّلَا لِحَاطِ فِيهِ طَاعَتُهُ وَعَقُوبُ
 اور ایک پتلی کروا لاشیرین شامل آنکھوں کا بیارایا ہے کہ کبھی تو کہا انا ہے اور کبھی انکار کرتا ہے
 وَقَفَّ الرُّوحُ عَلَى مَرَامِئِهِ تَغْرِغُ
 فُجْرِي بِرَمِيْنِ خَدَّيْ وَسَاوِ قُ

نثر اب اوس کی لبون کے چوسنے یعنی بوسہ لینے کی جگہ پر جمی ہوئی ہے اور اسی لئے اوس کے دگلابی /
خسارون کے پیالہ سے وہ نکل رہی ہے۔

سَدَّتْ حَمَاسٌ عَلٰی عُشَّاقٍ سُبُلَ السَّلٰوِ فَاِلَيْهِ طَرِبْتُ
اوس کے حماس اور خوبون نے عشاق کے واسطے تسلی کے راستہ سدود کر دئے ہیں اوس کے
حصول کی کوئی سبیل ہی نہیں۔

یہ بھی اوس کی شعراک اور قصیدہ میں ہیں۔
هَبَّتْ نَشِيْمَاتُ الصَّبَا شَحَدَةً فَنَفَّاحٌ مِنْهَا هَنَبٌ اُلا شَمَبُ

جب صبح کو صبا کے جموں کے چلے تو امن سے عنبر سفید کی خوشبو بھگنے لگی۔
فَقُلْتُ اِذَا مَاتَ يٰوَادِي الْغَضَا مِنْ اَيْنَ هَذَا النَّفْسُ الْهَلِيْبُ
پھر جب وہ وادی غضا پر گذری تو میں نے پوچھا۔ یہ کلبہ و پاکیزہ جموں کے کہاں کے ہیں۔

شیخ جمال الدین ابوالمظفر عبدالرحمن بن محمد معروف ابن سنیذہ واسطی ۳۲۷ھ میں ہمارے غنیمت
آیا۔ اور مدرسہ مظفریہ میں ہمارے ہی پاس ٹھہرا۔ ہم اس زمانہ میں اپنے ہی وطن میں تھے۔ یہ شخص
حصر میں بڑے درجہ کا آدمی تھا اور بہت ملکوں میں گھوما تھا۔ بادشاہوں سرداروں کی مدح سرائی
کیا کرتا اور وہ اسے بڑے انعام و اکرام دیا کرتے تھے۔ جب یہ فرخوش ہو گیا تو وہ لوگ جنہیں ابوب
کاشوق تھا اس کے پاس آئے۔ محاضرات و مذاکرات لطیفہ کی مجلسیں گرم کرنے لگیں۔ عمار اس کی
بہت ہو گئی تھی۔ ایک روز کہنے لگا۔ میں اور بہاء الدین سناری سنار سے اس عین کو یا کہا کہ وہ
عین سے سنار کو سفر میں ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے۔ اوس کے ساتھ
ایک لڑکا بھی تھا جس کا نام ابراہیم تھا۔ اور جس کے ساتھ اوس کو بڑا انس تھا۔ وہ لڑکا کہیں دوپٹے
پتھے رہ گیا بہاء الدین اسے ڈھونڈنے کو اٹھا۔ پکارا ابراہیم ابراہیم دو مرتبہ وہ لڑکا دور تھا کہ
سنار مگر یہ مقام ایسا تھا کہ صدالوٹ کراتی تھی جب اوس نے کہا ابراہیم صدائی ابراہیم اس
پر وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر کہنے لگا۔

بِنَفْسِيْ جَلِيْبٌ جَارٌ وَهُوَ جَبَّارٌ بَعِيْدٌ عَنِ الْاَبْصَارِ وَهُوَ قَرِيْبٌ
ایک دوست نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ وہ میرے جان کر ساتھ ہو گیا تھا مگر دل سے تو میرے

يُحِبُّ صَدَى الْوَادِي إِذَا مَا دَعَوْتُهُ عَلَى أَمْتٍ مَحْضَرٍ وَ لَيْسَ يُجَنِّبُ

جب میں پکارتا ہوں تو وادی کی صدا باوجود اس کے کہ وہ پتھر ہے جواب دیتی ہے مگر وہ جواب دینا بہار الدین سنجاری کا ایک دوست تھا۔ اوس سے اور اس سے نہایت ہی محبت تھی۔ اکثر لکھتے رہا کرتے تھے۔ اتفاقاً باہم کچھ کدورت پیدا ہو گئی۔ اور اوس دوست نے آمد و رفت ترک کر دی بہار الدین نے کسی کو اوس کے پاس بھیجنے کے لئے کی شکایت کی۔ اوس کے جواب میں دوست نے صریحی کی دو بیتیں لکھ کر بھیجیں جو اوس نے ہندہ روین مقاسہ میں لکھی ہیں۔ اور وہ بیتیں
لَا تَزُرْ مَنْ يُحِبُّ فِي كُلِّ شَهْرٍ حَيْرِيَوْمٍ وَلَا تَزِدْهُ عَلَيْهِ

جس سے تو محبت کرتا ہے مہینے میں اوس سے صرف ایک دن ملا کر۔ اس سے زیادہ نہیں۔
فَاجْتَلِدْهُمُ الْهَيْلَالِ فِي الشَّمْرِ يَوْمٍ ثُمَّ لَا تَنْظُرُ الْعُيُونُ إِلَيْهِ
ہلال کو مہینہ میں ایک ہی دن دیکھا کرتے ہیں۔ پھر آنکھیں اوس کی طرف نظر نہیں ڈالتیں بہار الدین نے اپنے نظم کے ہوئے یہ شعر اوسے لکھ کر بھیجے۔

إِذَا حَقَّقْتُ مِنْ حُلٍّ وَ دَادَا قُورُؤُكَ وَلَا تَخَفُ مِنْهُ مَلَاةَا
جب تجھے کسی دوست کی دوستی پسند نہ ثابت ہو جائے۔ تو اوس سے ملاقات کر۔ رنج و ملال کا کچھ خوف نہ کر
دَكُنْ كَالشَّمْسِ تَطْلُعُ كُلَّ يَوْمٍ وَلَا تَلَفُ فِي رِيَا سَرَّيْهِ هَلَاةَا
آفتاب کی طرح ہو۔ جو ہر روز طلوع کرتا ہے اوس کی زیارت میں ہلال کی طرح نہ ہو۔ (جو مہینہ میں ایک ہی مرتبہ طلوع دکھاتا ہے)

یہ بھی اوس کے مشہور شعرون میں سے ہیں۔

لِللَّهِ آيَاتٌ عَلَى سَرَاتِنَا وَ طَيْبٌ أَوْ قَائِي عَلَى حَاجِرِي

واہ دلرامہ میں میرے ایام کیسے گزرے۔ اور حاجر میں میری اوقات کیسی اچھی رہی۔

نَكَادُ لِلشَّرَاعَةِ فِي مَرِّهَا أَوْ لَهَا يُعْتَرِ بِهَا الْخَيْرِ

مگر ایسی سرعت سے گزرتے تھے کہ اول و آخر باہم ملا لے جاتے تھے۔

اوس کا یہ شعر بھی ہے جو اوس نے وصف شراب میں ایک قصیدہ میں لکھا ہے بہت ہی اچھا مضمون ہے۔

كَادَتْ تُطَيِّبُوهُ قَدْ طَرَنَّا بِعَاطِلٍ مَبَا كَوْلَا الشَّبَاكَ الَّتِي صَنَعْتَ الْحَبَا
 شراب کے سرور سے ہم اڑنے لگے۔ اور وہ بھی اڑ جاتی۔ اگر جال نہ ہوتے۔ جو صابون سے اوس
 پر بنے ہوئے تھے۔

عماد الدین اصفہانی کاتب نے کتاب السئل والذیل میں اوس کا ذکر کیا۔ اور کہا ہے کہ یہ اپنے
 شعر مجھے اوس نے سنائے تھے۔

فِي لَحْجِ جَبْرِ الْجَوِّ دَسَا كِبُ قَامِنِ الْعَجَائِبِ أَكْثَرُ

یہ ایک عجیب بات ہے کہ میں جو دو سنا کہ دریا میں جہاز پر سوار ہوں۔

وَأَمُوتُ مِنْ ظَلَمٍ أَوَّلِ السَّكِينِ عَادَ الْبَحْرِ الْعَجَائِبِ

اور پیاس سے مرد ہا ہوں۔ لیکن دریا کی عادت کچھ عجیب ہوتی ہے۔

اوس نے بہت اچھے اچھے مضامین لکھے ہیں ۳۳۵ (۳۸۰) میں پیدا ہوا۔ اور
 شریعہ ۶۲۲ (۶۲۲) میں سنجا میں ہی مر گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۱) ملک اشرف بمقام دمشق محرم ۳۳۵ میں مرا۔ اوس کا ذکر ۲۰ میں ابن خلکان نے کیا ہے۔ اور دیکھنا چاہئے
 و ۲، اول اول تو میر خیال تھا۔ کہ نیچے کے اشعار کے خیالات کے طرز کو کچھ بدل دیا جائے۔ مگر جب غور کیا
 تو یہی معلوم ہوا کہ اشعار کا مفہوم جیسا ہے وہ ہی لکھ دیا جائے۔ اور ناظرین کو دیا چاہے جلد اول انگریزی فقرات
 ۲۸ و ۳۵ کے طرف توجہ دلائی جائے۔ وہاں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اوسے دیکھنا چاہئے۔

(۳) میں الکمال کا لفظ چشم دب کے اثر کا اظہار کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ چشم دب کا اثر اکثر ادون لوگوں
 پر خیال کیا جاتا ہے جو ذی اقبال اور صاحب حسن و جمال ہوتے ہیں۔ یہ شعر ادین اشعار کا نمونہ ہے جو
 تیسری صدی ہجری سے سہمہ زمینی نغظی اور جگت بازی کا رواج ہو گیا ہے۔ جبکہ ایرانی اشعار بے علم
 ادب پر زیادہ ہوتا گیا اوس قدر زبان عربی خراب ہو تی گئی اور شعر اور ادیبوں کی خیالات میں لغویت
 ساتی گئی۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۶ نوٹ ۲۔

(۵) حال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ ضرب وکیل جابوز سے نکلتا ہے۔ جو سمندر میں ہی نہیں بلکہ
 تمام دنیا کے حیوانات میں سب سے برا جابوز ہے۔ عرب کے سمندر میں قدیم زمانہ سے کنارون پر پکا پڑا

کرتا تھا۔ مگر اب تو ہر شمالی سے بکثرت آتا ہے۔ اور رنگ سبید ہوتا ہے۔

(۶) پیرسہ مغفر الدین گوک بدری صاحب اربل نے قاسم کیا تھا۔ گوک بدری کا بیان کات کے تقطیع میں ملے گا۔ دیکھو مذکرہ ۵۲۰۔

(۷) یہاں تھوڑے کے معنی میں لے کر وکشت ہونے کے لئے ہیں۔

(۸) راحہ اوس شاہراہ پر واقع ہے جو کہ کچھ بصرہ کو جاتا ہے اور عاجر ملک حجاز میں ایک قریب ہے بعض اور نے شعرا نے بھی ان مقامات کا ذکر کیا ہے۔

۹۰۔ ابوالبرہیم اسماعیل بن سحیہ بن اسماعیل بن عمرو بن اسحاق المزنی

امام شافعی رحمہ اللہ کا شاگرد مصر کا رہنے والا زاہد عالم مجتہد بڑا لائق حجت لانے والا معانی و قیام کے لئے دیا گئے تفکر میں غوطہ لگانے والا اور شافعیین کا امام تھا۔ امام شافعی کے طریقوں اور فتاویٰ کا اور جو چیزیں اوس نے اون سے نقل کی ہیں اون کا سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔ امام شافعی کے مذہب میں اوس نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔ الجامع الکبیر الجامع الصغیر مختصر المختصر المنثور المسائل المعبرہ الزغیب فی العلم کتاب التوفیق وغیرہ اسی کی کتابیں ہیں۔ شافعی رحمہ اللہ نے اوس کے حق میں کہا ہے کہ مزنی میرے مذہب کا بڑا ناصریا ور ہے۔ مزنی جب کسی مسئلہ سے فارغ ہوتا اور اسے اپنے مختصر میں درج کر لیتا تو محراب میں جا کر اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کی دو رکعت نماز پڑھا کرتا تھا۔ ابوالعباس احمد بن سراج نے کہا ہے کہ مختصر المزنی جس وقت دنیا سے جائیگی تو بالکل کنوارے اچھوتے ہو گی۔ مذہب شافعی میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اون سب کی یہی اصل ہے۔ باقی اور کتابیں اسی کی بطننگ پر مرتب ہوئیں اور اسی کے کلام کی تفسیر و شرح ہیں۔

جب قاضی بیکار بن قیہ جس کا ذکر آئندہ آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ مصر کا قاضی مقرر ہوا۔ اور بغداد سے وہاں آیا۔ جو حقیقی مذہب تھا تو اوس نے چاہا کہ مزنی سے ملاقات کرے مگر ایک مدت تک اتفاق نہ ہوا۔ ایک مرتبہ جنازہ کی نماز میں دونوں کو آنا پڑا۔ قاضی بیکار نے کسی اپنے دوست سے کہل مزنی سے کچھ پوچھو تو میں اوس کا کلام سنوں اس شخص نے مزنی سے پوچھا۔ ابوالبرہیم ازہم احادیث میں ہمیشہ

کی تحریم بھی آئی ہے اور تحلیل بھی۔ آپ نے تحلیل پر تحریم کو کیوں مقدم مانا ہے۔ مرنے کے لیے کہا کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ نبیذ و مانہ جاہلیت میں حرام تھی۔ پھر حلال ہو گئی ہے۔ بلکہ اتفاق اس بات پر ہے کہ اوس وقت حلال تھی۔ اس سے اوں احادیث کی تائید ہوتی ہے جو تحریم میں آئی ہیں۔ یہ ابن بکوار نے پسند کیا۔ واقعیؑ یہ دلیل قاطع ہے۔

مرنی بڑا شعور تھا۔ اور اس قدر محتاط تھا۔ کہ سال کے ہر موسم میں تانبے کے کٹورہ سے پانی پیتا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں۔ کہا میں نے سنا ہے کہ مٹی کے برتن پکانے کے وقت گوبر کا استعمال کرتے ہیں جسے آگ پاک نہیں کر سکتی کہتے ہیں جب اوس کی جماعت کی نماز فوت ہو جاتی تو تنہا پچیس نمازیں پڑھتا تھا۔ کہ جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ اور اوس کی سند میں رسول اللہ کا یہ قول لاتا تھا۔ صلوٰۃ الجماعة افضل من صلوٰۃ احدکم و حدیث بخمس و عشرین درجہ (جماعت کی نماز کا اکیلے کی نماز سے پچیس گنا ثواب زیادہ ہوتا ہے) زہرا اوس کا ایسا سخت شدہ کا تھا۔ کہ جس کی حد نہیں۔ اور محاب الدعوة بھی تھا۔ شافعی کے اصحاب میں سے کوئی شخص کسی امر میں اپنے آپ کو اوس سے افضل نہیں سمجھتا تھا۔ اسی نے امام شافعی کو مرنے کے بعد غسل دیا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اوس کے ساتھ غسل دینے میں ربیع (المراوی) بھی شریک تھا۔ ابن یونس نے اپنی تاریخ مصر میں اوس کا ذکر کیا اور پورا نام لکھا ہے۔ مگر اوس کے دادا اسماعیل کے نام کے ساتھ مسلم کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ پھر کہا کہ وہ امام شافعی کا شاگرد تھا۔ اور اسکی وفات کا بھی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ حدیث میں فقہ مانا جاتا ہے۔ اہل فقہ میں کوئی شخص کیسا ہی باریک بین کیوں نہ ہو اوس میں اختلاف نہیں کرتا۔ دنیا کے وہ بڑے زہاد اور غیر خلق اللہ و محل سے تھا۔ اس کے سوا اوس کے اور مناقب بہت ہیں۔ مصر میں اوس کی وفات رمضان ۱۷۲ھ (۷۸۸ء) میں ہوئی اور امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس قرآن صغریٰ میں دامن کو دھکم میں دفن ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے اوس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ ابن دؤلاق نے تاریخ صغیر میں کہا ہے کہ فوائشی برس کی عمر میں وہ مرا تھا۔ اور ربیع بن سلیمان مخوفن مرادی نے اوس کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی۔

مرنی بصریم و فتح رائے معجمہ و نون مزیئہ بنت کلب کی طرف منسوب ہے جو ایک بڑا شہر

قبیلہ ہے۔

۱، فقہ اسلام میں مجتہدہ شخص ہے۔ جو مسائل فقہیہ کے حل کرنے میں کامل کوشش کرتا ہے اور بہترین رائے قائم کرتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہ لقب بہت لوگوں کو دیا گیا تھا جس سے وہ اب تک بھی ملقب چلے آئے ہیں۔ لیکن جیب علمائے اصول فقہ قائم کر کے ان کے خصوصاً اہل سنت کے ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل نے۔ تو پھر اور علما کی رائے کو وہ وقعت و مدرسہ جو پہلوں کو حاصل ہو چکی ہے۔ اور ان کو یہ لقب دینا موقوف ہو گیا سیوطی وغیرہ کی نسبت مجتہد کا لقب لگایا گیا تھا۔ مگر مخلوق نے اسے قبول نہ کیا۔

(۲) خواص سانی و قیقہ بابک بین و قیقرس۔

۳، شافعیین کے فقہ میں یہ کتاب نہایت مشہور ہے۔ حاجی خلیفہ لکھتا ہے کہ مزنی ہی اول شخص جس نے فقہ شافعی میں کتاب لکھی ہے۔ اگر یہ بات صحیح مانیں تو اس کتاب کا نام یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اس نے پہلے ایک مختصر کتاب لکھی ہوگی۔ پھر اس کا مختصر کتاب ہے۔
۴، غالباً اس میں وثائق لکھنے کے قواعد سے بحث ہوگی۔

۵، جس کا ابھی اوپر ذکر آچکا ہے۔

۶، ویکموند کرہ ۱۶ ابن خٹابہ نوٹ ۳۔

۷، یعنی اس میں کوئی عیب نہیں۔ اور ائمہ بھی کوئی عیب نہیں نکال سکتا۔

۸، خراب یا خشک انگور وغیرہ کو ہلکا سا جوش دیکر ایک عرق بناتے ہیں۔ اسے نبیذ کہتے ہیں۔ حنیفوں کے نزدیک اس کا پینا ایک قول میں جائز ہے۔ مگر امام محمد مالک شافعی اور احمد کے قول کے رو سے اگر آدمین نشہ ہو تو حرام ہے۔ خواہ تھوڑا نشہ ہو یا بہت۔

۹، مزنی کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس میں کسی کو کلام نہیں کہ اسلام سے قبل نبیذ کا پینا حلال تھا۔ اگر اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حلت کا حکم دیتے تو وہ تحصیل حاصل تھے۔ اس لیے جن احادیث میں طہارت کا حکم ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ اس کے حرم کی دوسری احادیث مؤثر ہیں۔ جن کی نسبت اس قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۰، تانبے کے ظروف میں پانی موسم گرما میں سرد نہیں ہوتا۔ اس واسطے مٹی کی برتنوں میں رکھتے ہیں۔ غرض اگلی مسام دہرہ ہوتے ہیں اعلیٰ میں بخار نکلتا رہتا ہے پانی جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

۱۱۱) غالباً یہ فقرہ ابن خلکان نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہوگا۔ پھر کاتبوں نے اسے بے جا جگہ میں بن لکھ دیا ہے۔ نیچے چکر لکھنا چاہئے تھا۔

(۱۲) دیکھو تذکرہ ۲۳ نوٹ ۱۲

۹۱۔ ابواسحاق اسماعیل بن ابی القاسم بن سونید بن کیسان العینی مولائے

بنی عسفرہ معروف ابی القاسم

مشہور شاعر عین الثمرین پیدا ہوا تھا جو حجاز میں مدینہ کے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام علاقہ سقی الفرات (افرات کے نشیب) میں ہے۔ اور یا قوت الحموی نے اپنی کتاب المشرک "میں بیان کیا ہے کہ وہ انبار کے قریب ہے۔ اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ ابوالعنا نے لڑکپن میں کوفہ میں پرورش پائی تھی۔ اور بڑا ہو کر بغداد میں رہنے لگا تھا۔ وہ جزاء جمع جزاء گھڑی، بیجا کرتا تھا۔ اس سے اس سے جزاء (گھڑی فروش) کہا کرتے تھے۔ امام صفدی کی لڑائی عقبہ کی محبت میں مشہور تھا اس کے عاشقانہ اشعار اکثر اسی لڑائی کی نسبت ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے۔

أَعْلَمْتُ عُقْبَةَ أَتَيْتُ مِنْهَا حَلِيَّ شَرَفٍ مَطْلُ

میں نے عقبہ کو جتلا دیا ہے کہ اس کے سبب سے میں انگوروں پر لٹک رہا ہوں (یعنی ہلاکت کے قریب) وَ شَكُوتُ مَا أَلْبَقِيَ إِلَيْهَا وَالْمَدَامُ مَعُ شَتْمِهِمْ
چونچہ دالم (اوس کی محبت سے) مجھ پر پڑ رہا ہے میں نے اوس کے اوس سے شکایت کی۔ اس وقت

آسودوں کا میٹھ (میری آنکھوں سے) برس رہا تھا

حَتَّى إِذَا بَرِمَتْ بِمَا أَسْكُوتُ مَا يَشْكُو أَلَا قُلْ

یہاں تک کہ جب وہ میری شکایتوں کو جو مفلس ناداروں کی ہی تھیں سنتے سنتے خشک گئی۔

قَالَتْ فَأَيُّ النَّاسِ يَفْعَلُ مَا تَقُولُ فَقُلْتُ كُلُّ

تو پوچھا جو تو کہتا ہے اسے کوئی شخص جانتا ہی ہے میں نے کہا ہر کوئی

ایک مرتبہ ابو العتاهیر نے اوس کی طلب میں مہدی کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے تھے۔
 كُفِّنِي بِشَيْئٍ مِنَ الدُّنْيَا مُعَلَّقَةً اَعْلَهُ وَالْقَائِمُ لَمْ يَدِخْ بِكَفِّهِمَا

میرادل دنیا میں ایک چیز سے وابستہ ہے۔ اور اوس کا بر لانا اس کی ذات پر اور مہدی (اپنے احکام) قائم در کہنے والے پر منحصر ہے۔

اِنِّیْ لَا یَسَاسُ مِنْهَا شَیْءٌ یُّطَمَعُوْنَ فِیْهَا اخْتِفَاؤُكَ لِلدُّنْيَا وَبَاقِیْنَا
 میں تو اوس سے ایسا ہوں جو چکا ہوں مگر جب دیکھتا ہوں کہ تو دنیا اور باقیہا کو بالکل حقیقہ سمجھتا ہے تو اوس کے امید بن رہا جاتی ہے۔

ابو العباس اکبرؑ نے کتاب الکامل میں لکھا ہے کہ ابو العتاهیر نے ایک مرتبہ اجازت حاصل کر لی تھی کہ امیر المومنین کی خدمت میں ایام نوروز اور مہرجان (اعتدال ربیع اور اعتدال خریف) میں ہر دو ہفتے کا ایک مرتبہ اوس نے کسی وقت ان موقعوں پر چینی کا ایک بڑا برتن بھیجا جس میں بڑے عمدہ عمدہ کپڑے خوشبوئیں لگائے ہوئے رکھے تھے۔ اور ان کے کناروں پر یہ دو بیتیں جو اوپر مذکور ہوئیں لکھی تھیں۔ خلیفہ نے اس تحفہ کو دیکھ کر چاہا کہ عقبہ کو ابو العتاهیر کو دیدے۔ عقبہ نے سنی سنی گہرائی اور کہنے لگی امیر المومنین میری حرمت اور حق خدمت پر نظر فرماتے کیا آپ مجھے ایسے شخص کو دیتے ہیں جو صورت کا بد شکل ہانڈی برتن بیچنے والا اور شعر کہہ کہہ کر کمائی کھانے والا ہے۔ خلیفہ اس پر خاموش ہو رہا۔ اور حکم دیا کہ اس برتن کو مال سے بھر کر دیدو ابو العتاهیر نے محاسبوں سے کہا کہ خلیفہ نے مجھے دیناروں کا حکم دیا ہے۔ انھوں نے کہا یہ تو ہم نہیں دے سکتے۔ جب تک خلیفہ اپنے حکم کی تشریح نہ کر دے ہم ورہم دیدینگے۔ اگر تو چاہے تو لے۔ اس رو و بدل میں ایک سال گزر گیا۔ عقبہ نے کہا اگر اپنے دعوے کے مطابق عاشق ہوتا تو ایک برس تک دینار ورہم کے تیز کی بجٹ میں بڑھ رہا ہوتا جس میں اس نے ہر روز صغیر دل سے مطلق محو کر دیا ہے۔ یہ بھی اوس کے مدحیہ اشعار ہیں۔

اِنِّیْ اَمِنْتُ مِنَ الزَّوْجَانِ وَهَرَفٍ لَمَّا عَلَقْتُ مِنَ الْاُمِّیْرِ حَبَالَهُ

میں دام اور زمانہ کے انقلاب سے امن میں ہو گیا ہوں اور وقت سے کہ امیر المومنین سے میں نے اپنا رشتہ و تعلق قائم کر لیا ہے۔

لَوْ يَسْتَطِيعُ النَّاسُ مِنْ إِجْلَالِهِ
اتَّخَذُوا لَهُ خَيْرَ الْخُدُودِ مَعَالَا
اگر ممکن ہوتا کہ لوگ اس کے اجلال کا حق ادا کر سکتے۔ تو وہ اپنے رخساروں کے نرم و نازک کھال اس کی
جو تینوں کے لئے دیدہ تھی۔

إِنَّ الْمَطَايَا تَشْتَكِيكَ لِأَنفَا
قَطَعْتَ إِلَيْكَ سُبُاسِيَا مَعَالَا
ہمارے اونٹ تیری شکایت کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرے پاس آتے وقت بیابان اور ریگستان
اونٹین قطع کرنا پڑے تھے۔

فَإِذَا قَرَدُونَ بِمَا قَرَدُونَ خَالِفَا
وَإِذَا صَدْرَانِ مِصَا صَدْرَانِ ثَقَلَا
جب وہ ہمیں لیکر آئے تھے۔ تو ہلکے بوجھ سے آئے تھے۔ اور جب لیکر لوٹے تو بھاری بوجھ سے لوٹے
یہ بیتین اس نے عمر بن العلاء کی مدح میں کہی تھیں جس پر اس نے ستر ہزار درہم اس سے دیے
تھے۔ اور ایسا بھاری خلعت دیا تھا کہ کپڑوں کے بوجھ سے وہ اونٹ نہ مین سکتا تھا۔ اس سے
اور شعر کو بڑا رشک ہوا۔ عمر نے اونٹین جمع کیا۔ اور کہا اسے شاعر و تم پر بڑا تعجب ہے کہ تم آپس میں
ایک دوسرے سے اس قدر حسد کوٹتے ہو۔ جب تم میں سے کوئی ہمارے پاس مدح کرنے کو
آتا ہے تو قصیدہ لکھ کر لاتا ہے اور اس میں سچاس بیٹون تک تو اپنے ہی محبوبہ کی ستائش میں
لگا دیتا ہے۔ ہماری تعریف تک اس وقت پہنچتا ہے کہ مدح کی لذت اور شعر کی رونق بالکل
جاتی رہتی ہے۔ ابو العاصیہ ہمارے پاس آیا۔ اور اپنی محبوبہ کے حال میں تھوڑی سی بیتین لایا
اس طرح کیا۔ اور پھر عمر نے وہ دو بیتین پڑھیں (جو ابو العاصیہ نے اس کی مدح میں کہی تھیں)
کہا۔ تم اس پر کچھ رشک کرتے ہو۔

ابو العاصیہ نے جب اس کی مدح میں یہ ابیات لکھی تھیں تو اس نے انعام دینے میں کچھ توقف
کیا تھا۔ اس پر ابو العاصیہ نے دیر کی شکایت میں اس سے یہ ابیات لکھ کر بھیجیں۔
أَصَابَتْ عَلَيْنَا جُودُكَ الْغَيْنِ يَا هُمُ
فَهَنُّ لَمَّا تَبَغَّى التَّائِمُ وَالْشُّرُ
اے عمر ہماری امیدوں کی (خوابی کے لئے نظر بد) نے تیری بخشش پر اثر کیا ہے اس کے رونق
کے لئے ہم کو تعز و ن اور مشرور کی ضرورت ہے۔

سَنَشْرِفُكَ بِالشَّعَارِ حَتَّى نَمْلُهَا
وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ مِنْهَا رَفِينَاكَ بِالسُّوْ

اس کے لئے اشعار پڑھ پڑھ کر ہم غمپر چھو کین گئے کہ اس بیماری کو یہ نشان ذکر کے دور کر دے۔ اگر
ابن سے تجھے اتفاق نہ ہوا تو پھر ہم (قرآن کی) سویتھیں تجھ پر دم کرینگے۔

اَلْصَّيْحُ السَّلَیْ شہور شاعر کہتا ہے کہ خلیفہ مہدی نے ایک مرتبہ ہم سب کو بولایا جب ہم
دورانِ دربار میں گئے تو بیٹھنے کا حکم دیا۔ اتفاقاً بشار بن برومیر سے برابر بیٹھ گیا۔ مہدی خاموش تھا اور
اہلِ دربار بھی ساکت بیٹھے تھے کہ اسی میں بشار نے کچھ آہٹ سنی۔ پوچھا کون ہے۔ میں نے
کہا ابو العاصیہ۔ کہا کیا اس محفل میں بھی کچھ شعر پڑھیگا۔ میں نے کہا ان میں جانتا ہوں کہ پڑھیگا
وہ کہتا ہے کہ اسی میں مہدی نے ابو العاصیہ کو پڑھنے کا حکم دیا۔ اس نے یہ شعر پڑھے۔

اَلَا مَا لِسَيِّدٍ لِّیْ مَا لَهَا اَدَلَّتْ فَاَنْخِلْ اِذَا لَمَلَمَا

میری سیدہ کو کیا ہوا۔ اس کا کیا حال ہے۔ وہ نادر کرتی ہے۔ میں اس کا ناز اور بھاتا ہوں۔

اس پر بشار نے میرے کہنی ماری اور کہا کسی کو ایسا جری بھی آپ نے دیکھا ہے اس موقع پر اسے
شعر پڑھتا ہے۔ آخر وہ پڑھتے پڑھتے اس قول تک پہنچا۔

اَنْتَ الْخَلْفَةُ مُقَادَّةٌ اِلَيْهِ لِيَجْتَبِئَا اَذَا لَمَلَمَا

خلافت اس کے پاس گردن جھکائے اور اپنے دامن سے زمین صاف کرتی ہوئی آئی۔

فَلَوْ نَاكَ تَصْلَحُ اِسْلَاكُهُ وَ لَمْ يَاكَ يَصْلَحُ اِسْلَامُهَا

خلافت بجز اس کے اور کسی کے لئے منزاوار نہیں۔ اور وہ خلافت کے سوا اور کسی چیز کے سزاوار
وَلَوْ رَاَ اَحْمَا اَحَدٌ هٰذِيكَ لَوَزَلَتْ اَلَا تَرْضٰنَا لَوَا لَمَلَمَا

اگر کوئی اور اس کے سوا خلافت کی آرزو کرے تو اس اندیشہ سے زمین کو زلزلہ آجائیگا۔

وَ لَوْ لَمْ تُطْفِئْ نَبَاتُ الْقُلُوبِ لَمَا قَبِلَ اللّٰهُ اَحْمَا لَمَلَمَا

اگر دل کی بیٹیاں (یعنی خیالات دلی) اس کی اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کو ہرگز قبول نہ کرے گا۔

بشار نے محمد سے کہا اشیع دیکھو کہ میں خلیفہ خوشی کے مارے فرش پر سے اُڑ نہ جاؤں۔ اشیع کہتا ہے

و اللہ اس مجلس سے ابو العاصیہ کے سوا اور کوئی شخص انعام لیکر نہیں آیا۔ ابو العاصیہ کے زہر

میں بھی بہت اشعار ہیں۔ وہ بشار ابو نواس وغیرہ کے طبقہ کے اول مؤثرین میں سے ہے

اس کے اشعار بہت ہیں۔ اس کی ولادت مظلّمہ (۶۸۷ء) میں ہوئی اور روزِ دوشنبہ

۸۔ یا ۳۔ جمادی الآخر ۱۱۳۸ھ (ستمبر ۱۷۲۵ء) یا ۱۱۳۹ھ کو بغداد میں مرا۔ رو رو عیسیٰ علیہ السلام پر قطرۃ الزہراء (۱) و تیلیوں کے پل، کے سامنے اوس کی قبر ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

جب اوس کے مرنے کا وقت قریب آیا۔ تو اپنے پاس والوں سے کہا مثنوی کو بولا کہ وہ میری سر کے پاس کھڑا ہو کر گائے۔ یہ دونوں بیتیں اذہین ایات میں کو ہیں۔

اِذَا مَا انْقَضَتْ عَمْرِي مِنَ الدُّنْيَا هَلْ يَكُنِّي قَاتِلُ عَزَاءِ الْبَاكِ يَا بَيْتَ خَلِيلُ
جب میری عمر کی مدت دنیا میں ختم ہو جائیگی۔ تو مجھے کوئی بھی یاد نہ کرے گا۔ کیونکہ بہت جلد ہا میں عورتوں کا رنج بھی جو مجھ پر روئیں گی تھوڑا ہو جائیگا۔

سَيُفْرَضُ عَنْ ذِكْرِي لِكُنْسِي مَوَدَّتِي وَ لِحَدَّثِكَ بَعْدِي لِلْخَلِيلِ خَلِيلُ
لوگ میرا ذکر چھوڑ دیں گے اور دوستی بھول جائیں گے اور میرے بعد دوستوں کے اور نہ دوست پیدا ہو جائیں گے اوس نے وصیت کی تھی کہ میری قبر پر یہ بیت لکھ دی جائے۔

اِنْ عَيْشًا يَكُونُ آخِرُهُ الْمَوْتُ مَثَلُ عَيْشٍ مُّجْهَلٍ التَّنْفِيسُ
وہ زندگی جس کا آخر موت ہے ایسی زندگی ہے۔ جو بہت جلد کد ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں۔ ایک روز کہیں اوس کی ابو نواس سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا تو کہتے شعر ہر روز بنایا کرتا ہے۔ ابو نواس نے کہا ایک وجہیت۔ ابو القاسم نے کہا میں تو سو سو سو روز بنالیتا ہوں اوس نے کہا اس لئے کہ تو ایسی بیتیں بنایا کرتا ہے۔

يَا عَذْبُ مَارِي وَ لَلْعَفْ يَا لَيْتَنِي لَمْ أَسْرِ لَعَفْ
اے عذیبہ میرا تیرا کیا معاملہ آپڑا ہے۔ کاش میں نے تجھے دیکھا ہی نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

اگر میں ایسے ناز و دہزل نہ چاہوں تو ہر روز بناسکتا ہوں۔ مگر میں ایسے شعر کہا کرتا ہوں۔
مَنْ كَفَّتْ ذَاكَ حَتَّى فِي نَفْسِي ذِكْرُ كَيْمَا يُجْتَانِ لَوْ طَلَى وَ عَزَّ شَاعُ

کے یاد کو میرے شریعت بالباس ہی نہ کر دے۔ آج عورت مراد و آشتا مستند۔ کے کوئی بہت دور گئے نہ آتا اگر تو چاہے کہ ایسے شعر کہے تو عمر بھر نہیں کہہ سکتا۔

یہ بھی ابو القاسم کے لطیف شعر ہیں۔
وَ كَفَّتْ صَبْنِي لَيْتَنِي صَارَ مِنْ قَرِطِ النَّصَابِي

سے اعتذار کیا ہے۔

لَمْ مِنْ صَدِيقِي نِيْ اَمْسَا رِقَّةُ الْبُكَاءِ مِنَ الْحَيَاةِ

اے ہمایا کے باعث میں اپنی گریہ و زاری کو دوستوں سے چھپایا کرتا ہوں۔

وَ اِذَا تَفَطَّنْ لَا مَنِيْ فَاَقُوْلُ مَا بِنِيْ مِنْ بُكَاءِ

کیونکہ جب کوئی سمجھ جاتا ہے تو مجھے ملامت کرتا ہے۔ اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ میں روتا نہیں ہوں۔

لَكِنْ ذَهَبَتْ لَا رَتْدِيْ فَطَرَفْتُ عَيْنِيْ بِالْوَدَاعِ

اگر اس کے لئے میں جاؤں (گویا اور صحنے کے لئے) اور لٹنے لگتا۔ اور آنکھ میں مار لیتا ہوں کہ گویا اوس

آنسو نکل آئے ہیں۔

کہا میں نے تو اے شیخ یہ چلو پانی آپ کے ہی دریا سے لیا ہے۔ اور آپ کے پرانے تیرون

سے تراش کر بنایا ہے۔ آپ نے ہی پہلے اپنے اشعار میں انا، اے تمہارا۔ چنا سچے آپ کہتے ہیں۔

وَقَالُوْا اَقْدَبَكِيْتْ فَقُلْتُ كَلَّا وَهَلْ يَشْكِيْ مِنَ الْجَزَعِ الْجَلِيْدُ

لوگوں نے کہا کہ تو رو با تمہارے کہا ہرگز نہیں۔ کیا کوئی مستقل مزاج آدمی بھی سختی سے رویا کرتا ہے۔

وَلَكِنْ قَدْ اَصَابَ سَوَادَ عَيْنِيْ حُوْدُودٌ قَدْ سَاىَ لَهَا طَرَفٌ مُّجْدِيْدُ

لیکن میری آنکھ کی پتلی میں کوڑے کی چھوٹی سی تیز نوکدار ٹکڑے پڑ گئی ہے۔

فَقَالُوْا مَا لِدُ مَعِيْ مَا سَوَاءُ اَكَلْتَا مُفْلَتِيْكَ اَصَابَ حُوْدُ

کہا دو نو آنکھوں سے کیوں برابر آنسو نکل رہے ہیں۔ کیا دونوں آنکھوں میں ٹھکا پڑ گیا ہے

صاعد کہتا ہے کہ یہ مضمون ان دونوں سے پیشتر خطبہ نے لکھا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے۔

اِذَا مَا الْعَيْنُ قَاصَّ الدَّمْعُ مِنْهَا اَقُوْلُ بِعَا قَدَّيْ وَهَوَا الْبُكَاءُ

جب آنکھ سے آنسو نکلے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ اوس میں کچھ پڑ گیا ہے۔ اوس سے آنسو جاری ہو گا تو

ابو العاصیہ نے ایک مرتبہ شعر کہنا ترک کر دیا تھا کہتے ہیں وہ کہا کرتا تھا۔ جب میں نے شعر کہنا چھوڑ

دیا تو عہدی نے (سُجَّانُ الجرائم) مجرمین کے قید خانہ میں مجھے قید کر دیا۔ جب میں اوس میں

گھسا تو بڑی دھشت ہو گئی۔ وہاں ایک چیز دیکھ کر بدن پر خوف چھا گیا۔ اور جا ہا کہ کوئی گوش

مے تو وہاں جا کر چھپ جاؤں۔ اسی میں دیکھوں تو ایک شخص ہے جو اپنی صحت و عقل سے

عزت دارا اور طرز و انداز سے نیک معلوم ہوتا ہے۔ میں اس کی طرف گیا۔ اور فکر و حیرت و گھبراہٹ سے بغیر سلام کئے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ایک تھوڑی ہی دیر مجھے خاموش بیٹھے گزری تھی کہ اوس نے یہ اشعار پڑھے۔

قَعَدْتُ مَسَّ النَّصْرِ حَتَّى الْفَتْهُ ۖ وَ أَشْكُرُ بِنِي حُسْنِ الْعَزَاءِ إِلَى الْقَبْرِ

مغروروں کو برداشت کرتے کرتے اوس کی مجھے حالت ہو گئی ہے کہ ایک روز مرہ کی چیز معلوم ہوتی ہے اور خوبی تحمل نے مجھے مبرا عادی بنا دیا ہے۔

وَصَدِّقَتْنِي يَا مَيْثِي مِنَ النَّاسِ وَالْغَا ۖ لِحُسْنِ صَبْرِي مِنَ حَيْثُ لَا أَذِي

اور آدمیوں سے جو مجھے یاس ہو گئی ہے اس سے مجھے بڑا بھروسہ ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کسی دُکھی گوشہ سے آئیگی جسے میں جاننا بھی نہیں ہوں۔

ابو القاسم کہتا ہے مجھے یہ بیتیں بہت پسند آئیں اور ایسی تسلی ہوئی کہ میری عقل بھی لوٹ آئی مگر اوس پورے سے کہا خدا آپ کو عزت عطا کرے براہ مہربانی یہ بیتیں ذرہ پھر پڑھئے کہا اسماعیل پہلے مانس تو کیا بے ادب ہے اور کیسی تیری عقل و مروت جاتی رہی ہے۔ تو یہاں آیا تو نہ کہ مسلمان مسلمان پر سلام کرتا ہے تو نے نہ کیا۔ اور نہ جیسے نوادر و مقیم سے استفسار حال کیا کرتا ہے اوس کا ہی حق ادا کیا۔ اور جب دو بیتیں مجھ سے نظم کی سنیں جو تیرا فن ہے اور جس کے سوا تیرا میں اللہ تعالیٰ نے اور کوئی خوبی و لیاقت نہیں دی اور نہ ذریعہ معاش اوس کے سوا اور کوئی دیا ہے تو تو نے تقریر جو شروع کی تو یہ کہ مجھ سے اوس کے دوہرا لےنے کی درخواست کی۔ کہ گویا ہم دونوں پہلے سے ہی ایسا انس و مودت ہے جو دفع حیا کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے تو نے اپنا ذکر کچھ نہ کیا۔ اور نہ اپنے سوا ادب کا کچھ عذر پیش کیا۔ میں نے کہا۔ براہ مہربانی معاف فرمائے کیونکہ جو حالت مجھ پر گذر رہی ہے اس سے ایک ذرہ بھی کوئی دوسرا سنگ تو دہوش ہو جائیگا۔ اوس بڑگ نے کہا۔ تو نے غصہ و خن کیوں ترک کر دیا ہے۔ اوس سے تو وہ لوگ تیری عزت کرتے ہیں۔ اور تجھے اوس تک رسائی ہوتی ہے۔ تجھے چاہئے کہ اپنا مثل سپر جاری کرے تاکہ تجھ کو انہما دی مل جائے رہا میرا حال سو غلیظہ مجھے ابھی بولا لیگا۔ اور مجھ سے عیسیٰ بن دیا بن سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھا جائیگا اگر میں نے اوس کا پتا بتا دیا۔ تو مرنے کے بعد میں

اللہ تعالیٰ کے روبرو اس کا قاتل گنا جاؤنگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ تھا
 ہونگے۔ اور اگر بتاؤنگا تو مارا جاؤنگا۔ اس سے مجھے دیا وہ پریشانی ہونا چاہئے مگر تو دیکھتا ہے
 کہ میں کیسے صبر و اطمینان سے بیٹھا ہوں میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔ اور
 اس سے شرمندہ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ سرزنش و ملامت کے
 ساتھ تیری درخواست بھی پوری نہ کروں۔ یہ دونوں میتیں سن۔ پھر انھیں کئی مرتبہ پڑھا
 کہ میں نے حفظ کر لیں۔ پھر خلیفہ نے مجھے اور اسے طلب کیا۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ
 آپ کو عزت سے رکھے آپ کا نام کیا ہے۔ کہا میرا نام حاضر ہے عیسیٰ بن زید کا رفیق ہوں
 جب ہم مہدی کے پاس پہنچے۔ اور روبرو کھڑے ہوئے تو اس نے اس شخص سے
 پوچھا عیسیٰ بن زید کہاں ہے۔ کہا مجھے کیا معلوم عیسیٰ بن زید کہاں ہے۔ تو اس کے
 پیچھے پڑا وہ کہیں ادھر ادھر بھاگ گیا۔ مجھے تو نے قید کر دیا۔ اب بھلا مجھے اس کی کیوں
 خبر ہو سکتی ہے۔ پوچھا وہ کہاں چھپا تھا۔ اور تو نے اسے سب سے آخر کہاں دیکھا تھا۔ اور
 کس کے پاس دیکھا تھا۔ کہا جب سے وہ روپوش ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ اور نہ میں نے
 اس کا کچھ حال سنا۔ مہدی نے کہا تو اسے مجھے بتا دے ورنہ اللہ میں تیری ابھی گردن دوں گا
 کہا جو تو چاہے کہ میں تو رسول اللہ کے بیٹے کو نہ بتاؤنگا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے
 سامنے اس کا قاتل بن کر نہ جاؤنگا۔ اگر وہ میرے کپڑوں اور کھال کے درمیان بھی چھپا ہوتا
 تب بھی تو میں اسے نہ بتاتا۔ مہدی نے کہا اس کی گردن مار دو۔ پھر حکم دیا اور اس کی گردن
 اوڑا دی گئی۔ ابوالعتاہر یہ کہتا ہے پھر خلیفہ نے مجھے بولایا۔ اور کہا کہ تو شعر کہہ گیا یا مجھے بھی ایسی
 کے پاس پہنچا دوں میں نے کہا کہ ہونگا۔ کہا اسے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دیا گیا۔ قاضی ابو علی
 تنوخی نے بیت ہائے مذکورہ کے ساتھ ایک اور قصیدہ بھی نقل کی ہے۔ وہ یہ ہے۔
 إِذَا نَالَ أَقْنَعُ مِنَ الدَّهْرِ يَأْتِي
 تَكَرُّهْتُ مِنْهُ طَالَ حَلَّتْ عَلَى الدَّهْرِ
 اگر میں امن مصائب پر صبر نہ کرنا جو زمانہ کے طرف مجھ پر بداشت کرنا پڑے میں تو میں زمانہ کی بڑی ہی شکایت کرتا۔
 ابوالعتاہر کی حکایتیں بہت ہیں۔ عنزی نسیج میں مہلہ و تون و دا نے مجھ کو سب سے صبر و
 استعین پر بیچ کی طرف۔ یعنی نسیج میں و سکین یا کے تھانی و تون منسوب ہے عین التمر کی طرف

جس کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

(۱) جرّار ہر وہ شخص ہے۔ جو ظروف سفالین کا کاروبار کرتا ہے۔

(۲) اس طرح ہر شاعر اپنے معشوقہ کے افشائے راز میں جو اس سے حماقت ہوئی ہے اس کی اعتراف کرتا ہے۔

(۳) یہاں شیخ کا لفظ جو ریحی سے صیغہ امر ہے مقدر ہے۔ جسکے معنی میں نے نظر فرمائے کے لئے ہیں۔
(۴) نقلی ترجمہ میں نے امیر سے ریحی نکالی ہے۔

(۵) اون تحائف اور انعامات کی بوجہ سے جو تو نے ہمیں دئے۔

(۶) عمر بن النکاح (۳۷۷ھ) میں طبرستان کا حاکم تھا۔ از ابن الاثیر۔

(۷) دیکھو لین صاحب کی کتاب مصریان متاخرین۔

(۸) ابو الولید اشجع بن عمر واسطی شہر رقعہ واقع جزیرہ فراتہ میں پیدا ہوا تھا۔ جب وہ ادب کی تعلیم حاصل

کر چکا تھا اپنے وطن سے بغداد کو گیا۔ اور برکی خاندان سے میل جول پیدا کیا جعفر بن یحییٰ برکی اہل علم کا بڑا

تقدیران تھا۔ وہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور اسی نے اسے ہارون الرشید سے ملا دیا تھا۔ حطیب

کی تاریخ بغداد کے مختصر میں اس کی وفات کا سنہ نہیں دیا ہے۔ جہاں سے ہم نے یہ حالات لئے ہیں

اشجع کے بعض اشعار دیوان حسانہ میں موجود ہیں اور یغیات الطّب میں اس کے حالات اور اسکے

اشعار کے نمونہ بکثرت دئے ہیں۔

(۹) اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے طرف اس سے اشارہ نکلتا ہے۔

(۱۰) علمائے عرب نے شعرائے عرب کی زبان کے لحاظ سے کئی قسمیں کئے ہیں۔ شعرائے جاہلیت

وہ شاعر ہیں جو اشاعت اسلام سے قبل گذرے ہیں۔ ان کا کلام مقبول فصاحت و بلاغت اور محبت

حریت کے لحاظ سے اول درجہ کا مانا جاتا ہے۔ اس زبان کی شاعری میں مبالغہ نہیں تھا۔ اور ہر غرض

میلانوں کے ان کے مضامین میں اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے محض وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمانہ

جاہلیت اور اسلام دونوں دیکھے۔ یہ بھی شعرائے جاہلیت سے کسی امر میں کم نہیں ہیں۔ ان کا کلام بھی

مقبول مانا جاتا ہے۔ تیسرے مولدین ہیں جو اشاعت اسلام کے بعد ہوئے ہیں۔ ان کے بھی کئی وجہ

ہو سکتے ہیں۔ بنی امیہ کے عہد میں یہ شاعر بھی تھے لیکن بنی عباس کے زمانہ کے شاعروں نے

ایہ اپنی خیالات کو عربی کا لباس پہنایا۔ اور عربی شاعری کو خراب کیا۔ ابن ملک ان کثر انھیں شعر کا کلام اپنی کتاب

مین لانا ہے۔ چنگ اس زمانہ کا مذاق ہی بگڑ گیا تھا۔ یہ اون کے کلام کو اچھا بتاتا ہے۔

۱۱) روویئے دریا کے فرات کے ایک مصنوعی نہر تھی جو دریائے وادی میں بغداد کے پاس حاکم طابقی (۱۱۲) یہ مخارق جس کا نام اوپر ذکر کرہ ۸۰ اہل ہمدانی کے بیان میں لکھا گیا ہے اپنے زمانہ کا اول و برکات معنی تھا۔ اوس نے خلیفہ ہارون الرشید کو ایک مرتبہ اپنا گانا سنایا۔ جس سے خلیفہ ایسا محو ہوا کہ خلیفہ اذہم ہارون کے درمیان جو حجاب پڑا ہوا تھا اوس سے اڑھوا دیا۔ اور اپنے پاس بولا کہ تخت پر بٹھالیا۔ اس کے بعد مخارق خلیفہ ہارون کے ساتھ بھی ایسا ہی بل گیا اور اوس کے ساتھ دمشق کو بھی گیا۔ اس کی وفات ۲۳۳ھ میں بمقام شہر ترقی ہوئی۔ اس کی کنیت ابو انجنا تھی (ماؤ داؤز نجوم الزمرہ) مصنف ابو الحسن

۱۲) غالباً اس نفرت الگیز شعر کو اوس کے بڑے زبردست اثر کے سبب سے اوس نے سنایا ہو گا جسے یہاں ترجمہ میں کچھ ہلکا کر دیا گیا ہے میرے نزدیک یہ جو میں کہا گیا ہے (۱۳) یہاں اکفان سے مراد قبیلہ۔

۱۵) یعنی میں موت کے لئے تیاری کر رہا ہوں جو میرے معشوقہ کے نامہ بانہوں کی دہ بے نجمی اب زندہ چھوڑنے والی نہیں۔

۱۶) خطیب کی تاریخ بغداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے فزنی جو شہر میں اگر شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ (۱۷) سمن الجرائم (گناہوں کے قید خانہ) سے غالباً وہ قید خانہ مراوہ جہاں مجرمین عدالتی کو قید کرتے تھے۔ کیونکہ جس قید خانہ میں سلطنتی قیدی بھیجے جاتے تھے اوسے مطبق کہتے تھے۔

۱۸) وہ لوگ سے مراد یہاں بنی عباس ہیں۔ قائل اون کا نام نہیں لیتا بلکہ ایمتہ وہ لوگ کر کے تعبیر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بنی علی کا طرفدار اور بنی عباس کا مخالف تھا۔

۱۹) اس نام میں کچھ غلطی ہے۔ عیسیٰ بن زید بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مورخین نے کہہ دیا کہ نہیں کیا کہ شیخ نص ہمدی کے زمانہ میں تھا۔ زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی تھے۔ یہ کہہ کر کہہ دیا کہ ہمدی کی شہر نشینی شام میں زندہ موجود ہو۔ کیونکہ وہ جنگ ثمود میں شام میں شہید ہوئے تھے۔ یہ کہ حضرت علی اور ابی بنی فاطمہ کی اولاد میں ایک شخص زید بن جن بن علی رحمہ تھا۔ امداد اوس کو دینے کے لئے لکھا کہ اس تھے۔ یہ حسن خلیفہ منصور کے طرف سے دینے کا والی تھا۔ اور شام میں مرا تھا لیکن اسی کو

یہ بھی فرض کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نام میں قطعی کی ہو۔ اسی بن زید بن اوس کا مطلب حسن بن زید ہے۔ کیونکہ ابو الحسن اپنی تاریخ مصر میں کہتا ہے حسن بن زید کو جو زید و قح میں بڑا شہر تھا خلیفہ منصور نے اپنی جگہ پر معزول کر دیا تھا اور اس کا مال و متاع چھین کر اسے قید میں ڈال دیا تھا۔ لیکن جب مہدی خلافت کا مالک ہوا تو اوس فراد کے خلاص کر دیا اور اس کی دولت اسے دیدی اور اسکو اپنی جگہ پر بحال کر کے اخیر تک اوس پر نوازش کرتا رہا۔

یہ حسن بن زید ^{۱۹۳} (۱۹۳) میں مرا۔ مصنف انساب بنی علی رقم کہتا ہے کہ حسن کی موت حاضر میں ہوئی جو کہ اور مدینہ کے وسط میں واقع ہے۔

اس میں بھی تعجب نہیں کہ عیسیٰ بن زید کی کہا نی محض فرضی ہو اور اس زمانہ میں بنی عباس کے بزرگ خلافت بنی علی اکثر جمعوں کے کہانیاں بگھڑ کرتے رہتے تھے۔

(۱۹) اوس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ کہ جب بادشاہ کسی لوگوں مارنے کے لئے کہتا تھا تو فوراً اوس کے گردن نہیں مارے جاتی تھی۔ بلکہ اہل دربار دوسرا شاہی حکم حاصل کیا کرتے تھے۔ اگر اس میں بادشاہ کے ناراضی منع ہو جاتے یا مجرم بے قصور ثابت ہو جاتا تو مجرم بری ہو جاتا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا اور بادشاہ پھر دم ہی کا حکم دیتا تو مجرم قتل کیا جاتا تھا۔ اسی لئے ابن خلکان نے پہلے لکھا کہ مہدی نے کہا اور اس کی گردن لٹو۔ ^{۱۹۴} (۱۹۴) اور پھر لکھا کہ مہدی نے حکم دیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی یہ بھی قاعدہ تھا کہ سوائے بعض خاص اوقات اور اسباب کے یہ دوسرا حکم اکثر تحریری ہوتا تھا جس تعمیل لازمی ہو جاتی تھی۔

۹۲۔ ابوعلی اسماعیل بن القاسم بن عیدون بن ہارون بن عیسیٰ بن محمد بن سلمان الثعالی اللغوی

کلاد اسلامان عبدالملک بن مروان آنوسی کا مولیٰ تھا۔ یہ ابوعلی لغت اور شعر اور نیز اہل بصرہ کے علم میں اپنے زمانہ کے تمام علما سے زیادہ لائق تھا۔ ادب اوس نے ابو بکر بن درید الازدی ابو بکر بن الانباری ^{۱۹۵} (۱۹۵) بن جندبہ وغیرہ سے پڑھا تھا۔ اور اوس سے ابو بکر محمد بن الحسن الکریانی ^{۱۹۶} (۱۹۶) صاحب مختصر العین نے حاصل کیا تھا۔ قالی کی تالیفات بھی بہت اچھے اچھے ہیں۔ اہل ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ کتاب الامالی کتاب البیان جو لغت میں ہے اور حروف ہجی کی

ترتیب پر لکھی گئی ہے۔ اور جس کے پانچ ہزار ورق ہیں۔ کتاب المقصود الحمد وود جس میں الف مقصورہ و معدودہ کی بحث ہے کتاب فی الدلیل وفتاویٰ جہا (ادھون کو اور اوس کو بچہ لینے کے بیان میں) کتاب فی علی الانسان الانسان کو علیہ بن کو بیان میں الخلیل و شیا تھا (ادھون و اوس کے خاص یا رنگوں کے بیان میں) کتاب قلعہ و اقلعہ کتاب مقاتل الفرس (جس میں قدیم نامی گرامی عرب خہسودہ و بن قتل اور ردا یون کی تاریخ ہے) کتاب شرح القصائد المعلقات (جس میں اوس نے قصائد معلقہ کی شرح لکھی ہے) وغیرہ ذلک۔ قالی دور دور ملکوں میں گھوما اور بغداد میں بھی سترہ (۱۷۸۶ء) میں آیا تھا۔ محل میں بھی ابو یوسف کی تصانیف سے حدیث کی سماعت کے واسطے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے بعد بغداد میں سترہ (۱۷۸۶ء) میں آیا اور سترہ (۱۷۸۶ء) تک اسی جگہ رہا۔ اس عرصہ میں اوس نے یہاں حدیث لکھنی بھی بغداد چھوڑ کر اندلس کے ارادہ سے نکلا۔ اور قرطبہ میں ۲۷ شعبان ۳۳۲ھ کو پہنچا اور اسے ایسا مسکن ملا دیا۔ اسی جگہ اوس نے اپنی کتاب الامالی لکھوائی اور باقی اوس کی اکثر کتابیں بھی اسی جگہ کی تصنیف ہیں۔ آخر عمر تک وہ یہیں رہا۔ یوسف بن یزید الزماوی نے جس کا ذکر اس کتاب کے حرف یا میں آچکا اس کی حج میں ایک بدیع قصیدہ لکھا ہے جس کے کچھ اشعار میں نے وہاں نقل کئے ہیں تاہم اوس مقام پر دیکھنا چاہئے قالی نے قرطبہ میں شب شنبہ ۷ ربیع الاخر ۳۵۱ھ (۱۷۸۶ء) میں وفات پائی۔ اور ابو عبد اللہ النجفی نے نماز پڑھائی۔ مقبرہ شنبہ میں قرطبہ سے بلہ مدفون ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ منازبر و علاقہ دیار بکر میں جمادی الآخرہ ۳۵۲ھ (۱۷۸۷ء) میں پیدا ہوا تھا۔ منازبر کا ذکر ہمام احمد بن یوسف المنازبری کے بیان میں کر چکے ہیں۔ قالی اور سے اسلئے کہتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ وہ لڑکھل قالی قلا کے ساتھ بغداد کو گیا تھا اوسی سے اسے قالی کہنے لگے اور وہی اوس کا لقب ہو گیا۔ عید ذی قع عین حملہ و سکون یا کے تھانہ و ضم ذال معجبہ و او و نون قالی نسبت ہے قالی قلا کی طرف۔ قالی قلا بغاف والف و لام کسورہ و یا کے تھانہ و قاف طلام و الف سمعانی کے قول کے بموجب دیار بکر کے علاقہ کالیک خہر ہے۔ مگر تاریخ مسند توحید میں عماد الدین کاتب اصفہانی کی تصنیف ہے میں نے لکھا دیکھا ہے کہ قالی قلا اذن الروم (ارض الروم) ہے و انما علم بلاؤہ فی کتاب البلدان مجمع فی تاریخ الاسلام میں ارمینہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ کسی نامہ میں اہل روم کی حکومت منشر ہو گئی تھی۔ اور ملک طوائف کا سامان لکھا تھا

اون میں ایک شخص ارمینیا قس حاکم ہو گیا۔ اور کچھ مدت حکومت کر کے مر گیا۔ اوس کے بعد اوس کی جھرت حکومت کی مالک ہوئی جس کا نام قالی تھا۔ اوس نے شہر قالی قلا آباد کیا۔ اور اوس کا نام قالی قلا رکھا۔ جس کی معنی ہیں احسان قالی۔ اس ملکہ کی تصویر بھی شہر کے ایک دروازہ پر لگی ہوئی تھی عربوں نے اس قلی قلا کو معرب کیا۔ اور قالی قلا کہنے لگے۔

(۱) غلیل بن احمد نے لغت میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام العین ہے۔ یہ بہت بڑی کتاب ہے اور بہت قدیم زمانہ میں لکھی گئی ہے۔ غلیل کا ذکر آئندہ آئیگا دیکھو تذکرہ ۲۰۶ جو کہ بننے اس کو مختصر کیا ہے۔

(۲) امالی وہ کتاب ہے جس میں شاگرد اپنے استاد سے انواع و اقسام کے مضامین منکر لکھ لیتے ہیں اس امالی کا ایک نسخہ یورپ کے کتب خانہ ڈورائی میں ہے۔ اوس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے احادیث ہیں اور قدیمی عربوں کے حالات کے متعلق بہت نوٹ دئے ہوئے ہیں۔

اون کے قدیمی اشغال اشعار اور عربیت کا بڑا بیان ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں جو شعرا اون کے قصص و حکایات ہیں اور وہ نظم و نثر جو باسناد متصل اس کے مولف نے اپنے استاد سے سیکھی تھی اوس میں مجسمہ دی گئی ہے اور اور بھی دیگر معلومات کا بڑا ذخیرہ اوس میں موجود ہے۔ وہ اپنی کتاب کے دیباچہ میں کہتا ہے میں نے یہ سب بے بہا معلومات اپنے دل میں ایک مدت تک جمع رکھیں اور خراب و ضائع ہونے سے بچایا اور چاہتا تھا کہ کوئی شخص اس کا قدردان ملے تو یہ جواہرات اوس کے روبرو پیش کروں۔ جب میں نے عبدالرحمن بن محمد امیر المومنین کی خلافت کی خبر یوں کا حال سنا تو خشکی اور تری کے مصائب اوٹھاتا اسپین کھٹایا۔

خلیفہ نے میری قدردانی کی میں نے یہ امالی قرطبہ کی مسجد الزہراء میں بیٹھ کر لکھوائیں۔ واقعی یہ کتاب بہت اچھی ہے۔ عربیت کے معلومات کا بہت ہی عمدہ ذخیرہ ہے ۳۲۸ بڑے گنجان صفحوں میں لکھی ہوئی ہے۔

(۳) حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی التمیمی ایک مشہور محدث دینے ایک مجموعہ احادیث باسناد کا مصنف ہے۔ جو اوس نے بڑے بڑے فقہ و رواۃ سے سن کر جمع کی ہے۔ علاوہ اس کے اوس نے تصوف و غیو میں بہت کتابیں لکھے ہیں۔ تواضع علم لسانی صداقت میں مشہور تھا۔ مومل میں آئندہ (۲۸۲) میں پیدا ہوا ۱۱۱۳ھ (۱۱۹۱ھ) میں مر گیا (انحوذ تاریخ الاسلام للذہبی)

(۴) دیکھو تذکرہ ۸۲۰۔

(۵) دیکھو تذکرہ ۵۰۰ -

(۶) بلاذری کا نام ہے احمد بن یحییٰ البلاذری۔ اس کے حالات مشہور ہیں۔ اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔

۹۳ - صاحب القاسم اسماعیل بن ابی الحسن عبّاد بن العباس بن عبّاد

بن احمد بن ادریس طالقانی

فضائل و مکارم و کرم میں کیا کئے وہ اور اعجوبہ روزگار تھا۔ ادب ابو الحسن بن احمد بن الفارس لغوی صاحب کتاب المجل فی اللغة سے وزیر ابو الفضل بن العفید و غیرہ سے پڑھا تھا۔ ابو منصور ثعالبی نے اپنی کتاب یتیمہ میں اس کا نسبت کیا ہے۔ مجھے ایسی عبارت نہیں ملتی کہ جس سے دل کھول کر علم و ادب میں اس کا علو محل اور جود و کرم میں اس کی جلالت شان کا بیان کر دوں۔ اور جن محاسن میں غایت درجہ کو پہونچ کر روزانہ اور قسم قسم کے مفاخر کا مجموعہ بن گیا تھا اس کو کافی طور سے دکھلا دوں۔ کیونکہ اس کی ادنیٰ فضائل و حالی اور ایسا فاضل و ساعی تک میرے کلام کی صافی نہیں ہو سکتی۔ پھر اس نے اس کے بعض محاسن اور کسی قدر حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔ ابو جبر خوارزمی نے اس کے حق میں کہا ہے کہ صاحب نے وزارت کے اغوش میں پرورش پائی اور اسی آشیانہ میں پائون چلنا سیکھا۔ اور ترقی کی۔ اور اسی دایہ کا دودھ پیا۔ باپ دادا سے یہی خدمت چلی آتی تھی۔ چنانچہ ابو العفیدہ رستمی اس کے حق میں کہتا ہے۔

قَسَمْتُ الْوِزَرَ اسَ تَوَكَّيْتُ عَنْ كَابِرٍ

وزارت اس کے بڑے بڑھوں سے مانت میں آئی ہے۔ (تنگناؤں و ارکان سلطنت سے) اس کی پستناؤں متصل چلی آتی ہے۔

يَسُرُّنِي عَنْ الْعَبَّاسِ عَبَّادٌ وَمَنَا رَقَّةٌ وَاسْمَعِيلٌ عَنْ عَبَّادٍ

عبّاد اپنی وزارت کی روایت عباس سے کرتا ہے اور اسماعیل عبّاد سے۔

وزیروں میں یہی اول شخص ہے کہ جس کو صاحب کا لقب ملا ہے۔ یہ ابو الفضل بن العفیدہ کے پاس رہا کرتا تھا۔ اس سے صاحب ابن العفیدہ سے کہنے لگے تھے۔ پھر جب وہ وزیر ہو گیا تب بھی

اوسے اسی لقب سے جوتے رہے۔ اور ایسی شہرت ہوئی کہ یہی اوس کا نام ہو گیا۔ صابی نے کتاب
الناجی میں لکھا ہے کہ صاحب اوس سے اس وجہ سے کہتے تھے۔ کہ یُوَیُّوُ الدُّوَلُ کہ یُوَیُّوُ کا لڑکپن سے
صاحب اور فیتھ تھا اوس نے اس کا نام صاحب رکھا تھا۔ پھر جب مدت تک اسی لقب سے جوتے
رہے۔ تو اسی نام سے اوس کی شہرت ہو گئی۔

پھر اس کے بعد جو لوگ وزیر ہوئے اور ان کا بھی یہی نام ہو گیا۔ یہ پہلے مومالد ولد ابی منصور بن ابی الدلو
بن یوئیہ الدلمی کا وزیر تھا۔ جو الفتح علی بن ابی الفضل بن العتید کے بعد جس کا ذکر اوس کے باب
ابو الفضل محمد کے بیان میں آیا گیا ہے وزیر ہوا تھا۔ جب جرجان میں مومالد ولد شعبان ۳۳۳ھ و جزوی
۳۳۴ھ میں مر گیا۔ ادا اوس کی حکومت پر اوس کا بھائی فخر الدلو ابو الحسن علی قابض ہوا تو اوس نے
صاحب کو اپنی وزارت پر برقرار رکھا۔ اور اوس کے ساتھ نہایت محربانی و عزت سے پیش آتا اور
بہت بڑا اختیار دے رکھا تھا۔ ابو القاسم الزعفرانی نے ایک دن اوسے چند تویہ ابیات سنائی
تھیں۔ اور میں سے کچھ یہ ہیں

أَيُّهَا خَطَايَا كُتُوبِي الْغَفَى إِلَى رَاحَتِي مِّنْ مَّائِ أَوْ دَنَا

اور وہ شخص جس کی خطائیں لامال کر دیتی ہیں اوس کے ہاتھ کو دور یا نزدیک ہے۔

كَسَوَتْ الْمُقِيمِينَ وَالزَّائِرِينَ كَسَا لَمْ تَحِلْ مِثْلَهُمَا مُمْلِكًا

جو تیرے پاس رہنے والے ہیں اور جو تیری ملاقات کرتے ہیں اور سب کو تو نے ایسے لباس پہنائے ہیں
جن کا نہ ہمارے خیال میں بھی ممکن نہیں۔

وَحَاشِيَةَ لِّدَارِ يَشُونَ فِي صُفُوِّ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنَا

تیرے گھر کے مناد تم قسم کے یثین لباس پہنے پھرتے ہیں مگر ایک میں ہی باقی ہوں۔

صاحب نے یہ سن کر کہا میں نے معن بن زائدہ الشیبانی کے حال میں پڑا ہے کہ ایک شخص نے
اوس سے کہا اے امیر مجھے سواری دے۔ معن نے اوسے ایک اونٹنی گھوڑا خچر گدھا دینے

کا حکم دیا اس پر صاحب نے کہا اگر میں جانتا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کے سوا کوئی اور بھی سواری
کی ہے تو وہ بھی مجھے دیتا۔ اب ہم نے تیرے لئے حکم دیا کہ ایک جبینیس حمامہ دُرّاحہ (دکرتی)
مکرویل (پانچ جاہ) مینڈیل (رومال) برفرف (مشتق مریخ چادر) بروار (لباودہ۔ ہارانی) کسا (فرغل)

جوتب (موزہ) کیس (بٹوہ) خرکا تجھے ہمارے یہاں سے یا جائے۔ اگر میں جانتا کہ ان چیزوں کے
 سوا اور بھی کچھ پریشم سے لباس بننا ہے تو وہ بھی میں ضرور تجھے دیتا۔ اس کے پاس اس قدر شعر ا
 جمع ہوئے تھے کہ کسی کے پاس نہ تھے۔ اور اوس کی حج میں نہایت اچھے اچھے قصائد لکھا کر لے
 تھے۔ یہ بہت ہی بڑا حاضر جواب تھا۔ دارالفرب سے چند ضرابوں (کوٹنے والوں اور سکہ بنانے
 والوں) نے کسی ظلم کی شکایت میں اوس کے پاس عرضی بھیجی جس کے شروع میں ”ظالمون“
 لکھا تھا۔ اس نے جواب میں عنوان کے نیچے لکھ دیا۔ ”فی حدیث یارب“ (تھنڈے سو ہے میں)
 ایک اور شخص نے اوسے ایک رقعہ لکھا جس میں اوس نے کچھ اوس کے تحریریت پر ماتہ چلا یا اور چند
 جملہ جوڑ کر لکھ دیے تھے۔ اس نے جواب کے طور پر اوس میں لکھ دیا ”بڑھ بڑھاتنا بڑھاتنا ایٹنا ایک تیرہ
 اس نے کسی اپنے کار پر داکو اپنے قریب کے ہی ایک تنگ مکان میں قید کر دیا۔ اتفاقاً ایک روز
 چھت پر جو چڑھا تو محبوبس کی نظر اس پر پڑ گئی اوس نے چلا کر کہا ”فاطلح واوہی سوا“ (اچھیم دہر وہ لگا
 سے دوزخ کو جھانکے گا تو اپنے اوس رفیق کو دیکھے گا کہ دوزخ کیے جون بچ پڑا ہے) صاحب نے
 کہا ”اخصوا فتہاد لا یحکمون“ (دور ہو۔ اوسے دوزخ میں پڑے ہو۔ کچھ کلام مت کرو ہل سی طرح اسکے
 اور بھی بہت کثرت سے نفاذ میں۔

لغت میں اس نے ایک کتاب لکھی اور اوس کا نام المحیط رکھا ہے۔ سات جلدوں میں ہے۔ احاد
 کی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب کے موافق ہے۔ الفاظ تو اوس میں بہت ہیں مگر خواہر کم و
 نہیں۔ اس وجہ سے لغت کا بڑا حصہ اوس میں ہو گیا ہے۔ ایک اور کتاب الکافی بھی اوس نے تصنیف
 کی ہے جس میں انشا پر دازی کا بیان ہے کتاب الاحیاء وفضائل النیروز (تہواریوں اور نوروز کے
 بیان میں) کتاب الامامہ جس میں وہ حضرت علی کے فضائل لکھتا اور اوس سے پہلے خلفائے اہل بیت
 کو ثابت کرتا ہے۔ کتاب الوزر کتاب الکشف عن مساویہ شعر الثننی (جس میں وہ ثننی کے شعر
 کی برائیاں کو بیان کرتا ہے) کتاب انکار اللہ تعالیٰ و صفاتہ اوس کی اچھی اچھی کتابیں ہیں اس کے سوا
 اوس نے اور بھی رسائل بدیعہ اور اچھے اچھے شعر لکھے ہیں جنہیں اوس کا قول ہے۔

وَشَادِنُ جَمَالِہَا
 نَقْصُ رُحْنَةِ صِفَتِہَا
 وہ جمال میں ایسے غزال ہے کہ میرا بیان اوس کی صفت سے قاصر ہے۔

أَهْوَى لِتَقْبِيلِ يَدِي فَقُلْتُ قَبْلَ شَفَعَتِ

اوس نے چاہا کہ میرے ہاتھ کو بوسہ دے۔ میں نے کہا کہ میرے لب کو دیجئے۔

یہ بھی اوس کے شعر میں شراب کی صفائی میں۔

سَرَّحَ الرَّجَّاجُ وَ سَرَّقَتِ الْخُمُرُ وَ شَابَعَا فَتَشَاكَلَ الْأَمْرُ

شیشہ بھی روشن ہے اور شراب بھی روشن ہے۔ اور یہ باہم ایک دوسرے کے ایسے مشابہ ہیں کہ ایک ہی سی شکل معلوم ہوتی ہے۔

فَكَاثَمَا خُمُرٌ وَلَا تَدْنُحُ وَ كَاثَمَا تَذْنُحُ وَلَا خُمُرُ

کبھی تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شراب ہے اور پیالہ ہے ہی نہیں۔ کہ کبھی یہ دکھائی دیتا ہے کہ گویا پیالہ ہی ہے شراب ہی نہیں ہوتا۔ یہ بھی اوس کے شعر میں کشمیر بن احمد وزیر کے مثنوی میں کہی ہیں جس کی کنیت ابو علی تھی۔

يَقُولُونَ لِي أَنِّي أَدْرِي كَثِيرٌ بَنُ أَحْمَدَ وَ ذَلِيلٌ مِّنْ رُّؤْيَا عَلَى جَلِيلِ

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ کشمیر بن احمد مر گیا۔ یہ تو میرے اوپر بڑی سخت مصیبت پڑی۔

فَعَلَّتْ دَعْوَانِي وَ الْعَلَا بَيْكِي مَعَا فَنُشِلُّ كَشِيرٌ فِي الرِّجَالِ قَلِيلُ

میں نے اوس سے کہا مجھے اور فخر و علاؤ کو کچھ ڈرو۔ اوس پر ہم دونوں ساتھ ساتھ حمل کر دوں گے۔ کیونکہ رجال میں کثیر رہیت، کی طرح کے آدمی بہت قلیل ہیں۔

ابو الحسن محمد بن الحسن الفارسی نحوی بیان کرتا ہے کہ نوح بن منصور نے جو شاہان بنی ساسان سے تھا خفیہ طور پر صاحب کو ایک رقعہ لکھ کر بولایا اور کہا کہ میں تجھے اپنا وزیر کرنا چاہتا ہوں۔ اور ملک کا اٹھاکا تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ مگر صاحب نے اسے منظور نہ کیا۔ اور چند عذر جو کہے اوں میں یہ بھی لکھا کہ مجھے صرف اپنی کتابوں کے لئے چلنے کے واسطے چار سو اونٹ درکار ہوں گے۔ اب بیان آپ خیال

کرسکتے ہیں کہ اوس شخص کا سا دوسا ان کس قدر ہوگا جس کی اوس زمانہ میں کتاب میں اس قدر تعین (اسی قدر اوس کے حالات کافی ہیں بطول کے خوف سے اور نہیں لکھتا) تاریخ ولادت اوس کی ۱۱۲ ذی قعدہ ۳۲۶ (۹۳۵ء) ہے مختصر میں یا دوسری روایت کو بموجب طالعان میں پیدا ہوا تھا۔

اور شب جمعہ ۲۲ صفر ۳۵۵ (۹۶۵ء) میں بمقام رسا اوس کی وفات ہوئی۔ پھر اوسے اصفہان میں لاکر ایک محلہ میں جو باب ذریہ کے نام سے مشہور ہے ایک قبہ میں دفن کیا۔ اوس کی قبر

اس وقت تک موجود ہے۔ اوس کی دختر کی اولاد اوس مکان کی قلعی کیا کرتی ہے۔ ابو القاسم بن ابی النعمان شاعر اصفہانی کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو خواب میں کہتے ہوئے دیکھا۔ کہ تو ایسا فاضل و شاعر ہو کر صاحب کاثر کیوں نہیں لکھتا۔ میں نے کہا۔ اوس کے کثرت محاسن کرنے میرے منہ میں لگام دیدی ہے۔ میں نہیں جانتا اوس کی کوئی خوبی سے شرح کروں اور گو کہ تو میری نسبت خیال کرتے ہیں کہ میں اوسے کامل طور پر لکھ دوں گا۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس پر پورا پورا ادا نہ کر سکوں گا۔ کہا اچھا تو جو میں کہتا ہوں اوس کا دوسرا مصرعہ بنا کر کہہ دے۔ میں نے کہا کہ ہوتا اوس نے کہا۔

كُنْ فِي الْبُؤْدِ وَالْكَافِ مَعَانِي حَتَّى يَكُنْ كُلُّ مَنْ مِمَّا بِأَحْبِهِ
بِخَشْشٍ اَوْ رَوْفٍ غَضَبٌ هِيَ بَرَّكَانِي مَرِي تَعَادُونَ اِيك هِيَ قَبْرِي مَيَّنْ سَوْتِي هِيَ كَرَايِك دَوْرًا بِنَجْمَانِي
کی دوسرا کرے

پھر کہا۔

هَذَا اضْطَبَّأَ حَتَّى تَوْفَقَانَفَا يَنْ يَكُنْ هَجْبِي عَيْنِي فِي لَحْدِي بِبَابِ دَرِي فِي
جب وہ زندہ تھے تو ساتھ رہتے تھے۔ پھر گلے مل گئے قبر میں باب درہ کے پاس دونوں ساتھ لیٹ کر پھر کہا۔

اِذَا اَتْرَجَلِ النَّاَوْدِنَ عَنْ مُسْتَقَرِّهِمْ يَنْ يَكُنْ اَكَا مَرِي اِلَى يَوْمِ الْفِيَا مَرِي فِي
گو کہ دوسرے رہنے والے اپنے مقبرے کیج کر چلے تو کہیں مگر وہ روز قیامت تک وہیں رہے گا۔
اس کو البتہ کسی نے بھی اپنے حاسمین ذکر کیا ہے۔ یہ بھی میں نے صاحب کے حالات میں پڑھا ہے کہ صاحب کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس کو لوگ جیسا زندگی میں عزیز سمجھتے ہوں اوسی طرح موت کے بعد بھی عزیز سمجھیں کیونکہ جب وہ مرا تھا تو اوس کے اظہار رنج میں شہرے کے دروازہ بند کر دے گئے تھے۔ اور تمام مخلوق اوس کے قصر کے دروازہ جمع ہوئی تھی گنگ جاناں نکلے اور ہم ساتھ چلین۔ اوس کا خدمت فخر الدولہ اور تمام سرور الملک سلطنت سب سے اول آئے تھے۔ اور مامی لباس پہنے ہوئے تھے جب دروازہ سے اوس کا جنازہ نکلا۔ تو تمام آدمیوں نے مل کر ایک جھج ناری۔ اور زمین کو دوسو یکہ چلے۔ فخر الدولہ اور آدمیوں کے ساتھ آگے آگے تھا۔ پھر کئی روز تک

اوس کی عدا کے لئے بیٹھا رہا۔ ابوسعید سستی نے اوس کا یہ مرنیہ کہا ہے۔

اَبَعْدُ ابْنِ عَبَّادٍ يَصْطَلِي إِلَى الشَّرَا
اَخْوَامِي اَنْ يُسْتَمَاحَ جَوَادُ

ابن عبّاد کے بعد بھی کیا کوئی اہل امید رات کو سفر کرنے سے خوش ہو گا۔ اور جو بخشش کی تلاش میں نکلے گا

اَبِي اللّٰهِ اَلَا اَنْ يَمُوْ قَابِ مَسُوْدٍ
فَمَا لَمَعَا حَتَّى الْمَعَادِ مَعَادُ

اللہ کی مشیت ہی ایسی ہے کہ ابن عبّاد اور جو دوسرا دونوں ہی اوس کی موت سے مرعوبین اب قیامت تک کبھی رو نہ پلٹیں گے۔

ابو الحسن عبّاد بن العباس اوس کا باپ ۳۳۲ھ یا ۳۳۳ھ (۶۴۶ء) میں مرا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ رکن الدولہ بن ہونہ کا وزیر تھا۔ جو فخر الدولہ مذکور اور عضد الدولہ غاصر کا باپ تھا۔ اور جس کی قبری نے مسیح کی ہے۔ فخر الدولہ شعبان ۳۵۷ھ (اگست ۹۶۷ء) میں مرا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اس کی ولادت ۳۳۲ھ (۹۴۷ء) میں ہوئی تھی۔

طالقانی بطائے ہمدانی والہ و لام مفتوحہ و قاف و الف و نون منسوب ہے طالقان کی طرف۔ طالقان دوشہر ہیں ایک خراسان میں۔ اور دوسرا اعمال قزوین میں۔ صاحب مذکور کی اصل طالقان قزوین کی نہ طالقان خراسان کی۔

۱، یہاں ججہ الفاظ کی رعایت کرنے میں کسی قدر کوتاہی ہوئی ہے۔

۲، دیکھو تذکرہ ۶۳۶

۳، ابوسعید محمد بن محمد بن شمس رستمی اصفہان کا رہنے والا اور ابتدا میں معماران اصفہان سے تھا لیکن شعر گوئی میں جو ہر لیاقت کا وہ کمال دکھلایا کہ اپنے زمانہ کا اول درجہ کا شاعر ہو گیا۔ اور صاحب بن العباد اوس کی بڑی قدر و منزلت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ابن العباد اوس کی نسبت کہا کرتا تھا۔ رستمی کے برابر اس زمانہ میں کوئی شاعر نہیں ہے۔ رستمی نے اخیر عمر میں خلات اتفاقاً بھگدڑ شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ یتیمہ میں اوس کی وفات کی تاریخ نہیں ہے۔ مگر اوس کے اشعار اور مختصر حالات لکھے ہیں جن کا خلاصہ ہم نے یہاں دیا ہے۔ (ماخوذ از یتیمہ)

۴، یعنی جس طرح احادیث کی روایت مسلسل ایک دوسرے سے چلی آتی ہے اسی طرح اوس کے باب ذکر و درجہ ہوتے چلے آئے ہیں۔ یہی سلسلہ منقطع نہیں ہوا ہے۔ متصل الاسناد ہے۔

۵، دیکھو تذکرہ ۱۴۔

(۶) ابن القفید کا اصلی نام محمد تھا۔ دیکھو تذکرہ ۶۶۸

(۷) ابوالقاسم عمر بن ابراہیم از حفرائی عراق کا باشندہ اور اہل علمین سے متعجب و صاحب کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے حضرت الدولہ بھی اوس کی بڑی تعظیم و تواضع کرتا تھا (ماخوذ از یمینیہ) کچھ اشعار اس کے اوس کتاب میں بھی دئے ہیں۔

(۸) عین نے یہاں ایک سواری کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ تہذیب کے خلاف تھا۔

(۹) قمر ابن کے معنی عین کوٹنے والے اور اہل لوگوں پر اسکا اطلاق کیا جاتا ہے جو لوگ چاندی سونا کوٹتے اور سک بنا تے ہیں وزیر صاحب نے جو الفاظ یہاں زیادہ کر دئے اوس سے یہ مطلب تھا۔ کہ تم نے جو درخواست دی ہے وہ بے قاعدہ ہے۔ تم لوگ تھنڈے لوہے کو کوٹتے ہو جو بالکل بے فائدہ محنت ہے۔ قمر ابن فی حدیث بارہ عربی زبان کی ایک مثل ہے۔

(۱۰) یہ سورہ یوسف کی آیت ۶۵ ہے۔ ترجمہ یہ ہمارا ہی مال ہے۔ لوٹ کر ہمارے ہی پاس بھیج دیا ہے۔

(۱۱) یہ بھی قرآن کریم کی آیت ہے۔ دیکھو سورۃ المؤمنون آیت ۱۱۰۔

(۱۲) یہاں امام سمرقندہ شخص ہے جس کو روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی حکومت حاصل ہو۔

(۱۳) خود میر کی کتاب تاریخ الوزرا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کثیر کسی وطنی حاکم کا وزیر تھا۔

(۱۴) ابوالحسن محمد بن الحسن الفارسی نامی گرامی حرفی و نحوی اور ابو علی الفارسی سے مشہور شخص کی بہن کا بیٹا جو اسی اپنے امون کا شاگرد بھی تھا اور علمائے مشاہیر سے تھا جنہیں صاحب نے اپنا یار غار بنا رکھا تھا شعر شاعری میں اسکی طبیعت نہایت موزون واقع ہوئی تھی۔ یمینیہ میں اوس کے اشعار کے نمونہ کچھ موجود ہیں جس کا مصنف ثعالی کہتا ہے کہ جس وقت میں نے اسے کتاب لکھی ہے تو ابوالحسن زندہ تھا اور جرجان میں رہتا تھا (ماخوذ از یمینیہ)

(۱۵) ابوالقاسم غانم بن ابی العلاصفہان کا رہنے والا صاحب کا بہت بڑا دوست شاعر تھا اوس کے اشعار کے نمونہ بھی یمینیہ میں دئے ہوئے ہیں۔

(۱۶) ابو الجراح یوسف بن محمد ملک اسپین کے بنیز (بنیسا) مقام میں رہتا تھا جس سے اوس کا نام بنیسی ہو گیا ہے ابن خلکان نے اوس کا تذکرہ لکھا ہے دیکھو تذکرہ ۸۲۳۔ عربی میں سات کتابوں کا نام حماس ہے جن میں ایک حماس ابو تمام کا ہندوستان میں بہت مشہور ہے۔

(۱۷۱) لفظی ترجمہ کو شخص صاحب کے سوا اپنی وفات کے بعد ایسا سعید نہ ہوا۔ جیسا اپنے ایاہیات میں ملتا ہے۔
(۱۸۰) لفظی ترجمہ۔ اوصوں نے اپنا لباس بدل لیا تھا۔

۹۴۔ ابو الطاہر اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران الانصاری المرقری

نخوی اندلسی سقسطی

علوم آداب میں امام اور فن قرأت قرآن میں یقین و کامل تھا۔ کتاب العنّان فی القراءات اوس کی تصنیف سے ہے جو لوگ کہ اس فن کے ماہرین اوس کے نزدیک یہ کتاب بڑی معتبر ہے۔ اوس نے ابو علی فارسی کی کتاب الکجک بھی اختصار کیا ہے۔ ابو القاسم بن بشکوال نے کتاب الفیصلہ میں اوس کا ذکر تعریف کے ساتھ کیا۔ اور اوس کے فضائل کا بھی کچھ تذکرہ لکھا ہے۔ یہ تلمذ عمر اپنے اسی اشتغال میں ہر مخلص کو نفع پہنچاتا رہا۔ پھر یثربہ یکرم شمسہ (جنوری ۵۵۰ھ) کو وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
سقسطی بفتح سین ہلہ و رائے ہلہ و ضم قاف و سکون سین ہلہ و طائے ہلہ شرط کی طرف منسوب ہے جو اندلس کے مشرقی علاقہ میں نہایت ہی اچھا شہر ہے۔ یہاں بہت کثرت سے علما فضلا وغیرہ گزرے ہیں۔ اہل فرانس نے (سبروری الفاسو) بادشاہ آراگون (اسی مسلمانوں سے ۵۸۰ھ) میں جبین لیا ہے۔

(۱) انصاری اوس لوگوں کا لقب ہے جو انصار کی اولاد میں ہیں۔ دیکھو تذکرہ ۱۲ نوٹ ۱۔
(۲) تجوید صرف نحو معانی بیان لغت وغیرہ علوم میں جن پر قرآن کی قرأت کی صحت منحصر ہے۔
(۳) یعنی قرآن کے قرائتوں کے طریق۔

(۴) اس کتاب میں قرآن کے مختلف قرائتوں کا بیان ہے۔

(۵) ہر قسط پر پندرہ آگٹا کا گڑا ہوا ہے قدیم فاضلین اس شہر کا یہی نام تھا۔ سینہ میں کا دوسرا تلفظ کینز ہے جس کا معرب قیصر ہے۔ روم کا اول بادشاہ تھا۔ اور اس کسٹس اوس کے بعد اوس کا جانشین ہوا تھا۔

۹۵۔ ابو الطاہر اسماعیل ملقب منصور بن القائم بن المصدی

صاحبِ اوقاف کا باقی نسب حرفِ عین میں اوس کے دادا امجدی مجتبیٰ اللہ کے ذکر میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مستغنی کا ذکر تو ہم اوپر کر چکے ہیں جو اوس کی اولاد میں ہوا ہے۔ منصور کی بیعت اسی ہوئی تھی جس روز اوس کا باپ القائم مرہ ہے جس کا ذکر حرفِ عیم میں آئیگا۔ وہ بہت ہی بڑا فصیح بلیغ تھا۔ بغیر سوچے فوراً خطبہ کہہ دیتا تھا ابو جعفر احمد بن محمد مردوزی کہتا ہے میں اوس روز منصور کے ساتھ گیا تھا جس روز اوس نے ابو یزید کو شکست دی تھی۔ ہم دونوں برابر پہل رہے تھے ماس کے ہاتھ میں دو نیزہ تھے اتفاقاً ایک گڑا اوس سے میں نے اوتھا کر جھاڑا اور اسے دیدیا۔ اور اسے نیک فال بنانے کے لئے یہ عرضایا۔

فَالْقَتُ عَصَا هَا نَاسْتَقْرِهَا النَّوَى كَمَا قَرَّ عَيْنَا بِالْأَيَابِ الْمُسَاوَى

اوس رحمت (نے) اپنا عصا ڈال دیا۔ اور دور کا ملک اوس کا مستقر ہو گیا اس پر بھی وہ ایسی خوش ہو گئی کہ جیسے کوئی مسافر راہی کے وقت اپنے وطن کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔

منصور نے کہا۔ تو نے وہ بات کیوں نہ کہی جو اس سے بہتر اور سچی ہے۔ وَ اَنْ حَمَلْنَا لِي مَوْسَى اَنْ اَنْ عَصَاكَ فَاَذْأَجِي تَلْقَفَ مَا يَأْفِكُونَ فَدَعْ الْحَرْثَ وَ بَطْلَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فَعَبَلُوا لِمَا لَكَ وَ اَنْفَلِكُوا اصَاغِرُ فَيَمِينِ نے کہا مولانا تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے تو نے وہ بات کہی جو خاص تیر اور شے ہے۔ اسی طرح کی ایک اور بہت ہی اچھی حکایت ہے حماد بنی نے سیرۃ النبی بن یوسف میں بیان کی ہے وہ کہتا ہے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حکم دیا کہ بیت المقدس کا ایک دروازہ بنائیں۔ اور اوس پر اس کا نام کہہ دیں۔ حجاج نے یہی درخواست کی کہ میں بھی ایک دروازہ بنالوں۔ عبدالملک نے اجازت دیدی۔ اتفاقاً بجلی گری عبدالملک کا دروازہ خارت ہو گیا۔ حجاج کا باقی رہ گیا عبدالملک کو سخت ناگوار گذرا۔ حجاج نے اسے لکھا۔ میں نے سنا ہے آسمان سے آگ نازل ہوئی۔

امیر المومنین کا دروازہ جل گیا۔ مگر حجاج کا دروازہ نہ جلایا۔ یہ باری آپ کی بعینہ اسی ہی مثال ہے۔ بیت آدم کے دونوں بیٹوں کی اذ قس باقر بانا فاقبیل من احدیہما ولم یبق قبیل من الاخریہ عبدالملک کا راجع و طال اسے سنکر جانا کہ منصور کو اوس کے باپ (قائم) نے ابو یزید خارجی یعنی باغی کی رازانی پر مقرر کیا تھا یہ ابو یزید متکد بن گیا اور اباضیہ فرقہ کا آدمی تھا۔ دیکھنے کو بڑا ذہین تھا۔ مگر وہ عقبت خدا کا دشمن تھا۔ نہ تو گدھے کے سوا کسی چیز پر سوار ہوتا۔ اور نہ کسل کے سوا اور کوئی لباس پہنتا تھا۔

منصور کے باپ سے اور اوس سے بہت لڑائیاں ہوئی تھیں۔ قیروان کے تمام شہروں پر اوس نے قبضہ کر لیا تھا۔ قائم کے پاس مہدیہ کے سوا اور کوئی مقام باقی نہ رہا تھا۔ ابو یزید اس جگہ پر بھی آیا۔ اور اوس کا محاصرہ کیا۔ چنانچہ حصار میں ہی قائم مر گیا۔ منصور اوس کا قائم مقام ہوا۔ اور لڑائی پر خوب جا رہا باپ کی موت کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اور ایسے استقلال سے حصار کو برداشت کیا۔ کہ ابو یزید مہدیہ سے لوٹ گیا۔ اور سوسہ پر جا کر محاصرہ کیا۔ منصور مہدیہ سے نکل کر سوسہ پر پہنچا۔ اور شکست دیکر ایسا بھاگیا۔ کہ کچھ مدت بعد بروکیش بنہ ۲۵ محرم ۳۳۳ (اگست ۹۴۴ء) کو اوس سے گرفتار کر لیا لڑائی میں ابو یزید کے کچھ زخم آگیا تھا۔ چار روز کے بعد اوس سے مر گیا۔ منصور نے اوس کی کھال کھینچ کر روئی پہرہ وادی اور بر سر راہ لٹکوا دیا۔ پھر جہان یہ لڑائی ہوئی تھی اوس جگہ ایک شہر بنا کر اوس کا نام منصور یہ رکھ دیا۔ اور وہیں وطن اختیار کر لیا۔

منصور بڑا شجاع دل کا مضبوط اور نہایت مبلغ تھا۔ بنیہ سوچے فوراً خطبہ کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان ۳۳۳ (مارچ ۹۴۵ء) میں منصور یہ سے تفریح طبع کے لئے جلولاً گیا۔ اوس کی نو لڑی قسب بھی اوس کے ساتھ تھی جس کو وہ بہت پیار کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اون پر اچلے بہت کثرت سے برسے اور بڑی شدت کی ہوا چلی۔ اس لئے وہ منصور یہ کو لوٹا۔ سر دی نے اوس سے بہت ستایا۔ اور جہانی قوت کو دیا۔ اوس کے ہمراہی کثرت سے مر گئے۔ وہ خود بھی جب منصور یہ پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ بروز جمعہ آخر شوال ۳۳۳ (مارچ ۹۴۵ء) کو مر گیا اس کی بیماری کا سبب اس طرح ہوا تھا۔ کہ جب وہ منصور یہ میں پہنچا تو چاہا کہ حمام کو جائے اسحاق بن سلیمان اسرائیلی اوس کے طبیب نے اوسے نہانے سے منع کیا۔ مگر اوس نے نہ مانا۔ حمام میں گیا۔ اس سے حرارت غیرتیہ فنا ہو گئی۔ اور بے خوابی پیدا ہو گئی۔ اسحاق اوس کا علاج کرنے لگا۔ مگر بے خوابی اوس کی طرح باقی تھی۔ جاتی ہی نہ تھی۔ منصور کو یہ بہت ناگوار گذرا۔ اپنے خدمتگاروں سے پوچھا کہ قیروان میں کوئی اور بھی طبیب ہے۔ کہ اس مرض سے مجھے نجات دے۔ کہا ایک نے جہان ابھی چند روز سے نکلا ہے جس کا نام ابراہیم ہے۔ منصور نے اوسے بولا۔ جب وہ آیا تو سب حال بیان کیا۔ اور اپنے مرض کی شکایت کی۔ اوس نے کئی خواب آور دو آئین اوسے دیں۔ اور ایک شیشے میں آگ پر رکھ کر سو گھنٹے کو کہا۔ جب کچھ دیر سو گھنٹا تو سو گیا۔ ابراہیم یہ دیکھ کر خوش خوش باہر نکل آیا۔ پھر اسحاق آیا۔

اور چاہا کہ اندر جائے خدام نے کہا بادشاہ سوتا ہے۔ اوس نے کہا اگر کوئی دو اوس کو خواب آوے
 دی گئی ہے تو وہ مر گیا ہوگا۔ لوگ اندر گئے۔ جا کر دیکھیں تو مصراہڑا ہے۔ اس پر (ہوا خواہوں نے)
 چاہا کہ لبراہیم کو قتل کر دیں۔ اسحاق نے کہا اوس کا کیا گناہ ہے اوس نے وہی دوا دی جو اطباء
 نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ اوسے اصل مرض نہیں معلوم تھا۔ اور تم نے اوسے بتلایا نہیں
 میں تو اوس کا اس طرح علاج کرتا تھا۔ کہ حرارت غریزیہ کو اوس سے تقویت ہوتی تھی اور اسی سے
 اوسے نیند پیدا ہو جاتی۔ مگر جب ایسے علاج ہوا۔ کہ حرارت غریزیہ بجھ گئی۔ تو میں جان گیا کہ وہ مر گیا
 ہوگا۔ غرض اسے مرنے کے بعد مہندیہ میں دفن کیا۔ اوس کی تاریخ ولادت ۳۲۷ (۱۱۷۷)
 یا ۳۲۸ ہے۔ قیوان میں پیدا ہوا تھا۔ سات برس ۶ یوم حکومت کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔
 اذکر فی حقہ بحسب سہرہ و سکون فاوار کے مہلہ مکسورہ و سکون یا کے تختانی و کسراف ویا کے تختانی بلاد
 مغرب میں ایک اعلیٰ علم کا نام ہے جو حضرت عثمان کی خلافت میں فتح ہوئی تھی۔ پہلے تو اوس کا
 ولدا الملکت قیوان تھا مگر اب تو نیست ہے۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۳۳۰

(۲) دیکھو تذکرہ ۷۳

(۳) دیکھو تذکرہ ۶۵۷

(۴) قرع حیتنا۔ یعنی خوش ہوتا ہے۔ یہ جملہ عربی میں اکثر بولا جاتا ہے ابو الفدا نے لکھا ہے۔ کہ اس مثل کے
 بانی مؤرخین جابر الباری کا ذکر کتاب الاغانی میں آیا ہے۔ مگر مجھے یہ مقام لا نہیں۔ النقی عصابہ کے معنی ہیں اوس
 نے اپنا ڈنڈا لڑایا یعنی سفر موقوف کر دیا یہ بھی ایک عربی مثل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ کی طرح وحی بھی کہ تم بھی اپنی لاشمی میدان میں ڈال دو۔ موسیٰ نے لاشمی ڈال دی
 تو کیا دیکھتے ہیں کہ جو جادو گروں نے جھوٹ موٹ کے سانپ بنائے تھے اڑا ہاں کر سب کو نگلے جا رہی ہے
 پس جو حق بات تھی وہ سب پر ثابت ہو گئی اور جو کچھ جادو گروں نے کیا تھا وہ سب لمبا میٹ ہو گیا پس فرعون
 اوس کے لوگ اوس اکھاڑے میں مارے اور ذلیل و خوار ہو گئے۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۱۴ تا ۱۱۶۔

(۶) یہ بھی ابو عبیدہ بن النضر کے نام سے مشہور ہے۔

(۷) ترجمہ جب دونوں (بائیل و قابیل) نے نیاز میں چڑھائیں تو ان میں سے ایک (بائیل) کے قبول ہونے پر

در کابل کی قبول نہیں ہوئی۔ سہ ماہہ آیت ۳۰۔

۸۰ ابو الفخار نے اپنی تاریخ میں سلسلہ کی تحت میں ابو یزید کے خروج و ہجرت کا کچھ حال لکھا ہے اور کیا وہ قلعہ
اوس میں کنناؤ ہے جو ضعف نے اپنے ہاتھ سے اوس پر نقطہ اور اعراب لگا دئے ہیں۔ ابو یزید کا لقب صاحب الحار
تھا۔ گدھے کے سوا وہ کوئی جانور پر سوار نہیں ہوتا تھا اور ابن الانبار (ابا ضیہ فرقہ کا بانی عبد اللہ بن ابی اسحق) نے
شہارہ واقع میں میں محمد بن سمران بن محمد بن جوہان بن امیہ کا مشقی کا آخری خلیفہ تھا بنا دت کی تھی۔ نوری سے
معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ قرظیہ میں بہت پہلے زمانہ سے ہے۔ غلبی خاندان کے حاکموں کو بھی اس سے بہت تکلیف و ٹھٹھا
پڑی تھی جو باقی اپنی تعریضات میں کہتا ہے کہ اس فرقہ والے اور تمام لوگوں کو کافر سمجھتے ہیں جو ان کے عقیدہ کو نہیں
مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص کما کر کا ترکیب ہوتا ہے وہ موحہ طور ہوتا ہے۔ مگر مومن نہیں رہتا کیونکہ اعمال بھی ایمان کا جزو
اور مکمل نزدیک حضرت علی اور اور بہت صحابہ رسول مقبول کا فرستے۔ ان کے عائد کی تفصیل ملن نمل شہرستانی میں دیکھنا چاہئے۔
(۹۰) اس طبیب کا ذکر مشہور ماسی نے ترجمہ تاریخ عبد اللطیف میں کیا ہے۔

۹۱۔ ابو المنصور اسماعیل ملقب بفرین الحافظ بن محمد بن المتقن بن الطاهر بن الحاکم بن العزیز

بن المعز بن المنصور بن القائم بن المہدی

کی صحبت جس کے والد منصور کا حال ہی یاد رکھ چکے ہیں اس کے باپ حافظ کی وصیت کے
بموجب اسی مذہب ہی تھی جس مذہب مرا ہے۔ عمر میں یہ اپنے باپ کے سب بچوں سے چھوٹا تھا
مگر ہوا لعب میں اور گانے بجانے اور لونڈیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں ہمیشہ پڑا رہتا تھا۔ کھڑ بن
عباس بن اسکوبری محبت تھی عباس اس کا وزیر تھا جس کا ذکر عادل علی بن سئلار کے بیان میں آیا ہے۔ اس کا
نقصان اسے ایک مرتبہ اپنے باپ کے گھر بولا یا کہ سب لوگوں سے چھپ کر آئے۔ کوئی دیکھے
نہیں۔ یہ مکان اس وقت تک موجود ہے اور اس میں مدفن خفیہ جو شیخ فرید کے نام سے مشہور ہے۔

جاری ہے اس مقام پر فقرے او سے قتل کر کے چھپا ڈالا۔ اس کا قصہ مشہور ہے۔ یہ واقعہ نصف محرم ۵۱۸
دوسری روایت کے بموجب شب بختیہ سلج محمد ۵۱۸ (اپریل ۱۱۲۵ء) کا ہے۔ اس کی ولادت قاہرہ
میں نصف یا اول ماہ ربیع الاول ۵۱۸ء (۱۱۲۵ء) میں ہوئی تھی۔ صوبہ قسطنطنیہ کا بہت خود بدعت تھا جب
سے اور قتل کر دیا وہی شب کو اپنا پیاس پاس پا کر اسے خبر دی گئی اس کے باپ نے بھی اس سے

مارڈا لے کر حکم دیا تھا۔ نہ لڑکا نہ بایست۔ بن جوئیل تھا لوگ اسے ظافر سے متہم کرتے تھے۔ باپ نے کہا تو
 اس کی صحبت میں رہ کر اپنی عورت کہو دی ہے۔ لوگ تمھاری نسبت طرح کے ٹھکان کرتے ہیں۔ اسے
 مار ڈال تاکہ اس تہمت سے تجھے نجات مل جائے۔ اس واسطے اسے مار ڈالا۔
 جب صبح ہوئی عباس قصر شاہی کے دروازہ پر گیا۔ اور کہا مجھے ایک بڑا ضروری کام ہے بادشاہ پاس جانا چاہتا
 ہوں۔ خادموں نے ظافر کو جا کر رخصت کر دیا۔ جہاں جہاں رات کو رہتا تھا۔ سب جگہ دیکھا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ تو کہا
 کہیں نہیں معلوم۔ ظافر کہاں ہے۔ یہ سن کر ہی عباس سواری سے اتر پڑا۔ اور اپنے معتبر آدمیوں کو لیکر قصر میں
 گیا۔ اور خدام سے کہا ہمارے بادشاہ کے دونوں بہائیوں کو لاؤ۔ وہ جبریل اور یوسف کو لائے۔ ان سے پوچھا
 ظافر کہاں ہے۔ انہوں نے کہا اپنے بیٹے سے پوچھو وہ اسے ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ وزیر نے ان کی
 گرفتاری میں مدد دی۔ اور کہا انہیں لے آؤ۔ مار ڈالا ہے۔ یہ اس قصہ کا خلاصہ ہے۔ مگر فاضل بن انظافر
 کے حال میں نے اس کے زیادہ تفصیل کی ہے۔ واللہ اعلم۔
 جامع ظافری جو قاضی بن باب زبیر کے اندر ہے اس کے نام سے منسوب ہے۔ اسی نے اسے بنایا تھا۔
 اور بہت کچھ اس کے لئے وقف کیا تھا۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۴۵۸

(۲) اس مدرسہ کو سیونیہ اس واسطے کہتے تھے کہ وہ متوقی الشیعہ فقیہین (بازار شریف سازان یا تنجہ فردشان) کے قریب واقع تھا۔
 از تقریر بی۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۴۸۷۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۲۱ نوٹ ۶۔

۹۷۔ ابو عمرو اشہب بن عبد العزیز بن داؤد بن ابراہیم القیس الجعفی

قبیلہ قیس کے بطن نجد سے مالکی فقیہ مصر کا رہنے والا تھا۔ پہلے امام مالک رضی اللہ عنہ سے اور پھر اہل مدینہ
 اور اہل مصر سے فقہ سیکھی تھی۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اگر اشہب میں کثیر اور غصہ نہ ہوتا تو اس کا
 بڑا کہ میری نظر میں کوئی فقیہ نہ تھا۔ ابن القاسم اور اشہب میں منافست رہا کرتی تھی۔ دہر ایک اسپتہ کو بڑا اور
 زیادہ لائق سمجھتا تھا، مگر جب ابن القاسم مر گیا۔ تو مصر میں اشہب ہی رئیس الفقہاء ہو گیا۔ یہ مصر میں شافعی

۶۱۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ مگر ابو جعفر ابو الزبیری تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ ۳۱۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۸۲ھ میں امام شافعی سے ایک ہینہ یا انصاریہ روز کے بعد مرا۔ امام شافعی کا انتقال ۳۰۴ھ میں ہوا تھا۔ ایشہب مصر میں مرا۔ اور قراؤن صخریٰ میں مدفون ہوا۔ میں نے اوس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ ابن القاسم کی قبر کی برابر ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کہتے ہیں کہ اوس کا نام منکلیں تھا۔ ایشہب (شیر) اوس کا لقب ہے۔ مگر اول روایت صحیح ہے جو کہ یہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور میں نے یہ فقہ ہے۔ ابو عبد اللہ قضاوی نے کتاب نخط مصر میں لکھا ہے کہ شہر میں ایشہب بڑا رئیس اور بہت مالدار شخص تھا۔ امام مالک کے اصحاب میں ایسی وسیع نظر کسی کی نہ تھی۔ شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میرے نزدیک مصریوں میں اوس کا مثل نہیں اگر اوس میں طیش اور غصہ نہ ہوتا تو کیا اچھا تھا۔ شافعی نے مصر میں امام مالک کے اصحاب میں سے بجز ایشہب اور ابن عبد الحکم کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ ابن عبد الحکم کہتا ہے میں نے سنا کہ ایشہب شافعی کی موت کی دعا مانگتا ہے۔ میں نے شافعی سے اس کا ذکر کیا۔ اور انھوں نے کسی کے یہاں اشعار مثال کے طور پر پڑھے۔

كَمْ بَرَّ جَالٌ اَنْ اَمُوتَ وَاِنْ اَمُتَ فَيَلْكَ سَبِيلُ لَسْتُ فَيَحَا بِنَا اِحْدَا

لوگ چاہتے ہیں کہ میں مراؤں۔ اگر میں مر ہی گیا۔ تو یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ میں ہی اوس میں اکیسلا نہیں رہ گیا۔ ہوں۔
فَقُلْ لِلَّذِي يَتَّبِعُنِي خِلَافَ الذَّوْنِ مَضَى تَزُو دِلْ لْآخِرَى غَيْرَهَا فَكُلَّانِ قُلْ

جو شخص اوس کے خلاف پاتا ہے جو گزر گیا ہے اوس سے کہہ دو کہ حیات دنیا کے سوا آخرت کے واسطے کچھ زاد راہ

تیار کر تو قریب قریب (اپنی مرا دو کہ ہو بچ گیا)

وہ کہتا ہے کہ شافعی مر گئے تو ایشہب نے ان کے ترکہ سے ایک غلام خریدا۔ پھر ایشہب مر گیا تو میں نے ایشہب کے ترکہ سے غلام کو مول لیا۔

ابن یونس نے اپنی تاریخ میں اوس کا ذکر کیا۔ اور کہا ہے کہ ایشہب قبیلہ قیس کے شعب بنہ بنہ علم اور بطن بنی حنظل سے تھا اور اوس کی کنیت ابو عمر تھی۔ مصر میں اول درجہ کے فقہاء اور ذورائے لوگوں سے تھا ۳۱۱ھ (۶۱۸ھ) میں پیدا ہوا۔ اور بروز غنہ ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ وہ اپنی دوا میں خیر لکھا کرتا تھا۔ محمد بن عاصم التغافری کہتا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے اے محمد۔ میں نے جواب دیا ہاں کہا۔

ذَهَبَ الْكَذِبُ يَنْقَالَ حَيْدَ فِرَاقِهِ كَيْتَ الْبِلَادِ يَا هَلِجًا تَنْصَحُ

دروگ چلے گئے جن کے فراق کے وقت کہا کرتے ہیں۔ کہ اون کے بعد ملک ملک حالوں سمیت غلت ہو جائے۔

وہ کہتا ہے کہ اس وقت اُشہب بیا رہا تھا۔ میں نے کہا مجھے بڑا خوف ہے کہ میں اُشہب نہ مر جائے چنانچہ اسی مرض سے اُشہب مر گیا و انشا علیہ السلام۔

(۱) دیکھو تذکرہ ۵۲۲۔

(۲) دیکھو تذکرہ ۳۳۵۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۵۳۰۔

(۴) دیکھو تذکرہ ۲۲ نٹ ۱۲۔

(۵) فَكَانَ قَدِيرٌ لِّبِكِ عَمَّارٌ ہے۔ بیانِ نِلْتُ مُرَاذِكِ اس کے بعد مقدم ہے۔

(۶) ہمیشہ سے جو ہوتا آیا ہے اوس کا خلاف ہمیشہ کی خوشی ہے۔

۹۸۔ ابو عبد اللہ اُصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ نَافِعِ مِصْرِيٍّ مَالِكِيٍّ فُقَيْهٍ

نے ابن القاسم ابن وَثْبِہ اور اُشہب سے فقہ پڑھی تھی۔ عبد اللک بن الماحِشُون نے اوس کے حق میں کہا ہے کہ مصعب اُصْبَغُ کا نظیر نہیں پیدا ہوا۔ کسی نے کہا۔ ابن القاسم بھی اوس کا نظیر نہیں۔ کہا ابن القاسم بھی اوس کا نظیر نہیں ہے۔ وہ ابن وَثْبِہ کا کاتب تھا۔ اور اوس کا دادا نافع عبد العزیز بن مروان بن عبد الحکم اموی کا آزاد کردہ غلام اور مصر کا والی تھا۔ اصْبَغُ نے بروز یکشنبہ ۲۶ رِغْوَالِ ۲۸۱ھ (۲۹۸ھ) کو یا بعض کے قول کے بموجب ۲۸۱ھ یا ۲۸۲ھ کو وفات پائی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اُصْبَغُ مفتی ہمزہ و سکون صا و پہلہ و فتح بائے موحده و غین مجمہ۔

(۱) ابن القاسم کے لئے دیکھو تذکرہ ۳۳۵۔ اس وہب کیلئے دیکھو تذکرہ ۳۰۰ اُشہب کے لئے دیکھو تذکرہ ۹۶۔

(۲) کاتب یعنی نسخہ یا مستند۔

(۳) عبد العزیز کو اوس کے باپ مولیٰ بن الحکم نے مصر کا والی ۲۸۱ھ (۲۹۸ھ) میں مقرر کیا تھا اور اسے صرف ناراہین ہی علم ہونے کا اختیار تھا۔ جو اوس وقت صرف والیوں کا ہی حق ہوتا تھا بلکہ اسے حاصل و مصل کرنے کا بھی اختیار تھا۔

اور اپنے وفات تک برابر اسی خدمت پر متحرک رہے (صفحہ ۱۷۵) میں وفات پائی (از انجم الامارہ)

۹۹۔ ابوسعید آق سنقر بن عبداللہ الملقب قسیم الدولہ معروف بالسحاب

خاندان اناکیلی موصی کا جد اعلیٰ اور علاء الدین زنگی کا باپ تھا جس کا ذکر آئندہ آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔
 یہ آق سنقر اور نیز بڑا "ان" صاحب راجہ اہل یورپ اڑیسہ کہتے ہیں (سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان سلجوقی کے ملوک تھے۔ جب تاج الدولہ قشش بن الپ ارسلان سلجوقی (صفحہ ۱۷۵) یافقہ عین (شہر حلب کا مالک ہو گیا۔ تو اوس نے آق سنقر کو دہان کا نائب مقرر کر دیا اور اپنے بھائی کا ملوک سمجھا اور اوس پر اعتماد کرنے لگا۔ مگر آق سنقر نے بغاوت کی۔ جس سے تاج الدولہ جو اس وقت دمشق کا حاکم تھا اوس کے طرف روانہ ہوا۔ آق سنقر بھی اوس سے لڑنے کو نکلا۔ دو دنوں میں بہت بڑا ہنگامہ اور سخت لڑائی ہوئی۔ آخر کار آق سنقر کے مارے جانے پر میدان صاف ہو گیا۔ یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۵۸۷ھ (صفحہ ۱۷۵) کا ہے۔ آق سنقر ایک مدرسہ میں مدفون ہوا۔ جس کا نام زجاجیہ مشہور ہے اور حلب کے اندر (زجاجیون یعنی شیشہ سازوں کے ممالک) واقع ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس کی قبر کے پاس جمعہ کے دن بہت لوگ قرائت قرآن کریم میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے اس قبر کے متعلق بہت بڑا وقف ہے۔ اور اوس میں سے سب کو تنخواہ ملتی ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ یہ وقف کس کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ جاگیر اوس کے بیٹے نور الدین محمد نے دی ہے جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آئندہ اس آق سنقر کا حال تاج الدولہ قشش کے بیان میں اس واقعہ کے خلاف آئیگا واللہ اعلم بالصواب۔ مدرسہ زجاجیہ کو ابوالمزین سنان بن عبد الجبار بن ارتق "صاحب حلب نے بنایا تھا۔ آق سنقر پہلے دکرہ قسرتیا میں مدفون تھا جب نے سکا بیٹا عماد الدین زنگی حلب کا مالک ہوا تو وہ اوس کی لاش مدرسہ مذکور میں لے آیا۔ مگر شہر کے اندر قبیل کے اوپر سے لایا۔ آق سنقر کا قتل ایک گاؤں زونان کے پاس ہوا تھا۔ جو شیعین کے پاس حلب کے حلقہ میں ہے۔ یہ یا قوت تھموی نے (اپنی کتاب مشرک میں) بیان کیا ہے

(۱) آق سنقر کی نام ہے۔ اس کے مٹی بن سفید باز۔

(۲) دیکھو تذکرہ ۲۳۱۔

از زید حلب

(۳) اس بیان نے قشش سے بغاوت کے وقت آق سنقر کو مدد سے تھے۔ قشش نے اسے گرفتار کر کے قسرتیا میں سرکرہ کر دیا تھا

(۴) ، تش کے تذکرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تاریخ اصل متن عربی میں ہونا چاہیے تھے۔ لیکن ابن خلکان کے عربی نسخہ میں نہیں ہے۔

(۵) ، آق سنقر کے بغاوت اور قتل کا حال ابو الفدا نے اپنے تاریخ میں اور نیز ابن الاثیر نے تفصیل سے لکھا ہے۔ کمال الدین ابن العدیم اپنی کتاب ذبہ الحلب میں کہتا ہے کہ آق سنقر کی فوج نے میدان میں ایک لمحہ بھی قیام نہ کیا۔ خود آق سنقر لڑائی میں بکڑا گیا اور تش نے اس کا سر قلم کر دیا۔

(۶) دیکھو تذکرہ ۲۱ لاٹ ۶۔

(۷) دیکھو تذکرہ ۶۸۶۔

(۸) دیکھو تذکرہ ۱۱۹ مصنف سے یہاں سہو ہوا ہے تش کے تذکرہ میں اس کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔

(۹) سلیمان بن عبد الجبار حلب میں الغازی کا نائب تھا۔ از زبہ الحلب۔

(۱۰) جب آنا پاک رنگی اپنے باپ کی لاش اس مدرسہ میں لایا تھا۔ جو حلب شہر کے اندر محاذ قبا حویں میں واقع تھا تو شہر کے کسی دروازہ سے نہیں لایا تھا۔ فیصل شہر کے اوپر سے لایا تھا۔ کیونکہ شہر میں دروازہ سے لاش کا لانا بد شگونی کی علامت تصور کی جاتی ہے۔ از بیہقیات الطلب۔ اس کتاب کا مصنف کمال الدین کہتا ہے۔ کہ آق سنقر بڑا عادل اور منصف حاکم تھا اس کے حسن انتظام سے اس شہر کے محاصل کی آمدنی چند روز دینار روزانہ تھے۔

(۱۱) مصنف مراد لا اطلاع کہتا ہے کہ سبغین ایک گاؤں کا نام ہے جو حلب کے دروازہ کے پاس ہے۔ لیکن ابو الفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ یہ لڑائی تل السلطان میں دریا کے سبغین کے کنارہ حلب سے چہر فرسخ پر ہوئے تھے۔

۱۰۰۔ ابو سعید آق سنقر بڑ سق غازی ملقب قسیم الدولہ سیف الدین۔

موصیل رجبہ اور اس نواح کا حاکم تھا۔ ابتداً سلازمود کے بعد وہاں کا حاکم ہو گیا تھا۔ مودود اس مقام پر بلکہ تمام بلاد شام میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی طرف سے حاکم تھا۔ جس کا ذکر آمدہ آجیگا انشا اللہ تعالیٰ۔ مودود مسجد جامع دمشق میں بروز جمعہ ۱۲ ربیع الآخر ۵۸۰ھ (ستمبر ۱۱۸۵ء) کو مارا گیا۔ باطنیہ فرقہ کے چند آدمیوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا تھا۔ یہ آق سنقر اس زمانہ میں بغداد کا شیعہ لکھنوی رئیس تھا۔ سلطان محمد غور نے جب کہ اس کے بھائی برگیاروق کے مرنے کے بعد اس کی سلطنت کو سنبھالا

(۳) دیکھو تذکرہ - ۶۶۴ -

(۳) بابلیہ فرقہ کو شاعرانہ فرقہ بھی کہتے ہیں وہ مالک یدپ میں حبشیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ ایسا ہونٹا کہ فرقہ ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ان سے تمام دنیا بادشاہ خوف کھاتے تھے۔ یہ بہت بڑے سفاک تھے۔ اسلام کو اسنے بڑے بڑے نقصان پہونچے ہیں سترہویں ساسی نے اپنی ایک کتاب میں انکا خوب بیان کیا ہے۔

(۴) دیکھو تذکرہ - ۷۷ - فٹ ۴ -

(۵) دیکھو تذکرہ - ۱۰۷ -

(۶) صدقہ اور قیقاہ دو نون نے باہم سازش کر لی تھی۔ اس وقت آق سنقر کو نہایت درجہ کی مایوسی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ تکریت کے فتح ہونے پر سلطان محمد نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جگہ آق سنقر کے ہی قبضہ میں رہے گی۔ داد ابن الاثیر الجوزی

(۷) بڑے بڑے مساجد میں ایک چھوٹا سا احاطہ جگہ لگا کر بنالیا جاتا تھا اور اسے مقصود کہتے ہیں۔ بادشاہ اور دلیا ملک نماز اسی میں جا کر پڑھتے تھے تاکہ شریعت کے علم سے محفوظ رہیں لیکن جب سے بد وقت بنی ہے اس وقت کا مقصود بھی کارآمد نہیں رہا ہے گو بعض بعض ترکی مساجد میں ترمیم کر کے مقصود آج کل کا مناسب حال بنا گئے ہیں مگر پھر بھی حفاظت کا پورا پورا بندوبست نہیں ہو سکتا ہے۔

(۸) دیکھو تذکرہ - ۶۶۲ -

۱۰۱ - ابو الصلت اُمیہ بن عبد العزیز بن ابی الصلت اندلسی دانی -

علوم ادب میں بڑا فاضل تھا ایک کتاب اوس نے ثعالبی کے یتیمہ الدہر کے اسلوب پر تصنیف کی ہے جس کا نام الی یقہ رکھا ہے فن حکمت کا بھی بڑا عارف تھا۔ اسی لئے اسے ادیب حکیم کہتے تھے۔ علوم اوائل میں بھی خوب ماہر تھا۔ اندلس کو چھوڑ کر فورسکندریہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ عماد کا تب نے جبرئیلہ میں تعریف کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور کچھ نظم بھی اوس کی نقل کی ہے۔ اوس میں یہ شعر بھی ہیں -

إِذَا كَانَ أَحَبُّي مِنْ أَبٍ فَكُلَّمَا بَلَادِي وَكُلَّ الْعَالَمِينَ أَقَارِبِي

جبکہ میری اصل زمین سے ہے تو کل زمین میرا ملک ہے اور کل عالم کے لوگ میرے قریب اور ہشتہ دار ہیں -

وَلَا بُدَّ لِي أَنْ أَسْأَلَ الْعِيسَى حَاجَةً كَسْتُ عَلَى سَمْعِ الدَّسْرِى وَالْعَوَاكِيبِ

اس نے مزید یہ کہ میں اونٹوں سے ایک ایسی حاجت کی درخواست کروں جس کا کاربای بلند اور مضبوطی کا ذکر ہو

شاہی ہو۔

مگر یہ دونوں یقین مجھے اوس کے دیوان میں نہیں ملیں۔

یہ بھی اوس نے اسی کے اشعار میں ذکر کئے ہیں۔

وَمَا لَيْلَةٌ مَّا بَالَ مِثْلًا شَخَايِلًا أَنْتَ ضَعِيفُ الرَّأْيِ اِمْرَأَتُ عَاجِلُ

اور کہنے والے نے کہا کہ تجھ سا آدمی گناہی کے گوشہ میں کیوں پڑا ہے۔ کیا تیری رائے ضعیف ہے یا (دین کا) عاجل

فَقَسْتُ لَهَا ذَنْبِي إِلَى الْقَوْمِ أَسْتَرِي لَهَا لَوْ جَوَّزْتُ وَهِيَ مِنَ الْمَجْدِ حَائِلُ

میں نے کہا میرا گناہ اون لوگوں کے سامنے نہیں ہے کہ جو یاقین اون میں نہیں وہ مجھ میں ہیں۔

وَمَا قَاتَلْتَنِي شَيْئًا سِوَى الْخَطِّ وَخَدِّ وَأَمَّا الْمَعَالِي فَهِيَ عِنْدِي غَرَاوِزُ

مرن ایک نصیب کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ مل ہو۔ بندگان تو میرے پاس بہت کثرت سے ہیں۔

یہ قطعہ بھی اوس کے دیوان میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم۔ یہ بھی اسی کے ہیں۔

جَدَّ بَكْلِي وَتَعَبْتُ لِحَمِي مَصْنَعِي وَمَا الْكَرَنُ

میرے دل سے اوس نے سچ باتیں بھی کہیں اور کھلتی باز ہی تھی کی۔ پھر بلند یا بالکل بے پروا۔

وَاحِرًا بِأَمِنْ شَادِدٍ فِي عَقْدِ الصَّبْرِ لَفَقُ

وہ غزال کیسا دیر ہے۔ صبر کی گھون کو (منتر سے) پہونک، مار کر توڑ دیا ہے۔

يَقْتُلُ مَنْ شَاءَ بَعِيدًا نَبِيَهُ وَمَنْ شَاءَ بَعِيدًا

اپنی آنکھوں سے جسے چاہتا ہے قتل کر دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے جلا اور ٹھاتا ہے۔

فَأَيُّ وَدَّ لَمْ يَكُنْ وَأَيُّ غَمْدٍ مَا كُنْ

کوئی دوستی ہے کہ اوس میں خیانت نہ کی ہو اور کو نسا عہد ہے کہ او سے نہ توڑا ہو۔

یہ بھی اسی کے ہیں۔

دَبَّ الْعِدُّ أَسْرَاجًا هُمُ أَنْتَنِي عَنْ لَحْمِ مَكْسَمِ الْبَرِّقِ اِلَا تَنْتَبِ

خدا اور اس کے خیار ہوتا ہے سے چلے۔ یہ پروٹ پڑا۔ مسکلتے ہوئے (دل کو) ٹھنڈا کرنے والے اور غرور خنہاں ہون کے

لَا خَيْرَ وَانْ تَحْشَى التَّوَدُّىٰ نِي كَثِيرٍ ۚ قَالَتِ لَيْتَ لَكُمْ قَاتِلٌ يَلْعَقُ رِجْلَ
کچھ بھبی ترسین جو اس کے پورے ہلاکت کا خوف ہوا ہو۔ لعاب دہن بچو کیلئے سم قاتل ہوتا ہے

یہ بھی ادسی کر شہ ہین۔

وَمُعَقَّقٌ شَرَكْتُ مَحَامِيْنَ وَجْهِهِ ۚ مَا مَجَّ فِي الْكَاسِ مِنْ اَبْرِ نَيْفٍ
اور ایک بتلی کر دانی ہے جس کے چہرہ (حسین) کے خوبان اوس (خرب) میں شریک ہو گئے ہیں جو اوس نے اپنے
مراحمی سے پیالہ میں ڈالی ہے۔

فَفَعَالُهَا مِنْ مُقْلَتَيْهِ وَكَوْنُهَا ۚ مِنْ وَجَلَتَيْهِ وَطُعْمَهَا مِنْ رَيْفٍ
چنانچہ اوس (شراب) کے کام (نشر کے) اوس کے آنکھوں کے سے ہیں اور اوس کا رنگ اوس کے رخساروں کا
اور اوس کا مزہ اوس کے لعاب دہن کا سا

اور کتاب انجیدہ کے بیان انحر بن ابی اسحاق رمین یہ اشعار بھی اوس کے لکھے ہیں۔

مَجْنُوتٌ مِنْ طَرَفِكَ فِي ضَعْفٍ ۚ كَيْفَ يَصْنِدُ الْبَطْلُ اِلَّا ضَيْدًا
مجھے تعجب آتا ہے کہ میرے آنکھ (نظر) جیسا ضعیف (دوبار) ہے کیونکر دلا اور مغرور گردن بلند ون کو شکار کر لیتی ہے
يُفْعَلُ نَيْنَا هُوَ فِي غَمْدٍ ۚ مَا يُفْعَلُ السَّيْفُ اِذَا حَبَرَ دَا
وہ دھچکوں کے (بیان میں رکھو وہ کام ہمارے ساتھ کرتے ہے۔ جتلاور بیان سے نکالنے کے بعد کرتے ہے۔

اوس کی نظم بہت کثرت سے ہے اور اچھی ہے اخیر وقت میں وہ تہذیب کو چلا گیا تھا۔ اور اسی جگہ ہر روز شنبہ
یکم تاریخ محرم ۱۲۲۱ھ (۲۲ اکتوبر ۱۸۰۶ء) اور محرم ۱۲۲۵ھ کو انتقال کیا۔ مگر عاوی نے خریدہ میں لکھا ہے
کہ قاضی فاضل نے کتاب انجیدہ (تصنیف ابو اعلیٰ) مجھے دی تھی۔ اوس کے آخرین لکھا تھا کہ ہر روز
دوشنبہ ۱۲ محرم ۱۲۲۵ھ کو مارا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ لیکن اول روایت صحیح ہے۔ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں۔

اور یہی بات رشید بن الزبیر نے انجمن میں لکھی ہے۔ وہ تہذیب میں مرا تھا۔ اور ۱۲۲۵ھ میں دفن ہوا تھا۔ اس
مقام کا ذکر شیخ بہتہ اللہ البوہیثیری کے بیان میں ہم آگے چل کر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ چند
بیتیں اوس نے اپنے آخری وقت میں کہی تھیں اور وصیت کی تھی کہ اوس کی قبر پر کبھی جائیں۔

سَلَكْتُكَ يَا دَا اِسْرَ الْفَنَاءِ مُسْتَحِقًّا ۚ يَا قَاتِلَ اَسْرَ الْبَقَاءِ اَصْلَبُ

مے وہ قناب میں تجھ میں مرا تو مجھے خوب غم تھا کہ ایک دن دار البقا ضرور جاؤ گا۔

وَاعْظُمَا فِي الْآمْرِ اتِّبَاعًا لِلْأَمْرِ أَلَا بَدِيعُ الْخَلْقِ لَيْسَ يُعْجُزُ

مگر جو اس امر میں سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ مجھے ایک ایسے شخص کے رو بہ رجاء ہے جو بہت بڑا عادل ہے اور اسے حکم میں کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

فَبَالَيْتَ شَغْرِي كَيْفَ الْقَاءُ عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ فُلَيْلٌ وَالذُّقُبُ كَثِيرٌ

کاش میں یہم جاننا کہ اوس مقام پر اوس سے کیسے ملوٹگا۔ میرا زوارہ تو قیل۔ جبہ اور گناہ بہت کثرت سے ہیں۔

فَإِنْ أَلَا تُعْجِزُ يَا بَدِيعُ كَيْفَ لَيْتَ عَقْلُ الْمَدِينِ لَيْتَ حَبِيزٌ

اگر مجھے میرے گناہوں کے برابر بدلا ملا تو میں جاننا ہوں کہ وہ حکم صحیح ہے، کیونکہ گناہگاروں کو جو بدترین سزا دیا جائے۔
میں اوس کا مستوجب ہوں۔

وَإِنْ يَلِكْ غَفُورٌ مِنْهُ مُعْتَقِي وَرَحْمَةٌ

اور اگر اوس کی طرف سے میرے گناہ معاف ہوئے اور رحمت کی نظر ہوئی۔ تو وہ ان ہمیشہ کی نعمت و سرور کا وارث ہے

جب اوس کا مرض الموت انتہا درجہ کو پہنچ گیا۔ تو اوس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز سے کہا۔

عَبْدُ الْعَزِيزِ يَرْحَمُكَ رَبُّ السَّمَاءِ عَلَيَاكَ بَعْدِي

اے عبدالعزیز آسمان کا پروردگار میرے بعد بجائے میرے قبہ پر غلبہ ہے۔

أَنَا قَدْ عَمِدْتُ إِلَيْكَ مَا تَذَرِيهِ كَأَخِيضٍ فِي عَهْدِي

میں نے قبہ سے کہا ہے جو تو خوب جانتا ہے۔ اوس عہد کو یاد رکھنا۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ بِهِ فَإِنَّا نَكْفُ لَا تَمْرُلْ حَلِيفٌ رُشِدٌ

اگر تو نے اوس پر عمل کیا۔ تو تو اور سید ہمارا ساتھ ہمیشہ ساتھ ساتھ رہو گے۔

وَلَكِنْ نَكَلَّتْ لَقَدْ ضَلَلْتُ وَكَلَّ تَصَحُّتُكَ حَسْبُ جُفْدِي

اور اگر تو نے ٹوڑ دیا۔ تو تو گمراہ ہو جائیگا۔ میں نے جو کہنا تھا اچھی طرح قبہ سے کہا۔

پھر اس کے بعد ایک مغربی کی تصویر میں میں نے دیکھا کہ ابوالصلت مذکور کی پیدائش دانیہ میں جمادی

کا ایک شہر ہے ~~دانیہ~~ کے قریب میں ہوئی تھی۔ اور ابوالولید قشبی قاضی دانیہ وغیرہ کے سے

لوگوں سے اندلس میں ہی علم حاصل کیا تھا۔ پھر اپنی ماں کے ساتھ بروز عید الفطر ۵۵۰ھ کو سکندریہ آیا تھا۔

گوھر سے او سے افضل شاہنشاہ نے سفیرین نکال دیا۔ چند روز سکندریہ میں بڑا ہاکہ کہاں کو سفر کرے۔ آخر کا

سنت میں نخل کھڑا ہوا۔ اور نندیہ بن جاکر قیام کیا۔ علی بن یحییٰ بن تمیم بن المعمر بن بابوئیس ہمدانیہ کے حاکم نے
 اوس کی بڑی خاطر داری اور عزت کی۔ اسی جگہ اوس کا بیٹا عبد العزیز بھی پیدا ہوا۔ جو ایک بہت بڑا شاعر تھا اور
 شطرنج بہت اچھا کھیلتا تھا۔ یہ لڑکا (صوبہ الجبیل کے فہر) بجایہ میں (۱۱۵ھ) میں مر گیا۔ عمار کا
 نے قاضی فاضل سے جو نقل کیا اوس میں غلطی کی ہے وہ سمجھا کہ اس تاریخ میں اوس کا باپ مرا ہے۔
 اسباب مصر میں فاضل کی قید میں تھا تو یہ کتاب تہذیب کی تصنیف کی تھیں۔ رسالہ العمل بالاضطرار کتاب
 التوجیز فی البیئۃ کتاب الادویۃ المفردہ ایک کتاب نطق میں جس کا نام اوس نے تقویم الذین رکھا تھا
 ایک اور کتاب جس کا نام الامتصار ہے۔ یہ اوس نے علی بن رضوان کی اوس کتاب کے رد میں لکھی تھی
 جو اوس نے حنین بن اسحاق کے رد میں مسائل جلیۃ کی نسبت لکھی تھی جب اوس نے اپنی کتاب التوجیز فی فضل
 کے لئے لکھی تو اوس نے اپنے منہم جو عبد اللہ حلبی کو دکھائی۔ اس منہم نے اوس پر رے دی۔ کہ مبتدی تو اس
 سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور منہم کو اس کی ضرورت نہیں۔

یہ بھی اسی کے ابیات سے ہے

کَيْفَ لَا نَبْغِي لَكَ وَلَهُ وَهُوَ بَذَرْتُ وَهِيَ كَتَانُ

اوس کی زہدین کہ نگر بوسیدہ اور گھسی ہوئی نہ ہو جائیں۔ وہ توچ دھوین رات کا چاند ہے۔ اور وہ کتان کی بنی ہوئی ہیں۔
 یہ اس سبب سے کہتا ہے کہ کتان کو جب چاندنی میں رکھ دو تو بوسیدہ اور پرانی ہو جاتی ہے اُنہیے مرض اشتیاق
 سے مرا تھا۔ واللہ اعلم۔

۱) دانی شہر دانیہ یا یونینہ واقع اندلس کا رہنے والا۔

۲) ادائل مراد یہاں یونانی ہیں۔ علوم ادائل وہ علوم ہیں جو مسلمانوں نے یونانیوں سے حاصل کئے تھے۔

۳) خریدہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دہرائے میں ہے۔

۴) یعنی کسی لیے سخی کے پاس جاؤں جو بہت دھرتا ہو۔

۵) اسی مقام پر ایک یہ بیت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

قَبْلَ لِيْغْنِي الْفَرَاقُ وَخَيْشًا قَضَى اللَّهُ لِيْ مِنْ شَرِّ فَعَا وَالْمَخَابِرِ

اُنکے وہ علاق کے اتنا تک یا جہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سیرا جانا مند کر کیا ہے پہر فاجریں۔

۶) قتان خریف بن ابی عقیقہ کا ذکر آیا ہے۔ اوس زمانہ میں یہودی وغیرہ عرب کی قومیں رسول قبول کی دشمن تھیں

اور آپ کے ساتھ ہر طرح سے دشمنی کرنے اور نقصان پہنچانے کی ہمہ گیرین کرتی تھیں۔ جب تلوار سے کام نہ چلتا تو جادو سے بھی نقصان پہنچانا چاہتی تھیں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ
 مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ (۱) بے غیر
 اس طرح دعا مانگا کرو۔ کہ میں تمام مخلوق کے شر سے صبح کے الگ (یعنی خدا) کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اندھیری رات
 کے شر سے جب اس کا اندھیرا تمام چیزوں پر بھجا جائے۔ اور گندھوں پر پڑھ کر پھونکنے والوں کے شر سے، اس
 اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ کو تسلی و تشفی دینا منظور تھی کہ یہ لوگ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے خدا تمہارا حافظ و مددگار ہے۔
 (۷) دیکھو ترجمہ دیا چہ انگریزی جلد اول فقرہ ۳۴۔

(۸) ابو علی الحسن بن عبد الصمد بن ابی شعثا کہ مقبہ بن محمد ملک شام میں عسقلان کا رہنے والا تھا۔ اس شہر میں آنکے
 برابر کوئی شاعر نہیں ہوا۔ (۹۷۴ھ) میں وہ زندہ تھا۔ عماد الدین کاتب نے خریدہ میں اس کا حال بہت
 ہی کم لکھا ہے۔ لیکن اس کے اشعار بہت دئے ہیں۔ خریدہ کا قلمی نسخہ جو کتب خانہ ڈورائے میں ہے اس میں
 بچائے۔ ابو شعثا کے ابو الشیخ لکھا ہوا ہے۔

(۹) ہمدیہ تونس سے جنوب کو ساحل بحر پر ایک بندرگاہ اور بڑا شہر تھا۔ ہمدیہ مُبید اللہ اول فاطمی خلیفہ نے ۳۳۳ھ
 میں اسے آباد کیا تھا۔ اگر اس کا بیان زیادہ دیکھنا ہے تو الکبریٰ کا جغرافیہ شمالی افریقیہ دیکھنا چاہیے۔

(۱۰) دیکھو تذکرہ ۶۴

(۱۱) الکبریٰ کے بیان متعلقہ شمالی افریقیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنستر ساحل بحر پر تونس سے پچاس میل جنوب مشرق کو
 ایک فوجی مقام یا رابطہ تھا۔

(۱۲) دیکھو تذکرہ ۷۹

(۱۳) علی بن یحییٰ کے مزوری حالات یحییٰ بن تیم کے تذکرہ میں ملین گے دیکھو تذکرہ ۷۷۔ اسی تذکرہ
 میں امیہ بن الصلت کا بھی مزید حال اور اس کی تعریف کا بھی ذکر ملے گا۔ جہاں ہمیں دیا گیا ہے۔

(۱۴) علی بن رضوان ۳۴۳ھ (۱۰۶۷ء) میں مراہے۔ دیکھو غانی ابو الفرج اصفہانی کی جس میں اس کی
 نسبت کئی حکایتیں درج ہیں۔ ترسیل معاصی کی کتاب ڈوسکرپشن ان صلب جلد دوم بھی دیکھنا چاہیے۔ لکھا
 کہ اینڈکس میں اس کا حال دیا ہے۔ تاریخ الکلماء میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۱۰۲۔ ابو وائلہ ایاس بن معاویہ بن قُرقۃ بن ایاس بن ہلال بن رباب بن مجنبد

بن سُوَاقۃ بن ساریہ بن ذُبیان بن ثعلبہ بن سُکَیم بن اُوس بن مُزَیْنۃ المَزَنَی۔

بڑا نشانِ بلخ صاحبِ فراست اور مصیب تھا۔ ذکار و فطنت میں لوگ اوس کی مثال دیتے اور اہل فصاحت و رجاحت اوسے اپنا سرِ دار سمجھتے تھے۔ صادقِ الظن ایسا تھا کہ جبات سوچتا اوسی کے موافق کلام پورے ہوتے۔ اور بڑی دانائی سے اموات کو سرِ انجام دیتا تھا۔ فرطِ ذکار میں مشہور تھا۔ مخلوق میں اوس کی ذکاوت ضربِ المثل ہو گئی تھی۔ حریری نے ساتویں مقام میں جو کہا ہے "میری الکھیشۃ و تیز نہی ابن عباس کی سی الکھیشۃ و تیز نہی ہے۔ اور میری فراست ایاس کی سی فراست ہے۔" سو اوس سے ہی ایاس مراد ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے اوسے بصرہ کا قاضی کیا تھا اوس کے باپ کا دادا ایاس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تھا۔ کسی نے معاویہ بن قُرقۃ ایاس کے باپ سے پوچھا کہ تیرا بیٹا تیرے لئے کیا ہے۔ کہا بہت ہی اچھا بیٹا ہے۔ دنیا کے کام میرے پورے کر دیئے۔ کہ آخرت کے کاموں میں فارغ البالی سے مشغول رہوں۔ اس زمانہ کے عقلا و فضلا اور دُعاۃ میں معدود ہوتا تھا۔

اوس کی فطنت کی ایک حکایت لکھی ہے۔ کہتے ہیں ایک مقام پر کوئی حادثہ ہوا۔ جس سے (دوران کے باشندوں کو اپنے جان و مال اور زنگ و ناموس کی طرف سے یکا یک) اندیشہ پیدا ہو گیا۔ اس کے پاس ہی کہیں تین عورتیں تھیں جنہیں وہ پہلے سے مطلق نہ جانتا تھا۔ انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ عورت تو حاملہ ہو گئی۔ اور یہ دودہ والی اور وہ تیسری کنواری۔ لوگوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ جیسے اوس نے کہا تھا۔ اوسی طرح تھا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تو نے کیونکر دریافت کیا۔ کہا خوف کے وقت انسان صرف اوسی چیز پر ہاتھ رکھتا ہے کہ جو سب سے عزیز ہے اور اوس کا بڑا اندیشہ ہو۔ حاملہ کو میں نے دیکھا کہ اوس کا ہاتھ شکم پر تھا اس سے میں نے جانا کہ وہ حمل سے ہے۔ اور ایسے ہی دودہ والی کو چھاتیوں پر ہاتھ رکھنے سے میں نے سمجھا کہ وہ دودہ والی ہے۔ اور ایسے ہی کنواری کو بھی میں نے تاثر دیا کہ وہ باکرہ ہے۔

ایک مرتبہ ایاس نے ایک یہودی کو کہتے سنا کہ مسلمان کیسے جنت میں جاتے ہیں جنت کھاتے ہیں مگر حدیث نہیں کرتے۔ ایاس نے اوس سے پوچھا کیا جو تو کہتا ہے وہ سب حدیث کر دیتا ہے۔ کہا نہیں بلکہ

اللہ تعالیٰ کچھ اوس کا حصہ غذا کر دیتا ہے۔ ایسا سنے کہا تو پھر تو یہ کیوں نہیں تسلیم کر لیتا۔ کہ جو کچھ اہل جنت کھاتے ہیں اوسے سب کو اللہ تعالیٰ غذا کر دیتا ہے۔

ایک روز اپنے مکان کے صحن میں جبکہ وہ شہر واسطہ میں تھا ایک اینٹ کو دیکھا جو فرش میں لگی ہوئی تھی کہا کہ اس اینٹ کے نیچے کوئی جانور ہے اینٹ کو مٹایا۔ دیکھتے کیا میں کہ کنڈلی مارے وہاں سانپ بیٹھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کچھ کیڑا خر معلوم ہوا۔ کہا میں نے دیکھا جس قدر اینٹیں ہیں وہ تو بے خشک ہیں مگر ان دو اینٹوں کے درمیان تری ہے۔ اس سے میں نے جاناکہ یہاں کوئی جانور سانس لیتا ہے جس سے یہ ہنسی دکھائی دیتی ہے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ وہ ایک مقام پر جا رہا تھا کہ کہنے لگا کہ مجھے ایک غیر کتے کی آواز سنائی دیتی ہے کسی بچے پوچھا کہ تو نے کیسے جاناکہ یہاں غیر کتا ہے کہا ایک کتے کی آواز دہلی ہوئی ہے۔ اور باقی کتوں کی آواز بڑی شدت سے آرہی ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک غیر کتا بند ہا ہے۔ اور دوسرے کتے اوس بچہ بونگ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ زمین میں اوس نے (زمین چھونے سے اہل زہری ہوئی دیکھی۔ کہا اس در زمین کوئی جانور ہے۔ یہ زمین تو وہاں جانور نکلا۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا۔ زمین کا قاعدہ ہے کہ جب تک اوس کے اندر کوئی جانور یا وحشت نہ ہو تب تک وہ چھوٹی نہیں۔ اس سے میں نے جان لیا کہ کوئی جانور ہوگا۔ جانخط کہتا ہے اگر انسان کسی جگہ دیکھے کہ زمین ہموار ہے مگر چھوٹی ہوئی ہے۔ تو اوس پر غور کرے۔ اگر اوس کے فنگٹا کی مٹی بکھرنی ہے۔ اور درز ایک مستوی صورت کی ہے۔ تو جان لے کہ وہاں سے کہنی ٹکا درخت نکلتا ہے اور اگر دیکھے کہ شگاف میں کچھ حرکت بھی ہے۔ تو جان لے کہ کوئی جانور ہے۔ اس طرح ہر اوس کی فراست کی عجیب و غریب باتیں بہت کثرت سے لوگ بیان کیا کرتے ہیں احوال کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت کچھ لکھتا۔ بعض علمائے اوس کے حالات جمع کئے ہیں۔ اور بنا کر ایک بڑی کتاب کر دی ہے۔

عمر بن عبد العزیز اموی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں عراق کے نائب کو لکھا جس کا نام یحییٰ بن اویان تھا کہ ایسا بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ الحارثی کو اپنے پاس بولا کہ دو نو کو دیکھے ان میں سے جو کوئی نہ بادہ انفذ تیرے فہم ہو اوس کو بھروسہ کا قاضی کرے۔ اوس نے دو نو کو بولا یا (اور بہتان کا کار اوہ کیا ہا) ایسا نے کہا امیر بنی اور قاسم کا حال مصر کے فقہاء حسن بن بشری اور محمد بن سیرین

سے دریافت فرمائے (وہ جو کہیں وہ ہی سچ ہوگا) قاسم ان لوگوں کے پاس جایا آیا کرتا تھا۔ اور ایسا نہیں جاتا تھا۔ قاسم اس سے جان گیا کہ اگر عدی نے اون سے استنار کیا۔ تو وہ قاسم کو قضا کے دینے کے واسطے کہینگے۔ اس واسطے قاسم نے کھا۔ میرا اور ایاس کا حال اون سے پوچھنے۔ قسم اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ ایاس بن معاویہ مجھے فقہ میں بڑا کرے۔ اور قضا کے کاموں کو وہ خوب جانتا ہے۔ اس امر میں اگر میں کاذب ہوں۔ تو آپ کے لئے یہ جان نہیں کہ مجھ کو آدمی کو قضا کا عہدہ عطا کریں۔ اور اگر میں صادق القول ہوں تو ضرور ہے کہ میری بات کو قبول فرمائیے۔ ایاس نے کہا اے امیر تو ایک شخص کو جس کا نام ہے کہ اس نے مجھ کو قضا کے کاموں سے وہ اللہ تعالیٰ مغفرت مانگ لیا گا اوس چیز سے نجات حاصل کرے جس کا اوس کو خوف تھا۔ اسی ابن اظہار نے کہا چونکہ تو اس بات کو جانتا ہے تو تجھے ہی قاضی ہونا چاہیے پھر اوس کو قاضی کر دیا۔

ایاس کہتا ہے امورات قضا میں ایک شخص کے سوا کبھی کوئی شخص مجھ پر غالب نہیں آیا۔ بعرو میں اپنی قضا کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور شہادت دی کہ فلان بستان فلان شخص کا ہے اور اوس کی جہاد میں نے اوس سے پوچھا کہ اوس باغ میں کتنے درخت ہیں۔ وہ درخت خاموش ہو کر بولا۔ جناب والا آپ اس مکان میں کتنے عرصہ سے قضا کا کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا اس قدر عرصہ سے۔ کہا تو بتلائے کہ اُس کی محبت میں کتنی کرطیان ہیں۔ میں نے کہا تو حق پر ہے۔ اور اوس کی شہادت میں نے قبول کر لی۔

ایک مرتبہ ایاس ایک بیابان میں تھا کہ اوس کے چہا ہیوں کا پانی ختم ہو گیا۔ (اوپر شہر کہیں ملتا تھا) کہ اسی میں اوس نے ایک کتے کی آواز سنی کہا یہ کتہ ہے۔ لوگ آواز کی طرف گئے۔ وہاں کتے کو اسی طرح پایا جیسا اوس نے کہا تھا۔ اوس سے اس بارہ میں لوگوں نے استفسار کیا۔ تو کہا میں یہ آواز سنی بعینہ اسی طرح پر جیسے کنوین سے نکلتی ہے۔ اسی طرح کی اوس کی اور بھی عجائب و غرائب حکایات ہیں۔

ہو اسحاق بن شخص کہتا ہے ایاس نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ قریانی کے وقت تک (یعنی دی الحجہ ۱۰ مارچ تک) زندہ رہے گا۔ اس واسطے وہ اپنی جاگیر کو جو حدیری میں تھی چلا گیا۔ غنبد سی بعروہ اور خورستان کے درمیان علاقہ دخت بندستان میں ایک قبر کا نام ہے۔ اسی جگہ جا کر سلاطینہ کھڑے ہوئے۔

میں وفات پائی۔ مگر دوسری جگہ اس کے مین اوس کی وفات لکھی ہے۔ اس وقت اوس کی عمر چہتر برس کی تھی۔ ایاس نے اوس سال میں جس میں وہ مرا تھا کہا تھا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اور میرا باپ دو گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اور دونوں ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ اور چلنے میں کوئی ایک دوسرے سے آگے نہیں بڑھتا۔ تو میرا باپ مجھ سے بڑھا اور نہ میں اوس سے آگے ہوا۔ میرا باپ چہتر برس زندہ رہا ہے۔ میں بھی چہتر دین سال میں ہوں۔ جب اس سال کی آخری شب ہوئی تو کہا جانتے ہو یہ کونسی رات ہے۔ یہ وہ رات ہے۔ کہ جس میں میرے باپ کی عمر پوری ہوئی تھی۔ پھر رات کو سو رہا۔ صبح کو دیکھا تو مردہ تھا اوس کا باپ معاویہ ششہ میں مرا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ایاس بکسر حمزہ قرۃ بضم قاف۔ مزیۃ کا ذکر اوپر کر چکے ہیں۔

ایک مرتبہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کا چاند دیکھنے لگے۔ اون میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کی عمر اس وقت سو برس کے قریب ہو گئی تھی۔ انس بوڑھے میں نے دیکھ لیا چاند یہ ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ مگر لوگوں کو نہ دیکھا۔ ایاس نے جو انس کی طرف نظر کی۔ تو دیکھا۔ کہ اونکی ابرو دونوں میں ایک (نبی) بال ہے۔ جو مرکز لالہ کی طرح ہو گیا ہے۔ ایاس نے اوس سے ہاتھ سے ابرو کے بالوں کے برابر کر دیا۔ پھر کہا ابو حمزہ اب تو دکھائیے کہ لال کہاں ہے۔ انس دیکھنے لگے۔ اور بوڑھے کتاب تو نہیں دکھائی دیتا۔

(۱) بلاغت کا ترجمہ انگریزی میں ایلو کوئٹس کرتے ہیں۔ مگر ان دونوں لفظوں میں بڑا فرق ہے۔ بلاغت وہ قوت ہے کہ جس سے انسان اپنے خیالات کو صحیح صحیح اور مختصر الفاظ میں ادا کر دے۔ اور ایلو کوئٹس وہ فن ہے کہ جس سے انسان کو ایسی عبارت میں اور اس طریق پر گفتگو کرنا آجائے جس سے وہ اپنا مدعا سننے والوں پر ثابت کر دے۔

(۲) مقامات حریری دیکھنا چاہیے۔

(۳) بیان عربی متن بالکل صاف صاف الفاظ میں ہے۔ میں نے ترجمہ لفظ بدل کر کیا ہے۔

(۴) شام کے جنگلوں میں کہنی ماہ اپریل میں بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ عرب کے بدوی اوسے خوب ذرا سے کہاتے ہیں۔ دیکھو بکھارٹ صاحب کی کتاب نوٹس اون دی ہیڈ وائز جلد اول صفحہ ۶۰۔

(۵) دیکھو تذکرہ ۱۴۸۔

(۶) دیکھو تذکرہ ۵۲۷۔

۱۰، اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان علاقہ قضا کی خدمت اختیار کرنے سے بہت ڈرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ بڑا ذمہ داری کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے روپر وجانا ہو گا اور اپنے فیصلوں کا ذرہ ذرہ جواب دینا پڑیگا۔ کتنے ہی فقہ اور عالم ایسے ہوئے ہیں۔ کہ جنہوں نے مارین کھائیں سزا میں جھکتیں مگر قضا کا عہدہ قبول نہ کیا۔ احادیث میں اس خدشہ کی ذمہ داری بڑی بھاری بتائی گئی ہے۔ اس سے اون کو بڑا خوف رہتا تھا۔ چنانچہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا مِّنَ النَّاسِ فَقَدْ دُخِلَ بَيْنَ يَدَيْهِ سَكِينٌ رَّجُوهُ فَخُصَّ كَلِمَتُهُ لَوُكُلٍ مِّنَ النَّاسِ بِمَا يَكُونُ عَلَيْهِ مِنْ قَضَائِهِمْ بِمَا يَكُونُ عَلَيْهِمْ مِنْ قَضَائِهِمْ كَمَا يَكُونُ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَمَتَّى أَثَرُهُ لَمْ يَفْضَرْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِي شَيْءٍ قَطُّ (قباحت کے دن قاضی عادل ہر ایک وقت ایسا آئیگا کہ جس سے وہ آرزو کرے کہ وہ شخصوں کے درمیان ایک کھجور سے ادنیٰ چیز کے واسطے بھی وہ ہرگز فیصلہ نہ کرتا۔) چنانچہ قاضی کا عالم اور بہت آدمیوں کے اور بڑی چیزوں کے فیصلہ۔ اس واسطے قاضی ایسا نے اپنی جان بچانے اور قاسم کو قاتل مقرر کرنے کے لئے کہا۔ کہ حسن بھری اور محمد بن سیرین سے پوچھا جائے جو قاسم کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور وہ کی سفارش کرتے۔ مگر قاسم بھی اپنی جان بچاتا تھا۔ اس نے خود فیصلہ کر دیا کہ قاضی ایسا اس سے بڑھ کر فقیہ اور ایسی صورت پیش کی کہ رابطہ کو اس سے تجاوز کرنا ہی محال تھا۔ یہ تھے سچے اسلام کے منور۔ یہ لوگ اگر سچ پوچھو بنی آدم نہ تھے۔ بلکہ فرشتہ تھے۔ جنہیں خدا تعالیٰ نے انسانوں کی صورت میں پیدا کیا تھا۔ واقعی کسی نے کیا ہے مسلمانان درگور و مسلمان در کتاب۔

۱۱، دیکھو تذکرہ ۱۹ نوٹ ۷

۱۲، انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے آخری عمر کے مقام پر کوئی ایک سو برس کی عمر میں مرے ہیں۔ سلسلہ سلسلہ امین وفات ہوئی ہے۔ دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ رسول اللہ کی ہی دعا تھی کہ اون کی اس قدر بڑی عمر ہوئی۔ اور یہ سر پہنایا کہ ایک سال میں اون کے تختستان میں دو مرتبہ بچل آتے تھے۔ اور ابھی بچوں سے زیادہ اولاد تھی۔

۱۳، ابوسلمہ بن ایوب بن زید بن قیس بن زرارہ بن سلمہ بن جشم بن مالک

بن عمرو بن عامر بن زید مناة بن عامر بن سعد بن الحارث بن تمیم الشمر بن النضر بن
 قاسط بن مزیب بن قضی بن دغنی بن جسد بن اسد بن ربیعہ بن نزار
 بن معد بن عدنان معروف بابن قرظہ سلمی

قرظہ اوس کی دادی تھی۔ اور اوس کا نام نجاعہ بنت جشم بن ربیعہ بن زید مناة بن عمرو بن سعد بن
 الحارث بن تمیم تھا۔ یہ شخص اگرچہ ایک اعرابی اور امی شخص تھا۔ مگر فصاحت و بلاغت میں عرب کے مشہور خطباء میں
 محدود ہوتا تھا۔ اس کے ملک میں قحط سالی ہوئی تھی۔ عسرت کی وجہ سے غنیمت الغر کو چلا آیا تھا۔ جہان حلاج
 بن یوسف الشقی دیکر ۱۲۴ھ کی طرف سے کوئی شخص عامل تھا۔ اور مخلوق کو صبح و شام دونوں وقت کھانا
 کھلایا کرتا تھا۔ ابن القوادس کے دروازہ پر جا کر کھڑا ہوا۔ دیکھا تو آدمی اندر جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ لوگ کہاں
 جاتے ہیں۔ کہا امیر کے یہاں کھانا کھانے جاتے ہیں وہ بھی گھسا اور کھانا کھا کر چلا آیا۔ اور پوچھا کیا اسی طرح
 امیر ہر روز کھلاتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ ابن القوادس روز صبح و شام اوس کے دروازہ پر
 آتا اور کھانا کھا کر چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً حجاج کے پاس سے اس عامل کے نام ایک خط آیا جو خالص عربی
 کے غیر مانوس الفاظ میں لکھا تھا۔ ادیہ عامل اوس کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے کھانا کھلانے میں
 دیر ہوئی۔ ابن القوادس آیا دیکھا تو عامل کھانا نہیں کھاتا ہے۔ پوچھا امیر کا کیا حال ہے آج کیون کھانا نہیں کھاتا
 اور کسی کو کھلاتا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ حجاج کے پاس سے ایک خط آیا ہے۔ جو خالص عربی کے غیر
 مانوس الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ عامل اوس کا مطلب نہیں سمجھتا۔ اس سے امیر کو بڑا سچ ہو رہا ہے۔ ابن القوادس
 نے کہا۔ اگر امیر وہ خط پڑھ کر مجھے سنائے تو میں اوس کا مطلب بتا دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ شخص خطیب
 زبان آدمی تھا کسی نے جا کر والی سے کہہ دیا۔ الی نے اوسے بولایا جب خط اوسے پڑھ کر سنایا تو سمجھ گیا۔
 اور والی کو مطلب بتا دیا۔ اور اوس کا کل مضمون اوسے ابھی طرح سمجھا دیا۔ والی نے پوچھا تو اس کا جواب کیا
 کہا میں تو پڑھنا نہیں جانتا لیکن اگر کوئی کہے والا ہو تو اس کی پاس میں کراسکا جواب لکھا سکتا ہوں۔ عامل نوک
 اوسے دیا اور اوس نے جواب لکھ دیا جب حجاج نے جواب پڑھ لیا تو خالص عربی میں لکھا تھا جان گیا۔ کہ دختر خراج
 کے مشین لکھا ہوا نہیں ہے۔ حجاج نے عامل میں اکثر کچھ خط لکھا دیکھ کر تو معلوم ہوا کہ ابن القوادس کو تحریر ان کی نہیں

حجاج نے تب اپنے عامل کو لکھا۔ بعد حمد ثنائے خدا تعالیٰ کے لکھتا ہوں کہ تیرا خط جو میرے پاس آیا ہے۔ وہ تیرے جوابوں کے طریق پر نہیں۔ کسی دوسرے کی عبارت میں لکھا ہوا ہے۔ مجھے میرا یہ خط پہونچنے تو اسے پڑھ کر رکھ دینے سے پیشتر ہی میرے پاس اس شخص کو بھیج دے جس نے یہ خط مجھے لکھوا دیا ہے۔ والسلام۔ عامل نے یہ خط پڑھ کر ابن القریہ کو سنایا۔ اور کہا حجاج کے پاس جا۔ کہا مجھے معاف کیجئے۔ کہا نہیں تجھے جانا چاہیئے۔ اور بھٹنے کے لئے کپڑے راستہ کے واسطے خرچ اور سواری دیکر حجاج کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ وہاں پہونچا۔ اور حجاج کے سامنے گیا تو پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ کہا ایوب۔ کہل یہ تو میرے گناہ کا نام ہے۔ تاہم مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو اچھی ہے۔ بہ بلاغت میں بھی دخل رکھتا اور مطلب ادا کرنا مجھے دشوار نہیں۔ پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ کہ اس کے کھانے پینے اور مکان کا انتظام کر دیں۔ اس کے بعد حجاج کے دل میں اس کی بیعت کا سکھ اس قدر بڑھ گیا۔ کہ غلیظہ عبد الملک بن مروان کے پاس لٹھی کر کے بھیجا۔

پھر جب عبد الرحمن بن محمد بن الأشعث بن قیس الکنذی نے ہجستان (یا سیستان) میں بغاوت کی جو ایک بہت بڑا مشہور واقعہ ہے تو حجاج نے وہاں بھی اسی کو رسول کر کے روانہ کیا۔ جب ابن القریہ عبد الرحمن کے پاس پہونچا۔ تو اس نے کہا کہ تو خطبہ کہہ اور عبد الملک کی بیعت تو۔ حجاج کو گالیاں دے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ابن القریہ نے کہا۔ میں تو رسول ہوں (میرے ساتھ یہ سختی کیوں) کہا (میں جانتا ہوں کہ تو رسول ہے مگر) جو میں کہتا ہوں یہی کرنا ہو گا۔ ابن القریہ کھڑا ہوا۔ اور خطبہ کہا۔ عبد الملک کو خلع کیا۔ حجاج کو دشنام سے یاد کیا۔ اور وہیں رہ گیا۔ پھر جب ابن الأشعث بھاگا۔ تو حجاج نے نرے اور اصفہان وغیرہ کی طرف اپنے عمال کو لکھا۔ کہ ابن الأشعث کی طرف سے جو آدمی جائے اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ اس میں جو لوگ گرفتار ہوئے اولن میں ابن القریہ بھی پکڑا آیا۔ جب حجاج کے روبرو آیا۔ تو اس نے کہا جو میں پوچھتا ہوں اس کا جواب دے۔ کہا اچھا پوچھو کیا پوچھتا ہے حجاج نے کہا۔ بتاؤ اہل عراق کیسے لوگ ہیں۔ کہا حق و باطل کو اور دن سے بہت جانتے ہیں۔ پوچھا حجاج کے لوگ کیسے ہیں۔ کہا۔ فتہ تو بہت جلد اٹھاتے ہیں مگر اس کی بلائیں بھیلنے میں سب سے عاجز ہیں۔ پوچھا شام کیسے ہیں۔ کہا اپنے خلفاء کے سب سے زیادہ مطیع ہوتے ہیں۔ پوچھا مصر والے۔ کہا جو غالب ہو اس کے بندے ہیں۔ پوچھا بحرین والے۔ کہا باطنی ہیں عرب بن گئے ہیں۔ پوچھا عمان والے۔ کہا عرب ہیں

نہی ہو گئے ہیں۔ پوجھا موصل والے۔ کہا شہسواروں میں شیخ اور قران و امثال کے لئے سخت خوفناک پوجھا
 میں والے نکہا وہ لوگ حکم کے سننے اور ماننے والے اور جہر پڑھی جماعت ہوا وہی کے ساتھی ہیں۔ پوجھا
 ایل یا مسہ۔ کہا وہ اہل جہا اور ستون نزلج ہیں۔ مگر پھر بھی لڑائی میں خوب جھٹتے ہیں۔ پوجھا اہل فاس۔ کہا
 نت دلیر اور شراکیزہ مذی کے لئے موجود۔ اون کے یہاں سرسبز زمینیں کثرت سے ہیں مگر یہاں نواز بہت
 ہیں۔ کہا اب مجھے عرب کا حال بتا۔ کہا پوچھیے۔ پوجھا۔ قریش کیسے ہیں۔ کہا عقل کے لحاظ سے اعظم اور
 بے کے لحاظ سے اکرم ہیں۔ پوجھا بنو عامر بن منصفہ۔ کہا بڑے لمبے نیزے والے اور صبح کا کھانا کھلانے
 ج بڑے کریم ہیں۔ پوجھا بنو سلیم کہا مجالس اون کے خوب بڑے ہوتے ہیں۔ اور اوقات فی سبیل اللہ
 سب سے میں انکرم انکس ہیں پوجھا ثقیف۔ کہا باب داد و ن کی طرف سے اکرم ہیں اور لچکی گرمی اون کا
 تینہ ہے۔ پوجھا بنو زبید۔ کہا وہ اپنے راہات سے چمپے رہتے اور اپنا انتقام سب سے زیادہ لیتے
 ہیں۔ پوجھا قضاعہ۔ کہا قدر و منزلت کے لحاظ سے اعظم اور نجابت کے لحاظ سے اکرم اور اثام کے لحاظ
 سے سب سے زیادہ دور تک مشہور ہیں پوجھا انصار۔ کہا اپنے درجہ میں سب سے زیادہ پادار اسلام
 میں سب سے بہتر اور لڑائیوں میں سب سے زیادہ نامور ہیں۔ پوجھا بنو عکرم۔ کہا جاکشی میں سب سے
 مایان ترا و تعداد میں سب سے زیادہ کثرت سے ہیں۔ پوجھا بنو زبید۔ کہا اون کی صفین لڑائیوں
 میں سب سے اچھی جہی رہتیں اور تلوار میں سب سے زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ پوجھا بنو ثقیف۔ کہا غایت
 پر سب سے پہلے پہنچنے والے اور رات کے نیچے سب سے زیادہ صابر ہیں۔ پوجھا بنو اسد۔ کہا
 شمار اور جاکشی میں زیادہ۔ بننے میں نہایت دشوار اور دشمن کے دفع کرنے میں بڑے مضبوط ہیں۔ پوجھا
 بنو۔ کہا وہ ملوک ہیں۔ مگر کہتے ہی اون میں بیوقوف ہیں۔ پوجھا بنو جذام۔ کہا وہ لڑائی کی آگ جلاتے
 اور شعلہ بلند کرتے اور گاہن کر کے اوس کا دودھ دہکتے ہیں۔ پوجھا بنو حارث۔ کہا وہ اپنی قدیم عادت
 کے دکھوالی اور عورتوں کے ننگ و ناموس کے حامی ہیں۔ پوجھا ناک۔ کہا بڑے پکے شیر ہیں گود لونا
 کے بد ہیں۔ پوجھا ثعلب۔ کہا جب تلوار کا سامنا ہوتا ہے تو ثابت قدم رہتے اور دشمنوں پر لڑائی کی
 آبرو ساتے ہیں۔ پوجھا غسان۔ کہا عرب میں انساب کے لحاظ سے اکرم اور انساب کے لحاظ سے
 بہت واعلیٰ ہیں۔ پوجھا جاہلیت میں کون قبیلہ ایسا تھا کہ جس پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کر سکتا تھا۔ کہا
 قریش۔ جو ایک ایسے (مخرو عورت کے ہیلے کے ملک تھے جس پر چڑھنا مشکل تھا۔ بلکہ ایک بھاڑ تھے۔

جس کے اوپر جانا دشوار تھا۔ ایک شہر میں رہتے تھے۔ جس کی عورت کا خود خدا تعالیٰ حامی اور وہاں کے باشندوں کا محافظ تھا۔ کہا بتاؤ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے ماثر و مغاخر اور موروثی کیا کیا تھیں۔ کہا عرب کہا کرتے تھے۔ کہ حمیر صاحبان ملک ہیں۔ اور کندہ خالص ملک کی نسل ہے۔ مذحج اہل الطعان ویز و باز ہیں۔ ہمدان گھوڑوں کے زین اور انڈو بنی نوع انسان کے شیعہ ہیں۔ کہا اب مجھے ملکوں کا حال بتاؤ۔ کہا پوچھیے۔ پوچھا ہند کا ملک کیسا ہے۔ کہا اوس کا سمندر موتیوں سے بھرا اوس کے پہاڑیا تو تون سے بھر پڑا اوس کے درخت عود اور اوس کے پتے عطر ہیں۔ وہاں کے باشندہ کمین و ذلیل قسم کے کبوتر کے غولوں کی طرح رخاغت و بزدل ہوتے ہیں۔ خراسان کیسا ہے۔ کہا وہاں کا بانی بنجد اور اون کے دشمن بڑے سخت ہیں۔ پوچھا عثمان کیسا ہے۔ کی گرمی بڑی شدید ہے مگر وہاں شکار ہر جگہ موجود ہے۔ پوچھا بحرین کہا وہ شہروں کے درمیان پوچھا یمن۔ کہا عرب کی اہل ہے۔ وہاں کے لوگ بڑے خاندانوں والے اور بڑے حسب اور اونٹن والے ہیں۔ پوچھا مکہ۔ کہا وہاں کے مرد عالم مگر بدخوا اور وہاں کی عورتیں کپڑے پھنے مگر تنگی ہوتی ہیں پوچھا مدینہ۔ کہا یہی مقام ہے جہاں علم نے جڑ پکڑی اور ظاہر ہوا ہے۔ پوچھا بصرہ۔ کہا وہاں کا موسم سرابزستان اور موسم گرما نہایت سخت ہے۔ بانی کہا رسی اور لڑائی صلح آمیز ہے۔ پوچھا کوفہ۔ کہا وہ اتنا بلند ہے۔ کہ سمندر کی حرارت سے محفوظ ہے۔ اور اتنا پست ہے کہ شام کی سردی اوس پر اثر نہ کرتی۔ اس لئے وہاں کی راتیں دل کو خوش کرتی ہیں۔ اور وہاں خیر و برکت بہت ہے۔ پوچھا وہاں کہا جنت ہے۔ ساس اور نندون کے درمیان۔ پوچھا ساس نندین کون ہیں۔ کہا بصرہ اور کوفہ۔ اوس سے حد کرتے ہیں۔ مگر اوس کا کیا ضرر ہے۔ وجہ اور فوات اوس کے پاس بھتے اور خیر و برکت۔ اوس سے فیض پہنچاتے ہیں۔ پوچھا شام۔ کہا عروس ہے جس کے گرد عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں کہا تیری ماں تجھے روئے۔ ابن القریہ تو بہت ہی اچھا آدمی تھا اگر اہل عراق کا اتباع نہ کرتا میں نے۔ اوس کے متبع سے منع کیا تھا کہ میں اوس کا نفاق تیرے دل میں اثر نہ کر جائے۔ پھر کہا گوار لاؤ۔ (یہ دیکھ کر کہ ابن القریہ کچھ کہنا چاہتا ہے) نیاف کی طرف اشارہ کیا کہ ذرہ ٹھیرد۔ ابن القریہ نے کہا۔ کلمہ میں (خدا امیر کو سلامت رکھے) وہ اوس مسافروں کی طرح ہیں جو کہیں ٹھہر گئے ہوں۔ وہ بعد مثل پہنچا بیٹھے۔ حجاج نے کہا کہو۔ کہا۔ ایک کئی جہاں آؤ گئے و ایک کئی صابر رہے۔

حَلَمٌ صَفِيٌّ - حجاج نے کہا۔ یہ وقت مزاج و دل لگی کانہین۔ غلام او سے کاٹ دے۔ اس نے گدن مار دی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حجاج نے جب اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو اس سے کہا عرب کہا کرتے ہیں۔ ہر شے کے لئے ایک نہ ایک آفت ہوتی ہے۔ ابن القریۃ نے کہا عرب سچے ہیں۔ امیر کو خدا سلاست رکھے۔ حجاج نے کہا حَلَم کی کیا آفت ہے۔ کہا غصہ۔ پوچھا عقل کی کیا آفت ہے۔ کہا غرور۔ پوچھا علم کی کیا آفت ہے۔ کہا فسیان اور معمول۔ پوچھا سخاوت کی۔ کہا احسان جلتانا اس شخص پر جو بلا میں پھنسا ہو۔ پوچھا کرام کی آفت کیا ہے۔ کہا کرام کی مجاہدوت۔ پوچھا شجاعت کی آفت کیا ہے۔ کہا ظلم کرنا۔ پوچھا عبادت کی آفت کیا ہے۔ کہا مستی۔ پوچھا ذہن کی کہا دل میں (بڑے بڑے حوصلہ کی) باتیں بنانا۔ پوچھا حدیث و کلام کی۔ کہا کذب و بیعت۔ پوچھا مال کی۔ کہا بدمعیری (اوس کے خرچ کرتے ہیں) پوچھا کامل آدمی کی۔ کہا فستی و افلاس۔ پوچھا حجاج بن یوسف کی۔ کہا امیر کو سلاست رکھے۔ اوس کے لئے کوئی آفت نہیں جس کے اوصاف کرنا نہ آبا و اجداد نامی گرامی۔ اولاد و اتحاد مبارک اور ہو نہا رہے۔ حجاج نے کہا تیرے دل میں شقاق و بغاوت کی باتیں بھری ہیں اور ظاہر میں منافقانہ باتیں کرتا ہے۔ اس کی گردن مار دو۔ مگر جب دیکھا کہ وہ قتل ہو گیا۔ تو ہر نادام ہوا۔

یہ سب میں نے کتاب التَّفِیْث^(۱۷۸) سے نقل کیا ہے۔ یہاں بہت طول ہو گیا کیونکہ یہ بیان متصل چلا آیا ہے قطع کرنا ممکن نہ تھا۔

کسی نے ابن القریۃ سے پوچھا کہ وہاں دانشمندی کی انتہا کیا ہے۔ کہا غصہ کو پی جانا۔ اور فرصت کا منتظر نہ ہونا۔ یہ بھی اسی کا کلام ہے۔ حقی (دور ماندگی) کی صفت وہ اس طرح کرتا ہے بغیر فطرتی نقص کے ہلانا۔ بلا شک و شبہ کے چکچکانا۔ بدعتِ ملت کے زمین پر گر پڑنا۔ اوس کا قتل ~~ہو~~ (سنت) میں ہو اتھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یہ ابن القریۃ وہ ہی شخص ہے جس کا نحوی اپنے اشغال میں ذکر کرتے اور کہا کرتے ہیں۔ اَبْنُ الْقَرِیۃِ رَافِعُ النِّجَاحِ - اَبُو الْفَرَجِ اَصْفَهَانِی نے کتاب الاغانی میں جہان مجنون و لیلیٰ کا ذکر کر کے ختم کیا ہے۔ تو کہا ہے۔ کہ میں شخص ہیں جن کے (فرضی) حالات مشہور ہیں۔ نام اودن کے سب جانتے ہیں۔ مگر اودن کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ دنیا میں اودن کا کبھی وجود بھی نہ تھا۔ ایک مجنون عاشق لیلیٰ دوسرا ابن القریۃ جس کا بھی اوپر ہم نے ذکر کیا۔ تیسرا اَبْنُ اَبِی الْعُتُبِ جس کے نام سے ملائم منسوب کیجاتی ہیں۔ اوداوس کا نام یحییٰ بن عُتْبِہ اشْطَرِابِی اَبِی الْعُتُبِ ہے۔ واقعہ علم۔

قریہ بکراف و تشدید رائے حملہ و تشدید یائے تختانیہ وائے موز جُشم بن مالک بن عمر کی ملن کا نام ہے۔ پہلے عمرو نے اس سے نکاح کیا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے مالک نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس سے جشم بن مالک پیدا ہوا۔ قریہ لغت میں پونی کو کہتے ہیں۔ یہی اس عورت کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ انساب کے اہل العلم کہتے ہیں جب مالک بن عمرو مذکور نے قریہ سے نکاح کیا۔ جس کا نام جماعہ تھا۔ جیسا کہ اوپر ابتدائے بیان ہوا تو جُشم جو ایوب بن القریہ مذکور کا دادا تھا اور کلیب جو عباس بن عبد المطلبؑ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نانا تھا پیدا ہوئے۔ حضرت عباس کا نام تقیہ بن عجم نون یا تقیہ بن نون بنت جاب بن کلیب بن مالک مذکور تھا۔ اس لئے حضرت عباس اس اعتبار سے قریہ کی اولاد میں ہوئے۔ ابن قتیبہ کتاب المعارف میں لکھتا ہے کہ ابن القریہ ہلالی ہے۔ اور ہلال بن ربیع بن زید مناة بن عامر کی نسل سے ہے۔ مگر ابن الکلبی کہتا ہے کہ وہ بنی مالک بن عمرو بن زید مناة سے ہے۔ اگر یہ بات مان لیں تو ہلال اور مالک زید مناة میں جا کر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ہلال اس کے سلسلہ نسب میں نہیں آتا۔ واقعہ علم ہلالی کبر و نسب ہے ہلال بن ربیع بن زید مناة کی طرف جو عزیز قاسط کا ایک بطن ہے۔ اور عرب میں ایک اور قبیلہ بھی ہے جو ہلال بن عامر بن ضننہ ہے۔ ابن الکلبی نے کتاب جمہورۃ النسب میں ان دونوں نسبوں کا اور اس کے نکاح کی صورت کا بیان کیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے۔

(۱) ابن جنبل کے تذکرہ میں یہاں سے اوپر کے نسب کا ذکر آچکا ہے۔

(۲) عین التمری بالبن کے کنارہ دریا کے فرات کے مغرب میں واقع ہے۔ از مرآۃ

(۳) عامل کے معنی کا پر داز کے ہیں۔ اس زمانہ میں عامل صوبہ دار کے طور پر ملک کا حاکم ہوتا تھا۔ اور محاصل سرکاری کو وصول کرتا تھا۔

(۴) اس زمانہ میں بلکہ آج کل بھی دستور ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں عرب لوگوں کے نام اکثر پیغیرون اور دیگر بزرگان دین کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں۔ اور عجمیوں جھوٹی بیٹیوں میں جہان بدوی رہتے ہیں۔ وہاں وہ ہی قدیمی طور کے عربی نام ہوتے ہیں۔ اسی واسطے حجاج کو تعجب ہوا کہ پیغیر کا نام جو نے کے سب سے بدوی اور اسی نہیں بلکہ شہری اور مقامی ہونا چاہیے تھا۔

(۵) دیکھو تاریخ لائل بن المظفر اور پارس صاحب کی تاریخ انگریزی ہسٹری آف محمد بن عبد اول سے بنا دست

۸۰۔ (۱۶۹۹ء) میں ہوئی تھی۔

دیکھو تذکرہ ۸۰، نوٹ ۲۔

۸۱۔ یہ واقعہ ۸۲ (۱۷۸۸ء) کا ہے۔ دیکھو ابن الاثیر

عرب کے کتنے ہی مورخ اور جزائیہ نویسوں نے ایسی کتابیں لکھی ہیں ان عجیب و غریب سوالات اور جوابوں کو

۸۲۔ ہے۔ اس سے آنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بدویان عرب کے اوس زمانہ میں اپنے پاس بڑوس کے ملک

اور ملک مالون کے نسبت کیسے کیسے خیالات تھے۔ لیکن اس میں یہی بڑا شبہ ہے کہ یہ گفتگو حجاج اور ابن القویہ

۸۳۔ میان فی الحقیقت ہوئی تھی۔ یا یون ہی گڑھی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک علماء ان عربوں کے خیالات کو

ایک جگہ جمع کیا اور غرض نہ ناموں سے منسوب کر کے لکھا ہے۔ اس کی عبارت چونکہ نہایت مختصر اور قدما کے

۸۴۔ کے طرز پر ہے اس کا مطلب بھی بعض جگہ جو ہم نے لکھا ہے شبہ سے خالی نہیں ہے۔

۸۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کہانی یا اس کا کچھ حصہ بنی عباس اور بنی علی کا بنایا ہوا ہے۔ کیونکہ عراقی کر

۸۶۔ ان کے طرفدار تھے۔ اور اس وجہ سے حق و باطل میں تمیز کر لے والے تھے۔

۸۷۔ اس میں عبداللہ بن الزبیر وغیرہ کی لڑائیوں کی طرف اشارہ ہے۔

۸۸۔ یہاں حضرت معاویہ کے متبعین کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے حضرت علی کے مقابلہ میں اون کی

اطاعت کی تھی۔

۸۹۔ یہاں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ جب حضرت علی غالب تھے تو یہ لوگ اون کے مطیع تھے۔

۹۰۔ اور کے بعد حضرت معاویہ کی اطاعت کرنے لگے۔

۹۱۔ لفظ بحران جو اکل بولا جاتا ہے اسم اور تثنیہ کا صیغہ نصبی حالت میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ

۹۲۔ میں در حالت دہلی میں بحران بولا جاتا تھا۔ اور یہی صورت زیادہ ہمدونوں معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے

۹۳۔ کہ بعض نسخوں میں بحران بھی لکھا ہوا ہے۔ مگر دونوں صورتیں صحیح ہیں۔ معیار حسین لکھا ہے۔ بحران بھی

۹۴۔ تثنیہ سبب اور مکان کے درمیان بلا وجہ مدین ایک مقام کا نام ہے۔ اور تثنیہ کی صورت میں عرب ہوتا ہے

۹۵۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ کہ ہر مقام پر یا کو برقرار رکھ کر وزن کو محل ابواب بنائیں۔ یہی مشہور ہے۔ اور ہر علا فقط

۹۶۔ کی کو جائز لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ ایسا علم ہے۔ جس کی دلالت مفرد لفظ کی ہی ہے۔ اس لئے یہ

۹۷۔ مفردات سے دوا مشابہ ہے۔ اور یہی رائے بظاہر صاحب قاموس کی ہے۔ بحرین خلیج فارس کے جنوب

مغرب میں ہے۔

(۱۴) عرب لوگ یمن تو سارے جہان کو اپنے آپ سے کم سمجھتے ہیں۔ اور بڑھئیوں کو خاص کر بڑا ذلیل جانتے ہیں۔
 (۱۵) اکثر ہم مصباح کے ترجمہ میں مجھے شک ہے۔ ایک ترجمہ اوس کا یہ بھی ہے۔ وہ تاخت و تاراج میں بڑے
 اکہم و عزت دار ہیں۔ یوم الصباح کے معنی ہیں لڑائی اور تاخت و تاراج کا دن۔ یا صبا حاء کے معنی ہیں۔ اولیٰ
 دشمن آیا تاخت و تاراج کے لئے۔ عربوں کا قاعدہ ہے کہ صبح کے وقت لوٹ کھسوٹ کو جایا کرتے ہیں۔ آدرا
 جس قوم پر جاتے ہیں جب اوس کے کسی آدمی نے دیکھا کہ دشمن آ رہے ہیں تو بھاگتا ہے یا صبا حاء اور اپنے۔
 ہی جب دو فریق لڑتے لڑتے تھک کر رات کو لڑائی موقوف کر کے پڑے تو صبح کو اوتھ کر اپنی قوم کو لڑائی
 کی تیاری کے لئے پکارتے ہیں۔ یا صبا حاء یعنی صبح ہو گئی۔ لڑائی کو آؤ۔ مگر اوسے صبا حاء یا صبح
 جگہ بیائے تھانید پڑ ہیں تو اوس کے معنی یہ ہو گئے۔ کہ جب اون کو فریاد کے لئے پکارا جائے تو وہ اون
 میں بڑے عہد دار ہیں حمد کو جانتے ہیں۔

(۱۶) بابین کہو۔ جسے جنس میں یعنی قید کر کے رکھتے ہیں تو اوس سے بڑے لطف و کرم کے ساتھ پیش آ
 ہیں۔ مگر مجھے اپنے معنی میں شک ہے۔

(۱۷) تجاج اسی قبیلہ سے تھا۔ سفارت کا کام بڑی لیاقت کا ہوتا ہے۔ اس سے تعریف کی بڑی عظمت نکلتی ہے۔
 (۱۸) یعنی اوسے بھلدار بنا کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۱۹) یعنی زمین کی طرح ہمیشہ گھزرونگی بیٹھ پر سوار رہتے ہیں۔

(۲۰) غالباً دشمن سے ترک اور تاریاوی اقوام مراد ہیں۔ جو مشرق اور جنوب سے اس ملک پر حملہ کیا کرتے ہیں۔

(۲۱) یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ دوشہر کو لے لے ہیں۔ بعہ اور کو ذکو دوشہر کہا کرتے تھے۔ مگر بحیرین اور
 کے درمیان نہیں ہے۔

(۲۲) قرن میں لفظ جنت (باغ) کہا ہوا ہے۔ اسی واسطے میں نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن بیاق حبارت
 حنتہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ حنتہ کے معنی چور کے ہیں۔ ابو العلاء کے قول کے رو سے واسطہ کو ذرا بعد اسے۔
 ہر ایک سے بچاس فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میری رائے کے بموجب ترجمہ یمن ہونا چاہیے۔ جو... ہے
 سانس نندون کے درمیان۔

(۲۳) ایسا ہی کہہ ہے۔ جیسے ہم کہا کرتے ہیں خدا تجھے عارت کرے۔

(۲۴) گائٹن برگٹ جوٹ - کا مطلب نیز اس کے کہ اوس کے متعلق کوئی لوٹ دیا جائے سمجھنا دشوار ہے۔
 انگریزی معجم کہتا ہے۔ میری رائے میں یہ ایک اشارہ ہے معلقات القیس کے تیسرے شعر کی طرف۔ جس میں شاعر
 اوس سب و الم کا انکار کرتا ہے۔ جو اسے اپنی معشوقہ کے دیرانہ وطن کے دیکھنے سے ہوا تھا۔ یہاں شاعر کہتا
 ہے کہ اوس کے دو وزن ساتھیوں نے اپنے اونٹ کھڑے کر لئے اور کوشش کی کہ مجھے تسلی دیں۔ اون کے سوار
 اس وقت تین تھے۔ یہی تین ہیں کہ جن کی طرف ابن القریہ اشارہ کرتا ہے۔ اوس کا حرف اسی قدر مطلب ہے۔ کہ
 جو کلمہ وہ کہنا چاہتا ہے۔ تمہارا میں تین ہیں۔ اسی طرح جیسے امراء القیس کے سوار تھے۔ چونکہ حجاج عربی زبان کا بڑا
 واقف کار بدویان عرب کے دستورات اور اخلاص سے خوب باخبر تھا اسے اس کا مطلب فوراً معلوم ہو گیا ہوگا۔
 مگر میرے نزدیک امراء القیس کے اس شعر کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ بسہ جیسا کہ اوپر کی جگہ نوٹوں میں
 اور یا چہ میں ذکر آچکا ہے۔ جب عرب کہیں گلابانی وغیرہ کے لئے جاتے تھے اون کا دستور تھا۔ کہ تین مل کر چلتے تھے۔
 اور اسی واسطے غمرا اپنے رفعا کی نسبت تخنیہ کا صیغہ استعمال کیا کرتے ہیں۔ یہاں اسی دستور کی طرف اشارہ ہے۔
 (۲۵) ترجمہ ہر ایک اچھا گھوڑا ٹھوکر کہا تا ہے۔ ہر شیرِ عمان اوجٹ جاتی ہے۔ ہر لیک عاتل کو لغزش ہوتی ہے۔
 (۲۶) احسان کا مصیبت کے وقت اور اون سے کہنا کہ وہ اوس کے سزاوار نہیں۔

(۲۷) ترجمہ نفعی جس کی شاخیں بڑھ رہی ہیں۔

(۲۸) اس کتاب کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

(۲۹) یعنی ملازم۔

(۳۰) ابن القریہ حجاج کے زمانہ کا۔ اصل میں ابن القریہ فی زمان الحجاج تھا کی کوئی ذکر اسم مجرور کو منصوب کر دیا
 ہے۔ اسی کے ثبوت کے لئے یہ مثال پیش کی جاتی ہے۔

(۳۱) ملاحم (پیش خیریاں) گھوڑوں اور مفردہ پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے۔ اس نام سے بہت کتابیں لکھی
 گئی ہیں۔ ایام جاہلیت کے عربوں میں پیش گوئیوں کی ایک پیشہ تھا۔ اس پیشہ والے لوگ نہایت معزز و پیغمبروں کے
 قریب قریب پہنچ جاتے تھے۔ اندازوں کے افکار پر لوگ ایسے کام پیشہ تھے کہ اگر وہ نہ کہتے تو اون کا انجام پانا
 سخت دشوار ہوتا۔ چونکہ ان ملاحم کی بنیاد فطرتی قوانین پر بھی ہوتی تھی اگرچہ یہی غلطی تھیں۔ مروجی ساسی نے اپنی
 فرانسیسی زبان کی کتاب کر سائیتس میں اس مضمون کو بہت چھٹی تفصیل سے لکھا ہے۔

(۳۲) ایام جاہلیت کے لون عربوں میں اس قسم کے ناجائز کاھن کا بہت رواج تھا جو دودھ فارسی پر یا جان بچانا

عرب کے ملکوں میں اہل فارس کا گزرتھا ہا کرتے تھے۔ قدماے اہل فارس میں اسے نامعلوم نہیں جانتے تھے۔
عرب اور فارس میں خمسہ بنایا یہ عورت کو گھر سے نکالنا بڑا مہیوب تھا۔ اس واسطے عرب تو بیسویں اور عورتوں
کو قتل کرتے مگر فارس والے چونکہ مہذب تھے قتل کو ایک ہولناک کام جانتے تھے۔ انہوں نے اوس سے بچنے
کی تدبیر نکال لی تھی۔ اوس کی صحبت نے بعض عربوں میں بھی اثر کر دیا تھا۔

۱۰۴۔ ابوالشکر ایوب بن شادی بن مروان الملقب ملک فضل بن خبم الدین۔

سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کا باپ تھا۔ باقی نسب میں نے اس کا اوس کے بیٹے کے بیان
میں لکھا ہے۔ اسی جگہ دیکھنا چاہیے۔ اور جو اختلاف کہ اس باب میں ہے وہ بھی وہیں معلوم ہو جائے گا۔
اوس کے لکھنے اور طول دینے کی حاجت نہیں۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ شادی بن مروان دین
کار ہے والا تھا۔ اور دوان کے اعیان و معتبرین میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا ایک دوست بھی تھا۔ جس کا
نام حال الدولہ مجاہد بن محمد تھا۔ اور جس کا ذکر میں نے صلاح الدین یوسف بن ایوب کے بیان میں کیا ہے
یہ مورخ کہتا ہے۔ کہ یہ شخص نہایت عاقل باریک بین اور تدبیر امورات سے خوب واقف تھا۔ ان دونوں
میں ایسی دوستی تھی جیسے بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ بہرہ دوز سے دوزین میں ایک حرکت ہو گئی۔ کہ اوسے حیا و
شرم کی وجہ سے وہاں سے نکل جانا پڑا۔ اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی امیر کی عورت سے اوس پر
تہمت لگائی گئی۔ اس پر اوسے پکڑ کر خسی کر دیا۔ اس طرح جب اوس کا ایک بڑا عضو جاتا رہا تو شہر میں
اقامت اوسے سخت ناگوار گذرنے لگی۔ اوس نے سلجوقی خاندان کے ایک بادشاہ کے پاس جانے کا
امداد کیا۔ جس کا نام سلطان غیاث الدین مسعود بن غیاث الدین محمد بن ملک شاہ (والی عراق) تھا۔ اور
جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور لالا (یعنی خواجہ سرا) سے جو بادشاہ کی اولاد کا تالیق تھا
پیدا کر لی۔ لالائے دیکھا تو اسے دور اندیش اور ہر ایک کام کے لایق پایا۔ اوس کی عورت کو رخصت کر کے اور دوسرے
برادری سے متفرق دیکر اپنے کام میں اوس سے مدد لینے لگا۔ یہاں تک کہ جس وقت اوسے فرصت نہ ہوتی تو
سلطان مسعود کے بچوں کے ساتھ بھر دے کر رہی ہوا خوری کو بھیجتا۔ کہیں سلطان نے ایک روز اوسے اپنے
بچوں کے ساتھ دیکھ لیا لالا پر انداض ہوا۔ لیکن اوس نے بادشاہ سے بھر دے کی تعریف کی۔ اور اوس کی
دیانہت و عفت اور دانائی کا بادشاہ سے ذکر کیا۔ پھر اوسے کبھی کبھی سلطان کی خدمت میں بھی بھیجے لگا۔

۱۔ شاہ بھی اوس سے خوش ہوا۔ شطرنج و زونجی اوس کے ساتھ کھیلنے لگا۔ رفتہ رفتہ سلطان کے مزاج میں
ایسا غل پایا کہ جب لالہ مرگیا تو اوس نے اسی کو اوس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اور امور ہند میں بھی اوس سے کام
لیئے لگا۔ اپنی اولاد اوس کے سپرد کر دی جس سے تمام ملک میں اس کا نام مشہور ہو گیا۔ اب بہروز کو اپنا
قربانی دوست ابن شادی یا دایا۔ اوس کے شہر سے اوسے بولا بھیجا کہ جو نعمتیں اوسے حاصل ہوئی ہیں اوسے
دیکھے اور اشرقائے نے اوس پر جبر و زارش کی ہے اوس میں اگر شریک ہوئے اور یہ معلوم کہ وہ اوس
موصول نہیں گیا ہے۔ جب ابن شادی اوس پاس آیا تو نہایت اکرام و اعزاز کیا۔ اور اوس کو بہت کچھ انعام دیا۔
اتفاقاً سلطان کو یہ مناسب معلوم ہوا۔ کہ مجاہد مذکور کو بغداد میں والی اور اپنا نائب کر کے بھیجے۔ سلجوقیوں کی یہی
ساری تھی کہ اپنے نواب وہاں بھیجا کرتے تھے۔ جب وہاں گیا تو شادی بھی اوس کے ساتھ گیا۔ اور اوس کی
اولاد بھی سب اوس کے ساتھ گئی۔ پہر سلطان نے بہروز کو قلعہ نگریت بھی دیدیا۔ بہروز کے پاس اور کون
تھا جس پر شادی کے برابر اوسے اعتبار ہوتا۔ بہروز نے شادی کو بھی وہاں بھیج دیا۔ یہ وہاں گیا اور مدت
۲۔ رہ کر مر گیا۔ اوس کے بعد اوس کا ہی بیٹا نجم الدین ایوب اوس کا قائم مقام ہوا۔ اور اوس علاقہ کا ایسا
انتظام کیا کہ بہروز بھی اوس سے خوش ہو گیا۔ اور اوس پر بہت عنایت کرنے لگا۔ یہ نجم الدین اپنے بھائی
۳۔ اسد الدین شیر کوہ سے جس کا ذکر آئندہ آئیگا۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ عزمین پڑا تھا۔ میں کہتا ہوں۔ یہ جو حال میں
ہے۔ یاد پر لگا۔ اس میں اور اوس ذکر میں جو مصلح الدین کے بیان میں آئیگا کسی قدر اختلاف ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب۔ مگر اس میں شک نہیں کہ دو وظائف میں کے دیکھتے سے مطلب خوب معلوم ہوتا ہے۔ اس
کے ساتھ اوس سے بھی دیکھنا چاہئے اسی مقام پر میں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عماد الدین زنگی صاحب جبل
اور نجم الدین ایوب و شیر کوہ کے درمیان کیسے شناسائی پیدا ہوئی تھی۔ اوس کے اعادہ کی بیان حاجت
نہیں ہے۔

اتفاقاً ایک مرتبہ قلعہ نگریت سے ایک عورت تفصاے حاجت کے لئے نکلے۔ جب لوٹی تو اوس کا گدہ بچہ لایا
ایوب اور اوس کے بھائی اسد الدین شیر کوہ پر ہوا۔ عورت مدتی جاتی تھی۔ اور غصوں نے بچہ چھو کھینچ لیا
ہے۔ کہا جب میں قلعہ کے دروازہ میں گئی تو سب سالار نے میری عزت لے لی۔ یہ سنتے ہی شیر کوہ اٹھا
اور سب سالار کے ہی صہبیار لے کر اوسے مارا۔ اور جان سے قتل کر دیا۔ نجم الدین ایوب نے اسے
اپنے بھائی کو لے کر قمار کر لیا۔ اور بہروز کو یہ سب واقعہ کہہ بھیجا۔ اور کہا کہ اس معاملہ میں جو آپ فرما میں اوس کے

مطابق تمیل کیا گئے۔ بہر روز نے جواب میں کہا۔ کہ تمہارے باپ کا بھوپڑا حق ہے مجھ سے اور اس سے
 بڑی دوستی تھی۔ لیکن نہیں کہ میں تمہارے ساتھ کچھ برائی سے پیش آؤں۔ لیکن میں اتنا چاہتا ہوں کہ تم
 میری نوکری چھوڑ دو۔ اور میرے شہر سے غلکہ دوسری جگہ جہاں تمہارا بی چاہے جا کر نوکری کر لو۔ جب یہ
 جواب پہنچا تو اب ادن کا نگریت میں قیام غیر ممکن ہو گیا۔ میوزا وہاں سے نکلے اور وصل کو چلائے۔ وہاں
 حاکم نابک عماد الدین زنگی تھا۔ اس نے پہلی شناسائی کی وجہ سے ان کی بڑی خاطر داری کی۔ اور نہایت
 انعام و اکرام کے ساتھ پیش آیا۔ اور ایک بہت بھی جاگیر انہیں عنایت کی۔ پر جب نابک قلعہ بعلبک کا بھی مالک
 ہو گیا۔ تو نجم الدین ایوب کو وہاں اپنا خلیفہ کر دیا۔ یہ سب اس کے بیٹے صلاح الدین کے حالات میں مذکور
 ہوا ہے۔ حرف عبارت کا ہی فرق ہے۔ میں نے بعلبک میں ایک خانقاہ صوفیہ کی دیکھی ہے۔ اسے
 نجمیہ کہتے ہیں جو اس کے نام سے منسوب ہے۔ جب یہ وہاں تھا تو اسی نے اسے تعمیر کرایا تھا۔ یہ تخمینہ
 بڑا مبارک کثیر الصلاح نیکون چہرہ ران نیک نیت خوش اخلاق تھا۔ صلاح الدین کے تذکرے کے شروع
 میں کچھ کچھ اس کے باپ نجم الدین ایوب کا بھی ذکر درج ہے۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ زنگی نے اپنے
 بعلبک میں کیسے مقرر کیا۔ اور اس کے بعد دمشق میں وہ کس طرح پہنچا۔ یہاں ادن کے بیان کی ضرورت
 جب اس کا بھائی اسد الدین شیر کوہ شاد کی مدد کے واسطے جس کا ذکر میں ادن دو موقع کے بیان میں
 کر چکا تھا اور قلعہ لے مقرر کیا۔ تو نجم الدین ایوب اس زمانہ میں نور الدین محمود بن زنگی کی خدمت میں
 دمشق میں تھا۔ جب عاصد والی مہر اسکے زمانہ میں صلاح الدین نجم الدین ایوب کا بیٹا دیار مد کا وزیر
 مقرر ہوا تو عاصد نے شام سے اس کے باپ کو بلوایا۔ نور الدین نے سامن سفر درست کر کے اسے مدینہ
 کر دیا۔ وہ قاہرہ میں ۶۴۰ھ جب ۵۶۵ھ اپریل ۱۱۵۵ء کو داخل ہوا۔ صلاح الدین یوسف کی خاطر داری کے
 سبب سے عاصد اس کے باپ کی پیشوائی کے لئے قاہرہ سے باہر آیا۔ صلاح الدین یوسف بھی جنت
 پاس آیا تو جس طرح بیٹے کو سزاوار ہے باپ کی تعظیم بجالایا۔ اور اپنی وزارت کا اقتدار باپ کی مذکور کیا۔ مگر
 نجم الدین نے لینے سے انکار کیا اور کہا بیٹے یہ مرتبہ اور درجہ جو خدائے تعالیٰ نے تجھے دیا ہے محض اس
 سبب سے دیا ہے کہ تو اس کے لائق ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ اس سعادت کو تو اپنی جگہ سے منتقل کر دے
 پھر ہمیشہ اپنے بیٹے کے پاس رہا۔ جہاں کہ آخر کا اس کا بیٹا صلاح الدین اس ملک کا بادشاہ ہو گیا
 جیسا کہ اس کے بیان میں آئیگا۔

پھر ایک مرتبہ صلاح الدین گرگ کو گیا۔ اوس کا محاصرہ کرے۔ اوس کا باپ قاہرہ میں تھا۔ ایک مدوزہ ہوا خدی کو چلا جیسے کہ اہل لشکر کی عادت ہوتی ہے۔ اور قاہرہ کے ایک دروازہ سے جس کا نام باب النصر ہے۔ قدم باہر رکھا۔ یکایک گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ نجم الدین ایوب راستہ کے صین وسط میں گر پڑا۔ یہ واقعہ بروز دو شنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۸ھ رآخر جولائی ۱۲۷۹ء کا ہے۔ لوگ اوتھا کر اوسے گھر کو لے گئے۔ اوس سے ایسا صدمہ ہوا کہ بروز چار شنبہ ۲۰ ماہ مذکور کو گر گرائے عالم بقا ہوا۔ یہ بات مورخین میں سے بہت لوگوں نے لکھی ہے۔ جن میں عام الدین کاتب اصفہانی بھی داخل ہے مگر اوس نے اتنا اور بڑھایا ہے کہ بروز شنبہ اوس کی وفات ہوئی ہے لیکن میں نے کمال الدین بن العدیک کی تاریخ میں ایک فصل لکھی دیکھی ہے جو اوس نے عضد الدولہ مؤمن بن اسامہ بن شقیق کے تعلیق سے نقل کی ہے۔ اوس میں وہ کہتا ہے کہ بروز دو شنبہ ۱۸ ذی الحجہ سنہ مذکور کو اوس کا انتقال ہوا ہے۔ اس سے مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ عضد الدین کو یہ وہم اس سے پیدا ہوا ہے کہ اس کے نزدیک جس مدوزہ گھوڑے پر سے گرا ہے اسی روز مرگیا ہے کیونکہ یہ تاریخ اوس کے گھوڑے پر سے گرنے کی ہے۔ نہ اوس کے مرنے کی۔ واللہ اعلم۔

عرض جب وہ مر گیا۔ تو اسے اوس کے بھائی اسد الدین شیرکوہ کے برابر دلا سلطانیہ کے ایک مجوز میں دفن کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں کو مدینہ منورہ کو لے گئے۔ علی ساکنہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے تاریخ قاضی فاضل میں دیکھا ہے جو اوس نے ایام وار بنائی اور اوس کے خود واقعہ کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں وہ ہر روز کے واقعات کا ذکر کرتا ہے کہ بروز شنبہ ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۸ھ مرصغر حضرت علی علیہ السلام کو بدرا الدین کا خط جو پہلے اسد الدین شیرکوہ کا ملوک تھا مدینہ سے پہونچا۔ جس میں لکھا تھا کہ اسیر نجم الدین ایوب اور اسد الدین شیرکوہ دونوں کے تابوت پہونچے اور حجرہ مقدسہ نبویہ کے برابر اون کو اونکی ترتیب میں رکھ دیا گیا اللہ تعالیٰ اون دونوں کو اس محاورت سے نفع عطا فرمائے۔ جب صلاح الدین گرگ سے دباہ مصر کو واپس ہوا تو راستہ میں باپ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ اوسے نہایت ہی رنج و غم ہوا۔ خصوصاً اسوجہ سے کہ باپ کے اخیر وقت میں وہ اوس کے پاس حاضر تھا۔ اوس نے اپنے بھتیجے عز الدین قسطن شاہ بن شاہ شاہ بن ایوب صاحب بعلبک کو اوس کے واداعجم الدین ایوب کی تعزیت میں ایک خط لکھا ہے۔ جو قاضی فاضل کے ہاتھ لکھا ہوا ہے۔ اوس میں یہ فقرہ بھی ہے جو مصیبت کہ ہمارے مولیٰ مرحوم غفرلہ وجہ وسعی بالرحمة تریہ پر پڑی ہے اوس سے صدمہ عظیم اور سخت رنج و غم ہوا ہے امید ہے اور بھی بڑی حسرت کا باعث

سچہ کہ اس وقت ہم یہاں موجود تھے۔ چاہتے ہیں کہ صبر کریں، مگر جو نہیں سکتا اشک جاری ہیں۔ انہوں نے
ایسا شخص کھو گیا۔ جس نے ہمارا صبر تسلی مفقود کر دیا۔ اور جتنی نصیحتیں ہیں اس کے مقابلہ میں سب سے
ہیں۔ خیر و برکت اس کے فقدان سے معدوم ہو گئی۔ جیسے ہم پہلے جانتے تھے اب سب الگ الگ برہنہ ہو رہے ہیں
وَنَحْطِفُ نَارَ التَّوْدِي فِي غَيْبَتِي هَلْبِي حَضْرَتُ فَلَكَتُ. اِذَا اَضْنَمُ

موت کے ہاتھ نے میری غیبت میں اسے ادھک کیا۔ اور اگر فرض کروں کہ وہ بھی ہوتا تو کیا کرتا (کہہ رہی ہیں)
فقیر غارہ ابنی نے جس کا ذکر اثناء اللہ اثناء آتا ہے اس کے مرتبہ میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے۔

اوس میں اکثر شعر اچھے ہیں اور اول شعر یہ ہے۔

حَى الصَّدْمَةُ الْاُولَى فَنُبَّانُ صَبَدُ عَلِي حَوْلَ مَلْعَاةٍ فَنَضَاعَفَ اَجْرُ

یہ بہت ہی بڑا صدمہ ہے۔ جو کوئی اس ہول و ذلت کے مقابلہ میں صبر، استقلال کا اظہار کرے اسے دو چندان کر دے گا۔
ابن ابی اسلمہ نے اپنے تالیف کی کتب میں لکھا ہے کہ خیر الدین ایوب ملک سبستان اور بعض کہتے ہیں
کوہ خرمین پیدا ہوا تھا۔ اور وہاں میں پرورش پائی تھی اس قول کی تائید کسی نے نہیں کی ہے۔ یہ اوس کا لفظ
قول ہے۔ میں نے اس کا ذکر بیان اس لیے کر دیا کہ جو کوئی سننے سے واقف نہیں وہ اسے سمجھ کر صحیح نہ
سمجھ جائے۔ کیونکہ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح وہ ہی ہے جو میں نے اول لکھا ہے۔

شادی شہین مجید والہ۔ وال پہلے دیا ہے کہ تائید یعنی لفظ ہے اور اس کے معنی عربی میں فرمان کے ہیں
دو بین بضم ال پہلے دواؤں کے سرور دیا وہاں اقلیم آذربائیجان کے آخر میں شمال کی جانب ہلاکرم کے متصل ایک شہر
ہے۔ دویہی اور دویہی بفتح واد اس کی طرف نسبت ہوتی ہے واللہ اعلم۔ سجد اور حوض جو شہر قاصدہ میں بالنبی
سے باہر دکھائی دیتے ہیں اور بعض میں نے خود بھی دیکھا ہے۔ وہ اسی خیر الدین ایوب کی بنائی ہوئی ہیں۔ وہاں
جو پتھر حوض کے اوپر لگا ہوا ہے اس سے بنائے حوض کی تاریخ ۵۶۶ھ (۱۱۷۱ء) معلوم ہوتی ہے۔ جملہ
تعماتی و تخریبی روضہ۔

(۱) کوہین یا دوتین شہر تون واقع ارمینیہ کا بستیہ عربی نام ہے

(۲) دیکھو تذکرہ ۸۱۷۔

(۳) دیکھو تذکرہ ۶۹۱۔

(۴) شطرنج بفتح یا شطرنج کسر اول فارسی لفظ کا سب سے عربی میں دوسری صورت آج بھی چلی جاتی تھی وہ عربی کے بعض

